سرورِ کائنات ﷺ اور تخلیقِ کائنات

و قرآنِ مجید

تالیف وتصنیف

محمد صدیق راعی

Marfat.com

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور تخلیقِ کائنات
و
قرآنِ مجید

تالیف وتصنیف

محمد صدیق راعی

22076

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

Marfat.com

297.63 Rai, Muhammad Siddique
Sarwar-e-Kaeynat(SA) aur Takhleeq-e-Kaeynat wa Quran Majeed/ Muhammad Siddique Rai.- Lahore: Al-Faisal Nashran, 2012.
440p.

1. Seerat-e-Nabi I. Title Card.

ISBN 969-503-875-1

نومبر 2012ء
محمد فیصل نے
آر۔آر پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔
قیمت:-/400روپے

AL-FAISAL NASHRAN
Ghazni Street, Urdu Bazar, Lahore. Pakistan
Phone: 042-7230777 & 042-7231387
http: www.alfaisalpublishers.com
e.mail: alfaisalpublisher@yahoo.com

Marfat.com

محترم نسیم انور بیگ کے نام

بصد احترام

جن کے انگ انگ میں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی محبت سمائی ہوئی ہے

Marfat.com

Marfat.com

مندرجات

۱۔	کتاب کی بات	۱۳
۲۔	مدینہ منورہ کا مسافر نسیم انور بیگ	۱۷
۳۔	تخلیق کائنات	۱۹
۴۔	تخلیق کائنات اور جدید سائنس	۲۹
۵۔	مقصودِ کائنات	۳۶
۵۔	تخلیق انسان	۴۳
۶۔	عہد و میثاق انبیاءؑ	۵۲
۷۔	بشارت ظہور سید المرسلین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)	۵۶
۸۔	عرب قبل از اسلام	۶۱
	پیغمبروں کی قومیں جو عذابِ الٰہی سے ہلاک ہو گئیں	۶۵
۹۔	نورِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)	۶۹
	دورانِ حمل معجزات کا ظہور	۷۵
۱۰۔	بچپن اور پرورش	۷۷
۱۰۔	پہلی وحی اور نبوت	۸۴
۱۱۔	قرآن مجید	۹۱
	(قرآن مجید کا مطالعہ از موریس بوکیلی)	۱۰۲
۱۲۔	صاحب قرآن	۱۱۰
	صاحب قرآن۔ سیرت نبی ﷺ	۱۱۱
	صاحب قرآن۔ معاشی نظام	۱۲۲
۱۳۔	میثاق مدینہ	۱۲۵

Marfat.com

۱۴۔ سنت وحدیث ۱۳۱

۱۵۔ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کی روشنی میں ۱۳۵
(مکی سورتیں۔ مدنی سورتیں اوران کی ترتیب)
سورتوں کا شان نزول، معراج، سدرۃ المنتہیٰ، حبیبِ خدا، شق القمر

۱۶۔ آیات کا شان نزول ۱۵۳

دعوتِ اسلام اور قریش کی مخالفت ۱۶۵

۱۷۔ مدینہ منورہ ۱۷۹

۱۸۔ ہجرت مدینہ ۱۸۶
(مدینہ میں تشریف آوری، مسجد قبا کی تعمیر، مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر،
مقام صفہ، حضرت عبداللہ بن سلامؓ)

۱۹۔ مدنی سورتوں کی افادیت اور تکمیل دین ۱۹۱

۲۰۔ اسلام کی بنیاد اور اس کی تفصیل
(فرضیتِ نماز، جمعہ، فرض نماز، نماز جمعہ اور غسل، قرآن میں
جمعہ کی فضیلت، روزہ، زکوٰۃ، حج بیت اللہ، آداب حج، قربانی،
اللھم لبیک، برہنہ طواف کی ممانعت)

۲۱۔ تحویل قبلہ ۲۱۴

۲۲۔ معاشرے کی اصلاح (شراب کی حرمت، سود کی حرمت)

۲۳۔ ایمان وضمیر ۲۲۱
(ناپ تول، بخل، صدقہ وخیرات، صدقہ کا مستحق)

۲۴۔ جہاد (جہاد احادیث کی روشنی میں) ۲۲۴

۲۵۔ غزوۂ بدر ۲۲۸
(مدینہ سے روانگی، کفار کی آمد، رسول اکرم ﷺ کی دعا، جنگ بدر
کا آغاز، جنگ کا خاتمہ، قیدی اوران کا فدیہ فرشتوں کی آمد، مال غنیمت)

Marfat.com

۲۶۔ غزوۂ احد ۲۳۷

(مدینہ پر حملہ کی تیاری، کفار کے لشکر کی روانگی، آنحضرت ﷺ

کا مشورہ، میدان جنگ میں، کفار کا لشکر، حضرت حمزہؓ کی شہادت،

کفار کے لشکر میں ہراس، کفار کا مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کرنا،

دندان مبارک کا شہید ہونا، جنگ کا خاتمہ، احد سے واپسی)

۲۷۔ غزوہ بنی النضیر ۲۴۶

(قتل کی سازش، نصرت خداوندی)

۲۸۔ غزوۂ خندق ۲۵۰

(وجہ تسمیہ، خندق کی کھدائی، سخت چٹان اور معجزہ، عہد شکنی، محاصرہ،

جنگ اور صلح نامہ، حکمت عملی، مشرکین میں پھوٹ، معجزات)

۲۹۔ غزوہ بنی قریظہ ۲۵۸

(جنگ کی تیاری، حضرت ابولبابہؓ کا کردار، توبہ کی قبولیت،

حضرت سعدؓ بن معاذ کا فیصلہ)

۳۰۔ یہود مدینہ اور ان کا انجام ۲۶۱

(یہودی ماضی کے آئینہ میں، یہود مدینہ، یہود اور منافقین کا

کردار اور احکام خداوندی، مسجد ضرار، منافق اور یہودی کا جھگڑا،

چند اہم واقعات اور آیات کا شانِ نزول)

۳۱۔ غزوہ مریسیع ۔غزوہ بنوالمصطلق ، یہود کو قتل کی سزا، تحقیق وتفتیش، ۲۷۴

حضرت زبیرؓ اور انصاری کا واقعہ

۳۲۔ نبی کریم ﷺ کی پیاری زندگی اور پیاری باتیں ۲۷۸

(حضرت زیدؓ بن حارثہ، متبنیٰ، عقد حضرت زینبؓ پردہ کی آیات،

متبنیٰ کی حقیت)

Marfat.com

۳۳۔ وضو اور تیمم کا حکم ۲۸۵
(افک کا واقعہ)

۳۴۔ عمرہ کی تیاری اور مقام حدیبیہ ۲۹۰
(معجزہ، سفارت کاری، بیعت رضوان)

۳۵۔ صلح حدیبیہ ۲۹۴

۳۶۔ معاہدہ حدیبیہ کے بعد ۲۹۸
(دعوت وتبلیغ دین، غزوہ خیبر، خیبر کی فتح، زہر آلود گوشت،
قضا نماز فجر، واقعہ فدک، غزوہ وادیٔ القریٰ، عمرۃ القضاء)

۳۷۔ مکّہ مکرّمہ ۳۰۹
(بیت اللہ، مکّہ کی آبادی، بیت اللہ کی دوبارہ تعمیر، خاندانِ قریش،
مکّہ پر برہہ کی فوج کشی، مکّہ میں بت پرستی)

۳۸۔ فتح مکّہ ۳۱۵
(ابوسفیان کی سفارت کاری اور ناکامی، جہاد کی تیاری،
حضرت حاطبؓ بن بلتعہ کا خط، اسلامی لشکر کی روانگی،
اسلامی لشکر مکّہ میں، بت شکنی، خطبہ نبوی ﷺ)

۳۹۔ غزوۂ حنین ۳۲۳
(مال غنیمت کی تقسیم اور انصار کا اعتراض، وفدِ ہوازن کی آمد
اور آپ ﷺ کا ارشاد گرامی)

۴۰۔ غزوۂ تبوک ۳۲۶
(صحابہؓ کا ایثار وصدقات، اسلامی لشکر کی روانگی، غزوۂ تبوک
اور معجزات، اونٹ کا گم ہونا، حضرت ابوذر غفاریؓ کا واقعہ،
دست مبارک سے پانی کا چشمہ جاری ہونا، حج اکبر اور
سورۂ براءت (توبہ) کا نزول، حجۃ الوداع، خطبہ حجۃ الوداع)

Marfat.com

۴۱۔ سفرِ آخرت ۳۳۷

(علالت کی ابتدا، یوم وصال، وفات کے بعد تجہیز و تکفین، کل اثاثہ)

۴۲۔ خلیفۃ الرسول ۳۴۳

۴۳۔ رحمۃ للعالمین ۳۴۸

(غیر مسلموں کے لیے رحمت، طائف کا واقعہ اعراقی کا قصہ،
کفار مکہ کی امانتیں، حضرت ثمامہ کا واقعہ، رضائی بہن شیما، رحمت
ہی رحمت، بچوں سے پیار و محبت، پرندوں اور جانوروں پر رحمت)

۴۴۔ درود و سلام ۳۵۹

(درود پڑھنا فرض ہے، درود شریف کے فوائد اور انعامات،
درود پاک کی فضیلت احادیث مبارکہ کی روشنی میں، جمعہ کے دن
درود پاک پڑھنے کی فضیلت، درود پاک نہ پڑھنے کی وعید،
درود و سلام اور انعام و اکرام

۴۵۔ آگے مت بڑھو۔ اونچی آواز سے بات نہ کرو ۳۷۵

۴۶۔ حسن اخلاق ۳۷۸

۴۷۔ مشاورت ۳۸۴

۴۸۔ محبت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ۳۹۰

۴۹۔ صبر و استقامت ۳۹۹

۵۰۔ میانہ روی ۴۰۴

۵۱۔ حلال کو حرام کر لینے کی ممانعت ۴۰۸

۵۲۔ طلاق لینے یا نہ لینے کا اختیار ۴۱۰

۵۳۔ کل کائنات کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ۴۱۳

(افضل الانبیاء، سابقہ انبیاء، نبوت قبل عالم، روح کی حقیقت،
سب سے پہلی روح، کل انسانوں کے لیے نبی، ایمان لانے کا عہد،

Marfat.com

اعلیٰ کمالات و درجات، تمام جہانوں کے نبی، جمادات کے نبی، کعبہ کے بتوں کا گرنا، شام کا سفر اور راہب، حیوانات کے نبی، درختوں کا گواہی دینا اور حکم بجالانا، رسول اللہ ﷺ کی جدائی میں ستون کا رونا، فرشتوں کے لیے نبی، خیات کے نبی، ایک مغالطہ۔

Marfat.com

کتاب کی بات

صاحبو! میں کوئی عالم فاضل آدمی نہیں اور نہ ہی میں نے کسی دینی مدرسے سے حصول علم کے بعد کوئی سند حاصل کی ہے۔ یہ کتاب میں نے اپنے ذاتی مطالعے اور عشق رسول ﷺ کی بنا پر لکھی ہے۔ اس نظریے سے کہ شاید حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میری یہ کوشش پسند آجائے جو میری بخشش کا سبب بنے۔

سیرت النبی ﷺ بعد از وصال النبی ﷺ کے مصنف رقم طراز ہیں۔ کہ جب کتاب ''رحمۃ للعالمین'' تیار ہوئی تو اس کے مصنف علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کو متعدد خطوط اس مضمون کے موصول ہوئے ہم نے یہ کتاب ''رحمۃ للعالمین'' تا حال نہیں دیکھی اور نہ ہی اس کا اشتہار نظر سے گزرا ہے۔ رات خواب میں آقائے کل سید المرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ نے عالم خواب میں یہ حکم دیا کہ پٹیالہ کے اس پتہ پر خط لکھ کر ''رحمۃ للعالمین'' کتاب طلب کرو اور اس کا مطالعہ کرو۔ اس لیے ہم یہ خط لکھ رہے ہیں۔

اللہ اللہ کہاں علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی کتاب ''رحمۃ للعالمین'' اور کہاں اس ناچیز کی یہ معمولی سی کوشش گر قبول افتد زہے نصیب۔ سیرت النبی ﷺ پر لاتعداد کتابیں لکھی جا چکی ہیں جن میں مصنفین نے اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار اس طرح کیا ہے کہ جس سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور یہ کہ ان کتابوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو سامنے نظر آتا ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ سنت کی پیروی کرتے ہوئے فلاح کا راستہ اختیار کریں نہ کہ گمراہی کے گہرے کھڈ میں گر جائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر لکھنا گو مشکل کام ہے مگر یہ ایک اسلامی اور دینی فریضہ ہے اور اس فریضہ کو احسن طریقے سے انجام دینے میں ہی مسلمانوں کی فلاح و بقا ہے۔ تمام سیرت نگاروں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح حیات کو قلم بند کرتے وقت احتیاط، ذمہ داری اور فرض شناسی کو سامنے رکھ کر یہ عظیم فریضہ انجام دیا۔ آپ ﷺ کے قول و فعل کو جانچنے کے لیے کہ کیا واقعی حضور اکرم ﷺ نے ایسا کیا اور کہا تھا ایک فن کا درجہ رکھتا ہے۔ خاص طور پر احادیث مبارکہ کو اکٹھے کرنے اور تحریر میں لانے میں تو بہت زیادہ

Marfat.com

احتیاط برتی گئی چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی بھی قوم فن حدیث جیسا لٹریچر آج تک پیش نہیں کر سکی۔

سیرت مبارکہ پر لکھی گئی تمام تر کتابیں اٹھا کر دیکھ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ سیرت نگاروں نے سیرت مبارکہ کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھا اور کسی بھی واقعہ کو غیر معمولی سمجھ کر چھوڑ نہیں دیا بلکہ ان واقعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور یہی سیرت نویسی کی خوبی ہے۔

سیرت نگاری ایک مشکل فن ہے اور اس پر عمل پیرا ہونا اس سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ واقعات کا ترتیب وار سپرد قلم کرنا اور حالات و واقعات کی صحیح تحقیق سے گزرنا بھی مشکل مرحلہ ہے۔ مگر سیرت نگاروں نے اس مشکل کام کو احسن طریقے سے انجام دیا اور حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر لکھ کر سیرت نگاری کی روایت کو قائم رکھا۔

سیرت النبی ﷺ کے مطالعہ سے جہاں حضور اکرم ﷺ کی روزمرہ زندگی سے آگاہی حاصل ہوتی ہے تو ساتھ ہی ہمیں دینی احکامات یعنی صوم وصلوٰۃ، زکوٰۃ، حج اور جہاد کے ساتھ ساتھ غزوات میں شرکت کرنے، مشرکوں سے سلوک اور جنگی قیدیوں کی دیکھ بھال کے بارے میں بھی پتہ چلتا ہے اور یہ کہ آپ ﷺ کے ہر قول وفعل اور گفتار و کردار پر صحابہ کرامؓ نے کس سختی سے عمل کیا اور ان روایات کو کس طرح آگے پہنچایا تاکہ مسلمان ہر آنے والے دور میں ان کی پیروی کر سکیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ نے دین کی ترویج وترقی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نہ صرف پوری دنیا میں پھیل گیا بلکہ دنیا کا بڑا مذہب بن گیا اور مختلف مذاہب کے لوگ اس کے مطالعہ اور ابدی سچائی سے متاثر ہو کر دین اسلام میں داخل ہوتے رہے بلکہ اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

میرے اندر سیرت مبارکہ پر قلم اٹھانے کی تحریک کیسے پیدا ہوئی اس سلسلے میں میری زندگی میں چند ایک ایسے واقعات پیش آئے کہ جن سے متاثر ہو کر میں نے اس مشکل کام کا بیڑا اٹھایا۔ میری اولین اور سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ میرے دل میں حضور نبی کریم ﷺ کی محبت پیدا ہو جائے اور میں سنت وشریعت کی پیروی کرنے لگوں۔ بہت عرصہ پہلے میرے بزرگ دوست ممتاز مفتی نے کہا تھا کہ اپنے اندر محمد ﷺ ہڈ پیدا کرو جس کے لیے ضروری ہے کہ کوئی سی سیرت النبی ﷺ کی کتاب کو بڈ بک (Bed Book) بنا لو اور رات کو سونے

Marfat.com

سے پہلے اس کے مطالعہ کو معمول بناؤ گو چند صفحات کا مطالعہ ہی کیوں نہ ہو اور پھر مواخذہ کرو کہ کیا تم سنت کی پیروی کر رہے ہو کہ نہیں۔ تمہارا ہر فعل شریعت سے مطابقت رکھتا بھی ہے کہ نہیں۔ سو میں نے ممتاز مفتی کی اس بات کو دل و جان سے قبول کرتے ہوئے سیرت النبی ﷺ پر لکھی گئی متعدد کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا اس کے ساتھ ہی سنت پر چلنے کی کوشش بھی کی ہے۔

قدرت اللہ شہاب سے میری نیاز مندی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں یہ اس نیاز مندی کا اعجاز ہے کہ اکثر ان کے ہاں حاضری دیتا اور تصوف کے رموز سے آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ قدرت اللہ شہاب کے انگ انگ میں عشق رسول ﷺ سمایا ہوا تھا۔ ان کی ذاتی لائبریری میں سیرت النبی ﷺ پر بڑی نادر کتابیں موجود تھیں جن کا مطالعہ ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ اس کے علاوہ کثرت سے درود شریف پڑھنا ان کا معمول تھا۔ جب وہ درود شریف پڑھتے یا پھر حضور اکرم ﷺ کا نام مبارک زبان پر آتا تو ان پر جذب و مستی کی کیفیت طاری ہو جاتی اور آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ جاتیں۔ عام زندگی میں جب بھی انہیں کوئی مشکل پیش آتی تو مدینہ منورہ چلے جاتے۔ روضہ مبارک پر سوالی بن کر کھڑے ہو جاتے اور عجز سے چُور ہو کر مرادیں پا لیتے۔ شہاب صاحب کثرت سے درود شریف پڑھنے کی تاکید کرتے۔

پھر اسلام آباد میں میری ملاقات نسیم انور بیگ سے ہوئی۔ میں ان کے اس عمل سے بہت متاثر ہوا اور بے حد خوشی ہوئی کہ دوران گفتگو جب بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی آتا ہے تو وہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور حضور ﷺ کے روضہ مبارک کی طرف منہ کر کے درود شریف پڑھتے ہیں۔ یہ عمل دن میں نہ جانے کتنی بار دہرایا جاتا ہے اور ہر بار ان کے چہرے پر تازگی، خوشی اور کیف و مستی کی انجانی سی لہر اٹھتی رہتی ہے۔ نسیم انور بیگ کے دل میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا بے پایاں جذبہ ایک ایسی نعمت ہے جو کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

یہ وہ حالات و واقعات ہیں جن سے متاثر ہو کر میں نے سیرت النبی ﷺ پر کتاب لکھی ہے۔ یہ کتاب جیسی بھی ہے آپ کے ہاتھ میں ہے آپ ہی میری محنت اور جذبہ محبت کا اندازہ لگا سکتے ہیں، باقی جزا تو رب العزت اور اس کے حبیب پاک ﷺ نے ہی دینی ہے۔ شاید میری یہ کاوش قبول ہو جائے اور میری بخشش کا سبب بن جائے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے۔

Marfat.com

وہ دانائے سبلؐ، ختم الرسلؐ، مولائے کل جس نے
غبارہ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہ قرآن وہی فرقان وہی یٰسین وہ طٰہٰ

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

محمد صدیق راعی
10 رمضان المبارک 1427ھ، 4 اکتوبر 2006ء

Marfat.com

مدینہ منورہ کا مسافر

یوں تو سیرت النبی ﷺ پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں مصنفین نے اپنی بے پناہ لگن، محبت اور عقیدت کا اظہار اس پیرائے میں کیا ہے کہ جس سے حضور نبی کریم ﷺ کی محبت ان کی زندگی کا حصہ بن گئی ہے اور یہی ان کی متاع حیات ہے اور یہ کہ ہر مصنف نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارک کو نئے اور انوکھے انداز میں بیان کر کے اپنی عقیدت اور محبت کو امر کر لیا ہے۔ سیرت مبارک پر لکھی گئی تمام کتابوں کو اٹھا کر دیکھیں تو ہر ایک میں ایک نیا پن اور انوکھا انداز نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصنفین کی حضور نبی کریم ﷺ سے محبت اور عقیدت قارئین تک منتقل ہوتی نظر آتی ہے۔

صدیق راعی کی کتاب جس کا عنوان ''سرور کائنات ﷺ'' اور تخلیق کائنات و ''قرآن مجید'' ہے۔ ایک نئے موضوع کو جنم دیتی ہے۔ صدیق راعی کے لکھنے کا انداز نہ صرف منفرد ہے بلکہ انہوں نے سیرت النبی ﷺ کو ایک نئے زاویے اور انوکھے پہلو کو مدنظر رکھ کر اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے ایسے موضوع کا انتخاب کیا ہے جو ابھی تک پوشیدہ تھا یا پھر اس پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ انہوں نے اپنی محنت، لگن اور مطالعہ کی بنا پر جو کوشش کی ہے اور اس مشکل موضوع کو جس خوبصورتی، لگن اور محنت سے نبھایا ہے وہ قابل ستائش ہے۔

صدیق راعی سے میری ملاقات کوئی نو دس سال پہلے ثاقب شہاب کی وساطت سے ہوئی۔ ثاقت شہاب قدرت اللہ شہاب صاحب کے ذہین اور نیک سیرت فرزند ارجمند ہیں۔ وہ پیشہ کے لحاظ سے ڈاکٹر ہیں اور اپنے اندر دکھی انسانوں کا درد اور ان کی مدد کا جذبہ رکھتے ہیں۔ قدرت اللہ شہاب صاحب میرے دوست اور بھائی تھے۔ خدا ترس اور عظیم انسان ۔ سچے پاکستانی اور عاشقِ رسول ﷺ۔ قدرت اللہ شہاب صاحب کی دوستی پر میں جتنا بھی فخر کروں کم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے کسوں کی سسکتی خاموشیوں کو سننے کی توفیق دی تھی۔ ہر لمحہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ پر چلتے ہوئے مسلمان ہونے کو نبھاتے تھے یعنی انہیں دوسرے انسانوں کے دکھ درد سمجھنے اور سہنے کی توفیق تھی۔ ان کا ہر عمل عبادت تھی، ریاضت تھی۔

ہر چشمے کی اپنی تقدیر ہوتی ہے (یہ چشمہ اپنی تقدیر کا حامل ہے) کئی پہاڑوں، پتھروں سے ٹکراتے وادیوں میں گھومتے گم ہو جاتے ہیں۔ چند بلند نصیب چشمے پہاڑوں سے پتھروں

Marfat.com

سے ٹکراتے وادیوں میں بہتے پیاسوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ خوش نصیب چشمے، یہ شہاب صاحب تھے۔ ان کی جھکی عاجزی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے ان کی بڑی بلندی تھی۔ اس لیے اس خوف زدہ دنیا میں سوائے خوف ربی کے ان کی دوستی کسی خوف سے نہ ہوئی۔ نہ بن پائی۔ ان کی جرأت، دکھوں اور غریبوں کی امانت تھی جو پریذیڈنٹوں اور وزیروں کے سامنے بے خوف ہو کے یہ امانت ادا کرتے رہے۔ ان کی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رحیم رب کریم سے سجی رہی۔ عظیم زخمی تھے۔ لاکھوں عاجزیوں سے بلند ہوئے۔ خوش قسمت تھے شہاب صاحب جن کے دل میں خدا اور رسول ﷺ کی محبت تھی۔ وطن کے لیے قربانیاں دینے والے شہاب بھائی۔

شہاب بھائی کی وفات کے بعد مجھے ایسے شخص کی تلاش تھی جو ان کے قریب رہا ہو۔ مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ صدیق راعی کو شہاب کا قرب حاصل تھا اور یہ کہ تصوف کے منازل اور ان کے رموز سے واقفیت شہاب صاحب سے حاصل کی۔ عقیدت اگر استقامت سے وضو کر لے تو عشق کا درجہ اختیار کر لیتی ہے۔ ہر عشق کی کوئی منزل ہوتی ہے۔ قدرت اللہ شہاب سے اس تعلق کا مطلب مدینے والی سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی منزل قرار دینا ہے۔ اس سفر میں صدیق راعی نے قدرت اللہ شہاب سے رہبری حاصل کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ صدیق راعی کو توفیق دے۔ رہبر، رہرو، سفر اور منزل سب مرحلے آسان ہو جائیں۔

صدیق راعی کی عقیدت مندی ایک مثالی پھول ہے جس کی خوشبو سے لوگ ان کی طرف کھچے چلے آتے ہیں اور نیتوں میں حسرتوں کے قافلے بہ رخ مدینہ منورہ تشکیل ہوتے ہیں۔ صدیق راعی قافلے کی دستگیری شہاب صاحب کی یادوں کے سچے ورود میں کرتے ہیں۔

صدیق راعی کی سیرت مبارک پر یہ کتاب اپنے اندر عقیدت اور محبت کے لازوال رشتوں کو پروئے ہوئے ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے تو یہی لگتا ہے کہ وہ مدینہ منورہ کے مسافر ہیں جو اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ ان کے اردگرد خوشبو کا ایک ایسا ہالہ ہے جو ان کو گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ اس معطر ماحول میں کس کا دل نہیں چاہے گا کہ وہ مدینہ منورہ جائے اور روضہ مبارک کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر درود و سلام کا نذرانہ پیش کرے۔

نسیم انور بیگ

اسلام آباد 12 دسمبر 2006ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تخلیقِ کائنات

تخلیقِ کائنات کی جب ابتدا ہوئی
خالق نے سب سے پہلے لکھا نام آپؐ کا

کارخانہ قدرت کا مطالعہ کریں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ یہ زمین، آسمان، سورج اور چاند اور آسمان پر چمکنے والے ستارے، انسان، چرند پرند غرضیکہ آسمان اور زمین پر اڑنے اور رینگنے والے جانور اور پرندے کس نے پیدا کئے، پیدا کرنے کی غرض و غایت کیا ہے۔ یہ سب کچھ کتنے دنوں میں پیدا کیا گیا۔ ان چیزوں کو پیدا کرنے والے خالق نے ان میں کیا کیا بھلائیاں رکھی ہیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر سوچ کی پرواز تھک جاتی ہے کہ بغیر ستونوں کے آسمان ہمارے سروں پر کھڑا ہے اور یہ کہ بغیر کسی سوراخ کے آسمان سے پانی برستا ہے۔ سوکھی زمین سر سبز ہو جاتی ہے۔ ہری بھری کھیتیاں لہلہاتی ہیں انسان اور جانوران سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنے خالق کے گن گاتے ہیں۔ ہوائیں چلتی ہیں جو دریاؤں اور سمندروں میں چلنے والی کشتیوں کو منزل مقصود پر پہنچاتی ہیں۔ یہ ہوا ہی ہے جو موسموں کے تغیر و تبدل کا سبب بنتی ہے اور پھر بعض اوقات یہ ہوا قہر خداوندی بن جاتی ہے۔

یہ انسانی کمزوری ہے کہ شیطان اس کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے اسے بہکاتا ہے کہ خدا کہاں ہے؟ اس کا وجود ہے بھی کہ نہیں۔ یہ زمین و آسمان کیسے بنے۔ ان سب کا جواب ہمیں قرآن مجید میں ملتا ہے اور ہماری سوچوں اور شیطانی وسوسوں سے بچاتا ہے۔ قرآن مجید کا موضوع انسان ہے۔ یہ انسانوں کے لیے ہدایت کی کتاب ہے تاکہ اس کی رہنمائی اور مطالعے سے انسان اپنی زندگی بہتر بنا سکے اور کھرے کھوٹے کی پہچان کر سکے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کی صفات کا مفصل بیان ہے تاکہ انسان اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کو پہچانے، اس سے محبت کرے اور اس کی اطاعت سے اپنی حالت بہتر بنائے۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیسے کی جائے فرمایا کہ جس نے رسول پاک ﷺ کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ قرآن مجید میں جنت اور دوزخ کا بیان بھی ہے تاکہ پتہ چلے کہ اچھے اور برے اعمال کے نتائج کیا ہوں گے۔

کائنات اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے اور اس میں غور و فکر سے اللہ تعالیٰ کی پہچان ہوتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے وہ تمہارے لیے مسخر کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تخلیق کائنات کے مراحل بیان کئے ہیں اور اس کی خوبیاں بیان کی ہیں۔

فرمان خداوندی ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ؏	وہ خدا جس نے تمہارے لیے زمین کی کل چیزوں کو پیدا کیا۔ پھر آسمان کی طرف قصد کیا اور ان ساتوں آسمانوں کو ٹھیک ٹھاک کیا۔ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

(سورۂ بقرہ پارہ الم آیت ۲۹)

مفسرین اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ خدا نے زمین کو صرف دو دن میں پیدا کیا اور زمین پر مضبوط پہاڑ گاڑ دیئے اور چار دن میں زمین کی سب چیزیں درست کر دیں۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ پہلے دھواں تھا اور اس دھویں سے دو دن میں ساتوں آسمانوں کو پورا کر دیا اور ہر آسمان میں اس کا کام بانٹ دیا اور آسمان کو ستاروں سے مزین کر دیا۔

آیت کریمہ کی اس تفسیر سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ پہلے زمین کو پیدا کیا اور بعد میں ساتوں آسمانوں کو پیدا کیا گیا اور یہ کہ زمین پانی سے پیدا کی اور آسمان دھویں سے۔

ابن عباسؓ، ابن مسعودؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا اور کسی چیز کو پیدا نہیں کیا تھا۔ جب اور مخلوق کو رچانا چاہا تو پانی سے دھواں بلند کیا۔ وہ اونچا چڑھا اور اس سے آسمان بنائے۔ پھر پانی خشک ہو گیا اور اس کی زمین بنائی۔ پھر اس کو الگ الگ کر کے اتوار اور سوموار کے دو دن میں یہ ساتوں زمینیں بن گئیں۔ مفسرین کا کہنا ہے کہ اتوار اور سوموار کو تو زمین بنائی جب کہ منگل اور بدھ دو دنوں میں پہاڑ، زمین کی پیداوار اور درخت وغیرہ

Marfat.com

پیدا کیے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سات آسمانوں کو جمعرات اور جمعہ کو بنایا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ چھ دن میں آسمانوں اور زمین کو پیدا کر کے عرش پر مستوی ہو گیا۔

حدیث مبارکہ

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا، مٹی کو اللہ تعالیٰ نے ہفتہ والے دن پیدا کیا، پہاڑوں کو اتوار کے دن اور درختوں کو پیر کے دن اور برائیوں کو منگل کے دن اور نور کو بدھ کے دن اور جانوروں کو جمعرات کے دن اور حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد جمعہ کی آخری ساعت میں عصر کے بعد رات تک۔

(بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

تخلیق کائنات کے سلسلے میں باری تعالیٰ سورۂ اعراف میں فرماتا ہے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ	بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ	اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا۔
ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِى	چھپا دیتا ہے شب سے دن کو ایسے طور پر کہ وہ شب
الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا	اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے اور سورج اور چاند اور
وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ	دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس
مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ	کے حکم کے تابع ہیں یاد رکھو اللہ ہی کے لیے خاص
وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○	ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا بڑی خوبیوں کے بھرے
(سورۂ اعراف آیت ۵۴)	ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ خدائے پاک زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ہے۔ اس نے زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کیا ہے جس کا قرآن مجید میں کئی بار ذکر آیا ہے۔ وہ چھ دن یہ ہیں۔ اتوار، پیر، منگل، بدھ، جمعرات اور جمعہ۔ جمعہ ہی کے روز ساری مخلوق مجتمع ہوئی اور اسی روز آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے۔ ایام کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا دن، ان دنوں کی طرح تھا جیسا کہ ذہن فوراً اسی خیال کی طرف منتقل ہوتا ہے یا یہ کہ ایک ہزار سال والا دن تھا۔ اب رہ گیا ہفتہ کا دن۔ اس دن کچھ پیدا نہیں کیا گیا۔ پیدائش اس روز منقطع تھی۔ اسی لیے اس ساتویں دن یعنی ہفتہ کے دن کو یوم السبت کہتے ہیں اور ''سبت'' کے معنی قطع کے ہیں۔

Marfat.com

رب العزت نے قرآن مجید فرقان حمید میں متعدد بار زمین و آسمان، سورج، چاند، ستاروں اور دوسری مخلوق کی پیدائش کا ذکر کیا ہے تاکہ کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے اور قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والوں کو پوری طرح آگاہی حاصل ہو اور یہ کہ اپنے خالق حقیقی کو جان کر اس سے محبت کریں اور اس کے احکامات کی پیروی کریں۔

چنانچہ سورۂ ہود میں فرمایا:

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝

اللہ ہی وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان و زمین کو پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اچھے عمل والا کون ہے اگر تو ان سے کہے کہ تم لوگ مرنے کے بعد اٹھا کھڑے کئے جاؤ گے تو کافر لوگ پلٹ کر جواب دیں گے کہ یہ تو نرا صاف صاف جادو ہی ہے۔ (سورۂ ہود، آیت ۷)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اسے ہر چیز پر قدرت ہے۔ آسمان و زمین کو اس نے صرف چھ دن میں پیدا کیا۔ اس سے پہلے اس کا فرش کریم پانی کے اوپر تھا۔ مسند احمد میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے بنو تمیم تم خوش خبری قبول کرو۔ انہوں نے کہا خوش خبریاں تو آپ ﷺ نے سنا دیں، اب کچھ دلوایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اہل یمن تم قبول کرو۔ انہوں نے کہا ہاں ہمیں قبول ہے۔ مخلوق کی ابتدا تو ہمیں سنایئے کہ کس طرح ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تھا۔ اس کا فرش پانی کے اوپر تھا۔ اس نے لوحِ محفوظ میں ہر چیز کا تذکرہ لکھا۔

ایک روایت میں ہے کہ اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔ اس کا فرش پانی پر تھا اس نے ہر چیز کا تذکرہ لکھا پھر آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ مسلم کی حدیث میں ہے زمین و آسمان کی پیدائش پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر لکھی اس کا عرش پانی پر تھا۔

مسند میں ہے ابو رزین لقیط بن عامر بن منفق عقیلی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ مخلوق کی پیدائش کرنے سے پہلے ہمارا پروردگار کہاں تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا عماء میں، نیچے بھی ہوا، اوپر بھی ہوا پھر عرش کو اس نے پیدا کیا۔

12959

Marfat.com

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بتلاتا ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے ابتدا مخلوق کس طرح ہوئی۔ ربیع بن انس کہتے ہیں اس کا عرش پانی پر تھا۔ جب آسمان و زمین کو پیدا کیا تو اس پانی کے دو حصے کر دیئے۔ نصف عرش کے نیچے، یہی بحرِ مسجور ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں بوجہ بلندی کے عرش کو عرش کہا جاتا ہے۔

درج ذیل آیات مبارکہ میں تخلیق کائنات سے پہلے زمین اور آسمان کی حالت کو بیان کیا گیا ہے یہ کہ یہ دونوں آپس میں ملے ہوئے تھے اور ہر جگہ اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں الگ الگ کر دیا جس سے اندھیرے سے روشنی کا سفر شروع ہو گیا۔ ان آیات میں اس بات کی بھی نشان دہی کی گئی ہے کہ رب العزت نے ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا کیا۔ اس کے ساتھ زمین پر پہاڑ بنانے کی غرض و غایت بھی بیان کر دی اور یہ کہ آسمان، زمین، رات، دن، سورج اور چاند پیدا کرنے کی بھی تفصیل بیان کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ انسانوں کا کام تو یہ ہے کہ اس کی حکمت کا مطالعہ کریں۔ وہ تو ہر جگہ موجود ہے۔ اگر ہم اس کی حکمت اور اس کے ہونے کو پالیں تو اس میں ہماری بھلائی ہے اور ہماری فلاح کی سب سے بڑی صورت ہے۔ حکم خداوندی ہے:

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝

کیا کافر لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان و زمین منہ بند ملے جلے تھے پھر ہم نے انہیں کھول کر جدا کیا اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے پیدا کیا۔ کیا یہ لوگ پھر بھی یقین نہیں کرتے اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنا دیئے تاکہ وہ مخلوق کو ہلا نہ سکے اور ہم نے اس میں کشادہ راہیں بنا دیں تاکہ وہ ہدایت حاصل کریں۔ آسمان کو محفوظ چھت بھی ہم نے ہی بنایا ہے لیکن لوگ اس کی قدرت کے نمونوں پر دھیان ہی نہیں دیتے۔ وہی خدا ہے جس نے رات اور دن سورج اور چاند کو پیدا کیا ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں۔ (سورۃ انبیاء آیت ۳۰ تا ۳۳)

Marfat.com

سورۂ انبیاء کی یہ آیات مبارکہ تخلیق کائنات کے سلسلے میں دی گئی سابقہ آیات کا تسلسل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں زمین اور آسمان کی سابقہ حالت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ابتدا میں زمین و آسمان ملے جلے ایک دوسرے سے پیوست تہ بہ تہ تھے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو الگ الگ کر دیا۔ زمینوں کو نیچے اور آسمانوں کو اوپر فاصلے سے اور حکمت سے قائم کیا۔ سات زمینیں پیدا کیں اور سات ہی آسمان بنائے۔ زمین اور پہلے آسمان کے درمیان جوف اور خلا رکھا۔ آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے پیداوار اگائی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر زندہ چیز پانی سے پیدا کی۔ وہ فرماتا ہے کہ کیا یہ تمام چیزیں جن میں ہر ایک صانع کی خودمختاری، قدرت اور وحدت پر دلالت کرتی ہے اپنے سامنے موجود پاتے ہوئے بھی یہ لوگ خدا کی عظمت کے قائل ہو کر شرک کو نہیں چھوڑتے۔

حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا کہ پہلے رات تھی یا دن؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پہلے زمین و آسمان ملے جلے تہ بہ تہ تھے تو ظاہر ہے کہ ان میں اندھیرا ہوگا اور اندھیرے کا نام ہی رات ہے تو ثابت ہوا کہ رات پہلے تھی۔ ابن عمرؓ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپؓ نے فرمایا کہ تم حضرت ابن عباسؓ سے سوال کرو جو وہ جواب دیں مجھ سے بھی کہو۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا، زمین و آسمان سب ایک ساتھ تھے نہ بارش برستی تھی نہ پیداوار اگتی تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ذی روح مخلوق پیدا کی تو آسمان کو پھاڑ کر اس میں سے پانی برسایا اور زمین کو چیر کر اس میں پیداوار اگائی۔ جب سائل نے حضرت ابن عمرؓ سے یہ جواب بیان کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے آج مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ قرآن کے علم میں حضرت ابن عباسؓ بہت ہی بڑھے ہوئے ہیں۔ میرے جی میں کبھی خیال آتا تھا کہ ایسا تو نہیں کہ ابن عباسؓ کی جرأت بڑھ گئی ہو، لیکن آج وہ وسوسہ دل سے جاتا رہا۔ آسمان کو پھاڑ کر سات آسمان بنائے، زمین کے مجموعے کو چیر کر سات زمینیں بنائیں۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ یہ ملے ہوئے تھے یعنی پہلے ساتوں آسمان ایک ساتھ تھے اور اسی طرح ساتوں زمینیں بھی ملی ہوئی تھیں پھر جدا جدا کر دی گئیں۔ حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ہے کہ یہ دونوں پہلے ایک ہی تھے پھر الگ الگ کر دیے گئے۔ زمین و آسمان کے درمیان خلا رکھ دیا گیا۔ پانی کو تمام جانداروں کی اصل بنا دی۔

فرمایا کہ زمین کو جناب باری تعالیٰ نے پہاڑوں کی میخوں سے مضبوط کر دیا تاکہ وہ ہل

Marfat.com

جل کر لوگوں کو پریشان نہ کرے۔ مخلوق کو زلزلے میں نہ ڈالے۔ زمین کی تین چوتھائیاں تو پانی میں ہیں اور صرف ایک چوتھائی حصہ سورج اور ہوا کے لیے کھلا ہوا ہے تاکہ لوگ آسمان کو اور اس کے عجائبات کو بچشم خود ملاحظہ کر سکیں۔ پھر زمین میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے راہیں بنا دیں کہ لوگ بآسانی اپنے سفر طے کر سکیں اور دور دراز ملکوں میں بھی پہنچ سکیں۔ اللہ کی شان دیکھئے اس حصے اور اس ٹکڑے کو درمیان بلند پہاڑی حائل ہے۔ یہاں سے وہاں پہنچنا بظاہر سخت دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن قدرت خدا خود اس پہاڑ میں راستہ بنا دیتی ہے کہ یہاں کے لوگ وہاں اور وہاں کے لوگ یہاں پہنچ جائیں اور اپنے کام کاج پورے کر لیں۔ آسمان کو زمین پر مثل قبے کے بنا دیا جیسے فرمان ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ہم وسعت اور کشادگی والے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے "قسم ہے آسمان کی اور اس کی بناوٹ کی۔ ارشاد ربانی ہے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے سروں پر آسمان کس کیفیت کا بنایا ہے اور کس طرح زینت دے رکھی ہے اور لطف یہ ہے کہ اتنے بڑے آسمان میں کوئی سوراخ تک نہیں۔ بنا کہتے ہیں قبے اور خیمے کے کھڑا کرنے کو۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اسلام کی بنائیں پانچ ہیں جیسے پانچ ستونوں پر کوئی قبہ یا خیمہ کھڑا ہوا ہو۔ پھر آسمان جو مثل چھت کے ہے یہ ہے بھی محفوظ بلند پہرے چوکی والا کہ کہیں سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بلند و بالا اونچا اور صاف ہے۔

فرمان خداوندی ہے آسمان و زمین کی بہت سی نشانیاں ہیں جو لوگوں کی نگاہوں تلے ہیں لیکن پھر بھی وہ ان سے منہ موڑے ہوئے ہیں کوئی غور و فکر نہیں کرتے، کبھی نہیں سوچتے کہ کتنا پھیلا ہوا، کتنا بلند، کس قدر عظیم الشان یہ آسمان ہمارے سروں پر بغیر ستون کے خدا تعالیٰ نے قائم کر رکھا ہے پھر اس میں کس خوبصورتی سے ستاروں کا جڑاؤ ہو رہا ہے۔ ان میں بھی کوئی ٹھہرا ہوا ہے کوئی چلتا پھرتا ہے۔ پھر سورج کی چال مقرر ہے۔ اس کی موجودگی دن ہے اس کا نظر نہ آنا رات ہے۔ وہ پورے آسمان کا چکر صرف ایک دن رات میں پورا کر لیتا ہے۔ اس کی چال کو، اس کی تیزی کو بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ یوں اٹکلیں اور اندازے کرنا اور بات ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کی بعض نشانیاں بیان کرتا ہے کہ رات اور اس کے اندھیرے کو دیکھو۔ دن اور اس کی روشنی پر نظر ڈالو۔ پھر ایک کے بعد دوسرے کا پے در پے انتظام اور اہتمام کے ساتھ آ جانا، دیکھو ایک کا کم ہونا، دوسرے کا بڑھنا دیکھو، سورج چاند کو دیکھو، سورج کا

Marfat.com

نور ایک مخصوص نور ہے اور اس کی آسمان، اس کا زمانہ، اس کی چال اور حرکت علیحدہ ہے۔ چاند کا نور الگ ہے، فلک الگ ہے، چال الگ ہے، انداز اور ہے ہر ایک اپنے اپنے فلک میں گویا تیرتا پھرتا ہے اور حکم خدا کی بجا آوری میں مشغول ہے۔ جیسے فرمان ہے وہی صبح کا روشن کرنے والا ہے، وہی رات کو پرسکون بنانے والا ہے، وہی سورج چاند کا انداز مقرر کرنے والا ہے۔ وہی ذی عزت غلبے والا اور ذی علم والا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

آسمانوں کی پیدائش کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورۂ مومنون میں فرماتا ہے:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ○ ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان بنائے ہیں اور ہم مخلوقات سے غافل نہیں ہیں۔

مذکورہ بالا آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آیات ۱۲ تا ۱۶ میں انسان کی پیدائش کے بارے میں فرمایا کہ ''ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا، پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دے دیا، پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا، پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا، پھر گوشت کے ٹکڑے کو ہم نے ہڈیاں پیدا کر دیں۔ پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا، پھر ایک اور ہی پیدائش میں پیدا کر دیا۔ برکتوں والا ہے وہ خدا جو سب سے اچھی پیدائش کرنے والا ہے۔ اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مر جانے والے ہو، پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔

انسان کی پیدائش کے ذکر کے بعد آیت ۱۷ میں آسمانوں کی تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ آسمانوں کی بناوٹ، انسانی بناوٹ سے بہت بڑی، بہت بھاری اور بہت بڑی صنعت والی ہے۔ جیسا کہ سورۂ الٓمٓ سجدہ میں بیان ہوا کہ پہلے آسمان و زمین کی پیدائش ہوئی، پھر انسانی پیدائش، پھر قیامت اور سزا و جزا وغیرہ۔

فرمان خداوندی ہے تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ساتوں آسمان اور سب زمینیں اور ان کی سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اوپر تلے ساتوں آسمانوں کو بنایا۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی جیسی زمینیں۔ اس کا حکم ان کے درمیان نازل ہوتا ہے تا کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور تمام چیزوں کو اپنے وسیع علم سے گھیرے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

اپنی مخلوق سے غافل نہیں جو چیز زمین میں داخل ہو جائے جو زمین سے نکلے اللہ کے علم میں ہے۔ آسمان سے جو اترے اور جو آسمان کی طرف چڑھے وہ جانتا ہے۔ جہاں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے ایک ایک عمل کو دیکھ رہا ہے۔ آسمان کی بلند بالا چیزیں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں، پہاڑوں کی چوٹیاں اور سمندروں کی تہ سب اس کے سامنے کھلی ہوئی ہے۔ پہاڑوں کی، ٹیلوں کی، ریت کی، سمندروں کی، میدانوں کی، درختوں کی سب کی اسے خبر ہے۔ درختوں کا کوئی پتہ نہیں گرتا جو اس کے علم میں نہ ہو۔ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں ایسا نہیں جاتا جسے وہ جانتا نہ ہو۔ کوئی تر، خشک چیز ایسی نہیں جو کھلی کتاب میں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے بارے میں سورۂ فرقان میں فرماتا ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا ○
(سورۂ فرقان آیت۔۵۹)

وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو چھ دن میں ہی پیدا کر دیا۔ پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ وہ رحمٰن ہے تو اس کے بارے میں کسی خبردار سے پوچھ لے۔

سورۂ فرقان کی ہی آیات ۶۱۔۶۲ میں فرمایا۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا ○ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ○
(سورۂ فرقان آیات ۶۱۔۶۲)

بابرکت ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں آفتاب بھی۔ اسی نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا اس شخص کی نصیحت کے لیے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر گزاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی بڑائی، عظمت، قدرت اور رفعت کو دیکھو کہ اس نے آسمان میں برج بنائے۔ اس سے مراد یا تو بڑے بڑے ستارے ہیں۔ یا چوکیداری کے برج ہیں، پہلا قول زیادہ ظاہر ہے اور ہو سکتا ہے کہ بڑے بڑے ستاروں سے مراد بھی یہی برج ہوں۔ آیت میں ہے کہ آسمان دنیا کو ہم نے ستاروں کے ساتھ مزین کیا۔ سراج سے مراد سورج ہے جو چمکتا رہتا ہے اور مثل چراغ کے ہے جیسے فرمان ہے۔

Marfat.com

وَجَعَلْنَا سِرَاجاً وَّهَّاجًا۔اور ہم نے روشن چراغ یعنی سورج بنایا۔اور چاند بنایا جو منور اور روشن ہے، دوسرے نور سے جو سورج کے سوا ہے۔جیسے فرمان ہے اس نے سورج کو روشن بنایا اور چاند کو نور بنایا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا اَلَمْ تَرَ کَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا الخ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ خدا تعالیٰ نے اوپر تلے سات آسمان پیدا کئے اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا۔دن رات ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے ہیں۔اس کی قدرت کا نظام ہے یہ جاتا ہے وہ آتا ہے۔اس کا جانا اس کا آنا ہے۔جیسے فرمان ہے اس نے تمہارے لیے سورج چاند پے در پے آنے جانے والے بنائے ہیں اور جگہ ہے رات دن کو ڈھانپ لیتی ہے اور جلدی جلدی اسے طلب کرتی آتی ہے، نہ سورج چاند سے آگے بڑھ سکے نہ رات سے سبقت کر سکے۔اسی سے اس کی عبادتوں کے اوقات اس کے بندوں کو معلوم ہوتے ہیں۔رات کا فوت شدہ عمل دن میں پورا کرلیں، دن کا رہ گیا ہوا عمل رات کو ادا کرلیں۔

صحیح حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ رات کو اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گناہ گار توبہ کرلے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات کا گناہ گار توبہ کرلے۔

صلی اللہ علی حبیبہ محمد و آل محمد

Marfat.com

تخلیقِ کائنات اور جدید سائنس

قرآن مجید کی اٹل سچائی اور حقیقت سے کسی کو انکار نہیں اور اس حقیقت کو سائنس دان، فلسفی اور منکرین بھی مانتے ہیں کہ کائنات کی صورت گری اور اس میں موجود نظم وضبط خالق مطلق کی موجودگی کی شہادت دے رہے ہیں جو اس کائنات کا حاکم و مالک ہے۔ قرآن مجید اس سچائی کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

ترجمہ: کیا تم لوگوں کی تخلیق زیادہ سخت کام ہے یا آسمان کی؟ اللہ نے اسے بنایا اور اس کی چھت خوب اونچی اٹھائی۔ پھر اس کا توازن قائم کیا اور اس کی رات ڈھانکی اور اس کا دن نکالا۔ اس کے بعد زمین کو اسی نے بچھایا۔ (سورۃ النازعات۔ آیت ۲۷ تا ۳۰)

قرآن مجید انسان کو کائنات کی تخلیق اور اس میں نظم وضبط کے بارے میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: ''اسی نے تمہاری بھلائی کے لیے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے اور سب تارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں۔ اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں''۔ (سورۂ النحل۔ آیت ۱۲)

ایک اور آیت مبارکہ میں ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: ''وہ دن کے اندر رات اور رات کے اندر دن کو پروتا ہوا لے آتا ہے۔ چاند اور سورج کو اس نے مسخر کر رکھا ہے۔ یہ سب کچھ ایک وقت مقرر تک چلا جا رہا ہے وہی اللہ (جس کے یہ سارے کام ہیں) تمہارا رب ہے، بادشاہی اسی کی ہے۔'' (سورۂ فاطر آیت ۱۳)

عظیم دھماکہ

قرآن مجید میں بیان کی گئی حقیقت کو ماہر فلکیات نے تسلیم کیا ہے کہ کائنات کی ساخت، نظام شمسی کی صورت گری، قوانین طبیعیات اور ان میں توازن کی حالتیں سب کی سب اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ ہیں۔ آج کا سائنس دان اس حقیقت کا معترف ہے کہ یہ کائنات ایک ناقابل تصور حد تک عظیم دھماکے کے نتیجے میں عدم سے وجود میں آئی جسے بگ بینگ (Big Bang) کہا جاتا ہے اور یہ کہ ہر شے نپے تلے انداز میں اس طرح بنائی گئی ہے کہ نوع انسانی زندہ رہ سکے۔ موجودہ

Marfat.com

سائنس دان اسے بشری اصول (An-the-ropic principle) کا نام دیتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سائنس دانوں کے مطابق یہ کائنات (بگ بینگ) زبردست دھماکے سے وجود میں آئی مگر اس دھماکہ سے پہلے کیا تھا۔آخر کوئی تو ایسی ہستی موجود تھی جس نے یہ کائنات تخلیق کی یا پھر خود ہی تخلیق ہو گئی۔نہیں بلکہ اول و آخر خالق مطلق کے وجود کا پتہ ملتا ہے۔اس سچائی کو قرآن مجید کے علاوہ دوسری آسمانی کتابوں توریت اور انجیل نے بھی بیان کیا ہے۔قرآن مجید ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات اور اس میں موجود ہر شے کو عدم سے وجود بخشا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: ''وہ اللہ ہی تو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔'' (سورۂ انعام آیت ۱۰۱)

سائنس دانوں کے بگ بینگ کے فلسفہ کو قرآن مجید چودہ (۱۴۰۰) سو سال پہلے بیان کر چکا تھا۔سورۂ الانبیاء میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: ''کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے انہیں جدا جدا کر دیا اور تمام جاندار چیزیں ہم نے پانی سے بنائیں پھر یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔'' (سورۂ الانبیاء آیت ۳۰)

اس آیت مبارکہ میں لفظ رَتْقًا آیا ہے۔''رتق'' کا یہاں ترجمہ ''ملے ہوئے تھے'' کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔عربی لغت کے مطابق اس کا مفہوم ''آپس میں ملے ہوئے، ایک دوسرے کا حصہ بنے ہوئے'' ہے۔اس کے ساتھ ہی لفظ فَفَتَقْنٰهُمَا آیا ہے۔عربی لغت کے اعتبار سے ''فتق'' کوئی ایسی شے ہے جو ''رتق'' کو پھاڑ کر ٹکڑے کر دینے، یا اس کی ساخت کو تباہ کر ڈالنے کے نتیجے میں وجود پذیر ہوئی ہو۔زمین میں ڈالے گئے کسی بیج سے پودے کے پھوٹنے کے لیے بھی یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔غرضیکہ اس آیت کے مطابق زمین اور آسمان ابتدا میں ''رتق'' کی حالت میں تھے۔پھر انہیں اس طرح جدا (فتق) کیا گیا کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے ممتاز اور علیحدہ حالت میں آ گئے۔

کونیات کے ماہرین ''کائناتی انڈے'' (Cosmic egg) کے بارے میں بھی بتاتے ہیں، جو عین بگ بینگ کے موقع پر وجود پذیر ہوا تھا کہ جس میں کائنات کا تمام تر مادہ اور توانائی بند تھے۔بہ الفاظ دیگر، یہ کہا جا سکتا ہے کہ تخلیق کے موقع پر زمین و آسمان اسی ''کائناتی انڈے'' کے اندر ''رتق'' کی حالت میں تھے۔بگ بینگ کے بعد یہی کائناتی انڈا گویا پھٹ کر

Marfat.com

پھیلتا چلا گیا اور نتیجتاً اس میں موجود تمام تر مادہ اور توانائی ''فتق'' کی شکل میں ظہور پذیر ہوئے۔ یعنی کائنات کی یہ ساری ساخت وجود میں آئی جس کا آج ہم نظارہ کرتے ہیں۔

قرآن پاک نے کائناتی پھیلاؤ کی بھی واضح نشاندہی کی ہے جسے 1920ء کے عشرے میں دریافت کیا گیا ایڈون ہبل نے ستاروں کی روشنی میں جس سرخ منتقلی کا سراغ لگایا۔ (اور جس کی بنیاد پر کائنات کے مسلسل پھیلاؤ کا نظریہ پیش کیا) اسے چودہ سو سال قبل قرآن پاک نے ان الفاظ میں بیان کر دیا تھا۔

ترجمہ: ''آسمان کو ہم نے (اپنے) ہاتھوں سے بنایا اور یقیناً ہم کشادگی کرنے والے ہیں''۔ (سورۃ الذاریات۔آیت ۴۷)

ہم آہنگی اور نظم وضبط

غرضیکہ قرآن مجید نے آج سے (۱۴۰۰) چودہ سو سال پہلے جو ہمیں بتایا آج کی جدید سائنسی دریافتیں اس سچائی کی تصدیق کرتی نظر آتی ہیں۔ سائنسی نظریہ بگ بینگ کے مطابق کائنات ایک دھماکے کی وجہ سے رونپذیر ہوئی اگر ایسا ہوتا تو یقینی امر ہے کہ اس دھماکے سے تمام مادے ادھر ادھر بکھر جاتے لیکن یہ قدرت کاملہ ہے کہ اس نے مادے کو ادھر ادھر بکھرنے کی بجائے اسے اکٹھا کر کے کہکشاں کی شکل دے دی۔ مادے کی یہ ہم آہنگی اور کائنات کے وجود میں آنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ایک بے مثال کارنامہ ہے۔ سائنس دانوں کا اس بات پر عمومی اتفاق ہے کہ کائنات آج سے لگ بھگ پندرہ ارب سال قبل وجود میں آئی۔ یوں کہئے کہ بگ بینگ کا یہ واقعہ آج سے پندرہ ارب سال پہلے رونما ہوا تھا۔ کائنات کی تشکیل کرنے والا مادہ (اور توانائی) صرف عدم سے وجود میں ہی نہیں لایا گیا بلکہ اسے انتہا درجے کا نظم وضبط دے کر نپی تلی صورت دی گئی قرآن مجید اس سچائی اور حقیقت کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

ترجمہ: ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے ساتوں آسمانوں کو مکمل آہنگی کے ساتھ تخلیق فرمایا ہے۔'' (سورۂ نوح آیت ۱۵)

یہ ہم آہنگی اور نظم وضبط ہی کائنات کی خوبصورتی کی دلالت کرتا ہے۔ کائنات میں وسیع پیمانے پر نظم وضبط اور ہم آہنگی سے بار بار یہی حقیقت سامنے آتی ہے کہ کائنات کو سوچ سمجھ کر اور طے شدہ منصوبے کے تحت پیدا کیا گیا ہے۔ اس عظیم صورت گری سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے قدرت کاملہ کا حامل کوئی خالق ضرور موجود ہے اور وہ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہی تمام جہانوں کا مالک ہے۔وہی ہے جس نے قرآن مجید نازل فرمایا اور کائنات کی حقیقت سے آگاہ کیا چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: ''کیا تمہارا پیدا کرنا دشوار ہے یا آسمان؟ اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا''۔

(سورۃ النازعات۔آیت ۲۷ تا ۲۸)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنی اعلیٰ ترین خلاقی کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

ترجمہ: ''اور زمین و آسمان کی ہر ہر چیز اسی کی ملکیت ہے اور ہر ایک اس کے فرمان کے تحت ہے''۔ (سورہ الروم۔آیت ۲۶)

ایک دوسری سورت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور نظم وضبط کو بیان فرمایا ہے:

ترجمہ: ''درحقیقت اللہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کو ٹل جانے سے روکے ہوئے ہے اور اگر وہ ٹل جائیں تو اللہ کے سوا کوئی دوسرا انہیں تھامنے والا نہیں ہے۔بے شک اللہ بڑا حلیم اور درگزر فرمانے والا ہے''۔ (سورۃ فاطر۔آیت ۴۱)

ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: ''اور اگر حقیقت ان کی خواہشات کے تابع ہوتی تو آسمانوں اور زمین اور ان کی ساری چیزوں کا نظام درہم برہم ہو جاتا''۔ (سورۃ المومنون۔آیت ۷۱)

نظام شمسی

یہ حقیقت ہے کہ نظام شمسی کی ساخت خاص طور پر انسان کے رہنے کے لیے وضع کی گئی ہے۔زمین کی ساخت اور اس پر انسانی زندگی اور دیگر مخلوقات سے ہٹ کر اگر ہم آسمان پر نظام شمسی کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ کہکشانی مرکز میں سورج کے علاوہ ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں گنا زائد کمیت رکھنے والے ستارے موجود ہیں جن کی رفتار ایک طے شدہ منصوبے کے تحت ہے اور ان کا زمین پر زندگی کی موجودگی سے بہت گہرا تعلق ہے جس کے قائم ہوئے بغیر ہمارا اپنا وجود میں آنا قطعاً ناممکن ہوتا۔اگر سورج کی رفتار کم ہو جاتی اور ستاروں کی رفتار سے ہم آہنگ نہ ہوتی تو یقینی امر ہے کہ وہ ابتدائی چند کروڑ سال کے دوران ہی کہکشانی مرکز میں جا گرتا۔لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ کائنات کو اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کے رہنے کے لیے تخلیق کیا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے:

ترجمہ: ''ہم نے آسمان اور زمین کو، اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔(ان سب کو)

Marfat.com

فضول پیدا نہیں کیا ہے۔ یہ تو کفر کرنے والوں کا گمان ہے اور ایسے کافروں کے لیے جہنم کی آگ سے بربادی ہے"۔ (سورۂ ص۔ آیت ۲۷)

اس عمیق نکتے کو قرآن پاک نے ایک اور آیت میں کچھ یوں بیان کیا ہے:

ترجمہ: "آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری آنے میں عقل والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے، ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور زمین اور آسمان کی ساخت میں غور کرتے ہیں۔ (وہ بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں) پروردگار، یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا، تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔ پس (اے ہمارے رب) ہمیں آگ (دوزخ) کے عذاب سے بچالے۔ (سورۂ آل عمران۔ آیت ۱۹۰۔۱۹۱)

خالق کائنات نے زمین، آسمان اور دونوں کے درمیان خلا جسے کرۂ ہوائی کہتے ہیں کہ اس حکمت عملی سے بنایا ہے۔ کہ زمین پر زندگی وجود پذیر رہ سکے جب کہ موجودہ سائنس بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ کائنات محض اتفاق سے وجود میں نہیں آئی تھی۔ بلاشبہ اس کائنات کا ایک عظیم ترین خالق ہے جو اس پر حکمران ہے، جو اپنی مرضی کے مطابق مادے کو ڈھالتا ہے اور کہکشاؤں، ستاروں اور سیاروں پر اسی کا حکم چلتا ہے جو اسی رب العزت کے تابع فرمان ہیں۔ قرآن مجید جابجا اس عظیم ترین ہستی، اللہ تعالیٰ کی قدرت و حاکمیت کی طرف ہماری توجہ مبذول کراتا ہے۔

یہ نیلا ستارہ (زمین) جس پر ہم رہتے ہیں خاص طور پر لوگوں کے علاوہ دوسرے حیوانات کے رہنے کے لیے بنائی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: "وہ اللہ ہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے جائے قرار بنایا اور اوپر آسمان کا گنبد بنا دیا۔ جس نے تمہاری صورت بنائی اور بہت ہی عمدہ بنائی۔ جس نے تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا۔ وہی اللہ (جس کے یہ کام ہیں) تمہارا رب ہے"۔ (سورۂ المومن۔ آیت ۶۴)

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: "وہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے تابع کر رکھا ہے۔ چلو اس کی چھاتی پر اور کھاؤ خدا کا رزق۔ اسی (اللہ) کے حضور میں تمہیں دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے"۔ (سورۃ الملک۔ آیت ۱۵)

سورج کی روشنی

زمین و آسمان اور کرۂ ہوائی کی افادیت اور انسانی زندگی کی بقا کے لیے ان کا وجود ایک

Marfat.com

اٹل حقیقت ہے جب کہ دوسری طرف سورج کی روشنی بھی زمین پر رہنے والوں کے لیے ایک بے پایاں نعمت ہے۔ سائنس بتاتی ہے کہ سورج کی روشنی ہمارے فائدے کے لیے تخلیق کی گئی ہے یا دوسرے الفاظ میں اسے ہماری خدمت پر مامور کیا گیا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''سورج اور چاند (دونوں ہی) ایک لگے بندھے (نپے تلے) حساب کے پابند ہیں''۔ (سورۃ الرحمٰن۔ آیت ۵)

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: ''اللہ وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعے سے تمہارے رزق کے طور پر طرح طرح کے پھل پیدا کیے۔ جس نے کشتی کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور دریاؤں کو تمہارے لیے مسخر کیا۔ جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کیا اور لگاتار چلے جارہے ہیں، اور رات اور دن کو تمہارے لیے مسخر کیا۔ جس نے وہ سب کچھ تمہیں عطا کیا، جو تم نے مانگا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا بھی چاہو تو نہیں کر سکتے۔ درحقیقت انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے''۔ (سورۂ ابراہیم۔ آیات ۳۲ تا ۳۴)

غور وفکر کی دعوت

سائنسی دنیا میں بشری اصول (Anthropic Principle) بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ اصول اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ کائنات کو ایک سوچے سمجھے اور ایک اعلیٰ منصوبے کے تحت اس طرح بنایا گیا ہے کہ انسان اس میں بخوبی رہ سکے۔ کائنات کا پھیلاؤ، نظام شمسی کی ترتیب و تنظیم غرضیکہ کائنات کے ہر گوشے میں ایک جچا تلا اور غیر معمولی نظم وضبط دکھائی دیتا ہے۔ زمین کی ساخت انسانوں کے رہنے کے لیے موزوں ترین جگہ ہے۔ سورج کی روشنی، پانی جو ہمارے پینے اور دیگر کاموں میں استعمال ہوتا ہے، ہوا جو ہمارے زندہ رہنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ غرضیکہ خالقِ کائنات نے ہر شے بہت سوچ سمجھ کر بنائی ہے۔ رب کائنات انسانوں کو غور وفکر اور سوچنے کی دعوت دیتا ہے چنانچہ سورۂ حشر میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: ''اور ان مضامین عجوبہ کو ہم لوگوں کے نفع کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں''۔ (سورۂ حشر۔ آیت ۲۱)

ایک مشہور سائنس دان کارل اسٹرن نے کہا کہ عقل کی حدود سے باہر نکلنا پڑتا ہے۔

Marfat.com

بگ بینگ کے تحت وجود پذیر کائنات کا وہی خالق ہے جس نے کائنات کو عدم سے تخلیق کیا ہے۔ جو بات جدید سائنس نے سال ہا سال کے تجربوں اور مشاہدوں سے اخذ کی ہے جب کہ اس حقیقت کو قرآن مجید آج سے چودہ سو سال (۱۴۰۰) پہلے بیان کر چکا ہے یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو عدم سے تخلیق فرمایا اور اسے نظم وضبط عطا کیا۔ چنانچہ سورۂ الاعراف میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''درحقیقت تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر اپنے عرش پر جلوہ افروز ہوا۔ جو رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے اور پھر دن، رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے۔ جس نے سورج اور چاند اور ستارے پیدا کئے (یہ) سب اسی کے تابع ہیں۔ خبردار رہو (کہ یہ سب) اسی کی تخلیق ہے اور (ان سب پر) اسی کا حکم (چلتا) ہے۔ بڑا بابرکت ہے اللہ، سارے جہانوں کا مالک و پروردگار ہے''۔ (سورۂ الاعراف۔ آیت ۵۴)

سائنس دان لاکھ تجربات کریں اور اپنی تھیوریاں پیش کریں لیکن وہ حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ سائنس دان قرآن مجید کا مطالعہ نہیں کرتے وہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید ایک مذہبی کتاب ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ آسمانی کتاب ہے جسے خالق نے اپنے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا اور یہ کہ اس میں مختلف علوم پر بحث کی گئی ہے۔ قرآن کا نواں حصہ سائنسی اشارات پیش کرتا ہے قرآن کہتا ہے کہ اس کائنات کو دیکھو، سوچو اور غور کرو۔ اس کائنات میں بڑی طاقتیں پوشیدہ ہیں۔ ہم نے یہ کائنات اس لیے بنائی ہے کہ تم اسے تسخیر کرو اور پوشیدہ طاقتوں کو اپنے کام میں لاؤ۔

سائنس دانوں کے دماغوں پر تعصب کی چادر تنی ہے وہ اس حقیقت کو ماننے سے انکاری ہیں کہ اس کائنات کو بنانے والا خالق ہے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کائنات حادثاتی طور پر وجود میں آئی ہے جب کہ قرآن کہتا ہے کہ خالقِ کائنات نے ایک دھماکہ کیا۔ ایسا زوردار دھماکہ، کہ جس کی طاقت ابھی تک ختم نہیں ہوئی۔ اور اس دھماکہ کی وجہ سے فضا پھیل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کو کائنات کی تخلیق پر غور کرنے کی تلقین کرتا ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ: ''بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں تخلیق کیا پھر عرش پر قائم ہوا۔ وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے پاس سفارش کرنے والا نہیں۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے، لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو۔ بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے۔'' (سورۂ یونس۔ آیت ۳)

Marfat.com

مقصودِ کائنات

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایت اولیٰ تھی تو ہو

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس کائنات کو پیدا کرنے کا مقصد کیا ہے۔ زمین کو پیدا کرنے کے بعد اسے پہاڑوں، دریاؤں، سمندروں، ندی نالوں، جانوروں اور چرند پرند سے رونق بخشی۔ آسمان کو چاند اور ستاروں سے مزین کیا۔ سورج پیدا کیا جس سے زمین روشن ہوگئی۔ سردی، گرمی، بہار اور خزاں کے موسم وجود میں آئے۔ ہوا چلنے لگی، بادل آئے برسے اور زمین سرسبز ہوگئی۔ ہر جگہ سبزہ ہی سبزہ گھاس اور اناج اگا جس سے انسانوں، جانوروں اور چرند پرند نے اپنی بھوک مٹائی۔ اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق کا بیان سورۃ البقرہ میں اس طرح فرماتا ہے:

ترجمہ: ''آسمان اور زمین کی پیدائش، رات دن کا ہیر پھیر، کشتیوں کا لوگوں کو نفع دینے والی چیزوں کو لیے ہوئے سمندروں میں چلنا، آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو زندہ کر دینا اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلا دینا، ہواؤں کے رخ بدلنا، تابع فرمان بادلوں کو آسمان و زمین کے درمیان ادھر ادھر پھیرنا عقل مندوں کے لیے قدرت خدا کی نشانیاں ہیں''۔

(سورۃ البقرہ۔ آیت ۱۶۴)

سورۂ انعام میں فرمایا:

ترجمہ: ''بیشک اللہ پھاڑنے والا ہے دانہ اور گٹھلیوں کو، وہ جاندار کو بے جان سے نکال لاتا ہے اور وہ بے جان کو جاندار سے نکالنے والا ہے اللہ تعالیٰ یہ ہے سو تم کہاں الٹے چلے جا رہے ہو۔ وہ صبح کا نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو راحت کی چیز بنائی ہے اور سورج اور چاند کو حساب سے رکھا ہے۔ یہ ٹھہرائی بات ہے ایسی ذات کی جو کہ قادر ہے بڑے علم والا ہے اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لیے ستاروں کو پیدا کیا تا کہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں خشکی میں بھی اور دریا میں بھی راستہ معلوم کر سکو۔ بیشک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لیے جو خبر رکھتے ہیں''۔

اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا، پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور

Marfat.com

ایک جگہ چندے رہنے کی۔ بیشک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ان لوگوں کے لیے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں اور وہ ایسا ہے جس نے پانی برسایا، پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے نباتات کو نکالا پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ اس سے ہم اوپر تلے دانے چڑھے ہوئے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے گچھے میں سے خوشے ہیں جو نیچے کو لٹکے جاتے ہیں اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو کہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے۔ ہر ایک کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو۔ ان میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔

(سورۂ انعام۔ آیت ۹۵ تا ۹۹)

اللہ تعالیٰ نے یہ جو زمین اور آسمان پیدا کیے اس میں اس کی مصلحت ہے۔ وہی جانتا ہے کہ اس نے یہ سب کچھ کیوں اور کس کے لیے پیدا کیا۔ سورۂ انعام کی ان آیات میں وہ ان کی افادیت بیان فرماتا ہے۔ دن کی روشنی اور رات کی تاریکی انسانوں کی بھلائی اور رہنمائی کے لیے ہے۔ اس کا یہ نظام ایک خاص ترتیب سے جاری وساری ہے اور کوئی اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ زمین و آسمان میں ہر چیز اس کے علم میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے تمہارے لیے ستارے بنائے تا کہ تم تاریکی میں راستہ پہچان سکو۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک روح یعنی حضرت آدمؑ سے پیدا کیا اور حضرت آدمؑ کو مٹی سے پیدا کر کے اس میں روح پھونکی۔ انسان کی پیدائش اور روح کا فلسفہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے فرمان الٰہی ہے کہ روح امر ربی ہے۔ انسان یہ سب کچھ دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے اور حیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ جو سب کچھ پیدا کیا آخر کچھ تو اس کا مقصد ہوگا۔ حدیث مبارکہ ہے:
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد ﷺ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں یہ افلاک (کائنات) پیدا نہ کرتا۔ گویا یہ کائنات صرف اور صرف نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے پیدا کی گئی۔ قربان جایئے اس کی قدرت کے وہ کیا سوچتا اور کیا کرتا ہے انسان تو اس کے آگے بے بس ہے۔ انسان تو اس کی تخلیق ہے اور تخلیق کا کام تو اپنے خالق کو پہچاننا ہے اور اس کی عبادت کرنا ہے۔ ہر وقت اس کا شکر ادا کرتے رہنے میں ہی اس کی بقا ہے۔ شکر کرنا یہ ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور صراط مستقیم پر چلتے رہنا چاہیے۔ شرک سے دور رہنے ہی سے اس کی خوشنودی

Marfat.com

حاصل ہوتی ہے۔

کائنات کا خلاصہ انسان ہے اور انسانیت کا خلاصہ حضرات انبیاء ورسل ہیں جنہیں اپنی اپنی امتوں کی رہنمائی کے لیے بھیجا گیا اور آخر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے جو تمام نبیوں اور رسولوں کے سرتاج ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد نبوت ختم ہوگئی اس کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جنہیں امام الانبیاء کا لقب دیا گیا۔ ہم کتنے خوش قسمت ہیں کہ آپ ﷺ کی امت ہیں۔ جو نبی آخر الزمان ﷺ ہیں جن کے لیے یہ کائنات پیدا کی گئی اور جن کی شفاعت سے نہ صرف آپ ﷺ کی امت بخشی جائے گی بلکہ دوسرے انبیاء کی امت کی بخشش کی آپ ﷺ شفاعت فرمائیں گے۔ چنانچہ سورۂ الاعراف میں جہاں انبیاءؑ سے عہد لینے کا ذکر ہے وہاں آپ ﷺ کا اسم گرامی سب سے پہلے رکھا۔ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے نام بعد میں رکھے اگرچہ یہ چاروں حضرات انبیاء میں منتخب اور عہد ساز شخصیتیں ہیں۔

حق تعالیٰ کا حسن گنجینہ مخفی تھا اس نے چاہا کہ پہچانا جائے کائنات اس کی صفات کا اظہار تھا، بہت خوب اظہار۔ حسن مطلق نے جذبہ اظہار کے تحت یہ کائنات تخلیق فرمائی جو حسین، پرازحکمت، بامقصد اور منفعت بخش ہے۔ کیونکہ حکمت، مقصدیت اور افادیت حسن کے خواص ہیں۔ یہاں کی ہر شے حسین تھی، ہر شے منفعت بخش تھی، یہاں کے ہر کام میں حکمت تھی، ہر کام کا مقصد تھا۔ کائنات اپنی تمام تر رنگینیوں، لطافتوں کے ساتھ موجود تھی مگر کوئی اس سے لطف اٹھانے والا نہ تھا۔ کوئی اس کی حکمتوں کو سمجھنے والا نہ تھا۔ کوئی یہاں کی اشیاء کو کام میں لانے والا نہ تھا۔ کوئی اس کے مقصد کی تکمیل میں خالق کی منشاء کو بروئے کار لانے والا نہ تھا۔ خالق چاہتا تھا کوئی اس کی تخلیق کو سمجھے، اس سے لطف اندوز ہو۔ اس کی داد دے، اسے کام میں لائے، تخلیق کی سمجھ اسے خالق تک پہنچائے، وہ خالق کا رازداں ہو جائے اور رازداں ہو کر اس کا قدرداں ہو، پھر خالق سے محبت کرے اور اس کی محبت کا حق ادا کرے۔

عرش پر وہ پہلے ہی فرشتوں کو پیدا کر چکا تھا جو ہر وقت اس کے ثناخواں ہیں، عبادت گزار ہیں، ہر وقت اس کے سامنے سربسجود رہتے ہیں۔ اس کے حکم کی تعمیل میں لگے رہتے ہیں پھر عرش پر اس نے فرشتوں کی عبادت کے لیے بیت المعمور بنایا تاکہ وہ اس کی عبادت کریں۔ روایت ہے کہ چالیس ہزار فرشتے ایک وقت میں اس کی عبادت کرتے ہیں اور دوبارہ ان کی

Marfat.com

باری نہیں آتی۔

زمین کو آباد کرنے اور اس کے حسن کو دوبالا کرنے کے لیے رب العزت نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور اسے عرش سے فرش پر بھیج دیا۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: ''جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں''۔

حضرت آدمؑ کی پشت سے تمام بنی نوع انسان کی ارواح کو نکال کر روزِ الست لیا گیا۔ چنانچہ سورۂ اعراف میں ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ: ''اور جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشت در پشت اولاد کو نکالا اور خود ان کے نفسوں پر گواہی دلوائی، فرمایا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے کہا کیوں نہیں (تو ہی ہمارا رب ہے) ہم اقرار کرتے ہیں (اور یہ عہد اس لیے تھا) کہ قیامت کے دن تم یہ نہ کہنے لگو کہ ہم کو اس کی خبر ہی نہ تھی۔

اس طرح زمین پر حضرت آدمؑ اور حوا کی تشریف آوری ہی دنیا کی موجب بنی۔ حضرت آدمؑ کی پیدائش کے ساتھ ہی آدمؑ کو قلب جیسا انمول تحفہ ملا جس میں فکر کی گیرائی اور احساس کی گہرائی دونوں رکھ دیں حضرت آدمؑ کی پیدائش سے ویرانہ کائنات میں بہار آ گئی کیونکہ حسن مطلق کو پہچاننے والا آ موجود ہوا تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد ایک زمانہ گزر گیا۔ مخلوق خدا حضرت آدمؑ کی دعوت توحید و رسالت سے یکسر نا آشنا ہو چکی اور انہیں کسی رہبر و رہنما کی تلاش تھی جو انہیں بھٹکنے سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے حضرت نوحؑ کو بھیجا۔ حضرت نوحؑ وہ پہلے نبی ہیں۔ جنہیں شریعت عطا ہوئی اور رسالت سے نوازا گیا۔ انہیں آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ تاریخ نویسوں کا کہنا ہے کہ حضرت نوحؑ کا سلسلہ تبلیغ پچاس (۵۰) سال کی عمر میں اپنی آخری عمر ۹۵۰ سال تک جاری رہا۔ جب ان کی قوم نے انؑ کی دعوتِ حق کو ہر طرح سے رد کر دیا بلکہ خود عذاب کے طالب ہوئے اور کہا۔

''اے نوحؑ تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور جھگڑا کر چکے (اب اس بحث کو ختم کرو) اور وہ چیز جس سے تم ہم کو ڈراتے ہو (یعنی عذاب الٰہی) وہ ہم پر لے آؤ اگر تم سچے ہو''۔

(سورۂ ہود۔ آیت ۳۲)

بالآخر حضرت نوحؑ کے دستِ دعا بارگاہ رب العزت میں اٹھے اور یوں دعا فرمائی۔

Marfat.com

ترجمہ: ''اور نوحؑ نے (بارگاہ رب العزت میں ہاتھ اٹھائے اور) کہا اے میرے رب اب روئے زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا نہ چھوڑ اور اگر تو نے چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو بہکاتے ہی رہیں گے اور ان کی اولاد بھی بدکار و کافر ہو گی۔ (سورۂ نوح۔ آیت ۲۷)

ساتھ ہی اپنے اور اپنے مومن ساتھیوں کے لیے دعا مغفرت فرمائی جو قبول ہوئی۔ یہ حضرت نوحؑ کی دعا کا اثر تھا کہ طوفان آیا اور ماسوا ان چالیس افراد کے جو کشتی میں سوار تھے باقی سب غرق ہو گئے۔ غرق ہونے والوں میں ان کا بیٹا بھی شامل تھا۔

حضرت نوحؑ کے بعد کئی پیغمبر دعوت توحید و رسالت کے لیے تشریف لائے جن میں حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان کے بعد حضرت ابراہیمؑ تشریف لائے جن کی وجہ سے اسلام کی بنیاد اور فروغ کی ابتدا ہوئی۔ دیکھا جائے تو حضرت ابراہیمؑ کے دور سے ہمارے آقائے دو جہاں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک گویا ایک ہی دور ہے جس کی ابتدا حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کے مبارک ہاتھوں سے خانہ کعبہ کی تعمیر سے شروع ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے ہیں اور یہ دعا مانگ رہے ہیں:

ترجمہ: ''اے ہمارے رب انہیں (گدایانِ محبت) میں سے ایک رسول خود ان ہی میں کا مبعوث فرما جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے (تیرے تحفے دے) اور ان کو کتاب سکھائے (کتاب کی تعلیم دے اور) دانائے راز بتائے (اسرار کی باتیں بتائے) اور ان (کے قلوب) کو (غیر اللہ) سے پاک کر دے۔ بے شک تو بڑی حکمت والا ہے۔''

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ عظیم دعا جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے متعلق تھی، خانہ کعبہ کی تعمیر ہی کے وقت کی گئی اور مکہ معظمہ ہی کی سرزمین کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ اللہ کا آخری نبی وہیں پیدا ہوا، وہیں مبعوث ہوا۔ یہی وہ سرزمین ہے جہاں سے بنجر قلوب کو حیات ابدی کی بشارتیں ملیں اور تبلیغ دین جو انبیاء کا ورثہ تھا حضور اکرم ﷺ کی امامت کو سونپا گیا۔

پیغمبری کا یہ سلسلہ حضرت ابراہیمؑ کے بعد ان کے بیٹے حضرت اسحاقؑ، حضرت اسحاقؑ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ اور ان کے بیٹے حضرت یوسفؑ پھر حضرت شعیبؑ کے بعد حضرت موسیٰؑ تک پہنچا۔ حضرت موسیٰؑ کو جب نبوت ملی تو انہیں حکم ہوا کہ اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی۔

Marfat.com

تم فرعون کی طرف جاؤ۔ فرعون نے خدائی دعویٰ کر رکھا تھا اور اپنی قوم پر ظلم کی انتہا کر دی تھی۔ حضرت موسیٰؑ کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارونؑ کو جو حضرت موسیٰ کے بھائی تھے نبوت عطا فرمائی۔ اب دونوں بھائی مل کر خدا کی وحدانیت کا پرچار اور بنی اسرائیل کی آزادی اور فلاح کے لیے کوشاں ہوئے۔ حضرت موسیٰ وہ واحد نبی ہیں جنہیں رسول اکرم ﷺ سے قبل شریعت عطا ہوئی اور جو شریعت انؑ کو عطا ہوئی وہ شریعت محمدی کی درمیانی کڑی ہے اور یہ شریعت ہی انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب لانے کی موجب ہے۔

حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت زکریاؑ اور حضرت عیسیٰؑ خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ وہ واحد نبی ہیں جن کی پیدائش معجزہ، جن کا آسمان پر اٹھایا جانا معجزہ اور جن کے پھر دنیا میں تشریف لانے کی بشارت معجزہ ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آئے بلکہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت کو لے کر اپنی قوم کو تبلیغ دین کی طرف گامزن کرنے کی کوشش کی جن کی وجہ سے وہ قوم اور افراد عروج و زوال کا باعث بنے۔ اور آخر کار یہود کی چیرہ دستیوں کے باعث حضرت عیسیٰؑ اپنے رب کے پاس چوتھے آسمان پر اٹھا لیے گئے جہاں انہیں معراج شریف کے وقت سرورِ کائنات سے شرف نیاز حاصل ہوا۔

آخر میں ہمارے نبی آخر الزمان، رحمۃ للعالمین تشریف لائے جن کے لیے یہ کائنات تخلیق کی گئی۔ آپ ﷺ ہی مقصود کائنات ہیں اگر آپ ﷺ تشریف نہ لاتے تو یہ کائنات بھی پیدا نہ کی جاتی۔ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین بن کر اس کرۂ ارض پر تشریف لائے اور جن کے آنے سے رسالت اپنے اختتام کو پہنچی۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ ﷺ کا مقام اور درجہ ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے آپ ﷺ کا اسم گرامی عرش پر لکھا ہوا تھا۔ اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو دیکھ کر ہی حضرت آدمؑ نے اللہ تعالیٰ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ مانگ کر بخشش کی دعا مانگی اور ان کی سزا معاف ہوئی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے خطا کا ارتکاب ہو گیا تو انہوں نے (جناب باری تعالیٰ میں) عرض کیا کہ اے پروردگار میں آپ سے بواسطہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درخواست کرتا ہوں کہ

میری مغفرت ہی کر دیجئے سو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے پہچانا حالانکہ ہنوز میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ عرض کیا کہ اے رب میں اس طرح پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اپنی (شرف دی ہوئی) روح میرے اندر پھونکی تو میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ سو میں نے معلوم کر لیا کہ آپ نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہوگا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہوگا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم! تم سچے ہو واقع میں وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے اس کے واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تمہاری اولاد میں سب انبیاء سے آخری نبی ہیں (بحوالہ نشر الطیب مولفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی)

الٰہی کس سے بیان ہو سکے ثنا اس کی   کہ جس پہ ایسا تری ذات خاص کا ہو پیار
کہ جو تو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو   نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار

آپ ﷺ اپنی تمام تر زیبائیوں اور رعنائیوں کے ساتھ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نہ صرف اپنی امت کی بخشش کے لیے دعا کریں گے بلکہ دوسرے انبیاء کی امتیں بھی آپ ﷺ کے وسیلہ سے بخشی جائیں گی۔ آپ ﷺ کی آمد سے ظلمت کے بادل چھٹ گئے، آتش کدوں کی آگ سرد پڑ گئی اور بت کدوں کے بت پاش پاش ہو گئے اور اسلام کی روشنی تمام عالم میں پھیل گئی۔

اللهم صل علی سیدنا محمد عبدك و نبیك و حبیبك
و رسولك النبی الامی و علیٰ آله و اصحابه و بارك وسلم۔

Marfat.com

تخلیقِ انسان

خدا پیدا نہ کرتا گر تیریؑ ذاتِ مقدس کو
خدا جانے کہاں، کس حال میں ہوتا بشر آقا

کائنات کی تخلیق پر غور اور فکر سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ کائنات کی تخلیق ہی دراصل انسان کی تخلیق ہے اور یہی وہ امر ہے جس سے انسان کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ تمام کائنات انسان ہی کی پیدائش کے مراحل تھے جن کے اندر اس کی بتدریج روحانی یا ذہنی تعمیر ہوتی رہی۔ کائنات کی تمام وسعتیں اور پہنائیاں اور اس کا تمام دبدبہ قوت اور شان وشوکت جو انسانی ذہن پر ابھرتے ہیں اور ان کی حقیقت انسان سے باہر نہیں بلکہ یہ سب کچھ انسان ہی کے تعمیری اور تخلیقی مراحل تھے جنہیں انسان خود شعور ہونے پر دیکھتا ہے اگر ان کا تعلق انسان کی تعمیر و تخلیق سے نہ ہوتا تو انسان کبھی ان کا ادراک بھی نہیں کر سکتا۔ اس طرح ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ انسان کائنات سے الگ نہیں یہ کہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ کائنات انسان ہی کے لیے بنائی گئی ہے اور وہ کائنات میں نہایت اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہے۔ اسے اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے۔ یہ بات بھی طے ہے کہ انسان نہ صرف کائنات کا جوہر ہے بلکہ کائنات کی تخلیق کا مقصد بھی خود انسان ہے اگر انسان کی تخلیق نہ ہوتی تو یہ کائنات ادھوری ہوتی۔ بے آباد اور ویران ایسی صورت میں تخلیق کائنات کا مقصد ختم ہو کر رہ جاتا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان خود کون ہے اور اس کا کائنات میں مقصد میں مقام کیا ہے۔ کیا اس کا مقصد صرف کھانا، پینا اور جنسی لوازمات ہیں۔ نہیں بلکہ انسان جس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ کچھ اور ہی ہے۔ اعمال صالح، اللہ کی عبادت، شریعت کی پابندی کے علاوہ سوچ وفکر کا عمل بھی شامل ہے۔ یہ انسان ہی ہے جو کائنات کی وسعتوں کو جاننے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لیے کہ انسان کے پاس عقل و دماغ جیسی دولت ہے۔ مزید برآں علم ہے جو وہ حاصل کرتا ہے۔ ساتھ ہی قرآن و حدیث کا علم ہے جو اسے ودیعت کیا گیا ہے۔ عقل اور علم کی بنا پر انسان اپنی پہچان اور تلاش میں مگن ہے اور یہی تلاش ہی اسے اپنے خالق سے روشناش کراتی ہے۔ جس طرح خالق اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے اسی طرح مخلوق بھی اپنے خالق سے محبت

Marfat.com

کرتی ہے۔

انسان ایک بچہ کی مانند ہے جس طرح بچہ پیدا ہونے کے بعد اپنی ماں کو پہچاننے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح وہ اپنے خالق کو براہ راست پہچاننے کی کوشش کر رہا ہے۔ مزید برآں خالق نے اپنی پہچان کے لیے بندوں کے لیے برگزیدہ ہستیاں، اور پیغمبر بھیجے جنہوں نے لوگوں کو صحیح راستہ دکھایا اور خالق کی پہچان بتائی۔ بندوں میں سے جنہوں نے اپنی عقل وشعور کو استعمال کرتے ہوئے پیغمبروں کی بات مانی وہ تو سیدھے راستے پر چل کر اپنے خالق کی پہچان کر سکے اور جنہوں نے ان کی نافرمانی کی وہ راندۂ درگاہ ہو گئے۔

کائنات ایک وحدت ہے اور اس کا خالق بھی واحد ہے۔ جب کہ انسانوں نے علم کی کمی اور عقل وشعور سے ہٹ کر آنے والے پیغمبروں کی نفی کرتے ہوئے اپنے لیے الگ الگ خالق بنا لیے اور اس طرح شرک کی راہ اختیار کی اور اپنے اصلی خالق کو بھول گئے جب کہ کائنات کی تخلیق ہی خالق کی حقیقت کو ظاہر کرتی ہے۔ انسان اگر اپنے خالق کی صفات اور کمالات کو پہچان لے تو یقینی امر ہے کہ وہ اپنے خالق سے محبت کرے گا جس کے لیے گہری سوچ اور مطالعہ کی ضرورت ہے اگر ایسا نہیں تو پھر انسان اپنے خالق سے دور ہی رہے گا اور اس کی زندگی حیوان جیسی ہوگی۔ جہالت کی بنا پر انسان جب غلط تصورات یا خواہشات پر چل پڑتا ہے تو شیطان اس کے دل میں مختلف وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ فطرت سے خائف سورج، چاند، دریا، سانپ اور آگ وغیرہ کو اپنا خالق سمجھ کر پوجنے لگتا ہے۔ اس کے یہ منفی طرز عمل ہی خالق سے دوری کا سبب بنتا ہے۔

خیر وشر

خدا تو ہر ایک پر مہربان ہے۔ وہ رحیم وکریم ہے اور اس کا رحم وکرم ہر ایک پر یکساں طور پر جاری ہے۔ مسلمان اور کافر سبھی اس کی مخلوق ہیں اور وہ سب کا خالق ہے اور خدا کا تصور خیر محض کا تصور ہے لیکن یہ کوئی نہیں جانتا کہ بدی کہاں سے آتی ہے۔ جب خدا خیر بالذات ہے تو پھر شر نے کیوں جنم لیا اور پھر یہ کہ کیا خیر سے شر ممکن ہے۔ کہا جاتا ہے کہ نیکی اور بدی کا شعور آدمی کو ودیعت کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بدی فطرت میں نہیں بلکہ یہ انسانی سماج کی پیداوار ہے۔ شیطان جو کہ بدی کا سرچشمہ ہے اور معاشرے کی تمام تر برائیاں اور بدیاں شیطان کے سر تھوپ دی جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان کی اصل جائے پیدائش معاشرے

Marfat.com

کے غیر منصفانہ قوانین ہیں۔علم سے عاری لوگوں کا کہنا ہے کہ تمام کائنات کا خمیر ہی خیر وشر سے اٹھا ہے،اس طرح وہ قتل وغارت، جھوٹ وفریب اور بداعمالیوں سے بری الذمہ ہو جاتے ہیں اور کسی صورت بھی اپنی غلطیوں اور بداعمالیوں کو نہیں مانتے جب کہ خیر وشر تو ہمارے اندر ہیں اور ہم ان کو ماننے سے انکاری ہیں۔

حسن ومحبت

خالق اور تخلیق کا رشتہ حسن ومحبت کا رشتہ ہے۔کائنات کا اگر بغور مطالعہ کریں تو اس میں حسن ومحبت نظر آتی ہے۔ پہاڑ، دریا، سمندر، آسمان، کہکشائیں اور چاروں طرف پھیلا ہوا سبزہ، اور زمین پر اگنے والے پھل اور پھول انسان کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں۔غرضیکہ کائنات میں حسن اور محبت نظر آتی ہے۔ خالق نے ہر ایک چیز میں حسن پیدا کیا ہے۔ خالق کو قدرت کی خوبصورتی پسند ہے لہٰذا اس نے کائنات کو تخلیق کرتے وقت حسن کو مدنظر رکھا۔خالق نے حضرت آدمؑ اور حوا کی تخلیق کی کیونکہ یہ اس کی ضرورت تھی تاکہ وہ کائنات میں مزید حسن اور محبت پیدا کرے۔خالق نے ہر ایک چیز کے جوڑے پیدا کئے اور ان جوڑوں میں بھی اس نے حسن و جمال اور پیار ومحبت کو مدنظر رکھا۔عورت اور مرد کے حسن و جمال اور پیار ومحبت ہی خالق کی پہچان کا ایک ذریعہ بنتی ہے۔

انسان کی تعمیر وترتیب

اگر ہم کائنات کی تخلیق پر غور کریں جو دراصل انسان ہی کی تخلیق وتعمیر ہے جس کے اندر انسان کی تکمیل کرنا مقصود ہے تو معلوم ہوگا کہ خالق انسان کے اندر خود کو منعکس کر رہا ہے اس کے ساتھ ہی انسان کا عکس بھی خالق کے اندر موجود ہے اور انسان جیسے جیسے اس عکس کے مطابق مکمل ہوتا جا رہا ہے ویسے ہی وہ بھی خالق کے عکس کو اپنے اندر ظاہر ہوتے ہوئے دیکھتا ہے اس لحاظ سے کائنات یا زندگی کی حقیقت ایک ہی ہے۔

انسان کی تعمیر اور تربیت کے دوران جیسے جیسے انسان کو خالق کی صفات کا پتہ چلتا ہے۔ ویسے ہی وہ زندگی کی اعلیٰ اقدار کو اپنا کر اپنے خالق کا شعور حاصل کرتا ہے بعینہٖ جس طرح ماں کے پیٹ میں بچہ پرورش پاتا ہے اور یہ پرورش بتدریج جاری رہتی ہے۔ کائنات دراصل انسان ہی کی تعمیر ہے لہٰذا کائنات کی تعمیر میں جتنے اوصاف پائے جاتے ہیں وہ انسان ہی کے اوصاف ہیں۔تخلیق کائنات کے وقت خالق کے ذہن میں انسان ہی کی تعمیر مقصود تھی اور یہی

Marfat.com

اس کی محبت کا آئیڈیل تھا۔ دوسری طرف یہ تمام اوصاف خالق ہی کے اوصاف تھے جن کو وہ انسان کی تخلیق اور پھر انسان کے مکمل ہونے پر انسان کے آئینہ میں دیکھنے کا خواہشمند تھا۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ پوری کائنات انسان ہی کا وجود ہے جس کی اس کے مختلف مراحل میں تعمیر ہوتی رہی ہے۔

زندگی کی حقیقت

یہ انسانی خاصہ ہے کہ اس کے اندر یہ سوال بار بار اٹھتا ہے کہ زندگی کیا ہے۔ وہ کہاں سے آئی ہے اور اس کی منزل کیا ہے، لیکن جب اپنی اس سوچ کا اسے کوئی خاطرخواہ جواب نہیں ملتا تو مجبوراً اسے خدا کے مقبول بندوں کا سہارا لینا پڑتا ہے جو ہر دور میں کسی نہ کسی صورت میں موجود ہوتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری میں لگے رہتے ہیں۔ یہ برگزیدہ ہستیاں ہی انسان کو زندگی کا مقصد، اس کی حقیقت اور منزل کی راہ دکھاتی ہیں۔ اس طرح انسان جہالت اور گمراہی سے نکل کر خالق کی پہچان کے راستے پر چل پڑتا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ زندگی خالق کی کشش یا جذبۂ محبت کا نام ہے اور یہ ایک مسلسل فعل ہے۔ زندگی ایک ہی مقصد کے تحت مختلف تخلیقی مراحل سے گزرتی ہے اور جیسے جیسے اس کے اندر خالق کی زیادہ سے زیادہ پہچان بڑھتی ہے ویسے ہی اس کے اندر اس کے پانے کی زیادہ سے زیادہ تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ انسان کے اندر جب اپنی تخلیق کے بارے شعور اور اپنی ہستی اور وحدت کا احساس پیدا ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی خالق کی وحدانیت کا احساس بھی ابھرتا ہے۔ خالق کے اسی احساس اور محبت کا نام روح ہے۔ انسان جب اپنی ذہنی ترقی یا علم کی بنیاد پر حقیقت کا مشاہدہ کرنے کی صلاحیت حاصل کر لے گا اس کے ساتھ ہی وہ افراد جو خود شعوری کی اعلیٰ سطح پر ہوں گے وہ یقیناً روحانی طور پر خالق کے زیادہ قریب ہوں گے اور وہی ابدی خوشی کے حامل ہونگے۔ دوسری طرف جو افراد حقیقت سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے جہالت کی زندگی بسر کرتے ہیں انہیں نہ تو اپنی حیثیت کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی خالق کی وحدانیت جان سکتے ہیں بلکہ وہ خالق سے دوری کی بنا پر جہنم کے گڑھے میں گرتے ہیں اس کو ہم مکافاتِ عمل بھی کہہ سکتے ہیں۔

تخلیقی عمل

تخلیق کائنات میں ایک نظم وضبط ہے اور اسی نظم وضبط کی وجہ سے یہ تخلیقی عمل جاری وساری

Marfat.com

ہے۔سورج اسی ضبط کی بنا پر نکلتا اور روشنی پھیلاتا ہے۔یہی حالت چاند اور ستاروں کی ہے یہ سب ایک ضبط کے تحت عمل پیرا ہیں۔سورج کی تمازت، روشنی اور اندھیرے پھیلاؤ یہ سب ان کا اپنا عمل بافطرت ہے۔زندگی ایک ہی مقصد کے تحت ایک یونٹ یا وحدت میں تخلیق پاتی ہے مقصد ہمیشہ خالق کا ہوتا ہے جس طرح تخلیق کائنات مرحلہ وار عمل میں آئی اسی طرح انسانی تخلیق بھی عمل میں آئی۔قرآن مجید میں سورۂ حج میں فرمان خداوندی ہے:

ترجمہ: ''لوگو! اگر تمہیں مرنے کے بعد جی اٹھنے میں شک ہے تو سوچو تو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر خون بستہ سے، پھر گوشت کے لوتھڑے سے جو صورت دیا گیا تھا اور بے نقشہ تھا۔یہ ہم تم پر ظاہر کر دیتے ہیں اور ہم جسے چاہیں ایک ٹھہرائے ہوئے وقت تک رحم مادر میں رکھتے ہیں۔پھر تمہیں بچپن کی حالت میں دنیا میں لاتے ہیں پھر تا کہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو۔تم میں سے بعض تو وہ ہیں جو فوت کر لیے جاتے ہیں اور بعض ناکارہ عمر کی طرف پھر سے لوٹا دیے جاتے ہیں کہ وہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد پھر بے خبر ہو جائے''۔ (سورۂ حج۔آیت ۵)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کی اصلیت سے آگاہ کرتے ہیں کہ ہم نے تمہیں مٹی سے بنایا یعنی تمہارے باپ (حضرت آدم علیہ السلام) کو جن کی نسل تم سب ہو، پھر تم سب کو ذلیل پانی کے قطروں سے پیدا کیا ہے جس نے پہلے خون بستہ کی شکل اختیار کی۔پھر گوشت کا ایک لوتھڑا بنا۔چالیس دن تک تو نطفہ اپنی شکل میں بڑھتا ہے پھر بحکم خدا اس میں خون کی سُرخ پھٹکی پڑتی ہے۔پھر چالیس دن کے بعد وہ ایک گوشت کے ٹکڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے جس میں کوئی صورت وشبیہ نہیں ہوتی۔پھر اللہ تعالیٰ اسے صورت عطا فرماتا ہے۔سر، ہاتھ، سینہ، پیٹ، رانیں، پاؤں اور کل اعضاء بنتے ہیں، کبھی اس سے پہلے ہی حمل ساقط ہو جاتا ہے کبھی اس کے بعد بچہ گر پڑتا ہے یہ تو تمہارے مشاہدے کی بات ہے اور کبھی ٹھہر جاتا ہے۔جب اس لوتھڑے پر چالیس دن گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو اسے ٹھیک ٹھاک اور درست کر کے اس میں روح پھونک دیتا ہے اور جیسے خدا کی چاہت ہو خوبصورت یا بدصورت مرد، عورت بنا دیا جاتا ہے۔رزق، اجل، نیکی بدی اسی وقت لکھ دی جاتی ہے۔

اس آیت کریمہ کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس رات تک جمع ہوتی ہے۔پھر چالیس

Marfat.com

دن تک خون بستہ کی صورت رہتی ہے پھر چالیس دن تک گوشت کے لوتھڑے کی، پھر فرشتے کو چار چیزیں لکھ دینے کا حکم دے کر بھیجا جاتا ہے۔ رزق، عمل، اجل اور شقی یا سعید ہونا لکھ دیا جاتا ہے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ (صحیحین)

ہدایت و رہنمائی

انسانی تاریخ کے اوراق الٹ کر دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ ماضی میں انسان ہر ایسی برائی میں پھنس کر رہ گیا تھا جو تخلیقی عمل کے راستہ میں ایک زبردست رکاوٹ بن چکی تھی۔ بت پرستی، ظلم و زیادتی، بدکاری، قتل و غارت، بے حیائی اور ایسی تمام برائیاں انسانی معاشرت میں جنم پا چکی تھیں۔ اس طرح انسان روحانی اور ذہنی طور پر حیوانی سطح سے بھی نیچے گر چکا تھا۔ ان حالات میں انسان کو اس وقت اپنے صحیح مقصد کو جاننے اور روحانی قدروں کو مطمئن کرنے کے لیے ایک مکمل ضابطہ حیات کی شدید ضرورت تھی۔ چنانچہ جیسا کہ عمل تخلیق کا تقاضا ہے اور جس کے تحت انسان کی رہنمائی کے لیے فوری ارتقاء کے نتیجہ میں پیغمبر اور کئی رسول مبعوث ہوئے۔ انسان کی اس شدید ضرورت کو پورا کرنے کے لیے خالق کا عمل تخلیق جوش میں آیا اور ایک ایسے عظیم مفکر اور مدبر انسان کا ظہور ہوا جو انسانیت کے لیے ہدایت و رہنمائی کی شمع بن کر آیا اور انسانوں کو گمراہی کے اندھیرے سے نکال لیا۔ اس کے ساتھ ہی روحانی مقصد کا بھی تعین کیا جو خالق کی طرف سے عمل تخلیق کی تکمیل کے لیے عائد کیا گیا۔ تاریخ اس عظیم انسان کو جو خالق کی طرف سے انسانوں کی طرف رسول اور نبی بنا کر بھیجا گیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے جانتی ہے۔ اس محسن انسانیت کا ظہور جزیرہ نام عرب میں بمطابق ۱۲ ربیع الاول ۵۷۱ سن عیسوی میں ہوا۔ یہ قرونِ وسطیٰ کا دور تھا۔ جو گمراہی، بدامنی اور تشدد کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھا۔ انسان، انسان کا دشمن تھا۔ خدا کے وجود سے انکار کی بنا پر بتوں کو اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ بتوں کی صورت میں ان کے کئی معبود تھے جن کی وہ پوجا کرتے اور مرادیں مانگتے تھے۔ یہ وہ حالات تھے جن کی بنا پر خالق کی طرف سے ان کو عظیم رہنمائی دی گئی۔ یہ وہی رہنمائی یا صداقت ہے جس کو ہم دین اسلام یا سلامتی کی راہ کے نام سے جانتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وہ ذات گرامی ہیں جو انسانیت کی راہنمائی کے لیے مبعوث کیے گئے۔ آپ ﷺ نے اس بگڑے

Marfat.com

ہوئے معاشرے کو سیدھے راستے پر ڈال دیا۔ بگڑے ہوئے سنور گئے، پرانی دشمنیاں بھائی چارے میں بدل گئیں۔ بدامنی کی جگہ امن وآشتی نے لے لی۔ بت پرستی کی جگہ خالق کی وحدانیت نے انسانوں کے دلوں میں گھر کر لیا۔ انسانوں کو جب خالق کی پہچان ہو گئی تو معاشرے سے تمام برائیوں کا خاتمہ ہو گیا۔

اسلام کے بنیادی اصول

اسلام میں داخل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ دین کے پانچ ارکان کو صدق دل سے قبول کر کے ان پر عمل پیرا ہو۔ بصورت دیگر وہ نہ مسلمان ہے اور نہ ہی اسلام کی روح کو سمجھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ دین اسلام کے چند بنیادی اصول ہیں جن پر اسلام کی مضبوط بنیاد کھڑی ہے جن میں انسانوں کو رہنمائی اور بھلائی کا راستہ دکھایا گیا ہے۔ یہ اصول بہت سادہ اور عام فہم ہیں بشرطیکہ ان پر غور وفکر اور سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

ا۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ انسان اپنے خالق کو پہچانے اور روحانی قدروں کی تکمیل میں کوشاں رہے۔ انسان جب اپنے خالق کو پہچان لے گا تو یہی اس کے لیے جنت ہے اور نہ پہچاننے کی صورت میں دوزخ۔ انسان کی زندگی خالق کی محبت وکشش کے علاوہ کچھ نہیں۔

۲۔ دین اسلام میں ایمان بالغیب کی بڑی اہمیت ہے۔ ہم میں سے کسی نے خالق کو نہیں دیکھا لیکن تخلیق کائنات سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی ایسی ہستی ہے جس نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے۔ خالق کی محبت کے ساتھ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بھی اپنے دل میں قائم کرے اگر ایسا نہیں تو پھر کسی صورت بھی نہ تو مسلمان کہلانے کا حق دار ہے اور نہ ہی اسلام کی روح کو سمجھ سکتا ہے۔ دین اسلام ہی ہمیں بتاتا ہے کہ انسان کی تخلیق اس کے خالق کے ہاتھوں ہوئی ہے اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خالق کی طرف سے انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نبی آخر الزمان ہیں اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آپ ﷺ نے دین اسلام کی تکمیل کر دی۔

۳۔ کامیاب زندگی کا دارومدار اعمال صالح پر ہے جن سے وہ اپنے خالق کو پالیتا ہے اور روحانی خوشی سے ہمکنار ہوتا ہے بصورت دیگر نہ تو اسے دنیا میں خوشی مل سکتی ہے اور نہ ہی

Marfat.com

جنت کا حق دار ہوتا ہے۔انسان کو حقیقی سکون اور خوشی تب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب وہ اپنے خالق کی محبت اور پہچان کے ساتھ ساتھ اس کے احکام کی بجا آوری کرے یہی اعمال صالح ہیں۔اس کے برعکس وہ اعمال جو انسان کو اپنے خالق سے دور لے جاتے ہیں وہ اعمال بد ہیں۔ جنت اور دوزخ کی تشکیل انسان کے انہیں اعمال سے ہوتی ہے۔

۴۔اسلام میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی بھی بڑی اہمیت ہے۔اسلام کا یہ بنیادی تقاضا ہے کہ انسان انسان کا احترام کرے۔انسان کی بڑائی اس کے متقی ہونے میں ہے نہ کہ مال و دولت کی زیادتی یا مادی قوت میں۔اسلام رنگ و نسل کی تمیز، قوم و وطن کی تمیز یا امیر و غریب کی تمیز گوارا نہیں کرتا اور ان کی سختی سے مذمت کرتا ہے۔یہی تعلیم ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی۔حج الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام میں عربی کو عجمی پر اور امیر کو غریب پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔آپ ﷺ نے رنگ و نسل کے فرق کو ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر مسلمان دوسرے کا بھائی ہے سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں ان کے حقوق کا خیال رکھو ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھو۔

۵۔اسلام یہ بھی کہتا ہے کہ ہر انسان ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال رکھے اور اس کے دکھ درد میں ہاتھ بٹائے۔چونکہ خالق اپنی مخلوق سے پیار کرتا ہے لہٰذا وہ ان افراد سے محبت رکھتا ہے جو اس کی مخلوق سے محبت کرتے ہیں۔

۶۔انسانی تخلیق کے ساتھ ہی خالق نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے انبیاء مبعوث کیے جن کی بنیادی تعلیم خالق کی پہچان اور اس کی واحدنیت کا اقرار تھا۔یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا حتیٰ کہ آخر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور دین اسلام بطور ضابطہ حیات کے پیش کیا گیا اس کے ساتھ ہی خالق کی طرف سے نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اس طرح مخلوق نے اپنے خالق کی پہچان کا شعور حاصل کر لیا۔یہ امت محمدیہ پر خالق کا احسان عظیم ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ذریعے انسانوں کو رہنمائی حاصل ہوئی۔

۷۔اسلام زور اور زبردستی کی نفی کرتا ہے۔انسان اپنی مرضی اور عقل و شعور سے اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے۔قرآن مجید اور احادیث مبارکہ اس کا بین ثبوت ہیں کہ اسلام کو سمجھنے اور قبول کرنے کے لیے انسان کو اپنی سوچ اور مطالعہ سے کام لینا چاہیے حضور نبی کریم ﷺ

Marfat.com

جب مبعوث ہوئے تو لوگوں نے بغیر کسی ڈر و خوف کے اسلام قبول کیا۔ یہ لوگ آپ ﷺ کے حسنِ سلوک، سچائی، رواداری اور اسلام کی حقانیت کو دیکھتے ہوئے دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ کسی پر دباؤ ڈالنا یا زبردستی کوئی چیز تھوپنا انسان کی آزادی کے خلاف ہے۔ یہ اسی آزادی کا نتیجہ ہے کہ ہر انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے۔ اسی طرح وہ خوشی اور دکھ کا بھی خود ہی مالک ہے۔ یہ انسان کا شعوری عمل ہے کہ وہ کائنات کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے خالق کی پہچان کرے اور اس کی موجودگی پر غائبانہ ایمان لے آئے۔

اللهم سيدنا محمد و آله سيدنا محمد و بارك وسلم

Marfat.com

عہد و میثاق انبیاء

رسولِ مجتبیٰ کہیے محمد مصطفیٰ کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہیے

شانِ مصطفیٰ ﷺ دیکھیے کہ رب العزت نے یہ کائنات تخلیق کی تو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اور پھر آپ ﷺ کو نبی آخر الزماں بنا کر بھیجا یعنی اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ رسالت آپ پر ختم ہو گئی۔ عرش کو کلمہ طیب سے منور کیا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ پیدائش کے اعتبار سے میں سب نبیوں سے پہلے ہوں اور دنیا میں آنے کے اعتبار سے میں سب سے آخر ہوں۔ پس مجھی سے ابتدا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے عہد لیا کہ آخر میں آنے والے رسول کی اطاعت کریں گے، ان پر ایمان لائیں گے، ان کے لیے راستہ ہموار کریں گے، آسانیاں پیدا کریں گے اور ان کی مدد کریں گے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہوا اور اس میں میرا ذمہ لے رہے ہو۔ سب نے کہا ہمیں اقرار ہے۔ فرمایا تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ پس اس کے بعد بھی جو پلٹ جائیں وہ پورے نافرمان ہیں۔

(سورۂ آل عمران آیت۔۸۱۔۸۲)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک کے تمام انبیاء کرام سے وعدہ لیا کہ جب کبھی ان میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کتاب و حکمت دے اور وہ بڑے مرتبے تک پہنچ جائے پھر اس کے بعد اسی کے زمانے میں رسول ﷺ آ جائے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت و امداد

Marfat.com

کرنا اس کا فرض ہوگا، یہ نہیں کہ اپنے علم و نبوت پر نظر ڈال کر اپنے بعد آنے والے نبی کی اتباع اور امداد سے رک جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے کہا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو؟ تم میرا بوجھل مضبوط عہد و میثاق لے رہے ہو۔ سب نے کہا ہمارا اقرار ہے تو فرمایا گواہ رہو اور میں خود بھی گواہ ہوں۔ اب اس عہد و میثاق سے جو پھر جائے وہ قطعی فاسق، بے حکم اور بدکار ہے۔

حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت عبداللہؓ بن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے عہد لیا کہ اس کی زندگی میں اگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجے تو اس پر فرض ہے کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی امداد کرے اور اپنی امت کو بھی وہ یہی تلقین کر دے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تابعداری میں لگ جائے۔

ان آیات کریمہ سے ثابت ہے کہ ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور امام اعظم ہیں۔ جس زمانے میں بھی آپ ﷺ کی نبوت ہوتی آپ ﷺ واجب الاطاعت ہوتے اور تمام انبیاء کی تابعداری پر جو اس وقت ہوں آپ ﷺ کی تابعداری مقدم رہتی۔ یہی وجہ تھی کہ معراج والی رات بیت المقدس میں تمام انبیاء کے امام آپ ﷺ ہی بنائے گئے۔ اسی طرح میدان محشر میں بھی خدا تعالیٰ کو فیصلوں کے لیے لانے میں شفیع آپ ﷺ ہی ہوں گے۔ یہی وہ مقام محمود ہے جو آپ ﷺ کے سوا اور کسی کے لائق نہیں۔ تمام انبیاء اور کل رسول اس دن اس کام سے منہ پھر لیں گے بالآخر آپ ﷺ ہی خصوصیت کے ساتھ اس مقام میں کھڑے ہوں گے۔

بعض مفسرین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے عہد لیا تھا کہ جب بھی وہ کسی نبی کے پاس وحی لے کر جائے تو اس کے سامنے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرے اور ان کے فضائل و کمالات بیان کرنے کے بعد اس نبی سے یہ عہد لے کہ اگر وہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پائے تو ان پر ایمان لانا ہوگا۔ بعض مفسرین یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام سے یہ بھی عہد لیا گیا کہ وہ اپنی قوم کے سامنے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بیان کر کے اس بات کا عہد لیں کہ وہ اپنے بعد والوں کو فضائل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگاہ کرتے اور حبیب ﷺ پروردگار کے خطبے پڑھتے رہیں گے۔

Marfat.com

سورۂ آل عمران میں تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لینے کے بارے ارشاد فرمایا جب کہ سورۂ احزاب آیت ۷۔۸ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے خصوصی طور پر نام لے کر فرمایا کہ ہم نے دوسرے انبیاء کے علاوہ ان سے بھی عہد لیا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَ اِذْ اَخَذْ نَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَا قَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَا قًا غَلِيْظًا o لِّيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ وَاَعَدَّلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا o

جب کہ ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا بالخصوص تجھ سے اور نوحؑ سے اور ابراہیمؑ سے اور عہد بھی ہم نے ان سے پکا اور پختہ لیا تا کہ آخرکار خدا تعالیٰ سچوں سے ان کی سچائی دریافت فرمائے، نہ ماننے والوں کے لیے ہم نے المناک عذاب تیار کر رکھے ہیں۔ (سورۂ احزاب آیت ۷۔۸)

ارشاد خداوندی ہے کہ ان اولوالعزم پیغمبروں سے اور عام نبیوں سے، سب سے ہم نے عہد و وعدہ لیا کہ وہ میرے دین کی تبلیغ کریں گے، اس پر قائم رہیں گے، آپس میں ایک دوسرے کی مدد امداد اور تائید کریں گے اور اتحاد و اتفاق رکھیں گے۔ خیال رہے کہ یہ آیات مبارکہ سورۂ آل عمران کی آیات ۸۱۔۸۲ کا تسلسل ہیں۔ مذکورہ بالا آیات میں حضرت نوحؑ کا ذکر ہے جو زمین پر اللہ تعالیٰ کے پہلے پیغمبر تھے، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے جو سب سے آخری پیغمبر ہیں اور ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا ذکر ہے جو درمیانی پیغمبر تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کی اولاد میں سب سے زیادہ پسندیدہ خدا کے پانچ پیغمبر ہیں۔ نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ان آیات میں جس عہد و میثاق کا ذکر ہے یہ وہ ہے جو روز اول میں حضرت آدمؑ کی پیٹھ سے تمام انسانوں کو نکال کر لیا تھا جس کا ذکر سورۂ اعراف آیت ۱۷۲ تا ۱۷۴ میں ملتا ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ حضرت آدمؑ کو بلند کیا گیا آپؑ نے اپنی اولاد کو دیکھا ان میں مال دار، مفلس، خوبصورت اور ہر طرح کے لوگ دیکھے تو کہا کہ خدایا! کیا اچھا ہوتا کہ تو نے ان سب کو برابر ہی رکھا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے فرمایا کہ یہ اس لیے ہے کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ ان میں جو انبیاء کرام علیہ السلام تھے۔ انہیں بھی آپؑ نے دیکھا وہ مثل روشنی کے نمودار تھے۔ ان پر نور برس رہا تھا۔ ان سے نبوت اور رسالت کا ایک اور خاص عہد لیا گیا

Marfat.com

تھا۔ جس کا بیان ان آیات میں ہے۔ صادقوں سے ان کے صدق کا سوال ہوا یعنی ان سے جو احادیث رسول پہنچانے والے تھے ان کی امتوں میں سے جو بھی ان کو نہ مانے اسے سخت عذاب ہوگا۔ اے اللہ تو گواہ رہ ہماری گواہی ہے ہم دل سے مانتے ہیں کہ بیشک تیرے رسولوں نے تیرا پیغام تیرے بندوں کو بلاکم وکاست پہنچا دیا۔ انہوں نے پوری خیر خواہی کی اور حق کو صاف طور پر نمایاں طریقے سے واضح کر دیا، جس میں کوئی پوشیدگی، کوئی شبہ، کسی طرح کا شک نہ رہا۔ گو بدنصیب، ضدی، جھگڑالو لوگوں نے انہیں نہ مانا۔ ہمارا ایمان ہے کہ تیرے رسولوں کی تمام باتیں سچ اور حق ہیں اور جس نے ان کی راہ نہ پکڑی وہ گمراہ اور باطل پر ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں پیدائش کے لحاظ سے سب سے پہلا ہوں اور بلحاظ بعثت سب میں آخری ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ سورۂ احزاب آیت ۷ میں آپ ﷺ کا ذکر حضرت نوحؑ سے بھی پہلے واقع ہوا ہے۔ امام سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ہمارے آقا و مولیٰ کی دیگر انبیاء کرام پر فضیلت ثابت ہوتی ہے اسی لیے تو آخری نبی ہونے کے باوجود آپ ﷺ کا ذکر سب سے پہلے فرمایا ہے:

کیا شان ہے اللہ رے محبوب نبی کی — محبوب خدا ہے وہ جو محبوب نبی ہے
بندے کی محبت سے ہے آقا کی محبت — جو پیر و احمد ہے وہ محبوب خدا ہے

مولا یاصل و سلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

Marfat.com

بشارت ظہور سید المرسلین ﷺ

دم عیسیٰ نے ہر سو دم بھرا ہے عشق احمدؐ کا
کلیم اللہ بھی پڑھتے رہے کلمہ محمدؐ کا
یہ حسرت ہے جلال احمدؐ کے روضے کو اگر دیکھوں
گروں غش کھا کے پہلے ہوش ہو پھر عرض مقصد کا

قرآن مجید سے ہٹ کر اگر ہم سابقہ مقدس کتابوں، صحیفوں اور دوسرے مذاہب کی مقدس کتابوں کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ پیغمبروں کے علاوہ دوسرے مذہبی رہنماؤں نے بھی آپ ﷺ کی آمد کی بشارت دی۔

حضرت موسیٰؑ کی بشارت

ترجمہ: یعنی خدا سینا سے آیا اور شعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ قدسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنی ہاتھ میں ایک آتشی شریعت تھی۔ میں ساری قوموں کو زیر زبر کروں گا اور ساری قوموں کا احمد ﷺ آئے گا۔ (توریت استثنا باب ۲۳۔ آیت ۲)

حضرت سلیمانؑ کی بشارت

ترجمہ: دوست میرا اقدرے گندم گوں ہزاروں میں سزاوار اس کے سر کا نور الماس کی مانند چمکتا ہے، اس کی زلفیں گھونگھر والی سیاہ مثل پر زاغ کے، اس کی آنکھیں مانند کبوتر کے اوپر طشت پانی کے جس کو دودھ سے دھویا گیا ہو جیسے نگینے اپنے خانوں میں جڑے گئے ہوں، اس کے رخساروں پر ریش جیسے خوشبودار بیل چھائی ہوئی ہلالی صفحہ پر خوشبو ملی ہوئی ہے۔ اس کے لب پھول کی پنکھڑیاں جن سے خوشبو اڑتی ہے، اس کے ہاتھ ڈھلے ہونے کے جواہر کے مانند جھلکتے ہیں، اس کے شکم جیسے ہاتھی دانت کی لوح جواہر سے مرصع پنڈلیاں جیسے سنگ مرمر کے ستون سونے کے پایوں پر مستحکم کیئے ہوئے، ان کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح درخشاں، وہ جوان ہیں مانند صنوبر کے وہ نہایت خلیق ہیں۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ وہ

Marfat.com

میرے دوست ہیں۔ وہ میرے محبوب ہیں اے دختران بیت المقدس۔ یعنی مہر نبوت ان کی پشت پر ہوگی اور ان کا نام احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا۔

(توریت یسعیاہ باب ۴۲ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۱ء)

حضرت عیسیٰؑ کی بشارت

ترجمہ: یعنی گمان کرے گا ہر شخص کہ میں سولی دیا گیا ہوں لیکن یہ اہانت اور مسخرا پن باقی رہے گا۔ یہاں تک کہ آئیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس جب وہ آئیں گے دنیا میں خبردار کریں گے اور متنبہ کریں گے اس کو جو کوئی اس غلطی پر ہوگا اور لوگوں کے دلوں سے یہ شبہ دور کر دیں گے۔ (انجیل برناباس بہ زبان عربی مترجمہ پادری سیل صاحب مطبوعہ ۱۸۵۰)

اسی وقت یسوع نے منادی کر دی اور کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک ہے اور آسمان کی بادشاہت سے صاف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور مراد ہے۔

(انجیل متی باب ۴۔ آیت ۱۷)

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

ترجمہ: ''اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب عیسیٰؑ ابن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا پیغمبر آیا ہوں۔ تصدیق کرنے والا توریت کی جو مجھ سے پیشتر سے ہے اور ایک رسول کی بشارت دینے والا جو میرے بعد آنے والے ہیں۔ جن کا نام احمد ﷺ ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ لوگ بولے یہ تو صریح جادو ہے۔''

(سورۂ صف۔ آیت ٦)

زردشتیوں کی کتاب سے ظہور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامات

ترجمہ: جب ایرانی ایسے کام کریں گے عرب سے ایک مرد پیدا ہوگا یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۵۵) جن کے امتیوں کے ذریعہ ایرانی تاج وتخت حکومت و مذہب سب گر جائیں گے۔ (۵٦) اور بڑے بڑے سرکش زبردست لوگ زیردست ہو جائیں گے (۵۷) لوگ دیکھیں گے کہ بت خانہ اور آتش کدہ حضرت ابراہیمؑ کا بنایا ہوا گھر بتوں سے خالی ہو جائے گا اس کی طرف نماز پڑھیں گے۔ (۵۹) پھر لوگ (مسلمان) شہروں اور بڑے بڑے مقامات پر اپنے قبضہ میں کر لیں گے (٦۰) اور ان کا شارع سخنور ہوگا۔ جس کی باتیں پیچیدہ ہوں گی۔ (نامہ شت سداسان نخست آیت ۵۴)

Marfat.com

ہندو دھرم

محققین کا کہنا ہے کہ ہندو دھرم دنیا کے تمام مذاہب میں متفقہ طور پر سب سے پرانا مذہب ہے۔ قرآن مجید میں مومن، یہودی اور نصاریٰ کے ساتھ صابئین کا بھی نام آیا ہے چنانچہ سورۂ البقرہ میں فرمان خداوندی ہے۔

ترجمہ: بیشک جولوگ مومن ہیں اور جو یہودی ہیں اور نصاریٰ ہیں اور صابئین ہیں۔ ان میں سے جو اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لائیں اور نیک عمل کریں تو ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے نہ ان پر کوئی خوف آئے گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (البقرہ۔۶۲)

ہندوؤں کا کہنا ہے کہ اصل میں وہ صابئین ہیں جس کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے۔ مارکنڈیہ، پران اور بھاگوت میں اس بات کا واضح بیان ہے کہ طوفان نوح میں تمام نسل انسانی ختم ہوگئی تھی سوائے سات مشہور عبادت گزار رشیوں کے۔ یہ سات رشی ایک کشتی میں بیٹھ کر عالم گیر تباہی سے بچ گئے۔ اس کشتی کو وشنو (خدا) خود چلا رہا تھا ایک اور عظیم شخصیت جو بچ جانے والوں میں تھی وہ منو کی تھی۔

ہندوؤں کا کہنا ہے کہ وہ حضرت نوحؑ کی امت ہیں اور وید مقدس کتاب ہے جو خدا کا کلام ہے جب کہ رامائن اور مہابھارت انسانوں کی لکھی ہوئی کتابیں ہیں۔

ویدوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ

اے محمد میٹھی زبان والے، قربانیاں دینے والے۔ میں آپ ﷺ کی قربانیوں کو وسیلہ بناتا ہوں۔ (رگ وید ا۔۱۳۔۳)

میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے۔ سب سے زیادہ اولوالعزم اور سب سے زیادہ مشہور، جیسا کہ وہ جنت میں ہر ایک کے پیغمبر تھے۔ (رگ وید ا۔۱۸۔۹)

عظیم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت میں اضافہ کے لیے اور پشان (مہدیؑ) جو کہ عظیم حکمران ہے اس کے لیے ہم نعت بیان کرتے ہیں۔ اے انتہائی کریم خدا ہمیں تمام مصیبتوں سے نجات دے اور دشوار گزار راستوں سے ہمارا رتھ پار کرادے۔ (رگ وید ا۔۱۰۶۔۴)

اتھروید میں لکھا ہے:

Marfat.com

''لوگو! سنو محمد ﷺ کو لوگوں کے درمیان مبعوث کیا جائے گا۔اس مہاجر کو ہم ساٹھ ہزار اور نوے دشمنوں سے اپنی پناہ میں لیں گے۔اس کی سواری اونٹ ہوگی جس کے ساتھ بیس مادہ اونٹنیاں ہوں گی جس کی عظمت آسمانوں کو بھی جھکا دے گی۔اس عظیم رشی کو (۱۰۰) سو دینار، دس مالائیں، تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں عطا کی گئی ہیں۔

مندرجہ بالا تین منتروں کے ترجمے پر پنڈت وید پرکاش اپادھیائے نے اپنی کتاب نراشنس اور انتم رشی میں کئی باب لکھے ہیں جن میں ثابت کیا گیا ہے کہ تمثیلی زبان میں ۱۰۰ دینار سے مراد ۱۰۰ اصحاب صفہ ہیں، دس مالاؤں سے مراد دس عشرہ مبشرہ ہیں، تین سو گھوڑے سے مراد جنگ بدر کے ۳۱۳ مجاہدین اور دس ہزار گائیوں سے مراد دس ہزار اصحاب کا وہ لشکر ہے جو فتح مکّہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔

پوتی راما سنگھ رام مصنفہ بیاس جی و مترجمہ تلسی داس کانڈ ۱۶ اسکنڈ ۲۱۲

وید پران ست مت بھاکوں	تہ پر نہ کچھ بات میں راکھوں
برکھ سس عس سندرم ہوئی	نہ کی بعد نہ پاوے کوئی
عرب دیش بھرکتا سہائی	سو تھل بھوم کت سکھ رائی
سمجھو سمت، توکو، ہوئی	سندرم ویش تستہ کوئی
سمبت بکرم وددوان کا	مہا کوک لسنس چتر پتگا
راج نیت بھو پریت دھکارے	اپن مت سب کو سمجھا دے
چتر سندرم ست چاری	تنکے تبش ہوا دے بہو بہاری
تب لگ سندرم چھچھ کوئی	بنا محمد ﷺ پار نہ ہوئی
تب ہوئے سنگ لنگ اوتارا	مہدی کہے سکل سنسارا
سندرم تمام پھر نہیں ہوئے	تلسی بچن ست مت کوئی

ترجمہ: جو ویدوں اور پرانوں میں لکھا ہے وہ ہی کہوں گا طرف داری اور جانب داری میں کچھ نہ کہوں گا۔

دس ہزار برس تک ولایت ختم ہوگی اس کے بعد پھر کوئی مرتبہ نہ پائے گا (یعنی نبوت ختم ہو جائے گی) ملک عرب میں ایک خوشنما ستارہ ہوگا اچھی شان کی زمین ہوگی اس سے ان ہوئی باتیں (معجزے) ظہور میں آئیں گی۔ ولی اللہ قائم ہوگا۔ سمت بکرماجیت میں سمندروں کی

Marfat.com

تعداد کے برابر صدی میں پیدا ہوگا (سمندر سات ہیں) اس لیے ساتویں صدی بکری میں اندھیری رات میں مثل آفتاب چمکے گا سلطنت خوف دلا کر بہت محبت کرے گا۔ اپنا مذہب سب کو سمجھائے گا۔ خلیفہ اس کے چار ہوں گے ان کی نسل سے بڑا رعب پیدا ہوگا۔ اس دین کے جاری ہونے سے جو کوئی خدا تک پہنچے گا۔ بغیر محمد ﷺ کے پار نہ ہوگا۔ پھر ایک کامل شخص ہوگا تمام دنیا اس کو مہدی کہے گی اس کے بعد پھر ولایت نہ ہوگی۔ (یعنی قیامت ہوگی) تلسی داس سچ کہتا ہے۔

(بحوالہ سیرت الرسول من القرآن)

اللھم صل علی روح محمد فی الارواح وعلی حبیبه فی الاجساد و علی قبره فی القبور۔

پرکاش اپادھیائے کی تحقیق

مشہور ہندو ریسرچ سکالر پنڈت وید پرکاش اپادھیائے اپنی کتاب ''کالکی اوتار'' جس کو ہندو دھرم کی مستند اور مقدس کتاب شمار کیا جاتا ہے میں لکھتے ہیں کہ ہندومت کو ماننے والے جس آخری اوتار کا انتظار کر رہے ہیں وہ چودہ سو سال پہلے اس دنیا میں تشریف لا چکے ہیں۔ فاضل مصنف اپنی اس کتاب میں آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قدیم صحائف میں درج ''کالکی اوتار'' کے والد کا نام ''وشنو بھگت'' بتایا گیا ہے۔ ''وشنو بھگت'' کا مطلب ہے ''بھگوان کا غلام یا اللہ کا بندہ'' اور والدہ کا نام ''سومتی'' بتایا گیا ہے جس کا مطلب ''امن''، ''سکون'' یا ''قرار'' ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد محترم کا نام عبداللہ ہے جس کے معانی ''اللہ کا بندہ'' ہے جب کہ والدہ کا نام ''آمنہ'' ہے جو ''امن'' سے ماخوذ ہے۔ پنڈت وید پرکاش اپادھیائے نے اپنی کتاب ''کالکی اوتار'' کی پیدائش ایک جزیرے پر ہوگی، کھجور اور زیتون ان کی بنیادی خوراک ہوگی اور وہ اپنے علاقے میں سچے اور امین کے طور پر جانے جائیں گے۔ ویدوں کے مطابق آخری اوتار کی پیدائش اپنے عہد کے معزز ترین قبیلے میں ہوگی اور خدا آخری اوتار کو ایک برق رفتار گھوڑے پر آسمانوں کی سیر کرائے گا۔

صلوا علیه وسلم و تسلیما

Marfat.com

عرب قبل از اسلام

سید و سرور و وقار حرم   عظمت کعبہ و دیارِ حرم
حسن تخلیق و باعث تخلیق   نازش دو جہاں ، قرارِ حرم
فقر سرمایہ ، بوریہ بستر   بے زرو سیم ، تاجدارِ حرم

عرب کی زمین صحرا سے گھری ہوئی تھی۔ زمین غیر آباد تھی اس لیے بھی کہ اس خطہ میں نہ تو کوئی دریا تھا اور نہ ہی بارشوں کا کوئی سلسلہ۔ جہاں پانی نہ ہو تو وہ خطہ بے آب و گیاہ ہی ہوگا۔ دوسری طرف صنعت و حرفت بھی نہ تھی۔ ہاں البتہ یمن ایسا علاقہ تھا جہاں بارشوں کی وجہ سے زمین سرسبز تھی۔ صحرا کے ساتھ ساتھ اس خطے کو سنگلاخ پہاڑوں نے گھیر رکھا تھا۔ اس صحرا اور سنگلاخ پہاڑوں میں رہنے والے عرب بدوؤں کا کوئی مستقل ٹھکانہ نہ تھا۔ ان کی سواری اونٹ تھے اور وہ اپنے اونٹوں کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل مکانی کرتے رہتے۔ اونٹوں کے علاوہ ان کے پاس بھیڑ بکریوں کے ریوڑ بھی تھے۔ وہ جہاں کہیں سبزہ یا پانی دیکھتے پڑاؤ کر لیتے۔ عربوں کا ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو تجارت کو اپنا پیشہ بنائے ہوئے تھا ان کی تجارت اونٹوں پر ہوتی۔

تجارتی قافلے ایک جگہ سے دوسری جگہ آتے جاتے رہتے اور سفر کے دوران انہیں جہاں کہیں کھجور کے درخت اور میٹھے پانی کا چشمہ نظر آتا وہ وہاں تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام کرتے۔ خود بھی پانی پیتے اور اپنے جانوروں کو بھی پانی پلاتے۔ پھر ایسا ہوا کہ پانی اور کھجور کے درختوں کی جگہ پر لوگوں نے بت خانے اور عبادت گاہیں بھی بنالیں۔ سوداگر یہاں اترتے، اپنی تجارت کی ترقی کے لیے دعا کرتے اور دوسری حاجتیں طلب کرتے۔

جہاں عرب کے صحرا میں مختلف قبیلے اور خاندان قرابت داری کے بل بوتے پر اپنی زندگی بسر کر رہے تھے تو وہاں دوسری طرف ان کے درمیان لڑائی جھگڑے اور باہمی رنجشیں بھی عروج پر تھیں اور ان کے درمیان یہ رقابت پشت ہا پشت سے چلی آ رہی تھی۔ بدو صحرا میں زندگی گزارنے کے عادی ہو گئے تھے، وہ جہاں اونٹ اور بھیڑ بکریاں چراتے اور ان کا کاروبار کرتے تو ساتھ ہی صحرا سے گزرنے والے قافلوں کو لوٹ لیتے اور یہ لوٹ مار ان کا

Marfat.com

پیشہ بن گیا تھا۔

عرب میں ایک قطعہ ایسا بھی موجود تھا جو سرسبز و شاداب تھا۔ یہ یمن تھا۔ جہاں موسم کے مطابق بارش ہوتی۔ زمین زرخیز تھی۔ لوگ کھیتی باڑی کرتے اور وہاں پھلوں کے باغ بھی تھے۔ یمن کے لوگ پتھروں سے بنے ہوئے عالیشان مکانوں میں رہتے اور ان کی عبادت گاہیں بھی بڑی بڑی اور پتھروں سے بنی ہوئی تھیں۔ یمن میں بسنے والا قبیلہ حمیر کے نام سے جانا جاتا تھا۔ یہ علوم وفنون سے بہرہ مند تھا۔ اس قبیلہ نے اپنی دانائی اور ذہانت سے بارش کے پانی کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے ایک بند تعمیر کیا جو سد مآرب کے نام سے مشہور تھا۔ وہ اس ذخیرہ شدہ پانی کو خود پینے کا علاوہ اپنے مویشیوں کو بھی پلاتے۔ اور ساتھ ہی اس پانی سے کھیتوں اور باغوں کی آبپاشی کرتے۔ سد مآرب کا بند دار الحکومت کے اندر تھا جب کہ اس کے علاوہ بھی انہوں نے چھوٹے چھوٹے بند بنا رکھے تھے جو ان کی ضرورتوں کو پورا کرتے۔

یمن میں بسنے والوں کو سبا کے نام سے پکارا جاتا۔ ان دنوں یمن پر ملکہ سبا (ملکہ بلقیس) حکمران تھی جس کا ذکر قرآن مجید کی سورہ سبا میں کیا گیا ہے۔ یمن کئی پشتوں سے شاہان حمیر کے زیر نگیں تھا۔ جو بت پرست تھے۔ یمن کی شادابی اور سرسبزی دیکھ کر یہودی بھی وہاں آباد ہو گئے اور اپنے دین کی تبلیغ شروع کر دی۔ جب کہ دوسری طرف روم سے ایک خدا پرست راہب یمن کے قصبہ نجران میں آکر آباد ہو گیا جس کی تبلیغ سے لوگ یہودیت سے منہ موڑ کر عیسائیت کی طرف راغب ہو گئے۔ تاریخ کی کتابوں میں اس واقعہ کو بہت اہمیت حاصل ہے کہ یہودی بادشاہ ذونواس خود نجران آیا اور لوگوں کو دوبارہ یہودی مذہب اختیار کرنے پر زور دیا۔ جن لوگوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کیا انہیں ایک خندق میں جلتی ہوئی آگ میں ڈال کر زندہ جلا دیا۔ کہتے ہیں کہ بیس ہزار نفوس اس آگ میں جل کر مر گئے بعد میں قیصر روم کے حکم سے نجاشی (بادشاہ حبشہ) نے یمن پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ آخر کار آہستہ آہستہ یمن کی تباہی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ سد مآرب تباہ ہو گیا اور یمن کے لوگ ہجرت کر کے عرب کے دوسرے علاقوں میں آباد ہو گئے۔

جن دنوں یمن تباہی کے دہانے پر پہنچا، ان دنوں ایران و روم کا ہر جگہ غلبہ تھا اور یہ دونوں حکومتیں اپنے عروج پر تھیں اور ساتھ ہی عرب میں اپنے مذہبی عقائد پھیلانے میں کوشاں ہو گئیں۔ مسیحی مبلغوں نے عرب میں عیسائیت پھیلانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر انہیں خاطر خواہ

Marfat.com

کامیابی حاصل نہ ہو سکی اور عرب کے یہ خانہ بدوش بدستور بتوں کی پوجا کرتے رہے۔ جب کہ دوسری طرف یہودی عرب کے کئی علاقوں میں آباد ہو گئے تھے۔ یمن اور یثرب میں تو ان کی کئی نوآبادیاں تھیں جب کہ ایران کے باشندے عیسائیوں کی بجائے عربوں کے ساتھ مل کر بت پرستی کو ترجیح دیتے تھے۔ یمن نے بت تراشی میں اہم کردار ادا کیا۔ یمن کے تراشے ہوئے مجسمے کاری گری کا حیرت انگیز نمونہ تھے۔ یہ لوگ بت تراش کر عرب کے مختلف علاقوں میں پہنچاتے۔ حتیٰ کہ یہ بت خانہ کعبہ کے اندر بھی رکھ دیے گئے تھے جن کی عرب پوجا کرتے۔

حیرت اس بات کی ہے کہ عرب کے باشندوں کو نہ تو یمن کی ترقی سے کوئی دلچسپی تھی اور نہ ہی وہاں کی بلند بالا پتھروں سے بنائی گئی عمارتوں سے مرعوب ہوتے اور نہ ہی انہیں وہاں کی عبادت گاہوں میں کوئی کشش نظر آتی۔ انہیں اگر کسی سے دلچسپی تھی تو وہ مکہ تھا یا پھر حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کا بنایا ہوا وہ کوٹھا تھا جسے کعبہ کہتے تھے۔ ان کی آنکھیں اس کی زیارت کے لیے ترستی رہتیں اور لوگ دور دراز سے کعبہ کی زیارت کے لیے مکہ پہنچتے۔

پیغمبروں کی تعداد

قرآن مجید میں پچیس (۲۵) پیغمبروں کے اسماء مبارک آئے ہیں جن کا ذکر پارہ ۶ سورۃ النساء آیت ۱۶۳ تا ۱۶۴ میں موجود ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی مشہور حدیث جو تفسیر ابن مردویہ میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ آپؓ نے پوچھا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کتنے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار، میں نے پوچھا! ان میں سے رسولؑ کتنے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تین سو تیرہ (۳۱۳) بہت بڑی جماعت۔ میں نے پھر دریافت کیا۔ سب سے پہلے کون سے رسول ہیں۔ فرمایا! آدمؑ۔ میں نے عرض کیا وہ بھی رسول تھے فرمایا! ہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ہاتھ سے پیدا کیا پھر ان میں اپنی روح پھونکی، پھر درست اور ٹھیک ٹھاک کیا، پھر فرمایا! اے ابوذر! چار سریانی ہیں جن کے نام آدمؑ، شیثؑ، نوحؑ اور اخنوخ بن یرد بن مہلیل جن کا مشہور نام ادریسؑ ہے جو کثرت تدریس و درس کے باعث ادریسؑ کے نام سے مشہور ہوئے۔ انہوں نے پہلے قلم سے خط لکھا۔ چار عربی ہیں۔ ہودؑ، صالحؑ، شعیبؑ اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اے ابوذرؓ! بنو اسرائیل کے پہلے نبی حضرت موسیٰؑ ہیں اور آخری حضرت عیسیٰؑ۔ تمام نبیوں میں سب سے پہلے نبی حضرت آدمؑ ہیں اور سب سے آخری نبی تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

Marfat.com

الہامی کتابیں

ایک دوسری حدیث میں سوال کیا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ تعالیٰ نے کتابیں کس قدر نازل فرمائی ہیں۔ فرمایا! ایک سو چار، حضرت شیثؑ پر پچاس (۵۰) صحیفے، حضرت خنوخ (حضرت ادریسؑ) پر تیس (۳۰) صحیفے، حضرت ابراہیمؑ پر دس (۱۰) صحیفے اور حضرت موسیٰؑ پر تورات سے پہلے دس صحیفے اور تورات، انجیل، زبور اور قرآن مجید۔

پیغمبروں کے تین طبقے

تمام مفسرین اور مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ پیغمبروں کے تین طبقے ہیں۔ طبقہ اول حضرت آدمؑ سے حضرت نوحؑ تک، طبقہ دوم حضرت نوحؑ سے حضرت موسیٰؑ تک، طبقہ سوم حضرت موسیٰؑ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک۔ حلال وحرام کی بابت طبقہ اول کی کوئی شریعت نہ تھی۔ صرف کچھ ورد وظائف اور آداب تھے۔ دوسرے طبقہ سے حلال وحرام اور عبادات کے لیے شریعت مقرر ہوئی۔ جیسا کہ سورہ شوریٰ آیت ۴۲ میں فرمان خداوندی ہے۔ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَاوَصّٰى بِهٖ نُوْحًا الآية اور جیسا کہ شفاعت کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے صاحب شریعت نبی حضرت نوحؑ ہوئے۔ حضرت نوحؑ سے حضرت موسیٰؑ تک کے انبیاء کو مخالفوں سے جہاد کا حکم نہ تھا بلکہ مخالف خدا کی طرف سے ایک عام عذاب کے ذریعہ ہلاک ہو جاتے تھے جب ان کی سرکشی حد کو پہنچ جاتی تھی۔ پھر فرعون کی ہلاکت کے تین ماہ بعد جب بنی اسرائیل ملک شام کی طرف سفر کرتے ہوئے۔ بیابان سینا میں پہنچے تو کوہ سینا میں حضرت موسیٰؑ پر توریت نازل ہوئی اور جہاد کا حکم نازل ہوا اور وہ عام عذاب کا طریقہ بند ہو گیا اور حضرت موسیٰؑ اور آپؑ کے بعد بنی اسرائیل (یہودیوں) کے تمام پیغمبر کفار سے جہاد کرتے رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک جہاد کا حکم قائم رہا اور قیامت تک قائم رہے گا تو گویا حضرت موسیٰؑ سے تیسرا طبقہ شروع ہوا چنانچہ سورۂ قصص (۲۸) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِ مَا اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى۔

ترجمہ: ”موسیٰ کو ہم نے اس وقت توریت دی جب قدیم قوموں کو ہم نے عام عذابوں سے ہلاک کر دیا تھا۔“

Marfat.com

پیغمبروں کی قومیں جو عذاب الٰہی سے ہلاک ہوگئیں

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت نوحؑ تک کا عرصہ سولہ سو بیالیس (۱۶۴۲) برس پر محیط ہے اس عرصہ میں جو دس پشتیں پیدا ہوئیں یہ سب لوگ نیک، خدا پرست اور شرک سے پاک تھے۔ جس کی تصدیق تفاسیر، قرآن مجید، احادیث اور دوسری مقدس کتابوں سے ہوتی ہے۔ مگر حضرت نوحؑ کی پیدائش کے بعد لوگ اپنے مرنے والے بزرگوں کے بت بنا کر پوجنے لگے اور خدا سے دُعا مانگنے میں ان کو سفارش کرنے والے قرار دینے لگے بلکہ ان مرے ہوئے بزرگوں کی ایسی عزت کرنے لگے جس طرح خدا کی کرتے تھے حتیٰ کہ ان سے مدد طلب کرنے لگے جس کے نتیجہ میں زنا کاری بڑھ گئی۔ زمین پر انسان کی بدی بڑھ گئی اور حالات وخیالات دن بدن دگرگوں ہوتے گئے۔ حضرت نوحؑ اپنی قوم کو برائی سے روکنے اور سیدھی راہ پر چلنے کی تبلیغ کرتے رہے مگر ان کی قوم نے انؑ کی دعوت حق کو ہر طرح سے رد کر دیا۔ جس پر حضرت نوحؑ نے بارگاہ رب العزت میں دُعا کی۔

طوفان نوحؑ

حضرت نوحؑ کی دُعا قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو حکم دیا کہ ایک کشتی تیار کرو۔ جب کشتی تیار ہوگئی تو زمین کی تہہ سے پانی کا چشمہ ابلنا شروع ہوا، ساتھ ہی آسمان سے بھی پانی برسنے لگا۔ حضرت نوحؑ کو حکم ہوا کہ وہ اپنے خاندان کے لوگ اور تمام جانداروں میں سے ہر ایک کا ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کرلیں۔ ساتھ ہی ان لوگوں کو بھی سوار کرلیں جو تم پر ایمان لائے ہیں۔ روایت ہے کی ایمان لانے والوں کی تعداد بہت کم تھی جو چالیس سے زیادہ نہ تھی۔ پانی اس قدر زیادہ تھا کہ زمین پر بسنے والے تمام انسان اور جاندار غرق ہوگئے۔ حضرت نوحؑ کا بیٹا کنعان بھی غرق طوفان ہوگیا سات ماہ بعد کشتی جودی پہاڑی پر جا کر ٹک گئی۔ رب العزت نے کشتی میں سوار لوگوں کو اپنی زمین پر بسایا اور حضرت نوحؑ آدم ثانی کے لقب سے موسوم ہوئے۔

Marfat.com

حضرت ہودؑ

حضرت نوحؑ کے بعد ان کے پڑپوتے عاد بن ارم کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوئی جو بڑی طاقت ور اور شہ زور تھی۔ تاریخ میں اس قوم کو عاد اولیٰ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت نوحؑ سے لے کر اس قوم عاد تک خالص دین قائم رہا۔ مگر عروج حاصل ہونے کے بعد اس قوم میں بگاڑ پیدا ہونے لگا۔ یہ قوم اپنے نیک اور بزرگ لوگوں کے مرنے کے بعد ان کے مجسمے بطور یادگار تیار کرنے لگی اور ان مجسموں کے وسیلہ سے خدا پر اپنی مرادیں مانگنے لگی۔ اور ساتھ ہی اپنے بزرگوں اور بادشاہوں کی قبروں پر بڑی عالیشان مقبرے بنا کر ان کو روحانی طاقتوں کا منبہ قرار دیتے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے بطور سفارشی پیش کر کے دعا کرنے لگے۔ جب ان میں یہ مشرکانہ عادتیں جڑ پکڑ گئیں تو حضرت ہودؑ ان ہی میں سے ان کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے۔ قرآن مجید سورۂ شعراء میں حکم خداوندی ہے کہ حضرت ہودؑ نے ان سے فرمایا ترجمہ: کیا تم لوگ ہر اونچے عبث اور محض بے فائدہ عالیشان عمارتیں بناتے ہو تا کہ تم ان میں ہمیشہ کے لیے رہو۔ اور کیا جب تم کسی پر غضب ناک ہو کر حملہ کرتے ہو تو نہایت جابرانہ و ظالمانہ اندازے کرتے ہو؟ دیکھنا تم میری اطاعت کرو اور خدا سے ڈرو جس نے تم کو اس چیز سے جس کو تم جانتے ہو مدد دی ہے یعنی تم کو مال اور اولاد سے مدد دی ہے اور باغوں اور چشموں کے ذریعے تم کو مدد دی ہے۔

مگر قوم عاد نے حضرت ہودؑ کو جھٹلایا اور کہا کہ تو ہمارے قدیم دین کو بگاڑنے والا منحوس قابل لعنت آدمی ہے۔ حضرت ہودؑ نے کہا کہ قدیم دین یہ نہیں ہے تم ذرا تحقیق کر کے دیکھو بلکہ یہ تمہاری باتیں دین سے خارج نو ایجاد ہیں۔ تمہارے بڑے جو دولت کے نشہ میں تھے ایسی ایسی فضول باتوں کے راستے جاری کر گئے ہیں۔

قوم عاد کی بربادی

حضرت ہودؑ پچاس برس تک وعظ کرتے رہے اور وہ قوم یہی کہتی رہی کہ تم جھوٹے ہو۔ حضرت ہودؑ نے جب ان کے کفر کو حد سے متجاوز ہوتے دیکھا تو مجبوراً بددعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی۔ تین برس تک بارش نہ ہوئی۔ سارے چشمے خشک ہو گئے۔ بھیڑ بکریاں اور چوپائے مر گئے اور قحط نے سب کا حال پتلا کر دیا۔ غرضیکہ سات روز مسلسل طوفان سے قوم عاد ہلاک ہو گئی اور قوم ثمود نے ان کی جگہ لی جس کو عاد سے بھی زیادہ عروج و ترقی نصیب ہوئی جس کو عاد ثانی بھی کہتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت صالحؑ

اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی بربادی کے بعد قوم ثمود کو وارث بنادیا اور ان کی سلطنت قائم کر دی ان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالحؑ کو بھیج دیا، مگر یہ قوم بھی قوم نوحؑ اور قوم عاد کی طرح خدا کی نافرمانی کرنے لگی اور اپنے مرنے والے بزرگوں کے بت بنا کر خدا کے علاوہ ان کی بھی پوجا کرنے لگی۔ حضرت صالحؑ نے جب اپنی قوم کو ان برائیوں سے روکا تو انہیں پاگل کہنے لگے۔ قوم ثمود کا کہنا تھا کہ جن کاموں سے تو ہمیں روکتا ہے یہ تو ہمارے باپ دادا سے ہوتے آئے ہیں۔ ان کاموں کے کرنے سے وہ خوشحال زندگی بسر کرتے تھے۔ تیری وجہ سے ہم مسلسل قحط و پریشانی میں پڑ گئے ہیں۔ اگر تو سچا ہے اور تیری تبلیغ میں صداقت ہے تو ہمیں کوئی معجزہ دکھا کر اس پہاڑی پر جو بڑا پتھر ہے اس میں سے اونٹنی نکلے اور اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی ہو۔

حضرت صالحؑ کی دعا سے پتھر سے مع بچہ کے جب اونٹنی نکلی تو آپؑ پر ایمان لانے کی بجائے جادوگر کہنے لگے۔ اونٹنی جب ان کے چشمہ و تالاب کا سارا پانی پی گئی تو وہ خوف زدہ ہو گئے۔ پانی کی پہلے ہی قلت تھی جس کی وجہ سے قحط سالی پیدا ہو گئی تھی۔ اونٹنی کے بار بار پانی پینے سے ان کے جانور پیاس سے مرنے لگے۔ آخر کار انہوں نے حضرت صالحؑ سے شکایت کی۔ آپؑ نے فرمایا کہ ایک روز یہ اونٹنی پانی پیا کرے اور ایک روز تمہارے مویشی اور اس امر کا خیال رہے کہ اس اونٹنی کو جان سے نہ مارنا۔ اگر تم نے اس کو مار دیا تو پھر تمہاری خیر نہیں۔

قوم ثمود کی بربادی

حضرت صالحؑ کے فرمان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے قوم کے مشورہ سے انہوں نے سات آدمی جن کا سردار ایک گربہ چشم تھا اونٹنی کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ اونٹنی جب پانی پینے آئی تو گربہ چشم شخص نے آگے بڑھ کر اونٹنی کو تلوار سے قتل کر دیا۔ حضرت صالحؑ کو جب خبر ہوئی تو فرمایا کہ تین روز سلامت رہ کر چوتھے روز تم سب ہلاک ہو جاؤ گے۔ پس چوتھے روز زلزلہ آیا جس کی وجہ سے وہ سب ہلال ہو گئے۔ روایت ہے کہ قوم ثمود کی بربادی کے بعد حضرت صالحؑ مکہ تشریف لے گئے اور وہیں آپ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت لوطؑ اور ان کی قوم کی بربادی

قرآن مجید کی سورۂ ہود اور سورۂ قصص میں حضرت لوطؑ اور ان کی قوم کا ذکر ملتا ہے۔ ان

Marfat.com

کی قوم عورتوں کے بجائے خوبصورت لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرتی تھی۔ حضرت لوطؑ نے اس مذموم عادت سے ان کو روکنے کے لیے بے حد کوشش کی مگروہ باز نہ آئے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

ترجمہ: لوطؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم بیہودہ کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا۔ کیا تم مردوں کے پاس (بطریق شہوت) جاتے ہو۔ مگر قوم نے نہ مانا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کے طرف سے ان پر عذاب نازل ہوا اور ان کی بستیوں کو الٹ دیا گیا۔

حضرت شعیبؑ کی قوم کی بربادی

حضرت شعیبؑ اہل مدین، اصحاب ایکہ اور اہل مدین کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ حضرت شعیبؑ حاضر جواب فصیح و بلیغ تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے کہ یہ نبیوں کے خطیب ہیں۔ حضرت شعیبؑ کی قوم درختوں، پتوں اور اہل قبور کی ارواح پاک و ناپاک کو پوجا کرتے تھے اور اس کے ساتھ ہی خدا کو بھی مانتے تھے مگر ان چیزوں کی سفارش کو اپنے آگے رکھتے تھے۔ اہم مدین اور اصحاب ایکہ بدنیتی کی طرف بھی زیادہ مائل تھے۔ وہ دو قسم کے ترازو رکھتے تھے ایک لینے کے لیے اور ایک دینے کے لیے۔ حضرت شعیبؑ نے ان برائیوں سے روکنے کے لیے حتی المقدور کوشش کی اور انہیں قوم صالحؑ، قوم نوحؑ اور قوم عاد کی ہلاکت کی مثالیں دیں مگر وہ ان برائیوں سے باز نہ آئے۔ جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔ ایک تاریک ابر جس سے ان پر آگ برسی اور زمین کی طرف سے زلزلہ آیا اور سوائے حضرت شعیبؑ اور ان لوگوں کے جو ان پر ایمان لائے تھے۔ ہر ایک ذی روح ہلاک ہو گیا۔

Marfat.com

نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

نبی خود نور اور قرآن ملا نُور
نہ ہو کیوں مل کے پھر پھر نور علیٰ نُور

اوّل مَا خَلَقَ اللہُ نُوْرِیْ

محمد کا نور اسی اللہ تعالیٰ کے نور سے ہے اور پھر تمام اشیاء کا وجود نور محمدی سے ہوا۔

حدیث قدسی ہے۔ میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا جب میں نے چاہا کہ جانا جاؤں تو میں نے خلق کو پیدا کیا تا کہ پہچانا جاؤں۔

ایک دوسری حدیث مبارکہ ہے میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ جب میں نے ظاہر ہونے کا ارادہ کیا تو خلقت کو پیدا کیا۔ خلقت سے مراد مرد کامل ہی ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے کیونکہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پیدا کیا گیا۔

(حوالہ مقالات حکمت۔صوفی برکت علی)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اول ما خلق اللّٰہ و نوری والخلق کلھم من نوری۔

"یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو وجود بخشا اور میرے ہی نور سے تمام موجودات کی تخلیق ہوئی۔" فرمان باری تعالیٰ ہے:

لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الرَّبُوبِیَّۃَ:

"اے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو ہم کچھ پیدا ہی نہ کرتے۔"

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام تخلیق کی بنیاد ہے۔ تمام انسان، جن، فرشتے، عرش وفرش، لوح وقلم سب کی تخلیق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ کے نور کا ظہور ہے اور رب العالمین کی رحمانیت اور رحیمیت کا پرتو۔

حدیث مبارکہ ہے:

"کنت نبیا و آدم بین الماء والطین"

"میں اس وقت نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی یعنی علم اور جسم کے درمیان تھے۔"

Marfat.com

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے بارگاہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بتلایئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس شے کو پیدا کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے نور سے (یعنی اپنے نور کے فیض سے) تمہارے نبی کے نور کو پیدا کیا، پھر تمام کائنات کا وجود ہوا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتہ اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے اور ایک حصہ سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیرے سے عرش، آگے طویل حدیث ہے۔

حضرت کعب احبار سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کرنا چاہا تو جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ سفید مٹی لاؤ۔ پس جبرئیلؑ بہشت کے فرشتوں کے ساتھ زمین پر اترے اور حضرت ﷺ کی قبر شریف کی جگہ سے مٹھی بھر خاک سفید چمکتی دمکتی اٹھا لائے۔ پھر وہ مشت خاک سفید بہشت کے چشمہ تسنیم کے پانی سے گوندھی گئی یہاں تک کہ سفید موتی کی مانند ہوگئی جس کی بڑی شعاع تھی۔ بعدازاں فرشتے اسے لے کر عرش وکرسی کے گرد اور آسمان اور زمین میں پھرے یہاں تک کہ تمام فرشتوں نے آپ ﷺ (روح انور و مادہ اطہر) کو آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے پہچان لیا۔

(بحوالہ سیرت رسول عربی۔ پروفیسر علامہ نور بخش توکلی)

نورِ مصطفیٰ ﷺ حضرت عبدالمطلب میں یہی نورِ مصطفیٰ تھا حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت حوا اور پھر دوسرے پیغمبروں میں منتقل ہوا، حتیٰ کہ یہ نور حضور علیہ السلام کے دادا عبدالمطلب سے آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ تک پہنچا۔ سیرت نگاروں کے مطابق حضرت عبدالمطلب کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ جب مکہ میں خشک سالی اور قحط پڑتا تھا تو قریش مکہ حضرت عبدالمطلب کے پاس جا کر بارش کے لیے دعا کی درخواست کرتے۔ حضرت عبدالمطلب دعا کرتے اور اللہ تعالیٰ بابرکت نور مصطفیٰ بارش نازل کرتے۔

روایت ہے کہ جب ابرہہ بادشاہ اصحاب فیل کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے چڑھ آیا اور

Marfat.com

حضرت عبدالمطلب کے اونٹ ابرہہ کے لشکر کے لوگ پکڑ کر لے گئے تو حضرت عبدالمطلب اونٹوں کو واپس لینے کے لیے ابرہہ کے پاس گئے۔ ابرہہ ان کو دیکھتے ہی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے برابر بٹھایا اور اونٹ واپس کر دیئے یہ عظمت اس نور کی تھی جو آپ کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ یہ اس نور مصطفیٰ کا اعجاز تھا کہ بادشاہ اور دوسرے لوگ آپ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

روایت میں یہ بھی ہے کہ ابرہہ نے حضرت عبدالمطلب سے یہ سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ کعبہ کو بچانے کے بجائے اپنے اونٹوں کی واپسی کے لیے کہہ رہے ہیں۔ اس پر حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا کہ میری ملکیت اونٹ ہیں، لہٰذا میں ان کی بازیابی کے لیے کہہ رہا ہوں جہاں تک کعبہ کا تعلق ہے تو اس کا مالک خود اس کی حفاظت کرے گا۔

حضرت عبداللہ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امین

حضرت عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے جن میں حضرت عبداللہ سب سے چھوٹے اور چہیتے تھے۔ حضرت عبدالمطلب نے چاہ زم زم کی بازیابی کے وقت نذر مانگی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں دس بیٹے دے اور وہ جوانی کی منزل کو پہنچیں تو وہ ایک بیٹے کو راہِ الٰہی میں قربان کریں گے۔ خیال رہے کہ اس وقت ان کا صرف ایک ہی بیٹا حارث تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالمطلب کی دعا قبول کی اور ان کے دس بیٹے ہوئے۔ جب بیٹے کی قربانی کا خیال آیا تو قرعہ اندازی میں حضرت عبداللہ کا نام نکلا، مگر قریش مکہ نے عبدالمطلب کو ایسا کرنے سے منع کیا۔ آخر کار حضرت عبداللہ کے بجائے سو اونٹ بطور فدیہ ذبح کیے گئے۔

جناب عبداللہ مکہ کے حسین ترین نوجوان تھے۔ مکہ کی سینکڑوں جوان اور حسین عورتیں ان پر جان دیتی تھیں۔ ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ جناب عبداللہ ان سے شادی کر لیں، لیکن قدرت کاملہ کو تو کچھ اور ہی منظور تھا۔ جناب عبداللہ کے جمال بے محابا کا اصل راز یہ تھا کہ آپ نور کے حامل تھے۔ نورِ مصطفےٰ کے امین تھے۔ اسی نور کے جھلکنے کی بنا پر آپ کا چہرہ غیر معمولی طور پر تاباں و درخشاں تھا۔ سیرت نگاروں کا کہنا ہے کہ آپ کے روئے انور پر نور محمدی یوں جھلکتا تھا جیسے چمکتا ہوا تارا۔

جناب عبداللہ کی سیدہ آمنہ سے شادی

حضرت عبدالمطلب سو اونٹوں کو بطور فدیہ ذبح کرنے کے لیے پر خوش تھے۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ جناب عبداللہ کی شادی کر دی جائے۔ اپنے خیال کو عملی جامہ

Marfat.com

پہنانے کی غرض سے وہ اپنے گھر جانے کے بجائے وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے گھر چلے گئے اور ان کی بیٹی سیدہ آمنہ کو جناب عبداللہ کے لیے طلب کیا۔ تمام معاملات طے پا گئے اور نکاح کے ساتھ ہی رخصتی بھی ہوگئی۔

سیدہ آمنہ بنوزہرہ کی حسین ترین خواتین میں سے تھیں۔ فہم وخرد، جاہ وجلال، حسن وجمال میں اس قبیلہ میں ان کا ثانی نہ تھا۔ اسی طرح خاندانی اعتبار سے بھی انہیں قدر ومنزلت حاصل تھی۔ رات کو جب سیدہ آمنہ اور جناب عبداللہ خلوت گزیں ہوئے تو نور محمدی پیشانی عبداللہ سے رحم آمنہ میں منتقل ہوگیا۔ روایت ہے کہ یہ جمعہ کی رات تھی۔

نور محمدی اور ورقہ بن نوفل

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا کہ جناب عبداللہ مکہ کے حسین ترین نوجوان تھے اور نور محمدی آپ کے روئے انور پر چمکتا تھا۔ مکہ کی عورتوں کی خواہش تھی کہ جناب عبداللہ ان سے شادی کر لیں۔ ان عورتوں میں ورقہ بن نوفل کی بہن بھی شامل تھی۔ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق اس خاتون نے اپنے بھائی ورقہ بن نوفل کی زبانی سنا تھا کہ پیغمبر آخر الزماں ﷺ عنقریب متولد ہونے والے ہیں اور یہ سعادت بنو ہاشم کو نصیب ہوگی۔ جب ورقہ کی بہن نے جناب عبداللہ کے چہرہ پر نظر ڈالی تو وہ نور چمکتا دمکتا نظر آیا تو اس کو ورقہ کی بات یاد آئی اور فوراً ذہن میں یہ خیال آیا کہ یہی وہ نور ہے جس کا تذکرہ ورقہ نے کیا تھا۔ اس لیے سبقت کر کے اس کے حصول کے لیے کوشش کی اور جناب عبداللہ سے رجوع کیا لیکن انہوں نے اس وقت قبول نہ کیا تھا اور جب دوسرے دن آئے تو اس خاتون نے کوئی توجہ نہ دی۔ جناب عبداللہ نے جب اس عدم توجہی کی شکایت کی تو اس نے کہا ”عبداللہ سن! میں نہ تمہاری طلب گار تھی نہ فسق وفجور گوارا ہے۔ مجھے تو اس نور کی تمنا تھی جو کل تمہارے چہرہ پر چمکتا تھا۔

عربی زبان کے مشہور محقق ڈاکٹر احمد التاجی کی تحقیق کے مطابق اس خاتون کا نام فاطمہ بنت مر تھا۔ وہ ایک بہت بڑی کاہنہ تھی۔ اس واقعہ کا ذکر حضرت عبداللہ نے سیدہ آمنہ کے کہنے پر بیان کیا تھا۔ گویا فاطمہ بنت مر حضرت عبداللہ کے ساتھ شادی کر کے پیشانی کا نور چھیننا چاہتی تھی جب کہ حضرت عبداللہ نے اس سے شادی کرنے سے انکار کر دیا اور بالآخر آپ کی شادی سیدہ آمنہ سے طے پائی اس طرح نور محمدی حضرت عبداللہ سے سیدہ آمنہ تک پہنچا۔

Marfat.com

نورمحمدی کا ظہور

نوری محمدی جو پہلے مخفی تھا اب ظاہر ہونے والا تھا تا کہ دنیا کو ظلمت، بے راہ روی، جاہلیت، بت پرستی اور بے انصافی سے نجات مل سکے اور یہ کہ انسانی قدروں کو پامالی سے بچایا جا سکے۔ دین اسلام کو فروغ حاصل ہو۔ دنیا میں بھائی چارے کی فضا پیدا ہو۔ کالے، گورے، عجمی، عربی کی تفریق ختم ہو جائے۔ ایک خدا کو ماننے والے دین اسلام کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ کر اپنے سچے دین کی تبلیغ کر سکیں۔ مساوات اور حق پرستی کا پیغام پوری دنیا میں پھیلائیں۔

یہی وہ نور محمدی تھا جس کی اطاعت انبیاء نے کی تھی اور اپنے رب سے وعدہ کیا تھا کہ جب بھی آپ ﷺ کا ظہور ہو گا وہ نہ صرف اس کی حمایت کریں گے بلکہ آپ ﷺ کے لیے آسانیاں بھی پیدا کریں گے اور یہ کہ مدد کریں گے۔ نور محمدی ہی تخلیق کائنات کا موجب بنا۔ حضرت آدمؑ سے لے کر جناب عبداللہ تک ایک طویل سفر۔ رب العزت کی مصلحتوں کا محور۔ حضرت آدمؑ کی معافی کا وسیلہ بنا۔ حضرت نوحؑ کی کشتی کو جودی پہاڑ پر بخیریت پہنچانے والا اور حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں جلنے سے بچانے والا۔ آخر کار اس نور محمدی کے ظہور کا وقت آ گیا تھا اور یہ نور محمدی تھا جو سید المرسلین، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین اور شفیع المذنبین بن کر سیدہ آمنہ کے رحم مبارک میں قرار پایا۔

رب العزت کی حکمتوں کو کون جا سکتا ہے۔ صرف وہی جانتا ہے کہ نور محمدی کا ظہور کب ہوا۔ اس کی وجہ تسمیہ کیا تھی۔ اور یہ کہ حضرت آدمؑ کے وجود میں آنے سے پہلے نور محمدی موجود تھا۔ اس طرح حضرت آدمؑ کے وجود میں آنے سے لے کر نور محمدی تک کا سفر کروڑوں سال پر محیط ہے۔ اس مدت کا اندازہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا کہ اے جبرئیلؑ تمہاری عمر کتنی ہے۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا حضور ﷺ مجھے خبر نہیں۔ اتنا جانتا ہوں۔ چوتھے حجاب میں ایک ستارہ ستر ہزار برس کے بعد چمکا کرتا تھا، میں نے اسے ستر ہزار بار چمکتے دیکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن کر فرمایا۔ وَعِزَّةِ رَبِّي اَنَا ذَالِكَ لكوكب۔ مجھے میرے رب کی قسم میں وہی تارا ہوں۔

(تفسیر روح البیان جلد اول مقالات حکمت)

حدیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ باری تعالیٰ کے حکم سے ہی ہر شے

Marfat.com

کو نور محمدی سے وجود میں لایا جا رہا تھا۔ لوح و قلم، عرش و کرسی ان کے حامل ملائکہ اور جملہ ملائکہ کی تخلیق اس نور سے کی جا رہی تھی۔ یعنی یہ تمام تر اس نور محمدی کی صفات کا جزوی ظہور تھے۔ پھر اس نور سے کائنات کی ہر شے یہاں تک کہ جن و انس سب نے آپ ﷺ ہی کے نور وجود سے وجود بخشی پائی۔ مقصد یہ تھا کہ وہ تمام تر وجود پانے والی اشیاء آپ ﷺ کے مبارک نور کی بدولت اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی رہیں۔ اور یہ کہ مقصودِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو اپنا فرض عین سمجھیں اور ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبیب کی رفعت شان ان پر نمایاں رہے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

صلی اللہ علی النبی الامی الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ وسلم

Marfat.com

دوران حمل معجزات کا ظہور

محمد بن اسحٰق لکھتے ہیں کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں۔ جب سید المرسلین ﷺ میرے حمل میں آئے اس وقت میں نے ایک آواز سنی، کہنے والا کہتا تھا ''اے آمنہ! تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے حمل میں کون سی شخصیت ہے؟ یہ پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جب وضع حمل ہو اس وقت یہ دعا کرنا ''اُعِیْذُ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ'' میں اس کو خدائے واحد کی پناہ میں دیتی ہوں ہر حاسد کے شر سے۔ اس کے بعد اس ہاتف غیبی نے کہا تھا کہ اس مولود کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھنا، سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ دوران حمل میں نے دیکھا کہ ایک نور میرے جسم سے نکلا جو سارے عالم کو محیط ہو گیا۔ اس کے بعد ایک اور نور کی روشنی میں ملک شام کے شہر بصریٰ مکہ سے نظر آنے لگا۔

ولادت باسعادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول کی مبارک گھڑی تھی جب یہ نور مجسم تشریف لائے۔ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ دوران حمل مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور یہ کہ جب آپ ﷺ میرے بطن سے جدا ہوئے تو آپ ﷺ کے ساتھ ایک نور نکلا جس کے سبب مشرق و مغرب کے درمیان سب روشن ہو گیا، پھر آپ ﷺ زمین پر آئے اور دونوں ہاتھوں پر سہارا دیئے ہوئے تھے، پھر آپ ﷺ نے خاک کی ایک مٹھی بھری اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھا۔

سیرت نگاروں کے مطابق یہ وہی سال تھا جب ابرہہ کے لشکر نے خانہ کعبہ کو تاراج کرنے کے لیے مکہ پر چڑھائی کی تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ فرمایا۔ یہ آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے رونما ہونے والے معجزوں میں سے ایک اہم معجزہ ہے۔

عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ ام عثمان ثقفیہ سے جن کا نام فاطمہ بنت عبداللہ ہے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جب آپ کی ولادت شریفہ کا وقت آیا تو آپ کے تولد کے وقت میں نے خانہ کعبہ کو دیکھا کہ نور سے معمور ہو گیا اور ستاروں کو دیکھا کہ زمین سے اس قدر نزدیک آ گئے کہ مجھ کو گمان ہوا کہ مجھ پر گر پڑیں گے۔

Marfat.com

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ جس شب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی میں نے دیکھا کہ آسمان کے ستارے بارش کی طرح مجھ پر برسنے والے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے مشتاق ہیں۔ سیدہ آمنہ فرماتی ہیں جب ولادت کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھایا آسمان کی جانب منہ کر کے دست دُعا ہوئے۔ شب ولادت کسریٰ کے ایوان کے چودہ کنگرے گر گئے۔ پارسیوں کے آتش کدہ کی آگ جو ایک ہزار سال سے مسلسل جل رہی تھی بجھ گئی۔

ولادت نبوی ﷺ اور یہودی علماء

مدینہ کے یہودی اپنی مقدس کتاب تورات میں نبی آخر الزماں ﷺ کی ولادت کے بارے پڑھ چکے تھے اور ساتھ ہی یہ بات ان کے علماء نے بھی بتائی تھی کہ عنقریب نبی آخر الزماں کا نزول ہونے والا ہے۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ وہ نبی بنی اسرائیل سے ہوگا جس کا ذکر وہ اکثر و بیشتر مدینہ کے لوگوں کے سامنے کرتے رہتے تھے۔ مگر جب یہ اعزاز بنو ہاشم کے حصے میں آیا تو ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری عمر سات سال تھی۔ ایک راتِ میں نے ایک یہودی کو دیکھا جو بلندی پر کھڑے ہو کر کہہ رہا تھا۔ "طلع اللیة نجم محمد" آج کی شب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ستارہ طلوع ہوا ہے۔ یعنی آج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوگئی ہے۔ حضرت حسان فرماتے ہیں جب سید عالم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو مجھے وہ تاریخ یاد تھی اور میں حساب لگا تا رہتا تھا کہ حضور علیہ السلام کی ولادت اس شب ہوئی تھی۔ جیسا کہ اس یہودی نے کہا تھا۔

یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے کہتے تھے کہ جب آپ ﷺ کا ظہور ہوگا تو ہم ان کی متابعت کریں گے۔ عربوں اور یہودیوں کے درمیان جب جنگ ہوتی تو یہودی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے نصرت و فتح کے لیے بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے۔ لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اور لوگوں کو دین اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو عرب کے قبائل بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے جب کہ یہودی اپنی فطری بدبختی کی وجہ سے اس نعمت سے محروم رہے بلکہ الٹا رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے لگے۔

اللھم صل وسلم و بارك علی النبی الامی الکریم و علیٰ آله و اصحابه دائماً ابداً۔

Marfat.com

بچپن اور پرورش

دامن مصطفیٰ ﷺ سے جو لپٹا یگانہ ہو گیا
جس کے حضور ہو گئے اس کا زمانہ ہو گیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش پر سیدہ آمنہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ یہ جناب عبداللہ کی نشانی تھی جن کا انتقال اس وقت ہو گیا تھا جب حمل کو صرف دو ماہ گزرے تھے اور سب سے بڑے بات یہ کہ نبی ﷺ آخر الزماں تھے اور دنیا میں رحمۃ للعالمین ﷺ بن کر تشریف لائے تھے جن کی پیدائش کے وقت دیدار کے لیے ستارے آسمان سے زمین پر اتر آئے تھے۔ عرش و فرش پر خوشی کا سا سماں تھا۔ فرشتے اس عظیم ترہستی کے دیدار کے مشتاق تھے جس کا ذکر وہ صدیوں سے سنتے آرہے تھے۔

آپ ﷺ کی پیدائش کی خبر جب آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کو دی گئی تو وہ خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ گھر تشریف لائے۔ پوتے کو گود میں لے لیا اور خانہ کعبہ لے جا کر خداوند کریم کا شکرادا کیا اور ڈھیروں دُعائیں مانگیں۔ مکہ کے دستور کے مطابق رسول اکرم ﷺ کی پرورش دائی حلیمہ کے حصے میں آئی۔ اس لیے بھی کہ اس یتیم فرزند کی پرورش کے لیے کوئی بھی دایہ راضی نہ تھی اس طرح حلیمہ نے خالی ہاتھ جانے کے بجائے اس یتیم فرزند کی پرورش کی حامی بھر لی۔

حلیمہ کے بھاگ جاگ گئے

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں لینا تھا کہ حلیمہ کی قسمت کا ستارا عروج پر پہنچ گیا۔ اس کا اپنا دودھ اتنا نہ تھا کہ خود اس کا اپنا بچہ سیر ہو کر پیتا بلکہ بھوک کی وجہ سے ساری رات روتا رہتا۔ حلیمہ نے جب اپنا دودھ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا تو پستان سے دودھ کی نہر چالو ہو گئی۔ آپ ﷺ نے پیٹ بھر کر دودھ پیا اس کے باوجود دودھ بچ گیا جو حلیمہ کے بیٹے نے پیٹ بھر کر پیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے حلیمہ کی لاغر اور کمزور اونٹنی صحت مند نظر آنے لگی اور دودھ بھی پہلے سے کہیں زیادہ دیا۔

حلیمہ اور اس کا خاوند رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر قافلے کے ساتھ اپنے

Marfat.com

گھر پہنچ گئے۔گھر پہنچتے ہی رزق میں برکت ہوگئی۔نعمتوں کے دروازے کھل گئے۔راحت اور خوشحالی کا دور دورہ ہوگیا۔انعام واکرام کی بارش ہونے لگی۔گھر میں اب غربت کی جگہ خوشحالی اور راحت نے ڈیرہ ڈال لیا تھا۔یہ سب نعمتیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے حاصل ہوئیں۔

آپ ﷺ پر ابر کا سایہ

ابن سعد اور ابونعیم اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ دائی حلیمہؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہیں دور نہ جانے دیتیں۔ایک بار ان کو کچھ خبر نہ ہوئی آپ ﷺ اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ عین دوپہر کے وقت گھر سے باہر اس جگہ چلے گئے جہاں مویشی چر رہے تھے۔حلیمہؓ آپ ﷺ کی تلاش میں نکلیں۔یہاں تک کہ آپ ﷺ کو رضاعی بہن کے ساتھ پایا۔کہنے لگیں کہ اس گرمی میں ان کو لائی ہو۔رضاعی بہن نے کہا اماں میرے رضاعی بھائی کو گرمی ہی نہیں لگی۔میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو ان پر سایہ کئے ہوئے تھا۔جب ٹھہر جاتے تھے تو وہ بھی ٹھہر جاتا تھا اور جب چلنے لگتے وہ بھی چلنے لگتا تھا۔یہاں تک کہ اس جگہ تک اسی طرح پہنچے۔

شام کا سفر اور ابر کا سایہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر بارہ (۱۲) سال تھی جب آپ ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ تجارت کی غرض سے شام کا سفر کیا۔یہ قریش کا تجارتی قافلہ تھا جس میں آپ ﷺ اور ابوطالب شامل تھے۔قافلہ چلتے چلتے جب بحیرہ راہب کے گرجا کے پاس پہنچا تو بحیرہ جس نے انجیل میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات اور تعریف و توصیف کے بارے پڑھا تھا اور انجیل سے اس بات کی آگاہی ہوئی تھی کہ آپ ﷺ کا گزر اس راستہ سے ہوگا اور یہ کہ آپ ﷺ یہاں اس درخت کے نیچے قیام فرمائیں گے۔بحیرہ پچھلے کئی سالوں سے اس انتظار میں تھا کہ آپ ﷺ تشریف لائیں تو وہ ان کی زیارت کرے۔اس انتظار میں وہ مکہ سے آنے والے ہر قافلے کو دیکھتا رہتا۔اس انتظار میں اس نے ایک دن مکہ سے آنے والے ایک قافلہ کو دیکھا۔جب یہ قافلہ قریب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ تمام شجر وحجر با آواز بلند "السلام علیك یا رسول الله" پکار رہے ہیں۔جب اس نے آسمان کی جانب دیکھا تو ابر کا ایک سفید ٹکڑا قافلہ پر جس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

موجود تھے سایہ کئے ہوئے تھا۔ قافلہ کے چلنے کے ساتھ ابر بھی چلتا۔ جب یہ قافلہ بحیرہ کے عبادت خانہ (گرجا) کے قریب پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چھوٹے سے درخت کے نیچے قیام فرمایا تو اس درخت کی شاخیں اور پتے پھیل گئے اور درخت گھنا سایہ دار ہو گیا۔ بحیرہ اپنی عبادت گاہ کی بالائی منزل سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے درخت کو سایہ دار ہوتے اور اسے سلام کرتے دیکھا تو اسے یقین ہو گیا کہ یہ وہی قافلہ ہے جس میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ بحیرہ نے قافلہ والوں کی دعوت کی اور اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند سوال بھی کئے۔ مہر نبوت کو دیکھا جس کے بارے میں اس نے انجیل میں پڑھا تھا۔ یہ دیکھ کر اس نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدم بوسی کی۔ پھر ابو طالب کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گیا اور پوچھا کہ یہ فرزند کون ہیں۔ ابو طالب نے کہا کہ یہ ہمارے بھتیجے ہیں اور جب رحم مادر میں تھے تو اس وقت میرے بھائی کا انتقال ہو گیا تھا۔ بحیرہ نے کہا ابو طالب انہیں دشمنوں کی آنکھوں اور ان کے شر سے بچاؤ۔ یہ پیغمبر آخر الزماں ہیں۔ یہ کائنات میں سب سے بہتر اور برتر ہیں۔ یہ ایسی شریعت لائیں گے جو ساری دنیا میں پھیلے گی اور اس شریعت سے سارے دین منسوخ ہو جائیں گے۔ انہیں فوراً مکہ واپس لے جاؤ اور انہیں یہود و نصاریٰ کے شر سے محفوظ رکھو۔ اگر وہ انہیں پہچان لیں گے تو انہیں ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے۔ بحیرہ کی گفتگو سن کر ابو طالب نے شام جا کر خرید و فروخت سے فارغ ہو کر فوراً مکہ واپس آ گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت تندہی سے کرنے لگے۔

رضاعت کی تکمیل

رضاعت مکمل ہونے پر حلیمہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر مکہ آ گئیں۔ لیکن ان کی خواہش تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مزید اپنے پاس رکھیں تا کہ گھر میں برکتوں کا نزول ہوتا رہے۔ حضرت آمنہ سے بات کی تو وہ راضی ہو گئیں۔ اس طرح حلیمہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر دوبارہ اپنے گھر واپس آ گئیں، لیکن چند دن بعد ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ حلیمہ ڈر گئیں۔ یہ شق صدر کا واقعہ تھا۔ حلیمہ کا خیال تھا کہ ان پر جن کا سایہ ہو گیا ہے، لہٰذا اس ڈر سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر مکہ آ گئیں اور حضرت آمنہ کے سپرد کر دیا۔

Marfat.com

غم اور پریشانی

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ابھی زمانہ حمل میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ مدینہ میں وفات پا گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر چھ سال کی تھی تو حضرت آمنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر مدینہ میں اپنے اقارب سے ملنے گئیں تھیں مکہ کو واپس آتے ہوئے مقام ابواء میں انہوں نے وفات پائی۔ اس وقت ام ایمن بھی ساتھ تھیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر مکہ آ گئیں۔ والدہ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو عبدالمطلب بھی وفات پا گئے۔ مرنے سے پہلے انہوں نے ابوطالب کو آپ ﷺ کی پرورش کی وصیت کی۔ چنانچہ پھر آپ ﷺ ان کی کفالت میں رہے یہاں تک کہ انہوں نے نبوت کا زمانہ بھی پایا۔ روایت ہے کہ آپ ﷺ نے سات روز تک والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔ پھر چند روز تک ثوبیہ نے دودھ پلایا جو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی۔ پھر حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف واخلاق

بچپن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے لڑکوں سے منفرد تھے شرم وحیا کے پاسدار، حلیم الطبع، کم گو، امین اور انسان دوست تھے۔ صداقت وامانت کے علمبردار، غریبوں کی مدد کرنے والے اور مہمان نواز تھے۔ ابوطالب کے گھر میں عیالداری کے ساتھ ساتھ غربت بھی تھی مگر آپ ﷺ نے ہمیشہ صبر وشکر کا دامن تھامے رکھا۔

نہ شرارتیں کرتے اور نہ ہی بے حیائی کے پاس بھٹکتے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مکہ میں عیش و عشرت کی محفلیں جمتیں، شراب کے دور چلتے لیکن آپ ﷺ ان سب چیزوں سے بے نیاز استغراق کی حالت میں رہتے۔ آپ ﷺ کی ذات میں قدیم اشراف قریش کی وضع داری اور سلیقہ تھا۔ اس لیے بھی کہ آپ ﷺ کے آباؤاجداد مکہ کے معززین اور قابل احترام افراد میں شمار ہوتے تھے۔

ابوطالب کا ہاتھ بٹانے اور غربت میں کسی قدر کمی لانے کے پیش نظر قریش مکہ کی بکریاں مزدوری پر چرائیں۔ عہد رسالت میں ایک بار اس بات کا برملا اظہار کیا کہ ”اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو نبوت سے سرفراز فرمایا اس نے بکریاں بھی چرائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور

Marfat.com

حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ کام کیا اور میں نے بھی اپنے خاندان کی بکریاں چرائیں''۔اس سے انکار نہیں کہ آپ ﷺ نے خود بھی تمام زندگی سختیوں اور مصیبتوں میں گزاری اور دوسروں کو بھی اس قسم کی زندگی بسر کرنے کی دعوت دی۔آپ ﷺ ہمیشہ دولت کی ہوس اور نفسانی خواہشوں سے دور رہے بلکہ مصائب و آلام سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

لڑکپن کا واقعہ

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لڑکپن کا واقعہ بیان فرماتے ہیں ''ایک دن میں چند لڑکوں کے ساتھ تفریح طبع کے لیے کھیل میں مشغول تھا۔ہم پتھر اکٹھے کر رہے تھے۔سب نے تہ بند اتار کر اس میں پتھر اٹھا رکھے تھے اور سب برہنہ تھے۔اس حالت میں ایک شخص نے آکر مجھے ٹھوکا دیا اور کہا کم عمری کے باوجود آپ ان جیسے نہیں۔آپ ﷺ تہ بند نہ اتاریں۔آپ ﷺ کو عالم کا مقتدا بننا ہے۔آپ ﷺ کو برہنہ نہیں ہونا ہے اور نہ کوئی ایسا کام کرنا ہے جو آپ ﷺ کے شایان شان نہ ہو۔یہ سب نے کہنے والے کی آواز تو سنی مگر کوئی شخص نظر نہ آیا جس نے کہا تہ بند پہنے رکھیں۔میں نے تہ بند باندھے رکھا۔سب لڑکے برہنگی کی حالت میں پتھر اٹھاتے رہے لیکن میں ستر پوش رہا۔سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لڑکپن کے زمانہ میں بھی ایسے مودب و مہذب تھے کہ آپ کے انداز و اطوار کو دیکھ کر بڑے بڑے باسلیقہ اور دانا لوگ دنگ رہ جاتے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شام کے لیے دوسرا سفر

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلا تجارتی سفر اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ اس وقت کیا جب آپ ﷺ کی عمر بارہ سال تھی۔یہ سفر بڑی عجلت میں کیا گیا کیونکہ پادری بحیرہ نے حضرت ابو طالب کو متنبہ کیا تھا کہ اپنے بھتیجے کو یہودیوں کے شر سے بچائیں۔لہٰذا ابو طالب جلدی میں سامان تجارت فروخت کر کے آپ ﷺ کو لے کر واپس مکہ آگئے تھے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شام کے لیے دوسرا سفر کیا تو اس وقت آپ ﷺ کی عمر پچیس (۲۵) سال تھی۔روایت کے مطابق آپ ﷺ کی امانت، دیانت اور صداقت کی شہرت مکہ کی مالدار خاتون سیدہ خدیجہؓ کو پہنچی تو انہوں نے ایک قاصد کے ذریعے آپ ﷺ کو پیغام بھجوایا کہ میں اپنا مال تجارت شام روانہ کرنا چاہتی ہوں اور مجھے قریش میں آپ ﷺ کے سوا کسی پر اعتماد نہیں۔اگر آپ ﷺ گوارا فرمائیں تو اس مال کو لے کر شام

Marfat.com

تشریف لے جائیں اور اس میں جتنا منافع مناسب سمجھیں لے لیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ خدیجہؓ کی بات مان لی اور مال تجارت لے کر شام روانہ ہو گئے۔ سیدہ خدیجہؓ نے اپنا معتبر اور تجربہ کار میسرہ نامی غلام آپ ﷺ کے ساتھ بھیج دیا۔ جب شام کے قریب پہنچے تو ایک جگہ آرام کی غرض سے ایک درخت کے نیچے قیام کیا۔ اس جگہ ایک راہب بھی اپنے عبادت خانہ میں مقیم تھا۔ راہب نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو میسرہ سے پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ میسرہ نے جواب دیا کہ قریش کی ایک معزز شخصیت ہیں۔ اس پر راہب نے کہا کہ میں نے انجیل میں پڑھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور کے چار سو سال بعد جو شخصیت اس درخت کے نیچے قیام کرے گی وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے اور یہ شخصیت یقیناً نبی آخر الزماں کی ہے۔ یہ کہہ کر وہ راہب اپنے عبادت خانہ سے باہر آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدم بوسی کی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شام تشریف لے گئے۔ مال تجارت فروخت کیا اور وہاں سے بہت سا سامان خریدا اور واپس مکّہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں آپ ﷺ جہاں قیام فرماتے یا سفر کرتے تو دو فرشتے آپ ﷺ پر سایہ کیے رہتے۔ مکّہ پہنچ کر میسرہ نے سیدہ خدیجہؓ کو تمام حالات سے آگاہ کیا اور راہب سے ملاقات اور قدم بوسی کی روداد بھی سیدہ خدیجہؓ کے گوش گزار کی۔ سیدہ خدیجہؓ نے وہ تمام سامان تجارت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شام سے لائے تھے مکّہ میں فروخت کرایا اور اس مال میں انہیں اتنا منافع ہوا جو نہ کبھی دیکھا تھا اور نہ اتنے منافع کی کبھی توقع کی تھی۔

سیدہ خدیجہؓ سے آپ ﷺ کا نکاح

سیدہ خدیجہؓ نہایت ذہین اور تجربہ کار خاتون تھیں۔ انہوں نے جب میسرہ کی زبانی حالات سنے اور تجارتی مال سے حاصل ہونے والے منافع کو دیکھا تو انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے نکاح کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک قاصد کے ذریعے پیغام بھجوایا۔ پیغام ملنے پر آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ اور حضرت حمزہؓ سے مشورہ کیا تو دونوں حضرات خوش ہو گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جا کر سیدہ خدیجہؓ کے اقارب کو نکاح کا پیغام دیا اور اس طرح بیس جواں صحت مند اونٹ مہر کے بدلے سیدہ خدیجہؓ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح ہو گیا اور سیدہ خدیجہؓ کی درخواست پر انہی کے ہاں

Marfat.com

بود و باش اختیار فرمائی۔

قاضی عبدالدائم دائم کی تحقیق کے مطابق نکاح کا خطبہ ابو طالب نے پڑھا اور پانچ سو درہم حق مہر مقرر رہوا۔ اونٹ ذبح کر کے دعوت ولیمہ کی گئی اور خدیجہؓ طاہرہ کی کنیزوں نے دف وغیرہ بجا کر اس پر مسرت تقریب کی خوشیوں کو دوبالا کر دیا۔

شادی کے وقت جان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر پچیس (۲۵) سال تھی اور حضرت خدیجہؓ طاہرہ کی عمر چالیس (۴۰) سال تھی۔ امر واقعہ ہے کہ شادی کے بعد کا دور معاشی طور پر آپ ﷺ کا آسودگی کا دور تھا۔ اس لیے بھی کہ حضرت خدیجہؓ نے اپنی تمام دولت اور محبت آپ ﷺ پر نچھاور کر دی تھی تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یک سو ہو کر امر رسالت کے لیے غور وفکر فرما سکیں۔

اللھم صل علی محمدن النبی الامی و آلہ وسلم

Marfat.com

پہلی وحی اور نبوت

ہر طرف نور پھیلا ہوا دیکھ لوں
اپنی آنکھوں سے غارِ حرا دیکھو لوں

بالآخر وہ گھڑی آ گئی جن کے لیے رب العزت نے یہ کائنات تخلیق کی اور جن کا نام ازل سے عرش پر لکھ دیا گیا۔ نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا ایک طویل عرصہ سے انتظار تھا۔ آپ ﷺ کو نبوت کا منصب عطا کر دیا گیا۔ جب آپ ﷺ کی عمر اقدس چالیس برس کے قریب پہنچ گئی تو مقدمات نبوت کا ظہور شروع ہو گیا۔ نبوت کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا جن کی مدت چھ ماہ رہی۔ اس دور میں آپ ﷺ کو جو بھی خواب نظر آتا عالم بیداری میں اس کی تعبیر کا مشاہدہ ہو جاتا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ''آپ ﷺ کے ہر خواب کی تعبیر صبح درخشاں کی طرح نمودار ہو جاتی''۔

غارِ حرا

اس زمانہ میں آپ ﷺ کی توجہ مخلوق سے ہٹ کر خالق کی طرف مبذول ہو گئی تھی اور گوشہ تنہائی کے لیے غارِ حرا کو اپنا مسکن بنا لیا۔ غارِ حرا مکہ سے کوئی دو میل دور ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا غار ہے جس کا طول چار گز اور عرض دو گز ہے۔ آپ ﷺ گھر سے کھانے پینے کی ضروری اشیاء جن میں ستو اور پانی شامل تھا لے کر غارِ حرا میں چلے جاتے اور انتظار و مراقبہ کی لذتوں سے سرشار ہوتے۔ آپ ﷺ کی عبادت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذہبی طریقہ پر ہوتی تھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ خدا کی طرف سے القا کردہ طریقہ پر عبادت کرتے۔

پہلی وحی

اکیس (۲۱) رمضان المبارک کو بروز سوموار حضرت جبرئیلؑ امین رب العزت کا پیغام لے کر آئے۔ شیخ محمد رضا سابق مکتبہ جامعۂ فواد قاہرہ کی تحقیق کے مطابق یہ مبارک واقعہ آپ ﷺ کی ولادت کے حساب سے سترہ (۱۷) رمضان المبارک بروز دوشنبہ ظہور پذیر ہوا۔ اس وقت قمری حساب سے آپ ﷺ کی صحیح عمر چالیس سال چھ ماہ آٹھ یوم تھی۔ یہ تاریخ

Marfat.com

۱۶ اگست ۶۱۰ء کے مطابق تھی۔ اس وقت آپ ﷺ غارِ حرا میں تشریف فرما تھے۔

حضرت جبرئیلؑ امین نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا ''اقراء'' پڑھیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: مَا اَنَا بِقَارِیٔ۔ (میں پڑھا ہوا نہیں ہوں)

اس پر جبرئیلؑ امین نے آپ ﷺ کو اپنے سینے سے چمٹا کر اچھی طرح بھینچا پھر کہا ''اِقْرَاْ''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''مَا اَنَا بِقَارِیٔ''

جبرئیل امین نے آپ ﷺ کو دوبارہ اپنے سینے سے لگایا اور کہا ''اِقْرَاْ''

آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''مَا اَنَا بِقَارِیٔ''

پھر جب تیسری مرتبہ جبرئیلؑ امین نے آپ ﷺ کو سینے سے لگا کر چھوڑا اور کہا ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ..........

تو آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہی مقدس کلمات رواں ہو گئے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ○

اپنے رب کا نام لے کر پڑھ جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔ (سورہ علق آیات ۱۔۵)

جب یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں تو آپ ﷺ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ کیوں نہ ہوتا؟ ایک تو حضرت جبرئیلؑ امین نے آپ ﷺ کو تین بار سینے سے لگا کر بھینچا تھا جس سے آپ ﷺ کو تکلیف محسوس ہوئی تھی اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا کلام پہلی بار آپ ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ یہ صرف آپ ﷺ ہی کی ذات اقدس تھی کہ اسے برداشت کر سکی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو شدید تکلیف کی کیفیت طاری ہو جاتی حتیٰ کہ سرد موسم میں بھی اس کلام کے بوجھ کی وجہ سے جو آپ ﷺ پر نازل ہوتا تھا آپ ﷺ کے جسم اطہر سے موتیوں کی مانند پسینے کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے۔

Marfat.com

اقراء

قرآن مجید کی یہ پہلی پانچ آیات مبارکہ ہیں جو نبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئیں اور نبوت کی ابتدا ہوئی۔ ان آیات کریمہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھنے کا حکم دیا گیا اور ساتھ ہی اس وحی میں پڑھنے کی اہمیت بھی بیان کر دی گئی یعنی قلم ہی وہ واسطہ ہے جو انسانی تہذیب وتمدن کا ضامن ومحافظ ہے۔ اسی ذریعہ سے انسان وہ چیزیں سیکھتا ہے جو اسے معلوم نہیں ہوتیں۔ ایک علم تو وہ ہے جو انسان خود سیکھتا اور سمجھتا ہے دوسرا وہ جو اپنے آباؤ اجداد سے سیکھتا ہے اور اپنے ذاتی تجربوں سے بھی اپنے علم میں اضافہ کرتا رہتا ہے اور یہ سارا علم اپنی آئندہ نسلوں کو منتقل کر دیتا ہے۔

علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ پہلی وحی ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھنے کے بارے میں حکم دیا گیا ہے جب کہ وہ امی ہیں۔ قرآن مجید جو تیئس سالوں میں آپ ﷺ پر اترا ان میں بیسیوں آیتیں ایسی ہیں جن میں علم کی تعریف اور اس کی اہمیت سمجھائی گئی ہے مثلاً ایک آیت مبارکہ میں حکم ہے کہ "وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا" (۸۵:۱۷) (اور تمہیں علم نہ دیا گیا ہے مگر تھوڑا) جب کہ دوسری طرف یہ کہا گیا "قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا" (۲۰۔۱۱۴) اور عرض کرو کہ اے میرے رب میرے علم میں اضافہ کر۔

عہد نبوی میں تعلیم کا فروغ

متعدد احادیث مبارکہ میں بھی علم حاصل کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ مشہور حدیث مبارکہ ہے کہ "علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین جانا پڑے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "باپ اپنی اولاد کو جو کچھ دے سکتا ہے اس میں سب سے بہتر عطیہ اولاد کی اچھی تعلیم وتربیت ہے" ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر تین قسم کے اعمال ایسے ہیں کہ ان کا اجر وثواب مرنے کے بعد بھی اسے ملتا رہتا ہے ایک تو یہ کہ وہ (زندگی میں) صدقہ جاریہ کر جائے دوسرے یہ کہ وہ ایسا علم چھوڑ جائے جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔ تیسرے یہ کہ (اچھی تعلیم وتربیت سے آراستہ) صالح اولاد (چھوڑ جائے) جو باپ کے لیے دُعا کرتی رہے۔

Marfat.com

حکم خداوندی اور ارشاد نبوی کی روشنی میں دیکھیں تو اسلام میں تعلیم کو جو اہمیت حاصل ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد سے ظاہر ہے جس میں آپ ﷺ نے گہوارے سے قبر تک یعنی پیدا ہونے سے موت تک علم حاصل کرنے کو ضروری فرمایا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو اس کو (سب سے پہلے) ''لا الہ الا اللہ'' سکھاؤ اور جب (ان کے) دودھ کے دانت گر جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا نبوت سے پہلے مکہ میں لکھنے پڑھنے کا رواج تھا۔ مشہور محقق بلاذری کے مطابق عہد نبوی کے آغاز پر وہاں سترہ سے زیادہ آدمی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے ان میں عورتیں بھی شامل تھیں چنانچہ شفا بنت عبداللہ کو جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رشتہ دار تھی لکھنا پڑھنا آتا تھا۔ یہ خاتون جب ہجرت کر کے مدینہ آئیں تو ابن حجر کے بیان کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی نسبت سے ان کو مدینہ کے بازار میں ایک عہدہ پر مامور کیا۔

اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ دنیائے عرب کی سب سے پہلی تحریر میں لائی ہوئی کتاب قرآن مجید ہے۔ اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں لکھی گئی تھی۔ صرف چند ایک چیزیں مثلاً سبعہ معلقات جن کو لکھ کر بطور اعزاز واحترام کعبہ میں لٹکا دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ مشہور صحیفہ یا معاہدہ بھی ہمارے سامنے آتا ہے جسے مکہ والوں نے لکھ کر کعبہ کے اندر لٹکایا تھا جس کے مطابق مکہ والوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ ﷺ کے خاندان والوں کا بائیکاٹ کیا تھا کہ کوئی شخص نہ اپنی بیٹی نکاح کے دے اور نہ کوئی ان سے ان کی بیٹی لے، نہ ان کے ہاتھ کچھ بیچے اور نہ خریدے حتیٰ کہ ان سے بات چیت نہ کرے۔ مگر دیمک چاٹنے کی وجہ سے یہ معاہدہ بعد میں منسوخ ہو گیا تھا۔

لکھنے پڑھنے کے سلسلے میں ایک مشہور واقعہ ہمارے سامنے آتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ روانہ ہوتے ہیں تو سراقہ بن مالک کا واقعہ پیش آتا ہے۔ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گرفتار کر کے اہل مکہ کے سپرد کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن بعض معجزات پیش آنے کی وجہ سے اس نے آپ ﷺ سے معافی مانگی اور پروانہ امن کے لیے درخواست گزار ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہؓ کو حکم دیتے ہیں کہ ایک پروانہ امن لکھ دو۔ گویا سفر میں آپ ﷺ کے ہمراہ اور چیزوں کے علاوہ قلم، دوات اور کاغذ یا اس سے ملتی جلتی چیز جس پر لکھا جا سکے موجود تھیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکہ میں لکھنے پڑھنے کا رواج ترقی کرنے لگا تھا۔

تعلیم کی اہمیت کے پیش نظر جب مدینہ میں مسجد نبوی کی تعمیر ہونے لگی تو اس مسجد کا ایک حصہ تعلیم گاہ کے طور پر مخصوص کر دیا گیا۔ جس کو صفہ کہتے ہیں۔ مقام صفہ درسگاہ کے علاوہ رہائش گاہ کے طور پر بھی استعمال ہوتا تھا۔ وہ صحابہ کرام جن کو گھر میسر نہ تھا یا پھر دور دراز سے تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے تھے تو وہ اسی چبوترہ (مقام صفہ) پر قیام کرتے تھے۔ امر واقعہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروقؓ کے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ بھی مقام صفہ میں رہتے اور تعلیم حاصل کرتے تھے۔

صفہ میں دی جانے والی تعلیم اسلام کی ابتدائی تعلیم تھی۔ اس میں متعدد شعبے متعدد لوگوں کے سپرد تھے۔ کسی کے سپرد یہ کام تھا کہ وہ لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھائے، کسی کے سپرد یہ کام تھا کہ جو لکھنا پڑھنا سیکھ چکے ہیں، انہیں اس وقت تک کی نازل شدہ سورتیں سکھائیں۔ فقہی احکام، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نماز و عبادات کا درس بھی دیا جاتا۔ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی مصروفیات بہت زیادہ تھیں مگر اس کے باوجود وقت نکال کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہاں درس دیا کرتے تھے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درس سننے کے لیے شریک ہو جاتے۔

مشہور حدیث مبارکہ ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرہ مبارک سے نکل کر مسجد کے اندر تشریف لائے اور دیکھا کہ وہاں دو گروہ موجود ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ تسبیح پڑھنے اور ذکر اذکار میں مشغول ہے جب کہ دوسرا گروہ علم حاصل کر رہا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگرچہ دونوں گروہ اچھا کام کر رہے ہیں، لیکن وہ گروہ بہتر ہے جو تعلیم کا کام کر رہا ہے۔ پھر آپ ﷺ بھی اس گروہ میں شامل ہو گئے۔

روایت ہے کہ عہد نبوی میں مدینہ میں نو مساجد تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ اپنے محلے کی مسجد میں اپنے ہمسایوں سے تعلیم حاصل کریں۔ سب کے سب مسجد نبوی میں نہ آیا کریں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو باہر بھی بھیجا کرتے

Marfat.com

تھے خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں لوگ رفتہ رفتہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو رہے تھے تا کہ انہیں دینی تعلیم دی جا سکے۔ جیسا کہ ہجرت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ بھیجا تھا تا کہ وہ اہل مدینہ کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔ تاریخی واقعات سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت عقبہ میں مسلمان ہونے والے اہل مدینہ کو اس وقت تک نازل شدہ قرآن مجید کا ایک تحریری نسخہ بھی عطا فرمایا تھا جسے وہ اپنے محلے کی مسجد میں باآواز بلند پڑھا کرتے تھے۔

جنگ بدر کا واقعہ ہمارے سامنے ہے جس میں بہت سے کافر قید ہوئے۔ ان قیدیوں میں سے جن کو لکھنا پڑھنا آتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالی فدیہ طلب کرنے کی بجائے، یہ فرمایا کہ ان میں سے ہر شخص دس دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔ یہ تاریخی واقعہ تعلیم کے فروغ کے لیے زندہ مثال ہے اور یہ کہ سورۂ علق کی نازل ہونے والی ابتدائی پانچ آیات میں حکم خداوندی کی پیروی میں جو کوشش کی گئیں وہ بھی اپنی جگہ سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

طبری کے حوالے سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجا تو ان کا یہ فریضہ تھا کہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جائیں اور تعلیم کا انتظام کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاص کاتب وحی، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم عبرانی رسم الخط سیکھو، کیونکہ مجھے آئے دن یہودیوں سے خط و کتابت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اگر ایسی تحریروں کو میں یہودیوں سے پڑھوا کر سنوں تو مجھے ان پر اعتبار نہیں، اس لیے تم خود سیکھ لو۔ اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اجنبی زبانوں کو سیکھنے اور سکھانے کی طرف توجہ فرمائی۔ چنانچہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ کو چار یا پانچ زبانیں آتی تھیں۔ عربی زبان تو ان کی مادری زبان تھی ہی، اس کے علاوہ انہیں عبرانی، قبطی اور فارسی زبانیں آتی تھیں۔

خیال اغلب ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ ہر مسلمان کو کچھ تو بنیادی تعلیم دی جائے جو لازمی ہو اور دیگر علوم کے بارے میں بھی اس کے پاس کچھ معلومات ہوں جو کسی بھی وقت اس کے کام آسکتی ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ نے حکم دیا کہ تمام مسلمان قرآن مجید پڑھیں، کیونکہ اس میں تقریباً تمام علوم کا ذکر کیا گیا ہے۔ عہد نبوی میں دوسرے علوم

Marfat.com

کے ساتھ ساتھ علم طب پر بھی توجہ دی گئی۔آپ ﷺ کے پاس کوئی مریض آتا تو آپ ﷺ کوئی دوا تجویز فرماتے۔لوگوں کو تاکید کرتے کہ کسی ماہر طب سے علاج کرائیں۔ایک حدیث مبارکہ ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک صحابی آئے جنہیں دل کی تکلیف تھی تو آپ ﷺ نے اسے عجوہ کھجور کھانے کا حکم دیا۔اسی طرح ایک شخص کا پیٹ خراب تھا اسے پچس کا عارضہ لاحق تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شہد کو پانی میں ملا کر استعمال کرو۔

صلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ وسلم

Marfat.com

قرآن مجید

یہ جو قرآن مبین ہے رحمتہ للعالمین
تیری عظمت کا امین ہے رحمتہ للعالمین

قرآن مجید ضابطہ اخلاق ہے۔اس کا موضوع انسان ہے۔وہ انسان کو سوچ اور فکر کی دعوت دیتا ہے۔کائنات کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہے۔قرآن مجید میں وہ سب کچھ ہے جس کی ہمیں ضرورت ہے۔زمین وآسمان کی تخلیق، سورج، چاند، ستارے اور پہاڑ کیسے اور کیوں پیدا کیے گئے۔ اللہ کے حقوق، بندوں کے حقوق، سائنسی علوم، انسان کی پیدائش جانوروں، پرندوں، نباتات وغیرہ سب کچھ اس میں موجود ہے۔اب صرف مطالعہ کی ضرورت ہے۔گہری سوچ اور فکر کے ساتھ مطالعہ تاکہ اس کی تہہ تک پہنچا جا سکے۔

قرآن علم کا خزانہ

قرآن پاک زندگی بسر کرنے کا علم سکھاتا ہے چونکہ سب علوم زندگی ہی کا حصہ ہیں، اس لیے قرآن پاک میں ہر مضمون مثلاً معاشیات، عمرانیات، نفسیات، علم الابدان، علم کائنات اور تاریخ وغیرہ کے متعلق بڑے واضح اشارے ملتے ہیں۔امر واقعہ ہے کہ انسان نے کائنات کے جو راز صدیوں کی محنت و کاوش سے دریافت کیے ہیں، قرآن پاک میں ان کا ذکر پہلے سے موجود ہے۔اسی طرح سائنس دان کائنات کے جن رازوں کو سال ہا سال کی محنت کے بعد جان سکے ہیں ان کا ذکر قرآن پاک میں ضمناً بیان کیا گیا ہے۔جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کائنات کے خالق کا کلام ہے۔جس نے سب کچھ اپنے ہاتھ سے بنایا اور جس کے لیے کائنات کا کوئی راز راز نہیں مثلاً ہر زندہ چیز کی تخلیق پانی سے ہوئی۔

قرآن سے پہلے کی دنیا

قرآن مجید نازل ہونے سے پہلے دنیا میں کیا تھا؟ افراتفری، بے چینی، فکر کی سوچیں محدود تھیں۔دنیا پر عیسائیت کا غلبہ تھا۔عیسائی مفکر اور مبلغ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے تھے۔صرف یونان ایک ایسا ملک تھا جہاں غور و فکر کی کچھ سدھ بدھ تھی۔ارسطو، افلاطون اور

Marfat.com

بطلیموس جو مفکر تھے، فلسفی تھے۔ ان کی سوچوں اور نظریات کے اثرات دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ قرآن پاک نازل ہوا تو ان کی تمام تر سوچیں اور فکریں محدود ہو کر رہ گئیں۔ قرآن پاک نے انہیں راہ دکھائی، صحیح اور مثبت راہ۔ قرآن نے انسان کو فکر و سوچ کا راستہ دکھایا۔ مفکر سوچنے لگے کہ آسمان اور زمین کیسے تخلیق ہوئے۔ رات اور دن کا وجود کیا ہے۔ سورج، چاند اور ستارے کیوں حرکت کرتے ہیں۔ موت و حیات کا فلسفہ، یہ کہ زندگی فانی ہے جو پیدا ہوا اسے ایک دن موت کا مزہ بھی چکھنا ہے۔

صحیح سمت

قرآن پاک نے صحیح سمت کا تعین کیا اور بتایا کہ جب سورج غروب ہوتا ہے تو رات اپنا غلبہ کر لیتی ہے۔ پہاڑوں کا وجود کس لیے ہے۔ سمندروں میں جہاز، کشتیاں کیسے چلتی ہیں۔ ہوا کا کیا کام ہے۔ بارش کیسے ہوتی ہے۔ آسمان پر ستارے کیوں ٹمٹماتے ہیں۔ یہ قرآن پاک کی تعلیم تھی کہ جس سے مسلمانوں نے یورپ میں علم کی روشنی پھیلائی اور اہل مغرب کو سائنسی رویے اور سائنسی تحقیق سے آشنا کرایا۔

عربِ مفکر

یہ بات ماننا پڑے گی کہ قرآن مجید فرقان حمید کے نزول سے پہلے تمام مذاہب نے عقل وخرد، زندگی اور کائنات کے بجائے توہمات اور مفروضوں کو اہمیت دی۔ ان کا خیال تھا کہ مذہب اور عقل دو متضاد رویے ہیں۔ یہ قرآن مجید کی تعلیم تھی کہ مسلمانوں میں ذہنی انقلاب برپا ہوا کہ جس سے عقل وخرد، علم اور تحقیق کو بڑا فروغ حاصل ہوا جس کے نتیجے میں کئی عرب مفکر پیدا ہو گئے اور کائناتی علوم پر تحقیق کا سلسلہ چل پڑا۔ جس کے نتیجہ میں سینکڑوں مسلمان سائنس دان میدان عمل میں آ گئے۔ انہوں نے سائنسی تحقیق کا بنیادی رویہ قائم کیا۔ تمام علوم کے بنیادی حقائق پر تحقیق کر کے اصول قائم کیے۔ اس طرح مسلمانوں نے ماڈرن سائنسی علوم کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے علم طب کو سائنسی بنیادوں پر قائم کیا اور علم طب کے حصول کے لیے درسگاہیں قائم کیں دیکھا جائے تو آج کی سائنسی معلومات اور تجربات مسلمان سائنس دانوں کے مرہون منت ہیں اور یہ کہ عربوں نے سائنٹیفک علم کی بنیاد ڈالی۔ بدقسمتی یہ کہ مسلمان ممالک کے بجائے اب یورپی ممالک اس میدان میں سب سے آگے ہیں۔

یہ قرآن پاک کا اعجاز تھا کہ عقل وخرد اور علم و تحقیق کی ایک فضا پیدا ہو گئی۔ جگہ جگہ علمی

Marfat.com

درسگاہیں قائم ہوگئیں۔نوجوانوں میں علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوگیا۔جگہ جگہ کتب خانے قائم ہوگئے۔اورنوجوان طبقہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دوسرے علوم خاص طور پر سائنس کی تعلیم حاصل کرنے لگا۔کہا جاتا ہے کہ اس وقت بغداد میں چھ ہزار لائبریریاں موجود تھیں۔علم کے شوق کی بدولت عرب علماء نے کئی ایک کتابیں تصنیف کیں۔یہ مصدقہ امر ہے کہ عرب علماء کی یہ کتابیں یورپی یونیورسٹیوں میں پڑھائی جانے لگیں۔ان کتابوں میں زیادہ تر سائنس اور فلکیات کے علوم تھے۔

قرآن اور سائنس

عرب مفکروں نے تحقیق کا کام شروع کردیا جس کے نتیجہ میں تھرمامیٹر، اصطرلاب، پنڈولم والی گھڑی اور قطب نما ایجاد کیا۔مسلمانوں نے سائنسی نظریات اور مواد قرآن مجید سے اخذ کئے۔انہوں نے قرآن مجید سے رہنمائی حاصل کی اور آگے بڑھتے چلے گئے۔اگر ہم قرآن مجید کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں اس میں سائنسی علوم کا پتہ چلتا ہے مثلاً اس میں کائنات سے متعلق سائنسی علوم پر ۷۵۰ آیات موجود ہیں یعنی قرآن کا نواں حصہ سائنسی علوم کے بارے میں ہے۔قرآن مجید میں سائنسی علوم کے علاوہ کائناتی موضوعات پر بھی واضح اشارے ملتے ہیں مثلاً آسمان اور زمین کی پیدائش، آفتاب و چاند کی پیدائش اور انسان کی پیدائش وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

قرآن اور ایٹم

آج کا سائنس دان اپنے ایٹمی تجربات اور ایٹم بم بنانے پر نازاں ہے اور اسے اپنا عظیم کارنامہ گردانتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے یونان کے سائنس دانوں نے اپنی تحقیق سے ثابت کیا کہ مادے کا چھوٹے سے چھوٹا ذرہ ایٹم ہے جو ٹوٹ نہیں سکتا۔اس تحقیق کو آگے بڑھاتے ہوئے یورپی سائنس دانوں نے دریافت کیا کہ ایٹم سب سے چھوٹا ذرہ نہیں۔اسے توڑا بھی جاسکتا ہے۔اپنی اس تحقیق کی بنا پر انہوں نے ایٹم بم ایجاد کیا اور ساتھ ہی ایٹمی ہتھیار بناڈالے جب کہ قرآن مجید میں اس کی طرف واضح اشارے ملتے ہیں۔

حکم خداوندی ہے ”ہمیں اس کائنات کے ایک ایک ذرے کا علم ہے۔شعور ہے بلکہ ذرے سے بھی چھوٹے ٹکڑوں کا علم ہے۔“

Marfat.com

سوچ اور فکر

یورپی سائنس دان اگر قرآن مجید پڑھتے اور اس سے استفادہ حاصل کرتے تو انہیں تحقیق کے لیے کسی بڑی محنت اور مشقت سے نہ گزرنا پڑتا۔ مگر ان کی سوچ تو یہ ہے کہ یہ تو مسلمانوں کی مقدس کتاب ہے۔ یہ سچ ہے کہ قرآن مجید مقدس کتاب ہے لیکن قرآن تو بنی نوع انسان سے مخاطب ہے۔ وہ تو تمام انسانوں کو سوچ وفکر کی دعوت دیتا ہے۔ اس میں مختلف علوم کا ذکر ہے، سوچ ہے، فکر ہے اور گہرائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر اور سوچ سمجھ کر پڑھو۔ اس پر فکر کرو، غور کرو تا کہ تم کسی نتیجہ پر پہنچ سکو۔

قرآن مجید ایک انقلابی کتاب ہے۔ چودہ سو سال پہلے جب قرآن مجید نازل ہوا تو اس نے پوری دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا۔ تعمیری انقلاب۔ سوچوں کے دھارے بدل دیئے۔ منفی سوچیں دم توڑ گئیں اور مثبت سوچیں سامنے آ کر کھڑی ہو گئیں۔ قرآن مجید کے دوسری زبانوں میں تراجم ہوئے۔ تفاسیر لکھی گئیں تا کہ مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اس سے استفادہ حاصل کر سکیں۔

عظیم معجزہ

مصدقہ امر ہے کہ قرآن مجید نبی آخر الزماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اور یہ آپ ﷺ کا عظیم معجزہ ہے۔ اسے قیامت تک محفوظ رکھنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ آپ ﷺ کا دور مبارک قیامت تک کے لیے ہے، لہٰذا قرآن مجید بھی قیامت تک محفوظ رہے گا۔ یوں کہیے کہ اس مبارک کتاب کا ایک ایک حرف محفوظ ہے اور یہ کہ قرآن مجید کی آیات کی موجودہ ترتیب اللہ کے حکم سے رکھی گئی۔ قرآن پاک کے بارے میں مشکوک وشبہات پیدا کرنا اور اس کے موجودہ ترتیب کو بدلنا اسے ناقابل اعتبار قرار دینا اسلام کی بنیاد ڈھانے کے مترادف ہے۔

اسلام کی عمارت چار ستونوں پر کھڑی ہے جو اپنی جگہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اول قرآن پاک دوم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم شخصیت جو قرآن پاک کا عملی نمونہ ہے۔ سوم شریعت محمدی جو قرآن پاک کی تعلیم پر مبنی آسان، مختصر اور جامع پروگرام ہے۔ چہارم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قائم کردہ مثالی معاشرہ جو صحابہ کرامؓ پر مشتمل تھا۔ ان میں سے کسی ایک ستون کو متزلزل کر دینے سے اسلام کی یہ عظیم عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔

Marfat.com

قرآن کی حفاظت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان چونکہ عربی تھی لہٰذا باری تعالیٰ نے قرآن مجید بھی عربی میں نازل فرمایا۔ عربی ایسی زبان ہے جو بدلتی نہیں۔ چودہ سو سال گزرنے کے با جود بھی یہ زبان اپنی جگہ جوں کی توں موجود ہے۔ اسے آسانی سے پڑھا اور سنا جا سکتا ہے۔ یہ کہ اس زبان میں فصاحت، بلاغت اور ترنم موجود ہے جس کی وجہ سے پڑھنے اور سننے والے پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید جب خوش الحانی سے پڑھا جائے تو پڑھنے اور سننے والوں پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔ آدمی ایسی کیفیت سے دوچار ہو جاتا ہے جو بیان سے باہر ہے۔

انجیل حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی لیکن یہ متروک ہو گئی۔ بعد میں کئی انجیل لکھی گئیں جن میں ردوبدل کیا گیا جو اصل سے ہٹ کر تھیں جب کہ قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا۔ فرمان خداوندی ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ ہم ہی اسے نازل کرتے ہیں اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

قرآن مجید کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ جستہ جستہ تئیس سال (۲۳) تک آپ ﷺ پر نازل ہوتا رہا۔ جب بھی کسی حکم کی ضرورت پیش آتی تو موقع کی مناسبت سے آیات نازل ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ﷺ کاتب وحی کو بلا کر لکھوا دیتے۔ آیت کریمہ لکھوانے کے بعد اسے سنتے اگر ضرورت پڑتی تو اصلاح کر دیتے۔ پھر انہی آیات کریمہ کو صحابہ کرامؓ کی جماعت میں تلاوت فرماتے اور حکم دیتے کہ ان آیات کو زبانی یاد کر لو اور ہر نماز میں انہیں پڑھا کرو۔ اس وقت صرف دو نمازیں تھیں جو صبح اور شام کے وقت پڑھی جاتی تھیں۔ معراج کے بعد پانچ نمازوں کا حکم ہوا تو دو کے بجائے پانچ نمازوں میں یہ آیات دہرائی جانے لگیں۔

اسلام کے شروع میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی۔ لہٰذا صحابہ کرامؓ آپ ﷺ سے قرآن مجید سنتے اور پڑھتے۔ جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو آپ ﷺ ان صحابہ کرامؓ کو جن کی قرآن دانی کے متعلق آپ ﷺ کو پورا اعتماد تھا حکم دیا کہ اب تم دوسرے مسلمانوں کو قرآن مجید پڑھایا کرو۔

آپ ﷺ نے قرآن مجید کی تعلیم اور حفاظت کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ آپ ﷺ کا حکم تھا کہ قرآن کو کسی مستند استاد سے پڑھو۔ یہ کہ اسے تحریری صورت میں محفوظ کر

Marfat.com

اور تاکہ اگر تلاوت کرتے وقت بھول جاؤ تو تحریری نسخہ کو دیکھ کر حافظے میں تازہ کر لو اور سب سے بڑی اور اہم بات یہ کہ اسے حفظ کر لو۔

روایت ہے کہ ہجرت کے بعد مدینہ شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان المبارک کے مہینے میں دن کے وقت مسجد نبوی میں بیٹھ کر اس وقت تک جتنا بھی قرآن مجید نازل ہوا تھا باآواز بلند دہرایا کرتے اور صحابہ کرامؓ جن کے پاس قرآن مجید کے تحریری نسخے ہوتے لے آتے اور سن کر اگر کہیں کوئی غلطی ہوتی تو صحیح کر لیتے۔ حتیٰ کہ وفات سے پہلے رمضان المبارک کے مہینے میں حضرت جبرئیلؑ کے حکم پر دو مرتبہ قرآن مجید پڑھ کر سنایا۔ یہ وہ حفاظتی تدابیر تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کے بارے میں اختیار کیں۔ مقصد یہ تھا کہ پڑھنے والے کوئی غلطی نہ کریں۔ اس طرح غلطیوں سے پاک قرآن مجید ہم تک پہنچا۔

ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں تدوین قرآن مجید

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو اس وقت قرآن مجید کا کوئی سرکاری یا غیر سرکاری نسخہ موجود نہ تھا بلکہ مختلف لوگوں کے پاس قرآن مجید کی چند سورتیں لکھی ہوئی موجود تھیں۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ بنے تو انہیں مسلیمہ کذاب سے واسطہ پڑا۔ وہ مرتد ہو گیا تھا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس سے جنگ کی جو جنگ یمامہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس جنگ میں روایت کے مطابق چھ ہزار مسلمان شہید ہو گئے جن میں بہت سے حافظ قرآن بھی تھے۔ گو اس جنگ یمامہ میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی مگر جانی نقصان بھی بہت زیادہ ہوا۔ حضرت عمر فاروقؓ کو اس سانحہ سے کافی صدمہ ہوا اور وہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ قرآن مجید کے تحفظ پر توجہ فرمائیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر حافظ قرآن اس طرح شہید یا طبعی موت مرتے رہے تو قرآن مجید کے لیے بھی وہی دشواری پیش آئے گی جو سابقہ انبیاء علیہم السلام کی کتابوں کے سلسلے میں پیش آئی تھی۔ طویل بحث اور دلائل کے بعد آخر کار حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ وہ قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کریں۔

چنانچہ روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مدینہ میں منادی کرائی کہ جس شخص کے پاس قرآن مجید کا کوئی تصحیح شدہ حصہ تحریری صورت میں موجود ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

کے سامنے پڑھا ہوا نسخہ موجود ہے وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کرے۔ اس اہم کام میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں قرآن مجید کی تدوین ہوئی اور اس کو حضرت زید بن ثابتؓ کی نگرانی میں انجام دیا گیا جو نہ صرف کاتب وحی تھے بلکہ حافظ قرآن بھی تھے۔ پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت کم از کم بیس پچیس حافظ قرآن موجود تھے جن میں سے کچھ انصار تھے اور کچھ مہاجرین۔ ان میں ایک خاتون حافظ حضرت ام ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔

قرآن پاک۔ سرچشمہ ہدایت

قرآن پاک ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ یہ انسانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی تلقین کرتا ہے۔ برائی سے روکتا اور بھلائی کی راہ دکھاتا ہے۔ بھلائی کا راستہ ہی فلاح وسلامتی کا راستہ ہے۔ جب کہ برائی انسان کو جہنم میں دھکیلتی ہے۔ برائی سے انسان زندگی کے اندھے کھڈ میں جا گرتا ہے۔ اور تمام تر زندگی دکھوں، پریشانیوں اور مصائب میں کٹ جاتی ہے۔ آدمی نہ ادھر کا رہتا ہے نہ ادھر کا۔ عذاب اور کرب اس کا مقدر بن جاتے ہیں جب کہ بھلائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرنے سے دین اور دنیا دونوں میں سرخرو ہو جاتا ہے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد ہی وہ عبادتیں ہیں جن کے انجام سے انسان سرخرو ہو کر جنت کا حق دار بنتا ہے اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے۔ انسان کے اعمال اچھے ہوں اور اس کا سلوک خلق خدا کے ساتھ اچھا ہو۔ اللہ کا فرمانبردار اور عبادت گزار بندہ ہو تو یہ دنیا بھی بہتر اور آخرت کی زندگی بھی بہتر ہوگی۔ مگر جب انسان اس فانی دنیا کی چندروزہ زندگی کو اپنی مطاع حیات سمجھ لیتا ہے اور مال ومتاع اکٹھا کرنے کی دھن میں آخرت کو بھول جاتا ہے۔ طمع لالچ، ہوا وہوس کو اپنا شعار بنا لیتا ہے تو پھر اس کی یہ زندگی بھی عذاب بن جاتی ہے اور آخرت میں بھی تو اسے عذاب بھگتنا ہی ہے۔ مگر جب انسان کا تعلق اللہ سے استوار ہو جائے تو پھر دین ودنیا دونوں سنور جاتے ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کی صفات کا مفصل بیان ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان قرآن پاک کا گہرا مطالعہ کریں۔ اسے سمجھیں اور اس سوچ سمجھ سے اللہ تعالیٰ کو پہچانیں۔ اس سے محبت کریں اور پھر اس کی اطاعت سے اپنی حالت بہتر بنائیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں انسانوں کی بھلائی اور اپنی پہچان کے لیے پیغمبر بھیجے جنہوں نے اللہ کا پیغام اس کے بندوں تک پہچایا۔ مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ قیامت کے روز یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے پاس ہدایت دینے والا کوئی نہیں آیا تھا۔ ان پیغمبروں پر کتابیں نازل ہوئیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچایا۔

قرآن پاک ہدایت کی کتاب ہے۔ اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیسے ہو۔ فرمان خداوندی ہے کہ جس نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ رسول اللہ کی اطاعت تو شریعت پر پابندی سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ درود شریف کثرت سے پڑھنے سے آپ ﷺ کی محبت اور وسیلہ حاصل ہوتا ہے۔ جنت اور دوزخ کیا ہے ان کا حصول بھی انسانوں کے اعمال پر منحصر ہے۔ اچھے اعمال جنت کی طرف لے جاتے ہیں اور برے اعمال دوزخ کی طرف۔

اس کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ کائنات پر غور وفکر کرنے ہی سے اللہ تعالیٰ کی پہچان ہوتی ہے۔ قرآن پاک تو غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس کے بندے اس سوچ و فکر اور تحقیق کائنات کی بدولت اسے پہچانیں اور اس کی عبادت کریں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے وہ تمہارے لیے مسخر کر دیا گیا ہے۔ اس لیے کائنات کی قوتوں کو مسخر کرنا انسانی فریضہ ہے اور کائنات کو جانے بغیر اس کی قوتوں کو مسخر نہیں کیا جا سکتا۔ تخلیق کائنات اس کا بڑا اور عظیم کارنامہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تخلیق کائنات کے مراحل اور خوبیاں بیان فرمائی ہیں۔ اگر ہم سوچیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جو چیز اتنی محنت اور حکمت سے بنائی گئی ہے وہ بے مقصد نہیں ہو سکتی۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات میں ایک ہی جیسے قوانین کارفرما ہونے کو اپنی توحید کی دلیل کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ خالق اپنی تخلیق کی ایک ایک خوبی سے واقف ہے۔

یہ کائنات کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وہ راز ہے جو کسی سے چھپا نہیں اس نے قرآن پاک میں ان رازوں سے پردہ اٹھا دیا اور ہمیں ان رازوں کو سوچنے اور سمجھنے کی دعوت دی۔ قرآن پاک تو علم وحکمت کا خزینہ ہے۔ یہ تو ایک سمندر ہے جس کی تہ میں موتی اور جواہرات چھپے ہوئے ہیں۔ جن کا جی چاہے اپنی ہمت اور استقامت کے مطابق اس سے موتی نکال کر دینی اور دنیاوی زندگی کو خوشنما بنا لے۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو یقینی امر ہے کہ ہماری سوچ کی پرواز

Marfat.com

محدود ہے یا پھر ہم اس تخلیق پر غور کرنے سے قاصر ہیں جو یقیناً کفران نعمت ہے یا پھر ہمارے دماغوں کا خلل ہے۔

ریاضی کی رو سے قرآن پاک کی معجزاتی تقسیم

قرآن پاک کا نیا معجزہ کمپیوٹر کی مدد سے ہمارے سامنے آیا ہے۔ یہ قرآن پاک کے مختلف الفاظ کے ریاضتی تقسیم ہے۔ یہ الفاظ ''حروف مقطعات'' کہلاتے ہیں اور اس کا ہر لفظ علیحدہ معنی رکھتا ہے جیسا کہ آلم (الف لام میم)۔

یہ ریاضتی تقسیم پاکستانی سکالر لیفٹیننٹ کرنل (ریٹائرڈ) محمود علی اختر مسجد خالد آفیسر کالونی کیولری گراؤنڈ لاہور چھاؤنی کے خطیب نے تیار کی اور جس کی بنیاد مصری جوڑے مسٹر اینڈ مسز اے خلیفہ نے کمپیوٹر کی مدد سے فراہم کی۔

اس مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن پاک کا پہلا کلمہ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' جس سے سورۂ فاتحہ سمیت تمام سورتوں کا آغاز ہوتا ہے اس کلمہ کے انیس (۱۹) الفاظ ہیں اور یہ الفاظ نا قابل تقسیم ہیں یہ کہ یہ کلمہ چار الفاظ پر مشتمل ہے۔ اسم، اللہ، الرحمٰن اور الرحیم۔

کمپیوٹر کے ذریعے تیار کئے گئے چارٹ کے مطابق لفظ ''اسلام'' قرآن پاک میں انیس (۱۹) بار آیا ہے جو کہ نا قابل تقسیم ہے۔ دوسرا لفظ ''اللہ'' ۲۶۹۸ مرتبہ ظاہر ہوا ہے۔ جس کو انیس (۱۹) پر تقسیم کیا جائے تو جواب ۱۴۲ آئے گا۔ قرآن مجید میں الفاظ الرحمٰن اور الرحیم ۵۷ اور ۱۱۴ بار ظاہر ہوئے ہیں ان کو انیس (۱۹) پر تقسیم کیا جائے تو جواب تین (۳) اور چھ (۶) آئے گا اور اسی طرح حروف مقطعات ۲۹ سورتوں کے آغاز میں ظاہر ہوئے ہیں۔ ان حروف کے تمام الفاظ کو انیس (۱۹) پر تقسیم کیا جا سکتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن پاک کی بنیاد ریاضتی نظام پر رکھی گئی ہے اور اس میں انسانی دماغ کا کوئی عمل دخل نہیں۔ یہ قرآن پاک نا قابل تردید ثبوت ہے جو عظیم اللہ تعالیٰ کی سچی دریافت کو ظاہر کرتا ہے۔

اس چارٹ کی رو سے الف، لام، میم الفاظ چھ سورتوں کے آغاز میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ الفاظ دو اور سورتوں ''رعد'' اور ''اعراف'' میں روایتی الفاظ ''را'' اور ''ص'' میں ظاہر ہوئے ہیں اب یہ تینوں الفاظ ا۔ ل۔ م آٹھ سورتوں میں ۲۶۶۷۷ بار ظاہر ہوئے ہیں ان کو ۱۹ پر تقسیم کریں تو جواب ۱۴۰۴ آئے گا۔ اگلا لفظ الم (ال م) قرآن پاک میں ۹۷۰۹ بار ظاہر ہوا ہے۔ سورۂ رعد سمیت پانچ سورتوں میں اس کی تعداد ۳۷ بنتی ہے۔ عدد ۹۷۰۹ کو ۱۹ پر

Marfat.com

تقسیم کیا جائے تو جواب ۱۱۵ آئے گا۔

لفظ حٰمٓ چھ سورتوں کے شروع میں استعمال ہوا ہے اور سورۂ شوریٰ میں لفظ حمعسق علیحدہ ظاہر ہوا ہے ان کی تعداد ۲۱۶۶ بنتی ہے جس کو ۱۹ پر تقسیم کیا تو جواب ۱۱۴ جواب آیا۔ ''حٰمٓ'' اور ''عسق'' کی کل تعداد ۵۷۰ بنتی ہے۔ جس کو ۱۹ پر تقسیم کیا گیا تو جواب ۳۰ (تیس) آیا۔

دو الفاظ ''طس'' سورۃ النمل میں ظاہر ہوئے ہیں اس کے ساتھ میم کا استعمال قصص کی دو سورتوں میں ہوا ہے۔ ''طٰہٰ'' اور ''طسٓمٓ'' کا استعمال سورۂ طٰہٰ میں ہوا ہے۔ اور ''س'' کا استعمال سورۂ یٰسٓ میں ہوا ہے جس کی کل تعداد ۴۹۴ بنتی ہے ان اعداد کو ۱۹ پر تقسیم کریں تو جواب ۲۶ ہوگا۔

''یا۔س'' کے الفاظ ''سورۂ یٰس'' میں ۲۸۵ مرتبہ آئے ہیں ان کو انیس (۱۹) پر تقسیم کریں تو جواب پندرہ (۱۵) آئے گا۔ اس طرح سورہ ''اعراف'' سورۂ ''مریم'' اور سورہ ''ص'' میں لفظ ''ص'' ۱۵۲ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ جس کو ۱۹ پر تقسیم کیا جائے تو جواب ۸ (آٹھ) ہوگا۔ سورہ ''ق'' اور ''ن'' میں الفاظ ''ق'' اور ''ن'' ۵۷ اور ۱۳۳ مرتبہ استعمال ہوئے ہیں ان کو ۱۹ پر تقسیم کیا جائے تو جواب ۳ اور ۷ آئے گا۔ سورۂ مریم میں لفظ کھیعص ۷۹۸ میں ظاہر ہوئے جس کو ۱۹ پر تقسیم کیا جائے تو جواب ۴۲ آئے گا۔

اس کے علاوہ یہ تمام الفاظ علیحدہ طور پر ۲۹ سورتوں میں ظاہر ہوئے ہیں جن کو ۱۹ پر تقسیم کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر الف ۱۷۴۹۹ دفعہ ظاہر ہوا ہے یعنی (۱۹×۹۲۱) لام ۱۱۷۸۰ ×۱۹ (۱۹×۶۲۰) ''میم'' ۸۶۸۳ (۱۹×۴۵۷) ر (را) ۱۲۳۵ (۱۹×۶۵) ''ص'' ۱۵۲ (۱۹×۸) طٰہٰ ۳۰۴ (۱۹×۱۶) الٓمٓ (ال م) کو دوبارہ جمع کیا جائے تو ان کی تعداد ۳۷۹۶۲ ہوگی (۱۹۹۸× ۱۹) قرآن پاک کی مجموعی سورتوں کی تعداد ۱۱۴ ہے جن کو ۱۹ پر تقسیم کیا جائے تو جواب ۶ آئے گا۔

لفظ لوط بحیثیت ایک قوم قرآن پاک میں ۱۲ بار ظاہر ہوا ہے۔ لیکن سورہ ''ق'' میں لفظ ''اخوان'' قوم کے بجائے لوط کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اگر یہاں قوم کا لفظ استعمال ہوتا تو اس کی تعداد ۱۱۴ سے بڑھ جاتی جس سے قرآن کی ریاضتی نظام کو نقصان پہنچتا۔

سورۃ المدثر ۱۹ کے ہندسوں کی اہمیت کو واضح کرتی ہے جب کہ جہنم کے دربانوں کی تعداد بھی ۱۹ ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید کے شماریاتی معجزات

عرب کے مشہور دانشور ڈاکٹر طارق نے اپنی تحقیق کے حوالے سے قرآن مجید میں بار بار دہرائے جانے والے الفاظ کا حیرت انگیز انکشاف کیا ہے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

الفاظ	معانی	تعداد
الدنیا	یہ دنیا	115بار
الآخرہ	آخرت	، 115
الملائکہ	فرشتے	، 88
الشیاطین	شیطان	، 88
الحیات	زندگی	،145
الموت	موت	،145
الرجل	آدمی	، 24
المراءۃ	عورتیں	، 24
الشہر	ماہ (مہینہ)	، 12
الیوم	دن	، 365
البحر	سمندر	32(71.11٪)۔32
البار	زمین	13(28.88٪)۔13

اس تحقیق کے مطابق کرہ ارض پر 71.11 پانی اور بقیہ 28.88 زمین ہے۔ مشہور فرانسیسی مصنف Maunice Bucaille کے مضمون Study of Quran Majeed (From the origin of man)

Marfat.com

قرآن مجید کا مطالعہ۔ موریسی بوسیلی

جیسا کہ مغرب میں بہت سے لوگوں کی اسلام اور قرآن کے متعلق غلط نظریات پر پرورش کی گئی ہے۔ اپنی زندگی کے بیشتر حصے میں، میں خود بھی ایسے لوگوں میں سے ایک تھا۔ میں اس قسم کے غلط نظریات جو عموماً پائے جاتے ہیں کا حوالہ دینے کے لیے ایک یا دو خصوصی مثالیں دینا چاہوں گا۔

جیسے جیسے میں بڑا ہوا، مجھے ہمیشہ یہ سکھایا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید کے مصنف ہیں۔ مجھے اس معلومات کے سلسلے میں قرآن مجید کے فرانسیسی ترجمہ کا مطالعہ یاد ہے۔ مجھے ہمیشہ بتایا گیا کہ قرآن مجید کے مصنف نے انجیل کی متبرک تاریخی کہانیوں کو معمولی سی تبدیلی کے بعد یکجا کیا ہے۔ مصنف کے بارے میں کہا گیا کہ اس نے مذہب کے اصول اور قوانین طے کرتے وقت کچھ پیراگراف کا اضافہ کیا یا خارج کر دیا ہے۔ جو کہ اس نے خود کیا یا جس کی اس نے خود بنیاد رکھی۔

یہ قرآنی اقتباس کے ماخذ کے متعلق بیان، جو حقیقت سے بے حد دور ہے۔ ایک شخص کو فوراً سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ اگر انجیل میں کچھ سائنسی غلطیاں ہیں تو اس قسم کی غلطیاں قرآن مجید میں ضرور ہونگی۔ اس قسم کے حالات میں یہی فطری نتیجہ نکالا جا سکتا ہے لیکن یہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔

ہم بخوبی آگاہ ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی 610 اور 632 عیسوی کے دوران نازل ہوئی۔ اس دور میں مشرق کے ساتھ ساتھ مغرب میں جہالت کا دور دورہ تھا۔ مثال کے طور پر فرانس میں یہ عہد شہنشاہ ڈیگوبورٹ (Dagobort) کے عہد سے تعلق رکھتا ہے اور یہ شہنشاہ (Merovingians) عہد کا آخری بادشاہ تھا۔

یہ نقطہ نظر جسے قرآنی اقتباس سمجھا جاتا تھا پہلی نگاہ میں مدلل دکھائی دیتا تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص اس اقتباس کا غیر جانبدارانہ طور پر تجزیہ کرے تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ نقطہ نظر حقیقت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ ہمیں ایک لمحے میں اس بیان کی سچائی کے متعلق پتا چل جائے گا جو کہ اقتباسات سے واضح ہے۔

جب کبھی قرآن مجید میں موجود بیانات کا کتابی ثبوت ملتا ہے جو جدید علم سے مطابقت رکھتے ہیں جب کہ یہی بیانات انجیل میں اس انداز سے بیان کیے گئے ہیں جو کہ سائنسی طور پر

Marfat.com

نا قابل قبول ہیں۔تو مجموعی ردعمل یا نقطہ نظر یہ ہے کہ آسمانی نسخوں کو علیحدہ کرنے والے عہد کے دوران عرب کے سائنس دانوں نے بے شمار میدانوں میں ایسی دریافتیں کیں جس نے انہیں فرضی اصولوں تک پہنچنے کے قابل بنایا۔

جہاں تک سائنسی تاریخ کا تعلق ہے تو اس نقطہ نظر کا کوئی وجود نہیں۔ دوسرا (آسمانی نسخہ یعنی قرآن مجید) اسلامی تہذیب کے اس عظیم دور کو ظاہر کرتا ہے جب قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد بے شمار صدیاں ایسی آئیں جس میں سائنس نے خاصی ترقی کی۔ مزید یہ کہ سائنسی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ جہاں تک اس موجودہ کتاب (قرآن مجید) میں بیان کئے گئے مضامین کا تعلق ہے تو انجیل اور قرآن مجید کے نزول کے درمیانی عرصہ میں کوئی دریافت نہیں ہوئی۔ تاہم جب قرآن مجید کے اس پہلو کا مغربی دنیا میں ذکر کیا جاتا ہے تو ہم یہ سننے کی توقع رکھتے ہیں کہ ہوسکتا ہے بلاشبہ ایسا ہی ہو، مگر اس حقیقت کا ہمارے پاس موجود قرآن مجید کے ترجمے میں یا دیباچے میں اور اس کے ساتھ موجود تبصروں میں کہیں بھی حوالہ نہیں ملتا۔

یہ بہت دانشمندانہ بیان ہے۔ مسلم اور بلاشبہ غیر مسلم مترجم جنہوں نے قرآن مجید کے فرانسیسی زبان میں ترجمے کئے وہ بلاشبہ اہل علم لوگ ہیں۔ انہوں نے قابل ذکر حد تک ایک پیرا گراف کا غلط ترجمہ کیا کیونکہ وہ اس کے صحیح مفہوم کو سمجھنے کے لیے مطلوبہ سائنسی علم نہیں رکھتے۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ صحیح ترجمہ کرنے کے لیے ایک شخص کے پاس پڑھے جانے والے مواد کا بنیادی علم ہونا چاہیے۔ مزید نقطہ یہ ہے کہ مترجم، خصوصاً جن کا اوپر تذکرہ کیا گیا کو قدیم مبصروں کے نوٹس سے متاثر ہونا چاہئے یا اثر لینا چاہئے جنہیں اکثر بہت زیادہ مستند سمجھا جاتا تھا۔ اگرچہ وہ سائنسی علم نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی بلاشبہ اس دور میں کوئی دوسرا شخص رکھتا تھا۔

وہ یہ تصور کرنے سے قاصر تھے کہ یہ کتابیں شاید دنیاوی علم کے متعلق حوالے رکھتی ہوں اور وہ قرآن مجید میں موجود اس قسم کے مضمون سے تعلق رکھنے والی آیات مبارکہ سے اس کا موازنہ کرتے ہوئے ایک خاص پیرا گراف پر توجہ نہ رکھ سکے۔ یہ ایک ایسا علم ہے جو اکثر ایک لفظ یا بیانات کے معنی فراہم کرتا ہے۔

اس نتیجے سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ قرآن مجید کا کوئی پیرا گراف جو جدید دنیاوی علم سے موازنہ رکھتا ہو اس کے بارے میں خدشہ ہے کہ اس کا غیر مصدقہ ترجمہ ہوا۔ اکثر ایسا ترجمہ اگر مکمل احمقانہ نہ ہو تو اغلاط سے بھرپور ہوتا ہے۔ اس قسم کی غلطیوں سے بچنے کے لیے واحد طریقہ یہ ہے کہ سائنسی علم اور پس منظر کو سامنے رکھا جائے اور قرآن مجید کی اصل زبان

Marfat.com

(عربی) کا مطالعہ کیا جائے۔

غیر متوقع دریافتیں

یہ میرے لیے ممکن نہ ہوا جب تک کہ میں نے عربی زبان نہ سیکھ لی اور قرآن مجید کو اصل زبان میں نہ پڑھا کہ میں کچھ آیات کے مختصر اور صحیح معنی سمجھنے کے قابل ہوا۔ صرف اس وقت ہی میں کچھ دریافتیں کر سکا جو خاصی حیران کن تھیں۔

قرآن مجید پر اپنے بنیادی نظریات کے ساتھ جو کہ ابتدا میں غلط تھے اور جو مغرب میں اکثر لوگوں کے ہوتے ہیں۔ مجھے یقینی طور پر قرآن میں ان بیانات کو پانے کی توقع نہ تھی جو کہ میں نے دریافت کیے۔ ہر نئی دریافت کے ساتھ میں شکوک سے بھر گیا کہ کہیں میں اپنے ترجمے میں بھٹک تو نہیں گیا، یا کہیں ایسی وضاحت نہ کر دی ہو جو عربی زبان کے معنی میں رکاوٹ ہو۔ بے شمار مسلم اور غیر مسلم ماہرین لسانیات اور ماہرین مذہبی علوم کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد میں اس بات کا قائل ہوا کہ اس قسم کے مطالعے کے بعد ایک نیا نظریہ بنایا جا سکتا ہے۔ قرآن مجید میں موجود بیانات اور جدید سائنس پر موجود ان مضامین کے حوالے سے ٹھوس مروجہ علم جس کے متعلق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں نہ کوئی شخص اور نہ ہی پیغمبر خود اس علم تک پہنچ سکتا تھا۔ جو آج ہم رکھتے ہیں۔

ماضی کے ان غلط نظریات اور توہمات جو انسان پر کتاب کے نزول کے زمانے میں رائج تھے ان کے متعلق مجھے قرآن سے کوئی مدد نہ ملی۔ انجیل کے معاملے میں ایسا نہیں ہے جس کے مصنف نے اس دور کی زبان میں اظہار کیا ہے۔

''انجیل، قرآن اور سائنس'' نامی کتاب جو پہلی مرتبہ 1976ء میں صحیح فرانسیسی زبان میں سامنے آئی اور جو بعد میں انگریزی میں 1978ء میں سامنے آئی، میں نے ان معلومات کے بنیادی نکات کو سامنے رکھا۔ 9 نومبر 1976ء کو میں نے (French Academy of Medicine) میں لیکچر دیا جس میں میں نے قرآن مجید میں انسان کے وجود کے متعلق آیات کی وضاحت کی۔ جس کا عنوان (Physiological and Enbrylogical Data in the Quran) تھا۔ میں نے اس حقیقت کی وضاحت کی کہ یہ معلومات جس کو میں نے نیچے مختصراً بیان کروں گا، میرے وسیع مطالعہ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ نیچے چند نکات ہیں جو قرآن مجید کے مطالعے کے بعد پیدا ہوئے۔

Marfat.com

دنیا کی تخلیق کا نظریہ جو کہ انجیل میں موجود خیالات سے مختلف ہے۔اور یہ نظریہ کائنات کی تخلیق کے موجودہ عمومی نظریات سے مطابقت رکھتا ہے۔

☆ اجرام فلکی کی حرکت اور ارتقاء کے متعلق مکمل مطابقت رکھنے والے آج کے نظریات کے متعلق بیانات۔

☆ خلا کی فتح کے متعلق پیش گوئی۔

فطرت میں (Water Cycle) اور زمینی مدد (خوراک پانی کے سلسلے میں) کے متعلق نظریات جو کہ بعد میں کئی صدیاں گزرنے کے بعد صحیح ثابت ہوئے۔

یہ تمام معلومات کسی ایسے شخص کو حیران کرنے کے لیے کافی ہیں جو ان تک حقائق جاننے کی غرض سے رسائی حاصل کرتا ہے اور یہ موجودہ کام کے مطالعہ میں مسائل پر بڑا وسیع پہلو فراہم کرتا ہے۔ بنیادی نقطہ ویسا ہی رہتا ہے۔تاہم حقائق کی یقینی موجودگی میں، جو ہمارے فطری نظریات پر بہت بڑا دباؤ ہے جن کی ہم ہمیشہ مادی طریقے سے وضاحت کرتے ہیں، قرآن مجید میں ان سائنسی بیانات کی موجودگی انسانی وضاحتوں کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔

انسان کے ساتھ ساتھ پہلے ذکر کیے گئے تمام موضوعات پر انجیل سے ملتی جلتی معلومات کا حاصل کرنا ممکن نہیں۔مزید یہ کہ انجیل میں سائنسی غلطیاں موجود تھیں، جیسا کہ زمین پر انسان کی پہلی آمد کے متعلق بیان، اس کے متعلق ایسا لگتا ہے کہ جیسے اسے خاندانی یا آباؤ اجداد کے علم سے اخذ کیا گیا ہو۔(Genealogies) یہ نظریہ قرآن مجید میں نہیں پایا جاتا۔یہ سمجھنا خاصا اہم ہے کہ ایسی غلطیوں کو اس وقت نہیں نکالا جا سکتا تھا جب یہ پہلی مرتبہ سامنے آئیں۔

بہت قدیم مسودوں اور آج کی قرآنی کتاب کو ہزار سال سے زائد عرصہ بیت چکا ہے، لیکن یہ کتابیں ابھی تک مکمل مشابہت رکھتی ہیں لہٰذا اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید کے مصنف ہیں (ایک نظریہ جس پر بہت سے لوگ یقین رکھتے ہیں) تو یہ دیکھنا یا تجزیہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ انہوں نے انجیل سے ان سائنسی غلطیوں کی کیسے نشاندہی کی۔ جو کہ وسیع اور بے شمار موضوعات سے تعلق رکھتی ہیں۔اسی طرح بالکل ویسے ہی موضوعات پر اپنی کتاب کی تشکیل کرنا اور ہر ایک غلطی کو کیسے ختم کیا جا سکتا ہے؟

آئیں! ہم ایک مرتبہ پھر بیان کریں یا حوالہ دیں کہ جب انجیل لکھی گئی اس وقت کوئی نئے

Marfat.com

سائنسی حقائق دریافت نہیں کیے گئے تھے۔ جوایسی غلطیوں کو ختم کرنے میں معاونت ہوتے۔

اوپر کی گئی بحث کی روشنی میں کتابوں کی تاریخ کے متعلق جاننا بہت ضروری ہے بالکل ایسے ہی جیسا کہ ہمارے لیے انجیل کے پہلوؤں کی سوجھ بوجھ اور ان حالات کے متعلق آگاہی جن میں انجیل لکھی گئی۔ ضروری ہے جیسا کہ ہم نے پہلے دیکھا ہے۔ انجیل کے ماہرین، انجیل کے پرانے اور نئے نسخوں کو آسمانی کام سمجھتے ہیں یا آسمانی کتاب سمجھتے ہیں۔

آئیں! اب ہم مسلم مذہبی مفکرین و ماہرین کے نظریات کا مطالعہ یا معائنہ کریں جو قرآن مجید کو مختلف اشکال میں پیش کرتے ہیں۔ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشکل چالیس برس کے ہوئے تو یہ ان کی عادت تھی کہ آپ ﷺ مکہ کے باہر مراقبے کے لیے خلوت نشینی کے لیے تشریف لے جاتے۔ یہاں پر آپ ﷺ کو 610 عیسوی کی ایک تاریخ کو اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام جبرئیلؑ کے ذریعے ملا۔ خاموشی کے طویل عرصے کے بعد اس پہلے پیغام کے بعد آپ ﷺ پر تقریباً 23 سال کے عرصے تک مسلسل وحی نازل ہوتی رہی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کے دوران صحابہ کرامؓ انہیں لکھ لیتے اور یاد کر لیتے تھے۔ اسی طریقے سے ان وحی کو سورتوں میں تقسیم کر دیا گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد انہیں ایک کتاب قرآن مجید کی شکل میں اکٹھا کیا گیا۔ یہ کتاب خدا کا کلام ہے جس میں کوئی انسانی اضافہ نہیں۔ اسلام کی تاریخ کی پہلی صدی کے مسودے آج کی کتاب کی تصدیق کرتے ہیں۔ تصدیق کی دوسری شکل قرآن مجید کی زبانی تلاوت کی مشق ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد سے لے کر آج تک مسلسل جاری ہے۔

قرآن مجید کی نہ بگڑنے والی حیثیت

انجیل کے برعکس ہمیں ایک خیمہ فراہم کیا جاتا ہے جو کہ درحقیقت بذات خود وحی کا ایک مسودہ ہے اور یہ لغوی اعتبار سے قرآن مجید کے حصول اور وضاحت کا واحد طریقہ ہے۔ قرآن مجید کی حقانیت پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور قرآن مجید کی نہ بگڑنے والی حیثیت نیچے دیئے گئے حقائق سے جنم لیتی ہے۔

سب سے پہلے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا قرآن مجید کے حصے حضور ﷺ کی زندگی میں لکھے گئے۔ ان کو لکڑی کی تختی، چمڑے اور اس دور کی دوسری چیزوں پر لکھا جاتا تھا۔ قرآن مجید خود اس حقیقت کا حوالہ دیتا ہے کہ اس کے مسودے کو تحریری شکل میں رکھا گیا۔ ہمیں اس بات کا

Marfat.com

بے شمار سورتوں میں پتہ چلتا ہے جو کہ ہجرت سے پہلے اور بعد کی ہیں (حضرت محمد ﷺ کی مکہ سے مدینہ کی طرف 622 عیسوی میں روانگی)۔

اس مسودے کو تحریر کیے جانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اسے زبانی یاد کیا جاتا تھا۔ قرآن مجید، انجیل کے پرانے مسودے سے خاصا چھوٹا اور نئے مسودے سے تھوڑا سا بڑا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کو نازل ہونے میں 23 سال لگے تو اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کے لیے سورتوں کے اعتبار سے زبانی یاد کرنا آسان تھا۔ جہاں تک قرآن مجید کی نہ بگڑنے والی حیثیت کا تعلق ہے تو تلاوت کا یہ عمل خاصا اہم ہے اور اس نے اس آخری کتاب کو لکھے جانے کے وقت چیکنگ کا دوہرا نظام فراہم کیا۔

قرآن مجید کی کتابت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد کئی سالوں تک جاری رہی۔ سب سے پہلے یہ کام حضور ﷺ کے پہلے جانشین حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں، پھر حضرت عمرؓ کی خلافت میں، اور خصوصاً حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں ہوا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن مجید کے نئے ایڈیشن کے متعلق بڑی سختی کی جس میں قرآن مجید کو تلاوت کی گئی آیات سے چیک کرنا شامل تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد اسلام اپنے آغاز کے علاقے کی حدود سے دور دراز تک تیزی سے پھیلا۔ جلد ہی اسلام میں بہت سے ایسے لوگ شامل ہو گئے جن کی مقامی زبان عربی نہ تھی۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے بہت سخت اقدامات کئے گئے کہ قرآن مجید کی اصلی حیثیت اسلام کے پھیلاؤ سے متاثر نہ ہو۔

حضرت عثمان غنیؓ نے قرآن پاک کی مکمل اور صحیح جلدیں وسیع اسلامی مملکت کے بڑے بڑے مراکز میں بھیجیں۔ کچھ جلدیں آج بھی تاشقند اور استنبول جیسی جگہوں پر کم و بیش مکمل حالت میں موجود ہیں۔

ایسی جلدیں بھی دریافت کی گئی ہیں جو ہجرت کے بعد پہلی صدی سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ سب مشابہت رکھتی ہیں اور یہ سب جلدیں ابتدائی مسودوں کے عین مطابق ہیں۔ آج کل کی قرآن پاک کی جلدیں مکمل طور پر حقیقی اور ابتدائی قرآن مجید کی جلد کے مکمل طور پر عکاسی کرتی ہیں۔ قرآن مجید کے حوالے سے وقت کے ساتھ ساتھ اسے دوبارہ لکھنے یا گڑبڑ کرنے کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اگر قرآن مجید کا ماخذ انجیل میں پیش کئے جانے والے نظریات سے مشابہت

Marfat.com

رکھتا تو یہ فرض کرنا نا معقول نہ ہوتا کہ اس میں پیش کئے گئے نظریات اس دور میں موجود کچھ نظریات سے متاثر ہو کر پیش کئے گئے یا لکھے گئے۔ جنہیں اکثر پرانی کہانیوں یا توہمات سے حاصل کیا گیا تھا اگر ایسا معاملہ ہوتا تو ایک شخص دلیل دیتا کہ ایسے ذرائع پر مشتمل غلط دلائل کے نا قابل بیان مواقع ہوتے جو اوپر مختصراً بیان کئے گئے بے شمار مختلف مضامین میں اپنی جگہ بنا لیتے۔

حقیقتاً ہمیں قرآن مجید میں اس قسم کی کوئی چیز نہیں ملتی، لیکن یہ کہہ لینے کے بعد ہمیں یہ نوٹ کرنا چاہئے کہ قرآن مجید ایک انتہائی شاندار کتاب ہے۔ ہمیں ایسے بیانات استعمال نہیں کرنے چاہئیں کہ جن پر سائنسی قوانین کے مظہر کو تلاش کرنے کے بہانے دنیاوی علم کی چھاپ ہو۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ وہ سب کچھ جس کی ہمیں تلاش کرنی چاہئے وہ فطری عوامل پر سوچ بچار، خدائی طاقت کے حوالوں سے لبریز بیانات ہیں اور جو تمام ادوار میں انسانیت کے واقعات کی حقانیت پر زور دینے کے لیے استعمال کئے گئے ہیں۔ قرآن مجید میں ایسی سوچ و بچار کی موجودگی جدید عہد میں خاص طور پر اہم بن گئی ہے کیونکہ ان کے معانی کی موجودہ عہد کے علم کے حقائق کے ذریعے وضاحت کی جاتی ہے۔ یہ خوبی قرآن مجید کا طرۂ امتیاز ہے۔

اس کے کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن مجید میں تمام بیانات خصوصاً انسان سے متعلق بیانات کو جدید سائنس کے علم کی روشنی میں پرکھا جائے۔ انسان کی تخلیق جیسا کہ اسے انجیل اور قرآن دونوں میں بیان کیا گیا اس کو سائنسی حقائق کی روشنی میں نہیں جانچا جا سکتا۔ اسی طریقے سے جب نئی مذہبی کتاب قرآن مجید ہمیں معلومات فراہم کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو بائیولوجی کے اعتبار سے ہم اس مذہبی بیان کو یہ کہہ کر غلط نہیں کہہ سکتے کہ انسان تاریخ یا Species میں کوئی مثال نہیں ملتی کہ کوئی شخص والد کے کروموسوم حاصل کئے بغیر پیدا ہوا جن کا (Genetic Inberitance) کی بناوٹ میں آدھا حصہ ہوتا ہے۔ سائنس معجزوں کی وضاحت نہیں کرتی کیوں کہ تعریف کے اعتبار سے معجزوں کی وضاحت نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا جب ہم قرآن اور انجیل دونوں میں پڑھتے ہیں کہ انسان کو زمینی مٹی سے بنایا گیا تو ہم درحقیقت ایک بنیادی مذہبی اصول پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ انسان جہاں سے آیا تھا وہاں چلا جاتا ہے کیونکہ انسان اسی جگہ دفن کر دیا جاتا ہے اسے دوبارہ قیامت کے روز اٹھایا جائے گا۔

انسان پر ایسی سوچ و بچار کے بنیادی مذہبی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ ہمیں قرآن مجید میں انسان پر ایسے بیانات ملتے ہیں جو بڑی سختی کے ساتھ مادی حقائق کا حوالہ دیتے ہیں۔ یہ خاصے

Marfat.com

حیران کن ہوتے ہیں جب ایک شخص ان کا پہلی مرتبہ مطالعہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن مجید زندگی کے آغاز کے متعلق عموماً بیان کرتا ہے اور انسان کی ساخت کے حوالے سے تبدیلی کو زیادہ جگہ دیتا ہے یا وضاحت کرتا ہے اور اس حقیقت کی بار بار وضاحت کرتا ہے کہ خدا اسے جیسا بنانا چاہتا تھا ویسا اس نے اسے بنایا۔ ہمیں اس طریقے سے انسانی افزائش پر ایسے بیانات ملتے ہیں جو بڑے مختصر انداز میں اس دنیاوی علم کے ساتھ اپنا موازنہ پیش کرتے ہیں جو آج ہم اس موضوع پر رکھتے ہیں۔

قرآن مجید میں پائے جانے والے بیانات جن کا جدید علم سے موازنہ کیا جا سکتا ہے۔ انہیں کسی بھی طرح تلاش کرنا آسان نہیں۔ 1976ء میں شائع ہونے والے مطالعے کی تیاری میں مغرب میں گزشتہ مشہور کاموں پر توجہ ڈالنے کے قابل نہ تھا کیونکہ کوئی بھی اس قابل نہ تھا۔ وہ چند کام جن کا میں حوالہ دے سکتا تھا وہ عربی میں تھے اور جن کے موضوعات قرآن مجید میں بیان ہوئے تھے اور وہ سائنس دانوں کے لیے دلچسپی رکھتے تھے۔ تاہم کوئی بھی مکمل مطالعہ نہ تھا۔ سب سے بڑھ کر اس قسم کی تشخیص کے لیے سائنسی علم کی ضرورت ہے جو مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہو۔ تاہم ماہرین اسلام کے لیے اس قسم کا علم حاصل کرنا آسان نہیں۔ کیونکہ وہ بنیادی طور پر ادبی پس منظر رکھتے ہیں۔ کم از کم جہاں تک مغربی دنیا کا تعلق ہے تو بلاشبہ اس قسم کے سوالات بنیادی اسلامی نظریے میں بمشکل کوئی جگہ بنا پاتے ہیں۔ صرف ایک سائنس دان ہی جو مکمل طور پر عربی ادب سے واقفیت رکھتا ہو صرف وہی قرآنی کتاب کے مابین موازنہ کر سکتا ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ عربی پڑھنے کے قابل ہو اور جدید علم کی معلومات کو بھی جانچ سکتا ہو۔ ایسے بیانات کی فوراً واضح نہ ہونے کی ایک اور وجہ بھی ہے کہ ایک ہی موضوع پر آیات پورے قرآن مجید میں بکھری ہوئی ہیں۔

یہ کتاب بلاشبہ بے شمار قسم کے موضوعات پر سوچ و بچار کو اکٹھا کرتی ہے جن کا ایک ایک کر کے حوالہ دیا گیا اور دوسروں کو بعد میں بے شمار مرتبہ کئی دفعہ اٹھایا گیا۔ لہٰذا ان معلومات یا ایک مختصر سے موضوع کو ساری کتاب سے ایک جگہ اکٹھا کیا جائے اور انہیں ایک ہی عنوان کے تحت لکھا جائے۔ آیات کو اکٹھا کرنے کے اس کام کے لیے کئی گھنٹوں کی محنت درکار ہے باوجود اس کے کہ بے شمار ترجمہ کرنے والوں (مترجمین) نے اس قسم کے موضوعات کی فہرست تیار کی ہے کیونکہ ایسی فہرستیں شاید نہ مکمل ہوں اور بلاشبہ کئی صورتوں میں یہ اکثر نامکمل ہوتی ہیں۔

اللھم صل علی محمد و علیٰ آلہ و بارك و سلم

Marfat.com

صاحبِ قرآن

حاملِ قرآں، حاصلِ ایماں، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سرورِ عالم، ہادیٔ دوراں، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مزمل ، مدثر ، طاہا ، نور مجسم ، حسن سراپا
مطلعِ جاں کا نیّر تاباں، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
صبح ازل کا نور حوالہ ، عالم عالم اس کا اجالا
مہر منور، نیّر فاراں، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام تمام انبیاء اور رسل سے افضل ہے جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ آپ ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی۔ اس کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی کتاب آپ ﷺ کی نبوت اور قرآن پاک قیامت تک رہیں گے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ نے نبوت کا حق ادا کر دیا یعنی جو کام پہلے انبیاء نے شروع کیا تھا آپ ﷺ نے اس کی تکمیل کر دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام پر مبنی ایسا ضابطہ حیات (شریعت محمدی) عطا فرمایا جو انفرادی اور اجتماعی انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں، روحانی، ذہنی، معاشی اور معاشرتی تمام پہلوؤں پر حاوی ہے۔ شریعت محمدی ﷺ سے پہلی تمام شریعتوں کا منسوخ ہو جانا ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کا ثبوت ہے۔ اسی طرح قرآن پاک سے پہلے کی جملہ آسمانی کتابوں زبور، تورات اور انجیل کا منسوخ ہونا بھی آپ ﷺ کی برتری ظاہر کرتا ہے۔ شریعت محمدی ﷺ پر مبنی معاشرہ اور مملکت وجود میں لانا بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وفضیلت پر دلالت کرتا ہے۔ گویا آپ ﷺ ہی نے مرتبہ خلافت کا حق ادا کر دیا۔ معراج کے دوران حق تعالیٰ کا بقائمی ہوش وحواس روبرو مشاہدہ حق تعالیٰ ظاہر کرتا ہے کہ معرفت بھی آپ ﷺ پر ختم ہوئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز میں اولادِ آدم کا سردار ہوں گا (اولادِ آدم میں انبیاء بھی شامل ہیں) ایک دوسری حدیث مبارکہ میں ہے کہ قیامت کے دن جملہ انبیاء آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور آپ ﷺ سے بنی آدم کی شفاعت

Marfat.com

کے لیے درخواست کریں گے۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ بلند ترین مقام، مقام محمود عطا فرمائیں گے، جس پر سب اگلے اور پچھلے رشک کریں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے مجھے چھ چیزوں سے دوسرے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔ 1۔ جامع گفتگو۔ 2۔ رعب۔ 3۔ غنیمت کا حلال ہونا۔ 4۔ ساری زمین کا مسجد بنا دیا جانا۔ 5۔ ساری مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا جانا۔ 6۔ خاتم النبیین ﷺ ہونا۔

آپ ﷺ نے فرمایا میں ﷺ قیامت کے روز اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ یہ فخریہ نہیں کہتا اس دن حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا اور اس روز تمام انبیاء خواہ وہ حضرت آدمؑ ہوں یا دیگر حضرات میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور اس روز سب سے پہلے مجھے اٹھایا جائے گا اور میں یہ بات فخریہ نہیں کہتا۔ (ترمذی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں رسولوں کا قائد ہوں اور یہ فخر نہیں کہتا (دارمی) ایک اور حدیث شریف کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا میں نبیوں کا امام ہوں۔ (ترمذی)

سیرت نبی الاُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پوری انسانی تاریخ کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں بڑے بڑے پیغمبر، اکابر، مفکر اور دانش ور نظر آتے ہیں جن کی زندگیوں کے بارے بہت کچھ لکھا گیا مگر یہ زیادہ تر مفروضوں اور سنی سنائی باتوں پر مشتمل تھا۔ جب کہ نبی الامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی سینوں اور سفینوں میں محفوظ ہے۔ سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کو قلم بند کرنے سے پہلے تمام تر واقعات اور صحیح اعداد و شمار کو ملحوظ خاطر رکھا اور کسی بھی قیاس آرائی اور سنی سنائی بات کو اس وقت شامل تحریر نہیں کیا جب تک کہ اصل واقعات کو اچھی طرح جانچ اور پرکھ نہیں لیا۔ اس لیے بھی کہ آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ پر لکھنا ایک اسلامی اور دینی فریضہ ہے اور اس فریضہ کو احسن طریقہ سے انجام دینے میں ہی مسلمانوں کی فلاح و بقا ہے۔ تمام سیرت نگاروں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح حیات میں احتیاط، ذمہ داری اور فرض شناسی کو سامنے رکھا۔ آپ ﷺ کے قول و فعل کو جانچنے کے لیے کہ واقعی حضور اکرم ﷺ نے ایسا کیا اور کہا تھا۔ ایک فن کا درجہ رکھتا ہے خاص طور پر احادیث مبارکہ کو اکٹھے کرنے اور تحریر کرنے میں تو بہت زیادہ احتیاط برتی گئی چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی بھی قوم فن حدیث جیسا لٹریچر آج تک پیش

Marfat.com

نہیں کر سکی۔

سیرت مبارکہ پر لکھی گئی تمام تر کتابیں اٹھا کر دیکھ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ سیرت نگاروں نے سیرت کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھا اور کسی بھی واقعہ کو غیر معمولی سمجھ کر چھوڑ نہیں دیا بلکہ ان واقعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مثلاً انہوں نے حلیمہ سعدیہؓ کے قبیلے کا نام، اس کے شوہر کا نام اور حضور اکرم ﷺ کے رضائی بھائی بہنوں کے نام بھی لکھے ہیں۔ غرضیکہ سیرت نگاروں نے آپ ﷺ کے بچپن سے لے کر آخری عمر تک کے تمام واقعات کو تفصیل سے بیان کیا۔ یہ کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا کس مقام پر انتقال ہوا اور وہ مقام (ابواء) مدینہ سے کتنی مسافت پر واقع ہے۔

سیرت ایک مشکل فن ہے اور اس پر عمل پیرا ہونا اس سے کہیں زیادہ مشکل تر۔ واقعات کا ترتیب وار سپرد قلم کرنا اور واقعات و حالات کی صحیح تحقیق سے گزرنا بھی مشکل مرحلہ ہے۔ سیرت نگاروں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر لکھ کر پورا حق ادا کر دیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج تک سیرت نبوی ﷺ پر جتنا بھی کام ہوا ہے وہ حقائق کو مدنظر رکھ کر کیا گیا۔ سیرت نبوی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر طائف، بدر و احد اور فتح مکہ جیسے اہم واقعات محفوظ ہیں بلکہ حدیث کی کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ریش مبارک میں کتنے سفید بال تھے۔ آپ ﷺ کی نعلین مبارک کی شکل کیا تھی۔ آپ ﷺ پانی کتنے گھونٹوں میں پیتے تھے، اور کس کروٹ سوتے تھے؟ آپ ﷺ کی تلواروں، زرہوں اور سواریوں کے کیا نام تھے۔ آپ ﷺ نے کن کن غزوات میں حصہ لیا اور عسکری لحاظ سے کیا حکمت عملی اختیار کی۔

سیرت نبوی ﷺ کے مطالعہ سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ آپ ﷺ کے اٹھنے بیٹھنے کا کیا انداز تھا۔ بات کرنے، کھانا کھانے میں کن کن عوامل کو ملحوظ خاطر رکھتے۔ صوم وصلوٰۃ سے لے کر میدانِ جنگ تک حضور ﷺ کے ہر قول و فعل اور گفتار و کردار کو آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے کس طرح پیروی کی اور ان روایات کو کس طرح آگے پہنچایا تا کہ آنے والے زمانے میں بھی مسلمان ان کی پیروی کر سکیں۔

احادیث اور سیرت کی کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم با جماعت نمازوں میں کون کون سی سورۃ تلاوت فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ روزہ افطار کرتے

Marfat.com

وقت، نئے کپڑے پہن کر۔ آئینہ دیکھ کر، سواری پر سوار ہوتے ہوئے، سونے سے پہلے، نیند سے جاگنے کے بعد، طعام کے آغاز واختتام پر کیا دُعائیں پڑھتے تھے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کے ہر عمل کو دیکھا اور حضور ﷺ کی ایک ایک سنت پر عمل کر کے دکھایا۔ ان کی زندگی اطاعت رسول ﷺ سے مزین تھی۔ ان کی خواہش تھی کہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے ہر وقت آپ ﷺ کی زندگی اور عمل کو مدنظر رکھیں اور اس پر عمل پیرا ہوں۔ وہ اطاعت رسول ﷺ کو ہی اپنی زندگی کا حاصل سمجھتے تھے۔ یہ مصدقہ امر ہے کہ دنیا کے کسی بڑے آدمی اور عظیم شخصیت کو اتنے اطاعت گزار، عقیدت مند اور جاں نثار پیروکار اور رفقاء میسر نہیں ہوئے جتنے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میسر تھے۔ اس لیے بھی کہ صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں اخلاق محمدی چلتا پھرتا بولتا دکھائی دیتا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کی زندگی

چودہ سو سال گزرنے کے باوجود بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی پوری کی پوری محفوظ ہے۔ قرآن مجید کہتا ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (احزاب۔۲۱)

ترجمہ: "تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔"

قرآن مجید کا مطالعہ کیجئے یا تاریخ اسلام کا تو پتہ چلتا ہے کہ تمام انبیاء ورسل ہدایت لے کر آئے اور یہ حکم خداوندی تھا۔ انہوں نے حکم کی بجا آوری کی۔ ان کی زندگی پاکیزہ تھی اور انسانوں کے لیے اعلیٰ نمونہ۔ مگر کیا وجہ ہے کہ ان کی مقدس زندگیوں کو لوگوں نے بھلا دیا اور اب ان کا ذکر قرآن مجید اور اسلامی تاریخ میں سرسری طور پر ملتا ہے جب کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام تر زندگی ہمارے حافظے میں، ذہن وفکر میں، کتابوں میں بلکہ اعمال وکردار میں محفوظ رکھی گئی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اس کا اہتمام وانتظام خود اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ ایسے جیسے اس نے اپنے کلام (قرآن مجید) کی حفاظت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت صحابہ کرامؓ کو سونپ دی، جن میں آپ ﷺ نے زندگی بسر کی تاکہ وہ خود بتائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا تھے۔

صادق الامین

ایک طرف جانثار صحابہ کرامؓ تھے تو دوسری طرف قریش مکہ جن کی دشمنی اور عناد

Marfat.com

آپ ﷺ کے خلاف انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ قریش نے ہر موقع پر آپ ﷺ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور نعوذ باللہ آپ ﷺ کی جان کے درپے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن سے لے کر جوانی تک انہی قریش کے درمیان گزاری مگر تمام تر مخالفت اور دشمنی کے قریش مکہ آپ ﷺ پر الزام تراشی تو درکنار آپ ﷺ کی عظمت، سیرت و اخلاق پر انگلی تک نہ اٹھا سکے پھر ایک وقت ایسا آیا کہ قریش مکہ نے محمد بن عبداللہ ﷺ کو صادق الامین کا خطاب دیا اور آپ ﷺ کی راست بازی اور امانت ضرب المثل بن گئی۔ ابو جہل جو آپ ﷺ کا سب سے بڑا مخالف تھا وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ ''محمد ﷺ میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا۔ ہاں! جس چیز کی تم دعوت دیتے ہو اسے درست نہیں سمجھتا!''

قیصر روم کے دربار میں ایک واقعہ

تاریخ میں ہمیں ایک بڑا اہم واقعہ ملتا ہے جو کسی صورت بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ قیصر روم کے دربار میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے بڑے دشمن ابوسفیان سے گفتگو ہوتی ہے۔ اس موقعہ پر ابوسفیان نے آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے خلاف جو کچھ کہا وہ بھی تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ مگر جب قیصر روم نے ابوسفیان سے پوچھا کہ ''کیا تم اس شخص (محمد ﷺ) کو دروغ گو بھی پایا؟'' تو اس کے جواب میں ابوسفیان کی زبان سے ''نہیں'' نکلا۔ اور اس پر قیصر روم کی فراست پکار اٹھی کہ جو شخص آدمیوں کے معاملات میں جھوٹ نہیں بولتا وہ خدا کی ذات پر کس طرح افتراء باندھ سکتا ہے۔

تواضع فرمانا

شمائل ترمذی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع فرمانے کے بارے میں متعدد احادیث دی گئی ہیں ان میں سے چند کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

ا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میری تعریف میں مبالغہ حد سے فزوں نہ کرو جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا (کہ اللہ کا بیٹا بنا دیا) میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اس لیے مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریضوں کی عیادت فرماتے تھے۔ جنازوں میں شرکت فرماتے تھے۔ گدھے پر سوار ہو جاتے

Marfat.com

تھے۔ غلاموں کی دعوت قبول فرما لیتے تھے۔ آپ ﷺ بنو قریظہ کی لڑائی کے دن ایک گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کے پھرٹوں کی تھی اور کاٹھی بھی اسی کی تھی۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کی روٹی اور کئی دن کی باسی پرانی چکنائی کی دعوت کئے جاتے تو آپ ﷺ (اس کو بھی بے تکلف) قبول فرماتے لیتے۔ آپ ﷺ کی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس رہن تھی۔ اخیر عمر تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس کے چھڑانے کے لائق دام نہیں تھے۔

۴۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پرانے پلان پر حج کیا۔ اس پر ایک کپڑا پڑا ہوا تھا جو چار درہم کا بھی نہیں ہوگا۔ (یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا ہو یعنی آپ ﷺ ایک معمولی چادر اوڑھے ہوئے تھے جو چار درہم کی ہوگی۔ روایت ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دُعا مانگ رہے تھے کہ یا اللہ اس حج کو ایسا حج فرمائیو جس میں ریا اور شہرت نہ ہو۔

۵۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہؓ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی شخص دنیا میں نہیں تھا۔ اس کے باوجود پھر بھی وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر اس لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ پسند نہیں تھا۔

۶۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (میری عیادت کے لیے) تشریف لائے نہ خچر پر سوار تھے نہ ترکی گھوڑے پر (یعنی نہ گھٹیا سواری پر سوار تھے نہ بڑھیا پر پاپیادہ تشریف لائے۔)

۷۔ عمرۃؓ کہتی ہیں کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دولت کدہ پر کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے۔ اپنے کپڑے میں خود ہی جوں تلاش کر لیتے تھے اور خود ہی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے اور اپنے کام خود ہی کر لیتے تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تواضع کے یوں تو ہزاروں واقعات ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا سکتا ہے اس ضمن میں ایک واقعہ بڑا مشہور ہے کہ ایک مرتبہ کسی سفر میں چند صحابہؓ نے ایک بکری ذبح کرنے کا ارادہ کیا اور اس کا کام تقسیم فرمالیا۔ ایک نے اپنے ذمہ ذبح کرنا لیا۔ دوسرے نے کھال نکالنا، کسی نے پکانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پکانے کے

Marfat.com

لیے لکڑی اکٹھی کرنا میرے ذمہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کام ہم لوگ خود کرلیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اس کو بخوشی کرلو گے لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں مجمع میں ممتاز ہوں اور اللہ جل جلالہ بھی اس کو پسند نہیں فرماتے۔

یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور کردار کی عظمت ہے کہ آپ ﷺ جب کسی جگہ تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں تشریف رکھتے اور اسی کا لوگوں کو حکم فرماتے کہ جہاں خالی جگہ مل جائے وہاں بیٹھ جایا کریں لوگوں کے سروں کو پھلانگ کر آگے نہ جایا کریں۔
جو ضرورت مند شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی چیز مانگتا آپ ﷺ اس کی مرحمت فرماتے یا اگر نہ ہوتی تو نرمی سے جواب فرماتے آپ ﷺ کی خندہ پیشانی اور خوش خلقی تمام لوگوں کے لیے عام تھی۔ آپ ﷺ تمام خلقت کے شفقت میں باپ تھے اور تمام خلقت حقوق میں آپ ﷺ کے نزدیک برابر تھی۔ آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے والے سب برابر شمار کئے جاتے تھے۔ حسب ونسب کی کوئی تمیز نہیں تھی۔ بڑوں کی تعظیم فرماتے تھے اور چھوٹوں پر شفقت کرتے تھے۔ اہل حاجت کو ترجیح دیتے تھے، اجنبی مسافر آدمی کی خبر گیری کرتے تھے۔

جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں گزر چکا ہے کہ گھر کے کام خود اپنے ہاتھوں کرتے تھے۔ اپنی نعلین مبارک اپنے مبارک ہاتھوں سے گانٹھتے، لوگوں میں مال غنیمت بانٹتے جب کہ آپ ﷺ اور آپ کے گھر والے ناقہ کشی سے دوچار ہوتے۔ لوگوں میں غلام اور کنیزیں بانٹتے جب کہ آپ ﷺ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا چکی کی مشقت سے دوچار ہوتیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر کا وظیفہ ہر نماز کے بعد پڑھنے کی تلقین فرماتے ہیں۔ جب کہ دوسری طرف اپنی آل پر صدقہ کو حرام فرماتے تھے۔

تاریخ کے اوراق الٹ کر دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ دنیا کے نامور فاتحین نے شہروں اور ملکوں کو فتح کرنے کے بعد مفتوح لوگوں کے ساتھ کس قدر ہتک آمیز اور دردناک سلوک روا رکھا جب کہ دوسری طرف فتح مکہ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کو عام معافی دے دی یہاں تک کہ اپنے سب سے بڑے دشمن ابوسفیان کے

Marfat.com

مکان کو دار الامن قرار دے دیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور اعلیٰ ظرفی ملاحظہ فرمایئے کہ ایک ملازم آپ ﷺ کی خدمت میں دس سال تک رہتا ہے مگر کسی ناگوار امر اور خلاف طبیعت بات پر ملازم اپنے آقا ﷺ کی زبان سے جھڑکی تک نہیں سنتا۔

اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ نجاشی بادشاہ نے مسلمان مہاجرین کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا۔ ایک بار جب حبش کا وفد مدینہ منورہ آیا تو اس کے انتظام کے لیے حضور اکرم ﷺ خود پیش پیش تھے کہ اس وفد کو مدینہ منورہ کے قیام کے دوران کوئی تکلیف نہ ہو۔

Marfat.com

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق وعادات

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے بارے سوال کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟

سورۂ نٓ میں ارشاد ہے۔ ''وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ'' بے شک تم بڑے اخلاق پر ہو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کروں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی دُعا میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کرتے تھے۔ ''میرے اللہ تو نے اپنے کرم سے میرے جسم کی ظاہری بناوٹ اچھی بنائی ہے اسی طرح میرے اخلاق بھی اچھے کر دے۔

(رواہ احمد۔ معارف الحدیث)

روایت ہے کہ بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان کو جو کچھ عطا ہوا ہے اس میں سب سے بہتر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اچھے اخلاق۔

(بیہقی، معارف الحدیث)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صاحب ایمان بندہ اپنے اچھے اخلاق سے ان لوگوں کا درجہ اختیار کر لیتا ہے جو رات بھر نفل نماز پڑھتے ہیں اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں۔ (ابوداؤد۔ دارمی۔ معارف الحدیث)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں یمن بھیجا گیا اور سواری پر سوار ہونے کے لیے رکاب میں پاؤں رکھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے آخری وصیت جو فرمائی وہ یہ تھی کہ لوگوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنا۔

(مؤطا۔ معارف الحدیث)

Marfat.com

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق و عادات سے متعلق شمائل ترمذی سے چند احادیث کا ترجمہ پیش ہے۔

ا۔ خارجہ کہتے ہیں کہ ایک جماعت زیدؓ بن ثابت کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ حالات سنائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیا حالات سناؤں (وہ احاطۂ بیان سے باہر ہیں) میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمسایہ تھا (اس لیے گویا ہر وقت حاضر باش تھا اور اکثر حالات سے واقف اس کے ساتھ ہی کاتب وحی بھی تھا) جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ مجھے بلا بھیجتے ہیں حاضر ہو کر اس کو لکھ لیتا تھا (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ غایت دلداری اور بے تکلفی فرماتے تھے۔ جس قسم کا تذکرہ ہم کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہمارے ساتھ ویسا ہی تذکرہ فرماتے۔ جب ہم لوگ کچھ دنیاوی ذکر کرتے تو حضور اکرم ﷺ بھی اس قسم کا تذکرہ فرماتے (یہ نہیں کہ بس آخرت ہی کا ذکر ہمارے ساتھ کرتے ہوں اور دنیا کی بات سننا بھی گوارا نہ کریں) اور جس وقت ہم آخرت کی طرف متوجہ ہوتے تو اسی کے حالات اور تفصیلات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرماتے اور جب کچھ کھانے پینے کا ذکر ہوتا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ویسا ہی تذکرہ فرماتے۔

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دس برس حضور اقدس ﷺ کی خدمت کی۔ مجھے کسی بات پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اف تک بھی نہیں فرمایا۔ نہ کسی کام کرنے پر یہ فرمایا کہ کیوں نہیں کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق میں تمام دنیا سے بہتر تھے (ایسے ہی خلقت کے اعتبار سے بھی حتیٰ کہ) میں نے کبھی کوئی ریشمی کپڑا یا خالص ریشم یا کوئی اور نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابرکت ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور میں نے کبھی کسی قسم کا مشک یا کوئی عطر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ کی خوشبو۔ سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا۔

۳۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص بیٹھا تھا۔ س پر زرد رنگ کا کپڑا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ نا گوار کو منہ در منہ منع نہ فرماتے تھے اس لیے سکوت فرمایا۔ کہ جب وہ شخص چلا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس کو زرد کپڑے سے

Marfat.com

منع کر دیتے تو اچھا ہوتا۔

۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبعاً فحش گو تھے، نہ بتکلف فحش بات فرماتے تھے، نہ بازار میں چلا کر (خلاف وقار) باتیں کرتے تھے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے تھے اور اس کا تذکرہ بھی نہ فرماتے تھے۔

۵۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس نے اپنے دستِ مبارک سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کے علاوہ کبھی کسی کو نہیں مارا۔ نہ کبھی کسی خادم کو نہ کسی عورت (بیوی باندی وغیرہ) کو۔

۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے حاضری کی اجازت چاہی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے قبیلہ کا کیسا برا آدمی ہے یہ ارشاد فرمانے کے بعد اس کو حاضری کی اجازت مرحمت فرمائی اور اس کے اندر آنے پر اس کے ساتھ نہایت نرمی سے باتیں کیں۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بارے میں حاضر ہونے سے پہلے تو یہ لفظ ارشاد فرمایا تھا پھر اس قدر نرمی سے اس کے ساتھ کلام فرمایا یہ کیا بات ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عائشہؓ! بدترین لوگوں میں سے ہے وہ شخص کہ لوگ اس کی بدکلامی کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیں۔

۷۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی شخص کے کوئی چیز مانگنے پر انکار نہیں فرمایا۔

۸۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس پر بدلہ بھی دیا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت، اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں مصروف رہتے۔ اس زہد وتقویٰ کے ساتھ حضور اکرم ﷺ خوش طبع اور نرم خو تھے۔ اکثر متبسم رہتے۔ صحابہ کرامؓ سے کبھی کبھی مزاح بھی فرمالیا کرتے۔ ازواج مطہرات کی دل دہی فرماتے۔ خوشبو لگاتے، بالوں میں کنگھی کرتے۔ سر پر تیل لگاتے۔ رات کو آنکھوں میں سرمہ ڈالتے۔ مسواک کرتے۔ صاف کپڑے پہنتے۔ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، رہنے سہنے میں سلیقہ، صفائی اور وقار وسنجیدگی کو ملحوظ

Marfat.com

رکھتے۔ صحابہ کرامؓ کے ساتھ مل جل کر بیٹھتے اور دین کے اجتماعی کام میں ان کا ہاتھ بٹاتے۔

معجزات

یوں تو آپ ﷺ کی ذات مبارک سے کئی معجزات رونما ہوئے مگر سب سے بڑا معجزہ قرآن پاک ہے۔ جس کا ایک ایک حرف آپ ﷺ کی شان اور عظمت کی تصدیق کر رہا ہے۔ کفار مکہ کے کہنے پر آپ ﷺ کی انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ دست مبارک میں کنکریاں رسالت کی شہادت دینے لگیں۔ بکری کی خشک تھنوں کو ہاتھ لگایا تو تھن دودھ سے بھر گئے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے معجزے ہیں جو آپ ﷺ کی ذات مبارک سے رونما ہوئے جب کہ دوسری طرف صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کو دیکھ کر کھڑے ہوتے تو حضور اکرم ﷺ اسے ناپسند فرماتے کہ یہ عجمی لوگوں کا شعار ہے۔ سلام و مصافحہ میں خود ہی سبقت کرتے۔ بیماروں کی تیمارداری کرتے اور تسکین آمیز جملوں سے ان کی دلجوئی کرتے۔ غریبوں اور یتیموں کی مدد کرتے۔ مسلمانوں کے ساتھ گھل مل جاتے۔ خود اپنی قبر مبارک کے بارے میں وصیت کی کہ اسے سجدہ گاہ نہ بنالینا اور حضرت عائشہؓ سے فرمایا "لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارَىٰ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدًا" (بخاری کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: "یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو، انہوں نے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔"

بھائی چارہ

مکہ سے مدینہ ہجرت بذات خود ایک بہت بڑا واقعہ تھا۔ مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کو معاشی مسائل کا سامنا کرنا پڑا مگر اس کے باوجود وہ خوش تھے کہ انہیں آزاد فضا میں سانس لینے کا موقع ملا۔ یقینی امر ہے کہ مکہ سے ہجرت کرنے والے صحابہ کرامؓ مہاجر کہلائے۔ مدینہ پہنچے تو ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ نہ گھر اور نہ ہی کھانے پینے کی ضروری اشیاء اور نہ ہی روزگار کے مواقع تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ صورت حال دیکھی تو انصار و مہاجرین کو یکجا کر کے ان میں مواخات قائم فرمائی۔ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا منہ بولا بھائی بنا دیا۔ اس طرح انہوں نے اپنے اثاثے ایک دوسرے میں تقسیم کر لیے اور انصار نے اپنے کاروبار میں مہاجرین کو شامل کر لیا حتیٰ کہ جس انصاری کی دو بیویاں تھیں اس نے ایک کو طلاق دے دی اور مہاجر بھائی سے کہا کہ تم اس سے شادی کر لو۔ یہ مواخات کا نتیجہ تھا کہ انصار اور مہاجر مل کر

Marfat.com

کاروبار زندگی میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے لگے۔

اس سلسلے میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا نام خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن الربیع کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تو حضرت سعدؓ بن الربیع نے اپنے تمام مال ومتاع کا پورا ایک نصف حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی خدمت میں پیش کر دیا مگر انہوں نے مال کے بجائے اپنے انصار بھائی حضرت سعدؓ سے بازار کا رستہ پوچھا اور پنیر اور مکھن کا کاروبار شروع کر دیا۔خدا کی دین ہے کہ چند دنوں میں ہی وہ مدینہ کے مال دار شخص بن گئے اور ان کے اونٹ مال تجارت لے کر دوسرے علاقوں میں جاتے اور وہاں سے مال لے کر مدینہ آتے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے علاوہ کئی اور حضرات نے بھی مدینہ آ کر تجارت شروع کر دی اور جو مہاجر مدینہ میں تجارت نہ کر سکے تو انہوں نے زراعت کو اپنا لیا اور اپنی روزی حاصل کرنے لگے اور کچھ ایسے مہاجرین بھی تھے جو محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے کنبے کی کفالت کرتے تھے مگر زبان پر کوئی حرف شکایت نہ تھا۔یہ لوگ صبر وشکر اور قناعت کی دولت سے مالا مال تھے اور محنت ومشقت کو اپنا شعار بنا لیا۔

معاشی نظام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں جس معاشی نظام کو متعارف کرایا اور اس پر سختی سے پابندی کا حکم دیا اس کی مثال دنیا کی کسی سلطنت میں نہیں ملتی۔حضور اکرم ﷺ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ اس نئی اسلامی مملکت جس کی وہ بنیاد رکھ رہے ہیں ایک ایسا معاشی نظام متعارف کرایا جائے کہ جس سے امیر وغریب کا فرق مٹ جائے اور دونوں برابری کی سطح پر کھڑے ہوں اور یہ کہ امیر اپنے غریب بھائیوں کی بخوشی مدد کریں۔

مدینہ میں اس وقت زیادہ تر کاروبار یہودیوں کے ہاتھ تھا اور ان کی معاشیات کا دارو مدار زیادہ تر سود پر تھا۔آپ ﷺ چاہتے تھے کہ اول معاشی معاملات میں سود کا خاتمہ ہو جائے اور دوسرا کاروبار میں یہودیوں کی اجارہ داری کو ختم کر کے مسلمانوں کو اس طرف راغب کیا جائے۔ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے تجارت کے فروغ اور دولت کی پیداوار کو جائز قرار دیتے ہوئے اس بات کو بھی پیش نظر رکھا کہ دولت چند لوگوں کے ہاتھ میں اکٹھی نہ ہو جائے بلکہ اسے مستحق اور غریبوں میں تقسیم کر دیا جائے۔غربت کے خاتمے اور

Marfat.com

مستحق افراد کی مدد کے پیش نظر آپ ﷺ نے صدقہ وخیرات کی حوصلہ افزائی فرمائی۔قرآن مجید میں نیک لوگوں کی تعریف اس طرح کی گئی کہ "یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور اچھے کام کرتے ہیں اور خیرات کرتے ہیں"۔قرآن مجید میں مزید کہا گیا کہ "نیکوکار اپنی ضرورت سے زائد کوئی چیز نہیں رکھتے وہ اندوختہ نہیں کرتے بلکہ اپنی زائد دولت کو خرچ کرتے ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افلاس کی لعنت سے بخوبی واقف تھے۔اس لیے آپ ﷺ نے اس کے خاتمے کے لیے زور دیا اور ساتھ ہی حلال کی روزی کمانے کو عبادت کا درجہ دیا۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو انسان اپنے خاندان کے لیے روزگار تلاش کرتا ہے اس کا یہ عمل بھی خدا کی عبادت ہوتا ہے"الکاسب حبیب اللہ""محنت کرنے والا خدا کا دوست ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح الفاظ میں فرمایا کہ عام آدمی کے لیے افلاس ایک بڑا عیب ہے۔آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ غربت انسان کو کفر کے کنارے لا کھڑا کرتی ہے۔حدیث مبارکہ ہے کہ افلاس سے انسان کا دونوں جہاں میں منہ کالا ہوتا ہے اس لیے اس سے بچنے کے لیے کوشش کی جائے۔

یہ سب آپ ﷺ کے معاشی نظریہ کا ایک پہلو تھا کہ آپ ﷺ نے افلاس کی برائیوں سے مسلمانوں کو آگاہ کیا تو ساتھ ہی دولت کی کثرت سے پیدا ہونے والی خرابیوں کی بھی نشان دہی کی۔آپ ﷺ اس اندیشہ میں مبتلا تھے کہ کہیں مسلمانوں کو دولت کی کثرت عیش پسند، بے حس اور ظالم نہ بنا دے۔اس اندیشہ کے پیش نظر آپ ﷺ نے فرمایا"میں تمہاری غربت سے اتنا متردد نہیں ہوں جتنا کہ تمہارے تمول سے"۔انسان ناجائز طریقہ پر جمع شدہ دولت کا اتنا ہی غلام ہوتا ہے۔جتنا کہ غربت سے ذلیل وخوار ہوتا ہے۔معاشی فراغت وحفاظت کا درمیانی راستہ کامل معاشری عدل اور حقیقی تہذیب کی راہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کو معاشی پابندیوں سے آزادی دلانے کے لیے جو تدابیر اختیار کیں ان کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہمارے سامنے آتی ہے۔

1۔ موقعوں اور صلاحیتوں کے تفاوت کے سبب بعض لوگ دوسروں سے زیادہ کماتے ہیں اور بعضوں میں فطرتاً دوسروں سے زیادہ خداداد قابلیت ہوتی ہے۔یہ کہنا غلط ہے کہ انسان یکساں صلاحیتوں کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔لہٰذا آزادانہ ابیج اور اٹھان کو دبایا نہ جائے،صرف ناروا

Marfat.com

حصول اور جمع دولت کے طریقوں کو آئینی پابندیوں اور اخلاقی احکام سے روکا جائے۔

2۔ سود کو تمام شکلوں میں اور سٹہ بازی کو تجارت میں، آئینی طریق سے روکا جائے۔ دولت بلا محنت کے پیدا نہ کی جائے، سود کو تجارت کے ساتھ محفوظ نہ کیا جائے۔

3۔ تمام کاروبار اور تجارت میں، یہاں تک کہ سرمایہ اور محنت کے درمیان بھی شراکت جائز ہو اور منافع اور نقصان دونوں میں اشتراک ہو۔

4۔ نفع کی غرض سے ضروری اشیاء تجارت کا احتکار ممنوع ہے۔

5۔ ایک معین قلیل ترین حد سے آگے، جس کا تعین قانون کے ذریعہ ہونا چاہئے باقی دولت زائد متصور ہوگی اور اس پر محصول ان افراد پر صرف کرنے کے لیے عائد کیا جائے جو کم خوشحال ہیں۔

6۔ انفرادی خیرات ایک عمدہ چیز ہے، لیکن غریبوں کے لازمی احتیاجات کی نگہداشت حکومت کے ذریعہ کی جائے جو ایک مملکت فلاح وخیر کی طرح کام کرے۔

7۔ منصفانہ قانون وراثت کا اعلان کیا جائے اور مرد اور عورت ایک مقررہ نظام کے مطابق ترکہ پائیں۔

8۔ اگرچہ ایک آدمی اپنی زندگی میں اپنی جائداد کا خود مختار مالک ہوتا ہے، لیکن یہ کل املاک کو بعض کے نفع اور دوسروں کے نقصان کے لیے وصیت نہیں کرسکتا بلکہ صرف ایک تہائی جائداد تک وصیت کرسکتا ہے۔ جائز ورثاء محروم نہ کئے جائیں۔

9۔ قانون کے ذریعہ تمام نمود ونمائش اور عیش پرستانہ زندگی ممنوع قرار دی جائے۔ سونے کا استعمال بجز سکہ کے نہ کیا جائے، یا قلیل مقدار میں عورتیں زیورات میں استعمال کرسکتی ہیں۔ مردوں کے لیے ریشم وحریر کا استعمال بھی ممنوع ہے۔

10۔ بے محنت کمائی پر زندگی بسر کرنا، دولت مندوں اور غریبوں دونوں کے لیے مضر ہے۔ بھیک مانگنا انسان کے لیے ذلت ہے اور بجائے خیرات دینے کے یہ زیادہ بہتر ہے کہ سائل کو روزی کمانے میں مدد دی جائے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''قیامت کے دن بھکاریوں کے چہرہ پر گوشت نہ ہوگا، بھیک انسان کو بے شرم بنا دیتی ہے۔

11۔ قانون وراثت کی رو سے چونکہ تمام جائداد مالک کے مرنے پر تقسیم ہو جاتی ہے۔ اس لیے قانون کلانیت نظام جاگیری کو برقرار رکھنے کے لیے جائز نہیں ہوسکتا۔ (بحوالہ اسلام کا

Marfat.com

نظریہ حیات۔ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ معاشی ترقی کے بغیر نہ تو معاشرہ ترقی کر سکتا ہے اور نہ ہی مذہبی اقدار کو فروغ حاصل ہو سکتا ہے اور نہ ہی عدل و انصاف پروان چڑھ سکتا ہے۔ ان باتوں کے پیش نظر آپ ﷺ نے ایسی تدابیر اختیار کیں جن کا مقصد دولت کو چند افراد کے ہاتھوں میں جمع ہونے سے روکنا تھا۔ آپ ﷺ کا منشا یہ تھا کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی ضرورت کے وقت دولت مندوں سے بطور صدقہ لے کر مصیبت زدوں کی امداد کی جائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''وہ زمانہ بہت جلد آنے والا ہے جب کہ کوئی شخص خیرات دینے کے لیے ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلا جائے گا اور وہ کوئی خیرات لینے والا نہ پائے گا۔ جہاں تک امن وامان کا تعلق ہے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''اسلامی مملکت میں ایک عورت تنہا حیرہ سے مکہ سونا اچھالتی ہوئی سفر کرے گی اور اس سے کوئی تعرض نہیں کرے گا''۔ یہ دونوں پیشین گوئیاں اسلام کے ابتدائی دس سالہ دور میں پوری ہوئیں جب کہ اسلام کی روح ہر جگہ کارفرما تھی۔

مولایا صل وسلم دائماً ابداً۔ علی حبیبك خیر الخلق کلھم

میثاق مدینہ

معاشی انتظامات کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا بڑا کارنامہ ایک اسلامی مملکت کا قیام اور میثاق کو تحریر میں لانا تھا۔ تا کہ مدینہ کے تمام گروہ اکٹھے ہو کر آنے والے خطرے کا مقابلہ کر سکیں۔ آپ ﷺ اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ کفار مکہ ایک نہ ایک دن مدینہ پر ضرور حملہ کریں گے۔ اگر مدینہ میں رہنے والے گروہ اسی طرح بٹے رہے اور ان کی آپس کی دشمنیاں بدستور قائم رہیں تو اس نئی مملکت کو خطرہ سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ہجرت سے پہلے مدینہ میں کوئی حکومت نہ تھی بلکہ وہاں قبائل مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے تھے، ان میں اوس اور خزرج قابل ذکر تھے جن کے درمیان سال ہا سال سے خانہ جنگیوں کا سلسلہ جاری تھا۔ روایت ہے کہ اوس اور خزرج نے عبداللہ بن ابی سلول کو اپنا بادشاہ بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا، مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

مدینہ میں اس وقت تین اقوام موجود تھیں:

ا۔ آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ کرامؓ کی جماعت۔

Marfat.com

۲۔ مدینے کے قدیم قبائل جو اب تک ایمان نہیں لائے تھے۔

۳۔ یہود۔

اس کے علاوہ عیسائی بھی تھے مگر ان کی آبادی نہ ہونے کے برابر تھی۔

حضور اکرم ﷺ نے ان سارے گروہوں کے نمائندوں کو اپنے پاس بلایا جن میں مسلمان، یہودی اور وہ لوگ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے شامل تھے۔ آپ ﷺ نے ان تمام گروہوں کے آنے والے خطرات اور بیرونی حملہ آوروں سے بچنے کے لیے یہ تجویز پیش کی کہ تم سب قبیلے اپنی ایک مشترکہ حکومت قائم کرو تاکہ تمہاری اس مشترکہ حکومت کے پیش نظر ایک تو تم بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ ہو جاؤ گے اور ساتھ ہی معاشی اور مالی فوائد بھی حاصل ہوں گے۔ یہ تجویز معقول تھی جسے تقریباً سبھی گروہوں نے قبول کر لیا۔ جب تمام گروہ آپ ﷺ کی پیش کردہ تجاویز پر متفق ہو گئے تو طے پایا کہ اس معاہدہ یا میثاق کو ضبط تحریر میں لایا جائے تاکہ تمام گروہ اس کی پابندی کر سکیں۔ تاریخ میں یہ پہلا تحریری معاہدہ ہے جو امی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرتب فرمایا اور جس نے اسلامی مملکت کی بنیاد رکھی۔

متن قرارداد معاہدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ معاہدہ ہے جو محمد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگرانی میں مندرجہ ذیل طبقات وقبائل میں ہوا۔

مہاجرین مسلمان قریش مکہ اور انصار (مسلمان یثرب اور ان دونوں کے ساتھ جو جو غیر مسلم طبقات وگروہ ملحق ہیں) کے درمیان جس کے شرائط یہ ہیں:

۱۔ مہاجرین وقریش ایک ہی جماعت ہیں۔

۲۔ مہاجرین جو قریش مکہ میں سے ہیں فوجداری جرائم پر اپنے آدمیوں کی طرف سے (دوسروں کو اور خود آپس میں بھی) مقررہ دیت یا خون بہا ادا کرنے کے ذمہ دار ہوں گے۔

۳۔ اور اگر ان کے کسی آدمی پر کسی نے ایسا ظلم کیا جو فوجداری میں آ سکتا ہے تو وہ اس کی دیت یا خون بہا وصول کرنے کے مستحق بھی ہوں گے اور فدیہ یا دیت کی صورت میں قریش اور ان کے مقابل ہر دو کو ادا کردہ رقم یا مال کے عوض میں اپنے آدمی کو قید سے رہا کرانے کا حق ہوگا۔

۴۔ مدینہ کے رہنے والوں میں بنو عوف کے حقوق کا وہی لحاظ ہوگا جو ان میں پہلے سے رائج ہے جس کے مطابق انہیں دیت اور خون بہا لینے اور ادا کرنے کی پابندی کرنا ہوگی۔ اس معاملہ

Marfat.com

میں کسی فریق کو کسی پر ترجیح یا تفوق نہ ہوگا۔

۵۔ ادائے دیت اور خون بہا دینے کی صورت میں مسلمان اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے کوئی اور راستہ نکالنے کی کوشش نہ کریں گے۔

۶۔ کوئی مومن دوسرے مومن کے غلام پر قبضہ نہ کرے گا۔

۷۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی شخص پر زیادتی کرے تو سب مل کر ایسے شخص کو سزا دیں گے اگرچہ سزا دینے والوں میں سے مجرم کسی کا فرزند ہی کیوں نہ ہو۔

۸۔ مسلمان ایک دوسرے کو کسی کافر کی طرف داری میں قتل نہ کریں گے۔

نہ مسلمان کے خلاف کسی کافر کی نصرت کریں گے۔

خدا تعالیٰ کا ذمہ سب کے لیے مساوی ہے۔

۹۔ یہودیوں میں سے جو شخص ہمارے معاہدہ کی پابندی کا وعدہ کرے ہماری نصرت اور یاوری اس کے لیے بھی ہے۔ اس کے دشمن کے مقابلہ میں ہم اس کے دوش بدوش مقابلہ میں شریک ہوں گے۔

۱۰۔ مسلمانوں میں سب کا درجہ مساوی ہے اگر جہاد میں ایک مسلمان دشمنوں سے صلح کرے تو یہ صلح تمام مسلمانوں کو منظور ہوگی، لیکن کوئی مسلمان عدل وانصاف چھوڑ کر کفار کے ساتھ صلح نہیں کر سکتا۔

۱۱۔ غیر مسلمین کا جو لشکر ہمارے ساتھ شریک جہاد ہوگا وہ نوبت بہ نوبت مورچہ پر آئے گا۔

۱۲۔ کافروں سے بدلہ لینے کے لیے مسلمان ایک دوسرے کی اعانت کریں گے۔

۱۳۔ مشرکین مدینہ میں جو لوگ معاہدہ میں شریک ہیں ان میں سے کوئی شخص قریش مکہ میں سے کسی کے مال اور جان کو نہ تو پناہ دے گا اور نہ مسلمان کے مقابلہ میں مکہ کے کسی قریشی کی حمایت کرے گا۔

۱۴۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو اس کے خلاف گواہی حاصل ہونے کے بغیر قتل کر دے گا تو اس شخص سے قصاص لیا جائے گا۔ ماسوائے اس صورت کے کہ مقتول کے وارث قاتل کو معاف کر دیں یا دیت لینے پر رضامند ہو جائیں۔

مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنے سے ہاتھ نہ روکنا چاہیئے اور تمام مومن ایک دوسرے کے دوست دار ہیں۔

Marfat.com

یہود کے لیے

۱۵۔ تمام مسلمان اس معاہدہ پر متفق ہیں اور وہ اس میں سے کسی دفعہ کا انکار نہیں کر سکتے۔ جس مسلمان نے اس معاہدہ کا اقرار کر لیا وہ خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے۔

۱۶۔ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی مجرم کو پناہ دے۔ ایسے شخص پر قیامت کے روز خدا اور اس کے رسول کی لعنت اور غضب ہوگا اور اس کی کوئی نیکی قبول نہ ہوگی اور نہ قیامت کے روز اس شخص سے ایسے گناہ کے عوض میں کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا۔

۱۷۔ مسلمان اپنے باہمی اختلاف میں خدا اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرنے کے پابند ہیں۔

۱۸۔ اگر مسلمان جہاد میں اپنا مال خرچ کریں تو یہود کو بھی ان کے ساتھ اپنا مال خرچ کرنا ہوگا۔

۱۹۔ قبیلہ بنی عوف کے یہود بھی اس معاہدہ میں شامل ہیں۔ اگر چہ مسلمان اور یہودی ہر ایک اپنے اپنے مذہب پر قائم رہنے کا مستحق ہوگا لیکن مشترکہ مقاصد میں دونوں ایک جماعت کے حکم میں داخل ہوں گے۔

۲۰۔ مسلمان اور یہود دونوں کے غلام اپنے اپنے آقاؤں کے مطابق معاہدہ میں داخل شمار کیے جائیں گے۔

شرکائے معاہدہ میں جو شخص ان واقعات کی خلاف ورزی کرے گا وہ اپنی ذات اور اپنے گھر بار کے نقصان کا خود ذمہ دار ہوگا۔

۲۱۔ (دفعہ ۱۹ کے مطابق) مندرجہ ذیل یہودی قبائل بھی اس معاہدہ میں شامل سمجھے جائیں گے یعنی بنونجار، بنوحارث، بنوساعدہ، بنوجشم، بنواوس، بنوثعلبہ، بنوجفنہ، بنوشیبہ اور وہ لوگ بھی جو ان میں سے کسی قبیلہ کے ساتھ منضم ہیں اس معاہدہ میں شامل سمجھے جائیں گے۔

۲۲۔ بنوثعلبہ کے غلام بھی اس معاہدہ میں شریک متصور ہوں گے۔

۲۳۔ اس معاہدہ میں سے کوئی شخص (جناب) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بغیر مستثنیٰ قرار نہ دیا جائے گا۔

۲۴۔ ہر قاتل سزا کا مستحق ہوگا۔

۲۵۔ جو شخص کسی کو فریب سے قتل کرے گا اس کا ذمہ دار اس کا اصل قاتل ہوگا اور اگر وہ مفرور

Marfat.com

ہو گیا تو قاتل کے ورثاء سے انتقام لیا جائے گا۔

۲۶۔ لیکن جب کسی مظلوم کے ہاتھ سے قتل ہو جائے تو یہ قتل پہلی صورت (نمبر ۲۵) سے مختلف ہوگا (یعنی اس پر مواخذہ کم کر دیا جائے گا یا بالکل ساقط ہوگا)۔

۲۷۔ کسی شخص کو اپنے حلیف کے جرم کی وجہ سے ماخوذ نہ کیا جائے گا لیکن مظلوم کی دادرسی بہر صورت کی جائے گی۔

۲۸۔ مسلمانوں کی لشکر کشی کی حالت میں یہود کو بھی ان کی مالی اعانت کرنا ہوگی کیونکہ حلیف کے لیے دفع مضرت اپنے نفس کی حفاظت کے مطابق کرنا چاہئے جب تک کہ اس کی جانب سے ضرر نہ پہنچے یا اس کے ذمہ کوئی جرم عائد نہ ہو۔

۲۹۔ حلیف کے مقدمات خود انہی کی طرف سے قابل سماعت متصور کئے جائیں گے۔

۳۰۔ اس معاہدہ کے مطابق طبقات وافراد میں سے جس شخص سے خلاف ورزی ہو یا اس سے کوئی خطرہ لاحق ہو تو اسے خدا اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا اور نفس معاہدہ کی حقیقی پابندی اللہ کے سواء کسی پر منکشف نہیں ہو سکتی۔

۳۱۔ اس معاہدہ کے مطابق نہ تو قریش کو پناہ دی جا سکتی ہے نہ ان کے کسی مددگار کو۔

۳۲۔ اگر مدینہ پر کوئی قوم حملہ کرے تو دشمن کی مدافعت میں سب کو مل کر حصہ لینا ہوگا۔

۳۳۔ اگر مدینہ پر حملہ آور لشکر مسلمانوں سے صلح کرنا چاہتا ہے تو معاہدہ کے شرکا کو متفق ہو کر دشمن سے صلح کرنا ہوگی۔

۳۴۔ اسی طرح اگر مسلمانوں کے سوا دوسرے شرکائے معاہدہ پر حملہ ہو اور وہ لوگ جن کی وجہ سے حملہ ہوا ہے دشمن سے صلح کرنا چاہیں تو مسلمان ان کے ساتھ اس معاہدہ کے پابند ہونگے۔ باستثنائے اس معاملہ کے جس میں شرکائے معاہدہ میں سے کسی کے دین پر زد پڑتی ہو۔

۳۵۔ شرکائے معاہدہ میں ہر شخص کو اسی قدر استحقاق ہوگا جتنا حق اس کی قوم یا اس کے گروہ کے ساتھ طے کیا گیا ہے۔

۳۶۔ قبیلہ اوس کے یہود اور ان کے غلاموں کو دوسرے معاہدین پر کوئی ترجیح نہ ہوگی۔ ان سب میں جو شخص پرہیزگاری کے ساتھ معاہدہ پر عمل پیرا ہوگا عنداللہ وہ بہتر ہوگا کہ نیکی اور بدی دونوں کا فرق واضح ہے اور یہ قرارداد معاہدہ کسی ظالم اور مجرم کی حمایت نہ کرے گی۔

۳۷۔ شرکائے معاہدہ میں سے اگر کوئی شخص مدینہ میں اپنی سکونت رکھے یا اس کے باہر بسیرا

Marfat.com

کرے ارتکاب جرم کے بغیر اس پر مواخذہ نہ ہوگا۔

خاتمہ: اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن وسلامتی ہے اس شخص کے لیے جو نیکی کا طلب گار اور خدا سے ڈرنے والا ہو! (فقط) بحوالہ ''حیات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''۔

محمد حسین ہیکل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معاہدہ کی رو سے مدینہ میں ایک مضبوط اسلامی مملکت کے قیام کے ساتھ ساتھ مدینہ کو امن کا گہوارہ بنا دیا اور اس میں رہنے والے تمام گروہوں کو مذہبی آزادی کا حق حاصل ہوا۔ انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی اور مدینہ کے رہنے والوں کو اپنے اموال کے تحفظ کی ضمانت مل گئی۔

تاریخی واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ ''میثاق مدینہ'' کے بعد آپ ﷺ مدینہ کے اطراف میں بھی تشریف لے گئے اور وہاں کے قبائل کو یہ باور کرایا کہ تم آزاد اور خود مختار قبیلے ہو۔ اگر دشمن تم پر حملہ کر دے تو تم اکیلے دشمن کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہمارے درمیان ایک حلیفی معاہدہ ہو جائے جس کی رو سے حملہ کی صورت میں ہم تمہاری مدد کریں اور اگر ہم پر حملہ ہو تو تم ہماری مدد کو آؤ۔ آپ ﷺ کی اس تجویز سے تمام قبیلوں نے اتفاق کیا اور تحریری طور پر معاہدہ طے پا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حکمت، دانائی اور سیاسی تدبر کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک طرف تو مدینہ کے اندر امن وامان اور یکجہتی کا انتظام کر دیا اور ساتھ ہی مدینہ کے اطراف میں دوست قبیلوں کا جال بچھا دیا جس کا مقصد یہ تھا کہ اگر دشمن مدینہ پر حملہ کرے تو پہلے اسے آس پاس کے قبیلوں سے جنگ کرنا پڑے اور ہم محفوظ رہیں۔

Marfat.com

سنت وحدیث

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور دوسری اپنی سنت، اگر انہیں مضبوطی سے تھامے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ سنت رسول ﷺ مقبول قرآن پاک ہی کی عملی تفسیر ہے۔ اگر سنت کو نظر انداز کر دیا جائے تو قرآن پاک کی من مانی تفسیر کرنے کا راستہ کھل جاتا ہے۔ جس سے دین اور اسلام کی روح کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی سنت، احادیث ہی سے مستنبط ہوتی ہے اس لیے احادیث کو یکسر مسترد کر دینا سنت کے ماخذ کو ختم کرنا ہے۔ آپ ﷺ کے اخلاق قرآن مجید کا عملی نمونہ تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار چند اصحاب نے عرض کیا کہ ام المومنین! حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ اخلاق بیان فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم قرآن پاک نہیں پڑھتے، آپ ﷺ کا اخلاق سرتاپا قرآن تھا۔ غرضیکہ آپ ﷺ کا ہر عمل قرآن پاک کے مطابق تھا۔

حدیث اور سنت دو الگ الگ الفاظ ہیں مگر ان کے معنی ایک جیسے ہیں یعنی حدیث سے مراد وہی ہے جو سنت کا مفہوم ہے۔ یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کردہ چیزیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ امور جن پر آپ ﷺ نے عمل کیا اور جن کا مشاہدہ صحابہ کرامؓ نے کیا اور بیان کیا کہ ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا یا یہ کرتے ہوئے دیکھا۔ یقینی امر ہے کہ سننے اور کرنے میں کوئی واضح فرق نہیں۔ لہٰذا ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ حدیث میں دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول اور دوسرا آپ ﷺ کا عمل۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ حدیث اور سنت میں کوئی فرق نہیں۔

حدیث قدسی

حدیث کی کتابوں میں دوسری احادیث کے علاوہ حدیث قدسی کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اگر ہم غور سے مطالعہ کریں تو حدیث اور حدیث قدسی میں تھوڑا سا فرق نظر آتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول اور عمل شامل ہے جب کہ حدیث قدسی

Marfat.com

کے معنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کردہ وہ حدیث جس کے شروع میں آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کہتا ہے۔۔۔ فلاں فلاں یا حکم خداوندی ہے کہ ایسا کرو۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے اور اس کلام کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تک پہنچاتے ہیں۔

حدیث کا درجہ

جہاں تک قرآن مجید اور حدیث کا تعلق ہے تو قرآن مجید میں کئی بار مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات مانو۔ مثلاً ایک جگہ کہا گیا ہے کہ "جو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دے دیں اسے لے لو اور جس سے وہ تمہیں منع کریں اس سے رک جاؤ ایک اور آیت میں بڑے واضح اور تاکیداً کہا گیا "جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے وہ گویا خدا ہی کی اطاعت کرتا ہے۔"

اسی طرح کئی اور آیات میں بھی اسی طرح کا حکم دیا گیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث کا مقام قرآن مجید کے برابر ہے۔ یعنی حقیقت میں حدیث اور قرآن مجید ایک ہی چیز ہیں دونوں کا درجہ بالکل مساوی ہے۔ ہاں البتہ ان دونوں میں فرق ہے تو اس قدر کہ قرآن مجید کے بارے میں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ چودہ سو سال پہلے جو قرآن مجید آپ ﷺ پر نازل ہوا وہ آج بھی ہمارے درمیان موجود ہے۔ اس کا ہر ایک لفظ، نقطہ اور آیات میں کوئی رد و بدل نہیں ہوا کیونکہ اس کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ کرتا ہے جب کہ حدیث کے بارے میں ایسا نہیں ہے۔ جہاں تک حدیث کا تعلق ہے تو اسے صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے سنا یا ان کے عمل کو دیکھا تو اسے اپنے ذہنوں میں اور پھر تحریروں میں محفوظ کر لیا، انہوں نے حتی المقدور کوشش کی کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے ہر ہر لفظ اور بات کو غور سے سنیں تا کہ کوئی غلطی نہ رہ جائے۔ حتیٰ کہ غلطی کے ازالہ کے لیے صحابہ کرامؓ نے اپنے ساتھیوں سے بھی مشورہ کیا اور تصدیق کر لی کہ جو کچھ انہوں نے سنا اور لکھا وہ صحیح ہے۔ ان حالات میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ حدیث ایک ایسا علم ہے جس کی مثال ہمیں کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔

حدیث کو تحریر میں لانا

جہاں تک حدیث کو تحریر میں لانے کا تعلق ہے تو یہ عمل آپ ﷺ کے دور میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کا نام سامنے آتا ہے۔ حضرت عبداللہ جوان تھے۔ بے حد ذہین، بے حد دیندار اور عملی ذوق رکھنے والے تھے۔ وہ

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ سنتے اسے فوراً لکھ لیتے۔ روایت ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے اجازت بھی لے لی تھی۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کے پاس تقریباً دس ہزار حدیثوں کا مجموعہ تحریری صورت میں موجود تھا۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کے بعد حدیثوں کو جمع کرنے اور لکھنے میں ابو رافع ایک آزاد شدہ غلام کا نام بھی آتا ہے۔ اس نے بھی آپ ﷺ سے حدیثوں کو لکھنے کی اجازت لے لی تھی۔ ان میں سب سے اہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ہجرت کے وقت ان کی عمر ابھی دس برس تھی۔ وہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے حضرت انس بن مالکؓ کی والدہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائیں اور عرض کیا کہ میرے بیٹے کو بطور خادم کے قبول کرلیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انسؓ کی والدہ کی درخواست قبول کر لی اس طرح حضرت انسؓ آپ ﷺ کے مکان میں رہنے لگے اور آپ ﷺ کی زبان سے جو کچھ سنا اور جو عمل کرتے ہوئے دیکھا اس کو لکھ لیتے۔ اس طرح ان کے پاس کئی ہزار حدیثیں تحریری طور پر موجود تھیں جو یقیناً صحیح ترین حدیث کی کتاب ہوگی۔ اس لیے بھی کہ حضرت انسؓ جو کچھ لکھتے تھے اسے آپ ﷺ کے سامنے پڑھتے اور غلطی کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصلاح فرمادیتے۔ ان واقعات اور حالات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں حدیثوں کی جمع و تدوین کا آغاز ہو چکا تھا اور اس میں اضافہ بھی ہوتا گیا۔

راوی حدیث

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کہ حضرت عبداللہؓ بن عمر بن العاص، حضرت ابو رافعؓ اور حضرت انسؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ سنا ان احادیث مبارکہ کو تحریری شکل دی۔ اس کے علاوہ حضرت سمرہؓ بن جندب، حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور حضرت سعد بن عبادہؓ نے احادیث مبارکہ اکٹھی کیں یا سنی انہیں قلم بند کرلیا تاکہ یہ احادیث ضائع نہ ہوں اور اگر حافظہ کسی صورت میں ساتھ نہ دے تو حدیث کی کتابوں میں دیکھ لیا جائے۔

ان صحابہ کرامؓ میں حضرت ابوہریرہؓ کا نام خصوصی توجہ کا حامل ہے۔ انہیں ہزاروں حدیثیں حفظ تھیں اور انہوں نے احادیث مبارکہ کا ایک مجموعہ بھی تیار کیا تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے شاگردوں کو متعدد رسالے بھی لکھ کر دیئے تھے۔ صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم

Marfat.com

شریف میں ہزاروں احادیث حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالے سے بیان کی گئی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے صحابی ہیں جو دیر سے مسلمان ہوئے غالباً وہ ۷ ہجری میں مسلمان ہوئے اس کے باوجود ان سے ہزاروں حدیثیں مروی ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سارا دن مسجد نبوی میں موجود رہتے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں سنتے۔ ان کو لکھنا آتا تھا، حافظہ بھی بڑا اچھا تھا اور علمی ذوق بھی رکھتے تھے۔لہٰذا آپ ﷺ کی زبان مبارک سے جو سنتے لکھ لیتے۔

اس کے علاوہ ایسے صحابہ کرامؓ بھی تھے جنہیں حدیثیں زبانی یاد تھیں اور لوگ خط لکھ کر دریافت کرتے ان میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نام قابل ذکر ہے کہ جن کے ہاں اکثر خطوط آیا کرتے تھے اور وہ جواب لکھوا بھیجتیں۔

احادیث کی مشہور کتابوں جن میں صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف، سنن نسائی اور موطأ امام مالک ہیں۔وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی روایت کردہ احادیث کی تعداد زیادہ ہے۔ان کے نام درج ذیل۔

نمبر شمار	نام	تعداد احادیث	حضرت علامہ جلال الدین سیوطی کی تحقیق
۱۔	حضرت ابو ہریرہؓ	5364	5374
۲۔	حضرت عبداللہ ابن عباسؓ	2660	1660
۳۔	حضرت عبداللہ ابن عمرؓ	2630	2640
۴۔	حضرت جابر بن عبداللہؓ	2540	1540
۵۔	حضرت انس (بن مالکؓ)	2686	2286
۶۔	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	2210	دو ہزار سے زائد
۷۔	حضرت ابو سعید خدریؓ (سعد بن مالک)	2270	1170

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد عبدك ورسولك و صل علی المومنین والمومنت و المسلمین و المسلمت۔

Marfat.com

سیرت رسول ﷺ قرآن کی روشنی میں

سب سے بڑی ، خدا کی عنایت کتاب نور
سب سے بڑی، خدا کی عطا نام آپ ﷺ کا

نزول قرآن

قرآن مجید ۱۱۴ سورتوں کا مجموعہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ۲۳ سال میں نازل ہوا۔ نبوت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکّہ میں قیام کی مدت تیرہ (۱۳) سال اور ہجرت کے بعد مدینہ میں قیام کی مدت دس سال ہے۔ آپ ﷺ پر چالیس سال کی عمر میں وحی نازل ہوئی اور آپ ﷺ کا وصال تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں ہوا۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ قرآن مجید شب قدر میں پورا کا پورا دنیاوی آسمان پر اتارا گیا۔ پھر اس کے بعد وہاں سے متفرق اوقات میں آپ ﷺ پر نازل ہوتا رہا۔ یعنی جس آیت یا سورت کی ضرورت پیش آتی حضرت جبرئیل وحی لے کر آپ ﷺ کے پاس آتے۔

قرآن مجید سے پہلے بھی مختلف پیغمبروں پر کتابیں نازل ہوئیں۔ مسند احمد بن حنبل میں ایک حدیث کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے لے کر مجھ تک ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے جن میں تین سو پندرہ صاحب کتاب تھے۔ ان تین سو پندرہ صاحب کتاب نبیوں کے نام نہ تو قرآن مجید میں ہیں اور نہ ہی احادیث میں صرف ان کی روایات ملتی ہیں۔ مثلاً حضرت آدمؑ اور حضرت آدم کے بیٹے حضرت شیثؑ جو کہ پیغمبر تھے، حضرت ادریسؑ، حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے نام قابل ذکر ہیں جن پر کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے ہاں البتہ توریت، زبور اور انجیل کا ذکر قرآن مجید میں ضرور ملتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی دسمبر 609ء میں غارِ حرا میں اتری اور حضرت جبرئیلؑ سورۂ علق کی ابتدائی پانچ آیات رمضان المبارک میں لے کر آئے۔ اس طرح قرآن مجید کے نزول کا آغاز ہوا۔ سورۂ بقرہ کی آیت 180 میں فرمایا گیا: "رمضان المبارک وہ مہینہ ہے جس میں نزول قرآن ہوا جو عالم انسانیت کے لیے سبب ہدایت۔ حق و باطل کے درمیان ذریعہ امتیاز اور ہدایت کی روشن نشانیاں لیے ہوئے"۔

Marfat.com

سورۂ قدر پارہ تیس میں فرمایا:

''بے شک ہم نے قرآن کریم لیلۃ القدر میں نازل فرمایا''۔

سورۂ دخان مین آیات ۱ تا ۵ میں اس طرح فرمایا ''اس روشن کتاب کی قسم بے شک ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل کیا۔ بے شک ہم (عذاب کا) ڈرسنانے والے ہیں۔ اس رات میں ہر حکمت والے کام کا ہمارے حکم کے مطابق کیا جاتا ہے۔ بے شک ہم ہی (ہر چیز کو) بھیجنے والے ہیں۔

قرآن مجید کی سورتوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک وہ سورتیں جو مکہ میں نازل ہوئیں۔ مکی سورتیں کہلاتی ہیں اور دوسری مدنی سورتیں جو مدینہ میں نازل ہوئیں۔

مکی سورتیں

۱۔ سورۂ فاتحہ

قرآن مجید کی سب سے پہلی سورت جس سے قرآن مجید کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس سورت میں سات آیتیں اور ستائیس کلمے ہیں۔ اس سورت کے بیس (۲۰) نام آتے ہیں۔ ۱۔ فاتحہ ۲۔ فاتحۃ القرآن ۳۔ فاتحۃ الکتاب ۴۔ سبع مثانی ۵۔ ام القرآن ۶۔ ام الکتاب ۷۔ سورۃ الحمد ۸۔ سورۃ الصلوٰۃ ۹۔ سورۃ الدعا ۱۰۔ سورۃ التفویض ۱۱۔ سورۃ المناجاۃ ۱۲۔ سورۃ السوال ۱۳۔ نور ۱۴۔ رقیہ ۱۵۔ شفا ۱۶۔ شافیہ ۱۷۔ کافیہ ۱۸۔ دافیہ ۱۹۔ سورۃ الکنز ۲۰۔ تعلیم المسئلہ۔

یہ سورت تمام قرآن کا خلاصہ ہے اور اس کے بغیر نماز میں کوئی رکعت مکمل اور مقبول نہیں۔

۲۔ سورۃ الانعام: اس میں ۱۶۶ آیتیں اور ۲۰ رکوع ہیں۔

۳۔ سورۃ الاعراف: اس میں ۲۰۶ آیتیں اور ۲۴ رکوع ہیں۔

۴۔ سورۃ یونس: اس میں ۱۰۹ آیتیں اور ۱۱ رکوع ہیں۔

۵۔ سورۃ ہود: اس میں ۱۲۳ آیتیں اور ۱۰ رکوع ہیں۔

۶۔ سورۃ یوسف: اس میں ۱۱۱ آیتیں اور ۱۲ رکوع ہیں۔

۷۔ سورۃ ابراہیم: اس میں ۵۲ آیتیں اور ۷ رکوع ہیں۔

۸۔ سورۃ الحجر: اس میں ۹۹ آیتیں اور ۶ رکوع ہیں۔

Marfat.com

۹۔سورۃ النحل: اس میں ۱۲۸ آیتیں اور ۱۶ رکوع ہیں۔

۱۰۔سورۃ بنی اسرائیل: اس میں ۱۱۱ آیتیں اور ۱۲ رکوع ہیں۔

۱۱۔سورۃ الکہف: اس میں ۱۱۰ آیتیں اور ۱۲ رکوع ہیں۔

۱۲۔سورۃ مریم: اس میں ۹۸ آیتیں اور ۶ رکوع ہیں۔

۱۳۔سورۃ طٰہٰ: اس میں ۱۳۵ آیتیں اور ۸ رکوع ہیں۔

۱۴۔سورۃ الانبیاء: اس میں ۱۱۲ آیتیں اور ۷ رکوع ہیں۔

۱۵۔سورۃ المومنون: اس میں ۱۱۸ آیتیں اور ۶ رکوع ہیں۔

۱۶۔سورۃ الفرقان: اس میں ۷۷ آیتیں اور ۶ رکوع ہیں۔

۱۷۔سورۃ الشعراء: اس میں ۲۲۷ آیتیں اور ۱۱ رکوع ہیں۔

۱۸۔سورۃ النمل: اس میں ۹۳ آیتیں اور ۷ رکوع ہیں۔

۱۹۔سورۃ القصص: اس میں ۸۸ آیتیں اور ۹ رکوع ہیں۔

۲۰۔سورۃ العنکبوت: اس میں ۶۹ آیتیں اور ۷ رکوع ہیں۔

۲۱۔سورۃ الروم: اس میں ۶۰ آیتیں اور ۶ رکوع ہیں۔

۲۲۔سورۃ لقمٰن: اس میں ۳۴ آیتیں اور ۴ رکوع ہیں۔

۲۳۔سورۃ السجدہ: اس میں ۳۰ آیتیں اور ۳ رکوع ہیں۔

۲۴۔سورۃ سبا: اس میں ۵۴ آیتیں اور ۶ رکوع ہیں۔

۲۵۔سورۃ فاطر: اس میں ۴۵ آیتیں اور ۵ رکوع ہیں۔

۲۶۔سورۃ یٰسٓ: اس میں ۸۳ آیتیں اور ۵ رکوع ہیں۔

۲۷۔سورۃ والصّٰفّٰت: اس میں ۱۸۲ آیتیں اور ۵ رکوع ہیں۔

۲۸۔سورۃ صٓ: اس میں ۸۸ آیتیں اور ۵ رکوع ہیں۔

Marfat.com

۲۹۔سورۃ الزمر: اس میں ۷۵ آیتیں اور ۸ رکوع ہیں۔

۳۰۔سورۃ المؤمن: اس میں ۸۵ آیتیں اور ۹ رکوع ہیں۔

۳۱۔سورۃ حم سجدہ: اس سورۃ کا نام سورۃ فصلت، سورۃ سجدہ اور سورۃ مصابیح بھی ہے۔اس میں ۵۴ آیتیں اور ۶ رکوع ہیں۔

۳۲۔سورۃ الشوریٰ: اس میں ۵۳ آیتیں اور ۵ رکوع ہیں۔

۳۳۔سورۃ الزخرف: اس میں ۸۹ آیتیں اور ۷ رکوع ہیں۔

۳۴۔سورۃ الدخان: اس میں ۵۹ آیتیں اور ۳ رکوع ہیں۔

۳۵۔سورۃ الجاثیہ: اس میں ۳۷ آیتیں اور ۴ رکوع ہیں۔

۳۶۔سورۃ الاحقاف: اس میں ۳۵ آیتیں اور ۴ رکوع ہیں۔

۳۷۔سورۃ قٓ: اس میں ۴۵ آیتیں اور ۳ رکوع ہیں۔

۳۸۔سورۃ الذاریات: اس میں ۶۰ آیتیں اور ۳ رکوع ہیں۔

۳۹۔سورۃ الطّور: اس میں ۴۹ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۴۰۔سورۃ النجم: اس میں ۶۲ آیتیں اور ۳ رکوع ہیں۔

۴۱۔سورۃ القمر: اس میں ۵۵ آیتیں اور ۳ رکوع ہیں۔

۴۲۔سورۃ الواقعہ: اس میں ۹۶ آیتیں اور ۳ رکوع ہیں۔

۴۳۔سورۃ الممتحنہ: اس میں ۱۳ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۴۴۔سورۃ الملک: اس میں ۳۰ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۴۵۔سورۃ القلم: اس میں ۵۲ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۴۶۔سورۃ الحاقہ: اس میں ۵۲ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۴۷۔سورۃ المعارج: اس میں ۴۴ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

Marfat.com

۴۸۔سورۃ نوح: اس میں ۲۸ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۴۹۔سورۃ الجن: اس میں ۲۸ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۵۰۔سورۃ المزمل: اس میں ۲۰ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۵۱۔سورۃ المدثر: اس میں ۵۶ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۵۲۔سورۃ القیامۃ: اس میں ۴۰ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۵۳۔سورۃ الدھر: اس میں ۳۱ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۵۴۔سورۃ المرسلت: اس میں ۵۰ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۵۵۔سورۃ النبا: اس میں ۴۰ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۵۶۔سورۃ النازعات: اس میں ۴۶ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۵۷۔سورۃ عبس: اس میں ۴۲ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

۵۸۔سورۃ التکویر: اس میں ۲۹ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

۵۹۔سورۃ الانفطار: اس میں ۱۹ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

۶۰۔سورۃ المطففین: اس میں ۳۶ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

۶۱۔سورۃ الانشقاق: اس میں ۲۵ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

۶۲۔سورۃ البروج: اس میں ۲۲ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

۶۳۔سورۃ الطارق: اس میں ۱۷ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

۶۴۔سورۃ الاعلیٰ: اس میں ۱۹ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

۶۵۔سورۃ الغاشیہ: اس میں ۲۶ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

۶۶۔سورۃ الفجر: اس میں ۳۰ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

۶۷۔سورۃ البلد: اس میں ۲۰ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

Marfat.com

۶۸۔سورۃ الشمس: اس میں ۱۵ آیتیں اور ایک رکوع ہے۔

۶۹۔سورۃ الیل: اس میں ۲۱ آیتیں ہیں۔

۷۰۔سورۃ الضحیٰ: اس میں ۱۱ آیتیں ہیں۔

۷۱۔سورۃ الانشراح: اس میں ۸ آیتیں ہیں۔

۷۲۔سورۃ التین: اس میں ۸ آیتیں ہیں۔

۷۳۔سورۃ العلق: اس میں ۱۹ آیتیں ہیں۔

۷۴۔سورۃ القدر: اس میں ۵ آیتیں ہیں۔

۷۵۔سورۃ العادیات: اس میں ۱۱ آیتیں ہیں۔

۷۶۔سورۃ القارعہ: اس میں ۱۱ آیتیں ہیں۔

۷۷۔سورۃ التکاثر: اس میں ۸ آیتیں ہیں۔

۷۸۔سورۃ العصر: اس میں صرف ۳ آیتیں ہیں۔

۷۹۔سورۃ الھمزہ: اس میں ۹ آیتیں ہیں۔

۸۰۔سورۃ الفیل: اس میں ۵ آیتیں ہیں۔

۸۱۔سورۃ القریش: اس میں ۴ آیتیں ہیں۔

۸۲۔سورۃ الماعون: اس میں ۷ آیتیں ہیں۔

۸۳۔سورۃ الکوثر: اس میں ۳ آیتیں ہیں۔

۸۴۔سورۃ الکافرون: اس میں ۶ آیتیں ہیں۔

۸۵۔سورۃ اللھب: اس میں ۵ آیتیں ہیں۔

۸۶۔سورۃ اخلاص: اس میں ۴ آیتیں ہیں۔

Marfat.com

مدنی سورتیں

۱۔سورۃ البقرہ:اس سورت میں ۲۸۶ آیتیں، ۴۰ رکوع اور ۶۱۲۱ کلمے ہیں۔

۲۔سورۃ آل عمران:اس سورت میں ۲۰۰ آیتیں اور ۲۰ رکوع ہیں۔

۳۔سورۃ النساء:اس میں ۱۷۷ آیتیں اور ۲۴ رکوع ہیں۔

۴۔سورۃ المائدہ:اس میں ۱۲۰ آیتیں اور ۱۶ رکوع ہیں۔

۵۔سورۃ الانفال:اس میں ۷۵ آیتیں اور ۱۰ رکوع ہیں۔

۶۔سورۃ التوبہ:اس میں ۱۲۹ آیتیں اور ۱۶ رکوع ہیں۔

۷۔سورۃ الرعد:اس میں ۱۴۳ آیتیں اور ۶ رکوع ہیں۔

۸۔سورۃ الحج:اس میں ۷۸ آیتیں اور ۱۰ رکوع ہیں۔

۹۔سورۃ النور:اس میں ۶۴ آیتیں اور ۹ رکوع ہیں۔

۱۰۔سورۃ الاحزاب:اس میں ۷۳ آیتیں اور ۹ رکوع ہیں۔

۱۱۔سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم):اس میں ۳۸ آیتیں اور ۴ رکوع ہیں۔

۱۲۔سورۃ الفتح:اس میں ۲۹ آیتیں اور ۴ رکوع ہیں۔

۱۳۔سورۃ الحجرات:اس میں ۱۸ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۱۴۔سورۃ الرحمٰن:اس میں ۷۸ آیتیں اور ۳ رکوع ہیں۔

۱۵۔سورۃ الحدید:اس میں ۲۹ آیتیں اور ۴ رکوع ہیں۔

۱۶۔سورۃ المجادلہ:اس میں ۲۲ آیتیں اور ۳ رکوع ہیں۔

۱۷۔سورۃ الحشر:اس مین ۲۴ آیتیں اور ۳ رکوع ہیں۔

۱۸۔سورۃ الصّف:اس میں ۱۴ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۱۹۔سورۃ الجمعہ:اس میں ۱۱ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

Marfat.com

۲۰۔ سورۃ المنافقون: اس میں ۱۱ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۲۱۔ سورۃ التغابن: اس میں ۱۸ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۲۲۔ سورۃ الطلاق: اس میں ۱۲ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۲۳۔ سورۃ التحریم: اس میں ۱۲ آیتیں اور ۲ رکوع ہیں۔

۲۴۔ سورۃ البینہ: اس میں ۸ آیتیں ہیں۔

۲۵۔ سورۃ الزلزال: اس میں ۸ آیتیں ہیں۔

۲۶۔ سورۃ النصر: اس میں ۳ آیتیں ہیں۔

۲۷۔ سورۃ الفلق: اس میں ۵ آیتیں ہیں۔

۲۸۔ سورۃ الناس: اس میں ۶ آیتیں ہیں۔

مکی سورتوں کے نزول کی ترتیب

مشہور مصری محقق و مصنف شیخ محمد رضا سابق مدیر مکتبہ جامعہ فؤاد قاہرہ کی تحقیق کے مطابق مکہ میں نازل ہونے والی سورتوں کی ترتیب درج ذیل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سب سے پہلی سورۃ "اقرا باسم ربك الذی خلق" نازل ہوئی۔ اس کے بعد نٓ o والقلم وما یسطرون o پھر والضحیٰ o پھر یایھا المزمل o پھر یایھا المدثر o پھر سورۂ فاتحہ o پھر سورۃ تبت o پھر اذا الشمس کورت o پھر سبح اسم ربك الاعلیٰ o پھر والیل اذا یغشیٰ o پھر والفجر o پھر الم نشرح لك صدرك o پھر الرحمن o پھر والعصر o پھر انا اعطینك الکوثر o پھر الھکم التکاثر o پھر ارایت الذی یکذب بالدین o پھر الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل o پھر والنجم اذا ھوی o پھر عبس ولولی o پھر انا انزلنه فی لیلة القدر o پھر والشمس وضحھا o پھر والسماء ذات البروج o پھر والتین والزیتون o پھر لایلف قریش o پھر القارعة o پھر لا اقسم بیوم القیمة o پھر ویل لکل ھمزة o پھر والمرسلت عرفا o پھر قٓ o پھر والقرآن المجید o پھر لا اقسم بھذا البلد o پھر والسماء والطارق o پھر اقتربت الساعة o پھر صٓ والقرآن ذی

Marfat.com

الذکر ○ پھر الاعراف ○ پھر سورۂ جن ○ پھر سورۂ یٰسٓ ○ پھر تبرک الذی نزل الفرقان ○ پھر ملائکہ کی تعریفی سورت ○ پھر سورۂ مریم ○ پھر سورہ طٰہٰ ○ پھر طسم الشعراء ○ پھر طس النمل ○ پھر طسم القصص ○ پھر سورۂ بنی اسرائیل ○ پھر سورۂ یونس ○ پھر سورہ ھود ○ پھر سورہ یوسف ○ پھر الحجر ○ پھر الانعام ○ پھر الصافات ○ پھر لقمان ○ پھر حم المومن ○ پھر حٰم السجدہ ○ پھر حم عسق ○ پھر الزخرف ○ پھر سبا ○ پھر تنزیل الزمر ○ پھر حم الدخان ○ پھر حم الشوریٰ ○ پھر احقاف ○ پھر والذاریات ○ پھر ھل اتلک حدیث الغاشیہ ○ پھر سورہ الکھف ○ پھر سورۂ النحل ○ پھر انا ارسلنا نوحا ○ پھر سورۂ ابراھیم ○ پھر اقترب للناس حسابھم ○ پھر قد افلح المومنون ○ پھر الرعد ○ پھر والطور ○ پھر تبرک الذی بیدہ الملک ○ پھر الحاقہ ○ پھر سئل سائل ○ پھر عم یتساء لون ○ پھر والنزعت غرقا ○ پھر اذا سماء انفطرت ○ پھر سورہ روم ○ پھر العنکبوت۔

مدنی سورتوں کے نزول کی ترتیب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مدینہ منورہ میں ترتیب کے لحاظ سے درج ذیل سورتیں نازل ہوئیں۔

سب سے پہلے سورہ ویل للمطففین ○ پھر سورہ بقرہ ○ پھر سورہ انفال ○ پھر سورہ آل عمران ○ پھر سورہ حشر ○ پھر سورہ احزاب ○ پھر سورہ نور ○ پھر سورہ ممتحنہ ○ پھر انا فتحنالک ○ پھر سورہ نساء ○ پھر سورہ حج ○ پھر سورہ حدید ○ پھر سورہ محمد ○ پھر سورہ اتیٰ علی الانسان ○ پھر سورہ طلاق ○ پھر سورہ لم یکن ○ پھر سورہ جمعہ ○ پھر سورہ تنزیل السجدہ ○ پھر سورہ مومن ○ پھر سورہ اذا جاءک المنفقون ○ پھر سورہ مجادلہ ○ پھر حجرات ○ پھر تحریم ○ پھر تغابن ○ پھر الصف ○ پھر مائدہ ○ پھر براءۃ ○ پھر اذا جاء نصر اللہ والفتح ○ پھر اذا وقعت الواقعہ ○ پھر والعادیات ○ پھر معوذتان۔ سب سے آخر میں آیت لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ آخری سورت تک نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ سب سے آخر میں آیت ذیل نازہ ہوئی۔

"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ○ اور یہی صحیح روایت ہے۔

Marfat.com

سورتوں کا نزول

نزول کے حساب سے سب سے پہلے سورۃ علق کی پہلی پانچ آیتیں حضور نبی کریم ﷺ پر غارِ حرا میں نازل ہوئیں جن میں علم کے حصول اور اس کی افادیت پر زور دیا گیا جب کہ آخری سورت سورۃ النصر ۱۱ ہجری کو حج الوداع کے موقع پر منیٰ میں نازل ہوئی اور اس کے ساتھ ۱۰ ہجری کو "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ" والی آیت نازل ہوئی جس میں دین کامل ہونے کی نوید سنائی گئی۔ چنانچہ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبے میں فرمایا کہ ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا میں رہے چاہے اللہ کی لقاء قبول فرمائے۔ اس بندے نے لقائے الٰہی قبول کی ہے۔ اس سورت کے نازل ہونے کے بعد صحابہ کرامؓ نے سمجھ لیا تھا کہ دین کامل ہو گیا۔ اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ عرصے تک دنیا میں تشریف نہ رکھیں گے۔ روایت ہے کہ اس سورت کو سن کر حضرت عمر فاروقؓ رونے لگے۔ اس سورت کے نزول کے بعد کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے اور آپ ﷺ بکثرت یہ تسبیح پڑھتے تھے۔ سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم ایک دوسری روایت میں ہے کہ سبحان الله وبحمده استغفر الله و اتوب اليه پڑھتے تھے۔

قرآن مجید کی سورتوں کے نزول کے بارے میں حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید ٹکڑے ٹکڑے ایک ایک آیت کر کے نازل ہوا۔ سورت در سورت نازل نہیں ہوا۔ پس جس سورت کا ابتدائی حصہ مکہ میں نازل ہوا اسے مکی قرار دیا اگرچہ اس کی تکمیل مدینہ کے زمانہ میں ہوئی ہو۔ اس طرح جس سورت کا ابتدائی حصہ مدینہ میں نازل ہوا اسے مدنی قرار دیا۔ ایک سورت سے دوسری سورت کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ذریعہ فصل و امتیاز قائم کیا گیا۔ جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوتی تو صحابہ کرامؓ سمجھ جاتے کہ اب پہلی سورۃ ختم ہوئی اور بسم اللہ سے دوسری سورت کی ابتدا ہوئی ہے۔

خطاب

رب العزت کے اپنے پیارے حبیب کو مخاطب کرنے کے کئی انداز ہیں وہ کبھی آپ ﷺ کو یاایھا المدثر، اور کبھی یا ایھا المزمل کے نام سے پکارتا ہے، تو کبھی یا ایھا الرسل یاایھا النبی کے نام نامی سے یاد کرتا ہے تو کبھی محمد کے نام سے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ

Marfat.com

الاحزاب میں بار بار یا ایھا النبی کہہ کر پکارا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو ان کے نام لے کر مخاطب کیا۔ یا آدمؑ، یا نوحؑ یا ابراہیمؑ، یا موسیٰؑ، یا داوٗدؑ، یا عیسیٰؑ ابن مریم، یا زکریاؑ اور یا یحییٰؑ۔

آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کے نزدیک میرے دس نام ہیں جن میں سے دو نام طٰہٰ اور یٰسٓ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آپ ﷺ کو کئی مواقع پر نور کہا اور سراج منیر قرار دیا۔ حکم خداوندی ہے۔

قَدْ جَآءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ ۝ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور کھلی روشن کتاب۔ (سورۂ مائدہ، آیت ۱۵)

دوسری جگہ فرمایا ہے۔

اِنَّـآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر، خوش خبری اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔ (سورۂ احزاب، آیت ۴۶)

معراج

معراج کا واقعہ ۲۷ رجب شب دوشنبہ بمطابق ۶۲۱ء پیش آیا۔ یہ ایسا واقعہ ہے کہ جس کی تاریخ انسانی میں مثال نہیں ملتی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر گزرے ہیں لیکن کسی بھی پیغمبر کو اتنا بڑا اعزاز اور انعام نہیں ملا جو آپ ﷺ کو حاصل ہوا۔ حضرت موسیٰ ایسے پیغمبر ہیں کہ جنہیں کوہ طور پر باری تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت موسیٰ باری تعالیٰ کے سامنے عرض گزار ہوئے کہ اسے اپنے دیدار کا شرف عطا کیا جائے۔ آواز آئی، لَنْ تَرَانِیْ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ حضرت موسیٰ بضد تھے، باری تعالیٰ نے اپنے نور کی ایک ہلکی سی جھلک دکھائی تو موسیٰ بیہوش ہو گئے۔ اور پہاڑ جل کر راکھ ہو گیا۔ حکم خداوندی ہے:

"اور جب موسیٰ ہمارے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں تو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھ کو دکھلا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں۔ ارشاد ہوا

Marfat.com

کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو۔ سو اگر اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی دیکھ سکو گے۔ پس ان کے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی۔ تجلی نے اس کے پرخچے اڑا دیئے اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب افاقہ میں آئے تو عرض کیا بیشک آپ کی ذات منزہ ہے۔ میں آپ کی جناب میں معذرت کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں۔'' (سورہ اعراف آیت ۱۴۳۔ پارہ ۹)

معراج کیا ہے۔ مناجات، رویت الٰہی، امامت انبیاء اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنے کے ساتھ اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھنا ہے۔ اس بڑے واقعہ سے ہی آپ ﷺ کے درجات عالیہ اور مناصب رفیعہ کا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ○	پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرد اگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

(پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۱)

معراج کے اس عظیم واقعہ کو رب العزت نے سورۃ النجم میں بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

وَالنَّجۡمِ اِذَا ہَوٰی ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَ مَا غَوٰی ○ وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی ؕ○ اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ؕ○ عَلَّمَہٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ؕ○ ذُوۡ مِرَّۃٍ ؕ فَاسۡتَوٰی ○ وَ ہُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی ؕ○ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ؕ○ فَکَانَ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی ○ فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی ○ ؕ مَا کَذَبَ الۡفُؤَادُ مَا رَاٰی ○	اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔ تمہارے صاحب نہ بہکے اور نہ بے راہ چلے اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے سبب سے بلند کنارے پر تھا۔ پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا۔ پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا۔ بلکہ اس سے بھی کم۔ اب وحی فرمائی اپنے بندے کو۔ جو

Marfat.com

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی ○ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ○ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ○ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی ○ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی ○ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ○ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی ○

وحی فرمائی۔ دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔ تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اس کے پاس جنت الماویٰ ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ آنکھ نہ کسی طرف پھری۔ نہ حد سے بڑھی۔ بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

(پارہ ۲۷ سورۃ النجم، آیت ۱ تا ۱۸)

اس عظیم واقعہ کی صحت کے لیے ہمارے پاس سب سے بڑا ثبوت اور واقعہ کی تفصیل جاننے کا ایک بڑا ذریعہ حدیث مبارکہ ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس براق لایا گیا جو سفید رنگ کا جانور، گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ وہ اتنا تیز رفتار جانور ہے کہ جتنی دور ایک انسان کی نظر پہنچتی ہے اپنے فاصلے پر اس کا ایک قدم پڑتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس گیا اور اسی پتھر کے ساتھ براق کو باندھا جس کے ساتھ دیگر انبیائے کرام اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے۔ اس کے بعد مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی اور مسجد سے باہر آیا تو جبرئیل علیہ السلام کہنے لگے کہ یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فطرت کو اختیار فرمایا ہے۔

اس کے بعد وہ ہمیں لے کر آسمان تک پہنچے۔ جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کے دروازے پر دستک دی۔ پوچھا گیا، آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ میں جبرئیل ہوں۔ پوچھا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا۔ میرے ساتھ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں مزید پوچھا گیا کہ انہیں بلایا گیا ہے؟ جواب دیا۔ جی ہاں انہیں بلایا گیا ہے۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہیں حضرت آدم علیہ السلام بھی تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور خیر و برکت کی دعائیں دیں۔

اس کے بعد براق ہمیں دوسرے آسمان تک لے گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا تو آواز آئی۔ آپ کون ہیں؟ جواب دیا۔ میں جبرئیل ہوں۔ پوچھا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جواب دیا۔ کہ میرے ساتھ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ مزید پوچھا

Marfat.com

گیا کہ کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جواب دیا۔ ہاں بلایا گیا ہے۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ دونوں خالہ زاد بھائی یعنی حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام وہاں تشریف فرما تھے۔ ان دونوں نے مجھے مرحبا کہا اور خیر و برکت کی دُعائیں دیں۔

اس کے بعد براق ہمیں تیسرے آسمان تک لے گیا اور پچھلے آسمانوں والا معاملہ وہاں بھی پیش آیا یعنی اسی طرح سوال و جواب ہوئے۔ آخر کار جب دروازہ کھولا گیا تو وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو تشریف فرما پایا جنہیں نصف حسن عطا فرمایا گیا تھا۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لیے خیر و برکت کی دُعا کی۔ بعدازیں براق ہمیں چوتھے آسمان تک لے گیا اور وہاں بھی مثل سابق سوال و جواب ہوئے۔ دروازہ کھلنے پر معلوم ہوا کہ وہاں حضرت ادریسؑ تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور خیر و برکت کی دُعائیں دیں۔ ان کے بارے میں اللہ جل مجدہ نے فرمایا ہے۔

وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ○ اور ہم نے ان کو بلند مکان پر اٹھالیا۔

(پارہ ۱۶، سورۂ مریم آیت ۵۷)

پھر براق ہمیں پانچویں آسمان تک لے گیا۔ وہی واقعہ یہاں بھی پیش آیا اور دروازہ کھلنے پر دیکھا کہ وہاں حضرت ہارون علیہ السلام جلوہ افروز ہیں۔ انہوں نے بھی مجھے مرحبا کہا اور خیر و برکت کی دُعائیں دیں۔ پھر براق ہمیں چھٹے آسمان تک لے گیا یہاں بھی اسی طرح سوال و جواب ہوئے اور دروازہ کھلنے پر دیکھا کہ وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام رونق افروز ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور خیر و برکت کی دُعائیں دیں۔ اس کے بعد براق ہمیں ساتویں آسمان تک لے گیا اور مثل سابق معاملہ درپیش آیا۔ دروازہ کھلنے پر دیکھا کہ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما ہیں اور بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی ہے۔ بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جس فرشتے کی اس میں داخل ہونے کی ایک بار باری آجاتی ہے دوبارہ قیامت تک نہیں آئے گی۔

سدرۃ المنتہیٰ

اس کے بعد براق مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے گیا جس کے ایک درخت کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے ہیں اور پھل اتنے بڑے بڑے ہیں جیسے مٹکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسے اللہ تعالیٰ کے حکم نے ڈھانپ رکھا ہے یعنی خاص رحمت خداوندی نے اپنی

Marfat.com

آغوش میں لے لیا ہے۔مخلوق کی کیا مجال جو اس کے حسن وکمال کو بیان کر سکے۔یہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو چاہی وحی فرمائی اور روزانہ پچاس نمازیں فرض فرمادیں۔ جب میں فارغ ہو کر واپس آرہا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔انہوں نے پوچھا۔یا سید المرسلین! اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی امت پر کیا فرض کیا ہے۔ میں نے جواب دیا۔روزانہ پچاس نمازیں۔ کہنے لگے، حضور ﷺ! واپس جا کر تخفیف کروایئے کیونکہ آپ ﷺ کی امت میں یہ طاقت نہیں ہے۔میں قبل ازیں بنی اسرائیل کو آزما چکا ہوں۔

سرورکون ومکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں لوٹا از در بارگاہ خداوندی میں نمازوں کی تخفیف کے لیے عرض گزار ہوا۔اللہ جل شانہ نے پانچ نمازیں معاف فرمادیں۔میں نے واپس آتے وقت حضور موسیٰ علیہ السلام سے پانچ نمازوں کی معافی کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا حضور ﷺ! آپ ﷺ کی امت میں اتنی طاقت نہیں ہے واپس جا کر مزید تخفیف کروایئے۔سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر لوٹا اور بارگاہ خداوندی میں نمازوں کی تخفیف کا مسئلہ پیش کرتا رہا۔یہاں تک کہ اللہ جل مجدہ نے فرمایا کہ اے حبیب آپ ﷺ کی امت پر روزانہ پانچ وقت نماز پڑھنا فرض ہے۔یہ اگرچہ گنتی میں پانچ نمازیں ہوں گی لیکن ان کا ثواب اتنا مرحمت فرماؤں گا جتنا پچاس نمازوں کا ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر آپ ﷺ کے کسی امتی نے نیکی کا ارادہ کیا اور اسے نہ کر سکا تب بھی اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھ دی جائے گی اور اگر اسے کر لیا تو دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔اس کے برعکس جس نے کسی بدی کا قصد کیا اور اسے نہ کر سکا تو اس معاملے کو کالعدم شمار کیا جائے گا اور اگر اس برائی کا مرتکب ہو گیا تو ایک برائی ہی لکھوں گا۔

فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ واپس آتے وقت جب اس مرتبہ بھی میں موسیٰ علیہ السلام سے ملا اور انہیں اس امر کی اطلاع دی تو وہ کہنے لگے۔حضور ﷺ! بارگاہ خداوندی سے اور تخفیف کروایئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس سلسلے میں اس بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔

حبیب اللہ ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب سرورِ کون ومکان ﷺ

Marfat.com

نے سدرۃ المنتہیٰ پر قدم رنجہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے حبیب! جو چاہو مجھ سے مانگ لو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہِ خداوندی میں عرض گزار ہوئے کہ اے پروردگار! تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اور انہیں بہت بڑی بادشاہی مرحمت فرمائی۔ حضرت موسیٰ کو اپنی ہم کلامی کا شرف بخشا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو ملک عظیم عطا فرمایا۔ لوہے کو ان کے لیے نرم کیا اور پہاڑوں کو ان کا مطیع بنا دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایسی بادشاہی مرحمت فرمائی کہ جن وانسان اور شیاطین تک ان کے زیر فرمان کر دیئے اور ایسی عظیم بادشاہی عطا فرمائی کہ ان کے بعد کسی کو ایسی بادشاہی مرحمت نہیں فرمائی گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو توریت وانجیل کا علم عطا فرمایا اور انہیں ایسا معجزہ مرحمت فرمایا کہ مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو تندرست کر دیتے تھے۔ نیز انہیں اور ان کی والدہ محترمہ کو شیطان لعین کے شر سے محفوظ رکھا تا کہ وہ ملعون ان پر کسی طرح قابو نہ پا سکے۔

اللہ جل مجدہ نے فرمایا: اے حبیب! میں نے تمہیں خلیل اور دوست بنایا ہے چنانچہ توریت میں محمد حبیب الرحمٰن لکھا ہوا ہے اور میں نے تمہیں تمام انسانوں کی جانب رسول بنا کر بھیجا ہے اور تمہاری امت کو یہ شرف بخشا کہ وہ فضیلت کے لحاظ سے ساری امتوں میں اول اور زمانہ کے لحاظ سے سب سے آخر ہے۔ ان کا خطبہ پڑھنا اس وقت درست نہیں جب تک وہ یہ شہادت نہ دیں کہ تم میرے بندے اور رسول ہو۔ تمہیں سارے نبیوں سے پہلے پیدا کیا اور سب سے آخر میں مبعوث کیا۔ تمہیں سبع مثانی یعنی سات آیتوں والی سورت دی جو صحیح قول کے مطابق سورۂ فاتحہ ہے اور وہ تمہارے سوا کسی نبی کو مرحمت نہیں فرمائی گئی۔ سورۂ بقرہ کی آخری آیات بھی تمہیں دیں جو عرش اعظم کے نیچے کا خزانہ ہیں اور یہ بھی کسی اور نبی کو عطا نہیں فرمائیں۔ نیز تمہیں فاتح اور آخری نبی بنایا۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تین خاص چیزیں مرحمت فرمائی گئیں۔

ا۔ نماز پنجگانہ، ۲۔ سورۂ بقرہ کی آخری آیات، ۳۔ امت کی بخشش یعنی امت محمدیہ کا جو فرد کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھہرائے اس کی مغفرت ہو جائے گی اور اس کے مہلک گناہ تک بخش دیئے جائیں گے۔ (حوالہ کتاب الشفاء)

شق القمر

قرآن مجید میں شق القمر کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

Marfat.com

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَإِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○ (پارہ ۲۷، سورہ القمر آیت ۱، ۲) قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا یہ اگر معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ زوردار چلتا ہوا جادو ہے۔

واقعہ معراج کے بعد مکہ میں رونما ہونے والا دوسرا بڑا واقعہ شق القمر کا ہے جسے قرآن مجید نے معجزہ قرار دیا ہے۔ یہ تمام معجزوں میں سے سب سے بڑا معجزہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ کفار مکہ نہ صرف قیامت کے منکر تھے بلکہ آپ ﷺ کے بھی منکر تھے۔ وہ آپ ﷺ سے مطالبہ کر رہے تھے کہ آپ ﷺ نبی آخر الزماں ہیں تو کوئی معجزہ دکھایئے۔

مسند احمد میں ہے کہ اہل مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ طلب کیا جس پر دو مرتبہ چاند شق ہو گیا جس کا ذکر ان دونوں آیتوں میں ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ انہیں چاند کے دو ٹکڑے دکھا دیئے ایک حراء کے اس طرف ایک اس طرف۔ مسند میں ہے ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر دوسرا دوسرے پہاڑ پر۔ اسے دیکھ کر بھی جن کی قسمت میں ایمان نہ تھا بول پڑے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے لیکن سمجھداروں نے کہا کہ اگر مان لیا جائے کہ ہم پر جادو کر دیا ہے تو تمام دنیا کے لوگوں پر تو نہیں کر سکتا اور روایت ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے۔

ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ کفار نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ ابن ابی کبشہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا جادو ہے لیکن ان کے سمجھداروں نے کہا مان لو ہم پر جادو کیا ہے لیکن ساری دنیا پر تو نہیں کر سکتا۔ اب جو لوگ سفر سے آئیں ان سے دریافت کرنا کہ کیا انہوں نے بھی اس رات چاند کو دو ٹکڑے ہوتا دیکھا تھا؟ چنانچہ جب وہ آئے۔ ان سے پوچھا انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی کہ ہاں فلاں شب ہم نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں پہاڑ چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دکھائی دیا تھا۔

شق القمر اور ہندوستان

شق القمر کا معجزہ نہ صرف عرب میں دیکھا گیا بلکہ دوسرے ممالک کے لوگوں نے بھی چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا۔ حتیٰ کہ یہ معجزہ ہندوستان میں بھی دیکھا گیا۔ کہتے ہیں کہ صوبہ مالوہ میں دریائے چنبل کے پاس ایک شہر دھار ہے وہاں کا راجہ ایک رات اپنے محل کی

Marfat.com

چھت پر بیٹھا چاند کا نظارہ کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد چاند کے دونوں ٹکڑے پھر مل گئے۔ راجہ نے اس واقعہ کا ذکر اپنے پنڈتوں سے کیا جس پر پنڈتوں نے راجہ کو بتایا کہ ہمارے مذہب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عرب میں ایک نبی ﷺ پیدا ہوگا اس کے ہاتھ سے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا معجزہ ظاہر ہوگا۔ یہ سن کر راجہ نے اپنا قاصد مکہ روانہ کیا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کی زیارت کی اور راجہ کے بارے میں بتایا۔ قاصد کی واپسی پر راجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا اور اس کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ رکھا۔ شق القمر کا یہ معجزہ صرف عرب ہی میں نہیں بلکہ تمام دنیا میں دیکھا گیا۔ جس کی تصدیق عیسائیوں، ہندوؤں اور یہودیوں کے عارف لوگوں نے کی اور متعدد افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے طیبار کا راجہ بھی ان میں شامل تھا۔

''سیرت نبوی اور ہندیات'' کے عنوان سے مولانا قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں ''نیز جنوبی ہند کے علاقہ ملبار (کیرالہ) کے راجہ سامری کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ معجزہ شق القمر دیکھ کر مسلمان ہوئے اور خدمت نبوی میں پہنچے، راجہ سامری کا واقعہ زین الدین معبری ملباری رحمۃ اللہ علیہ نے تحفۃ المجاہدین میں ۹۹۳ھ میں بیان کیا ہے اور آخر میں تصریح کی ہے کہ راجہ سامری کی صحیح تاریخ ہمارے نزدیک محقق نہیں ہے، غالب گمان ہے کہ وہ دوسری صدی کے بعد تھے اور مالا بار کے مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے کہ سامری معجزہ شق القمر دیکھ کر مسلمان ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، ان باتوں میں کوئی صحیح نہیں ہے۔'' (تحفۃ المجاہدین صفحہ ۱۳ تا ۱۷)

مولانا قاضی اطہر مبارک پوری مزید لکھتے ہیں کہ ''مدعی صحابیت میں بابا رتن ہندی کی شخصیت بھی پر اسرار ہے، جس نے چھ سو سال کے بعد صحابی رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ شخص پنجاب کے شہر بھٹنڈہ کا باشندہ تھا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے ہندوستان میں معجزہ شق القمر دیکھا اور مکہ مکرمہ جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔ آپ ﷺ نے مجھے درازیٔ عمر کی دُعا دی، نیز اپنی کنگھی عطا فرمائی وغیرہ وغیرہ۔

صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔

Marfat.com

آیات کا شانِ نزول

حامل قرآن، حاصل ایمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سرورِ عالم، ہادی دوراں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

غارِ حرا میں پہلی وحی میں نازل ہونے والی سورۂ علق کی پہلی پانچ آیات کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغموم رہنے لگے تھے۔ آپ ﷺ کو یہ پریشانی لاحق تھی کہ نہ جانے اللہ تعالیٰ مجھ سے کیا معاملہ کرنے والا ہے۔ اس موقع پر آپ ﷺ کی غمگسار بیوی حضرت خدیجہؓ نے تسلی دیتے ہوئے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اکیلا نہیں چھوڑے گا کیونکہ آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں اور مصائب دور کرنے کے لیے لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ مفلسوں اور ناداروں کو کھلاتے پلاتے ہیں اور مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں۔ اس موقع پر سورۂ نٓ کی یہ آیات نازل ہوئیں:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝
مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝
وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝
وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝
فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝
(سورہ قلم، آیت ۱،۵)

نٓ۔ قسم ہے قلم کی اور جو (اہل قلم) لکھتے ہیں اس کی۔ کہ (اے محمد ﷺ) تم اپنے پروردگار کے فضل سے دیوانے نہیں ہو۔ اور تمہارے لیے بے انتہا اجر ہے۔ اور تمہارے اخلاق بڑے (عالی) ہیں۔ سو عنقریب تم بھی دیکھ لو گے اور یہ (کافر) بھی دیکھ لیں گے۔

سورۂ مدثر کا نزول اور کفار مکہ

سیرت نگاروں کے مطابق ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے باہر نکلے تو راہ چلتے ہر چھوٹے بڑے آدمی نے آپ ﷺ کی باتوں کی تکذیب کی اور گالیاں دیں۔ لوگوں کی باتیں سن کر آپ ﷺ رنجیدہ ہو گئے۔ اور افسردگی کی حالت میں گھر جا کر منہ پر کمبل ڈال کر لیٹ گئے۔ اس موقع پر آپ ﷺ کی تسلی و تشفی کے لیے حضرت جبرئیل علیہ السلام سورۂ مدثر کی آیات لے کر آئے:

Marfat.com

يَآ اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ٥ قُمْ فَاَنْذِرْ ٥ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ٥ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ٥ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ٥ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ٥ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ٥ؕ (مدثر، آیت ۱تا۷)

اے (محمد ﷺ) جو کپڑا لپیٹے پڑے ہو۔ اٹھو اور ہدایت کر دو۔ اور اپنے پروردگار کی بڑائی کرو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔ اور ناپاکی سے دور رہو۔ اور (اس نیت سے) احسان نہ کرو کہ اس سے زیادہ کے طالب ہو۔ اور اپنے پروردگار کے لیے صبر کرو۔

دعوتِ اسلام اور قریش کی مخالفت

ابتدا میں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام شروع کی تو گنتی کے چند افراد مسلمان ہوئے ان میں آپ ﷺ کی بیوی حضرت خدیجہؓ، آپ ﷺ کے دوست اور جانثار ساتھی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور آپ ﷺ کے چچازاد بھائی حضرت علی مرتضیٰؓ جن کی عمر اس وقت دس سال تھی نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت بلالؓ مسلمان ہوئے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تبلیغ وہدایت کی وجہ سے حضرت عثمان بن غنیؓ، زبیر بن العوامؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، طلحہؓ، سعدؓ بن ابی وقاص، ابوعبیدہ بن الجراحؓ، ابوسلمہؓ، ارقمؓ، عثمان بن مظعونؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور سعیدؓ نے اسلام قبول کیا۔ عورتوں میں ام الفضل زوجہ جناب عباسؓ اسماء بنت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی بہن فاطمہ مسلمان ہوئیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعثت کے بعد تین سال تک خاموشی سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ جب کہ دوسری طرف قریش مکہ آپ ﷺ کی مخالفت کرتے رہے۔ مخالفت کرنے والوں میں ولید بن مغیرہ، ابوجہل، اسود بن عبدالمطلب، اسود بن یغوث، نضر بن الحارث اور امیہ بن خلف پیش پیش تھے۔ قرآن مجید کی سورۂ مدثر میں اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کو اسلام دشمنی اور کافرانہ زندگی کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ٥ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ٥ وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا ٥ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ

ہمیں اس شخص سے سمجھ لینے دو جس کو ہم نے اکیلا پیدا کیا۔ اور مال کثیر دیا۔ اور (ہر وقت اس کے پاس) حاضر رہنے والے بیٹے (دیئے) اور ہر طرح

Marfat.com

تَمۡهِیۡدًا ۙ ثُمَّ یَطۡمَعُ اَنۡ اَزِیۡدَ ۙ کَلَّا ؕ اِنَّہٗ کَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیۡدًا ؕ سَاُرۡهِقُهٗ صَعُوۡدًا ؕ اِنَّہٗ فَکَّرَ وَ قَدَّرَ ۙ فَقُتِلَ کَیۡفَ قَدَّرَ ۙ ثُمَّ قُتِلَ کَیۡفَ قَدَّرَ ۙ ثُمَّ نَظَرَ ۙ ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ ۙ ثُمَّ اَدۡبَرَ وَ اسۡتَکۡبَرَ ۙ فَقَالَ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ یُّؤۡثَرُ ۙ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا قَوۡلُ الۡبَشَرِ ؕ

کے سامان میں وسعت دی۔ ابھی خواہش رکھتا ہے کہ اور زیادہ دیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ ہماری آیتوں کا دشمن رہا ہے۔ ہم اسے صعود پر چڑھائیں گے۔ اس نے فکر کیا اور تجویز کی۔ یہ مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی۔ پھر یہ مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی۔ پھر تامل کیا۔ پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑ لیا۔ پھر پشت پھیر کر چلا اور (قبول حق سے) غرور کیا۔ پھر کہنے لگا کہ یہ تو جادو ہے جو (اگلوں سے) منتقل ہوتا آیا ہے۔ (پھر بولا) یہ (خدا کا کلام نہیں بلکہ) بشر کا کلام ہے۔

(المدثر، آیات ۱۰، ۲۵)

سورۂ لہب کا شانِ نزول

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطحاء میں جا کر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے۔ کوہ صفا پر لوگوں کو دعوت دی۔ ہر طرف لوگ اکٹھے ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا، اگر میں تم سے کہوں کہ صبح یا شام کو دشمن تم پر حملہ کرنے والا ہے، تو تم کیا مجھے سچا جانو گے۔ سب نے جواب دیا، جی ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا، سنو میں تمہیں خدا کے سخت عذابوں کے آنے کی خبر دے رہا ہوں۔ تو ابولہب کہنے لگا کہ تجھے ہلاکت ہو، کیا تو نے اسی لیے ہم لوگوں کو جمع کیا تھا؟ پھر وہ ہاتھ جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت یہ سورۂ نازل ہوئی۔

تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ؕ مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡهُ مَالُهٗ وَ مَا کَسَبَ ؕ سَیَصۡلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۚۖ وَّ امۡرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ ۚ فِیۡ جِیۡدِهَا حَبۡلٌ مِّنۡ مَّسَدٍ ؕ

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو۔ نہ تو اس کا مال ہی اس کے کچھ کام آیا اور نہ جو اس نے کمایا۔ وہ جلد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی جورو بھی جو ایندھن سر پر اٹھائے پھرتی ہے۔ اس کے گلے میں مونج کی رسی ہوگی۔

(سورۂ لہب، آیت ۱ تا ۵)

Marfat.com

ابولہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا تھا۔اس کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا اس کی کنیت ابوعتبہ تھی ۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بدترین دشمن تھا اور ہر وقت ایذا دہی، تکلیف رسانی اور نقصان پہنچانے کے در پے رہا کرتا تھا۔

ابولہب کی بیوی کا نام اروی تھا۔اس کی کنیت ام جمیل تھی ۔ جو کہ حرب ابن امیہ کی لڑکی تھی اور ابوسفیان کی بہن تھی۔ وہ اپنے خاوند کے ساتھ مل کر آپ ﷺ کو تنگ کرتی اور آپ ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھا دیا کرتی تھی۔ جب یہ سورہ اتری تو ام جمیل اپنے ہاتھ میں نوک دار پتھر لے کر آپ ﷺ کی تلاش میں کعبۃ اللہ پہنچی۔اس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے۔ابوبکر صدیقؓ نے اسے اس حالت میں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! یہ آ رہی ہے ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ کو دیکھ لے۔آپ ﷺ نے فرمایا! صدیقؓ بے غم رہو یہ مجھے نہیں دیکھ سکتی۔ پھر آپ ﷺ نے قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت شروع کر دی تا کہ اس سے بچ جائیں۔

ترجمہ: یعنی جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور ایمان نہ لانے والوں کے درمیان پوشیدہ پردہ ڈال دیتے ہیں۔

ام جمیل آکر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس کھڑی ہوگئی۔ گو حضور اکرم ﷺ بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس ہی تشریف فرما تھے لیکن قدرتی حجابوں نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھ سکی۔ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کہنے لگی کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تیرے ساتھی نے میری ہجو کی ہے۔یعنی شعروں میں میری مذمت کی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں نہیں رب العزت کی قسم حضور ﷺ نے تیری کوئی ہجو نہیں کی۔تو یہ کہتی ہوئی لوٹ گئی کہ قریش جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی بیٹی ہوں۔(ابن ابی حاتم)

روایت ہے کہ ایک روز ام جمیل نوک دار لکڑیوں کا گٹھا جنگل سے کاٹ کر لا رہی تھی کہ تھک کر آرام کرنے کے لیے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ وہ گٹھا گر پڑا اور اسی سے اس کے گلے میں پھانسی لگ گئی اور وہ ہلاک ہوگئی۔

ابوجہل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ جب آپ ﷺ نماز میں سجدہ کر رہے ہوں گے اس وقت آپ ﷺ کی گردن پر کھڑا ہو جاؤں گا۔اس وقت ابولہب

Marfat.com

اور ابو جہل سختی سے آپ ﷺ کی مخالفت کر رہے تھے۔ چنانچہ سورۂ مزمل میں ہی ان دونوں کے بارے ارشاد ہوتا ہے:

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ۝ اور جو جو (دل آزار) باتیں یہ لوگ کہتے ہیں ان کو سہتے رہو اور اچھے طریق سے ان سے کنارہ کش رہو۔ (المزمل، آیت ۱۰)

سورۃ المزمل میں ہی کفار کے ظلم کے بارے ارشاد ہوتا ہے:

وَذَرْنِیْ وَالْمُكَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا ۝ اور مجھے ان جھٹلانے والوں سے جو دولت مند ہیں سمجھ لینے دو اور ان کو تھوڑی سی مہلت دے دو۔ (المزمل، آیت ۱۱)

سورۃ الہمزہ کا نزول

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ ابولہب اور اس کی بیوی کے علاوہ امیہ بن خلف جمحی بھی بارگاہ نبوی میں گستاخی کا ارتکاب کرتا اور آپ ﷺ کو رنج پہنچاتا۔ یہ بد بخت جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا تو آنکھیں بچا کر اور آنکھیں ٹیڑھی کر کے آپ ﷺ کی طرف دیکھتا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عیب لگاتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں ''سورۃ الہمزہ'' نازل فرمائی۔

ترجمہ: بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا غیبت کرنے والا ہو۔ جو مال کو جمع کرتا جائے اور گنتا جائے۔ سمجھے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا۔ نہیں نہیں یہ تو توڑ پھوڑ دینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ تجھے کیا معلوم کہ ایسی آگ کیا کچھ ہوگی؟ وہ خدا کی سلگائی ہوئی آگ ہوگی۔ جو دلوں پر چڑھتی چلی جائے گی، اور ان پر بڑے بڑے ستونوں میں ہر طرف سے بند کی ہوئی ہوگی۔ (سورۃ الہمزہ، آیت ۱ تا ۹)

ہمزہ اس شخص کو کہتے ہیں جو کھلم کھلا لوگوں کو گالیاں دے اور آنکھیں پھرا پھرا کر باتیں کرے اور غرہ جو غیبت میں برا کہے اور عیب کرے اور طعنہ زنی کرے۔

گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عاص بن وائل

عاص بن وائل بارگاہ نبوی میں تمسخر کرتا اور دشنام طرازی کرتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ

Marfat.com

جناب خباب بن الارفع رضی اللہ عنہ کو اس سے قرض وصول کرنا تھا۔ایک دن خباب بن الارفعؓ قرضہ وصول کرنے کے لیے عاص بن وائل کے پاس گئے تو عاص نے جناب خباب بن الارفعؓ سے کہا کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے یہ وعدہ نہیں کرتے کہ تمہیں وہ جنت ملے گی جہاں ہر چیز خواہش کے مطابق دستیاب ہوگی۔حضرت خباب نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔اس پر عاص بن وائل کہنے لگا تو تقاضہ نہ کرو میں تمہارا قرض جنت میں ادا کروں گا۔کیونکہ آخرت میں تم سے کمتر ہوں گا۔رب کریم کو اس کا یہ طنز پسند نہ آیا اور اس کی مذمت میں سورۂ مریم کی آیات ۷۷ تا ۸۰ نازل ہوئیں۔

ترجمہ: کیا تو نے اسے بھی دیکھا جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہا کہ مجھے تو مال و اولاد ضرور ہی دی جائے گی۔کیا وہ غیب کو جھانک آیا ہے یا خدا کا کوئی وعدہ لے چکا ہے۔ہرگز نہیں، یہ جو بھی کہہ رہا ہے ہم اسے ضرور لکھ لیں گے اور اس کے لیے عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے۔یہ جن چیزوں کی کہہ رہا ہے اسے ہم اس کے بعد لے لیں گے اور یہ تو بالکل اکیلا ہی ہمارے سامنے حاضر ہوگا۔ (سورۂ مریم، آیت ۷۷ تا ۸۰)

تفسیر ابن کثیر میں اس صحابی کا نام حضرت خباب بن ارتؓ آیا ہے۔بخاری اور مسلم میں ہے کہ حضرت خباب ابن ارتؓ فرماتے ہیں میں لوہار تھا اور میرا قرض عاص بن وائل کے ذمے کچھ تھا۔میں اس سے تقاضا کرنے کو گیا تو اس نے کہا میں تو تیرا قرض اس وقت تک ادا نہ کروں گا جب تک کہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری سے نہ نکل جائے۔میں نے کہا میں تو یہ کفر اس وقت تک بھی نہیں کر سکتا کہ تو مر کر دوبارہ زندہ ہو، اس کافر نے کہا بس تو پھر یہی رہی جب میں مرنے کے بعد زندہ ہوں گا تو ضرور مجھے میرا مال اور میری اولاد بھی ملے گی وہیں تیرا قرض بھی ادا کروں گا تو آ جانا۔اس موقع پر سورۂ مریم کی آیات ۷۷ تا ۸۰ نازل ہوئیں۔

دشمنِ رسول ﷺ ابوجہل اور مشرکین

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مسلمان کفار کے بتوں کو گالی دیتے تھے۔ابوجہل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ایک دن اس نے آپ ﷺ سے کہا اگر آپ ﷺ ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیں اور انہیں بُرا بھلا نہ کہیں تو بہتر ورنہ ہم آپ ﷺ کے خدا کی شان میں گستاخیاں کریں گے۔اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ انعام کی آیت ۱۰۸ نازل فرمائی۔

Marfat.com

ترجمہ: اور دشنام مت دو۔ ان کو جن کی یہ لوگ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہِ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔ ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے۔ پھر اپنے رب ہی کے پاس ان کو جانا ہے۔ سو وہ ان کو جتلا دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے۔ (سورۂ انعام، آیت ۱۰۸)

حضرت حمزہؓ کا مسلمان ہونا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب قریش مکہ کو جبل صفا پر اکٹھا کر کے دعوت اسلام دی۔ اور ابوجہل نے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور برا بھلا کیا تو اس وقت آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ وہاں موجود نہ تھے بلکہ وہ شکار کھیلنے کے لیے گئے ہوئے تھے۔ جب وہ شکار سے واپس آئے اور حسب معمول کعبہ کا طواف کرنے کے لیے جانے لگے تو عبداللہ ابن جدعان کی باندی جو کہ اس تمام تر واقعہ کی عینی شاہد تھی اس نے حضرت حمزہؓ سے کہا کہ ابوجہل نے تمہارے بھتیجے محمد ﷺ کو برا بھلا کہا اور ان کی شان میں گستاخی کی۔ یہ سن کر حضرت حمزہؓ کو غصہ آ گیا اور کعبہ کا طواف کرنے کی بجائے مطاف میں بیٹھے ابوجہل کے سر پر کمان دے ماری جس سے وہ شدید زخمی ہو گیا۔ حضرت حمزہؓ نے ابوجہل سے کہا کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے حالانکہ ہم ان کے دین پر ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر ابوجہل کے چند حمایتی بنی مخزوم میں سے حضرت حمزہؓ کے بالمقابل کھڑے ہو گئے۔ اس پر ابوجہل نے کہا کہ ابوعمارہ کو چھوڑ دو۔ کیونکہ میں نے اس کے بھتیجے کی شان میں گستاخی کی ہے۔ اس کے بعد حضرت حمزہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حضرت حمزہؓ عبدالمطلب کے بیٹے اور آنحضرت ﷺ کے چچا اور رضائی بھائی بھی ہیں کیونکہ ابولہب کی باندی ثوبیہ نے ان دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ یہ آنحضرت ﷺ سے صرف دو سال بڑے تھے۔ روایت ہے کہ حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے کے تین دن بعد حضرت عمر فاروقؓ بھی مسلمان ہو گئے، اس طرح مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی اور اسلام ایک طاقت بن کر ابھرنے لگا۔

سورۂ علق کی آیات کا شان نزول

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروقؓ کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کی

Marfat.com

تعداد دن بدن بڑھنے لگی تھی مگر اس کے باوجود وہ چھپ کر نماز پڑھتے تھے جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ جب مسلمان نماز پڑھتے تو کفار اذیتیں دیتے اور نماز پڑھنے سے روکتے تھے۔ حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے تو آپ کو اذیتیں دیتے۔ اس موقع پر سورہ علق کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۝ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝

(العلق، آیت ۹ تا ۱۵)

بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔ (یعنی) ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھنے لگتا ہے۔ بھلا دیکھو تو اگر یہ راہِ راست پر ہو۔ یا پرہیز گاری کا حکم کرے (تو منع کرنا کیسا) اور دیکھ تو اگر اس نے دین حق کو جھٹلایا اور اس سے منہ موڑا (تو کیا ہوا)۔ کیا اس کو معلوم نہیں کہ خدا دیکھ رہا ہے۔ دیکھو اگر وہ باز آئے گا تو ہم (اس کی) پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

سورۂ مزمل آیت ۴ میں بھی مسلمانوں کے چھپ کر نماز پڑھنے کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ط

(مزمل، آیت ۲۰)

تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ تم اور تمہارے ساتھ کے لوگ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات قیام کیا کرتے ہو۔

تہجد اور سورۂ والضحیٰ کا شان نزول

حضرت جندب بن ابوسفیان سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے تو دو یا تین رات تہجد نہ پڑھ سکے ایک عورت (ابولہب کی بیٹی ام جمیل آئی اور (بطور طنز) کہنے لگی اے محمد! میں امید کرتی ہوں کہ تیرے شیطان (نعوذ باللہ من ذالک) نے تم کو چھوڑ دیا ہے میں نے دو یا تین شب سے تمہارے پاس اس کو نہیں دیکھا۔ اس موقع پر سورۂ والضحیٰ نازل ہوئی۔

Marfat.com

وَالضُّحٰی ۙ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ؕ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ؕ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ۪ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی ۪ وَوَجَدَكَ عَآىِٕلًا فَاَغْنٰی ؕ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ ؕ وَاَمَّا السَّآىِٕلَ فَلَا تَنْهَرْ ؕ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۠ (والضحیٰ)

آفتاب کی روشنی کی قسم۔ اور رات (کی تاریکی) کی جب چھا جائے۔ (اے محمد ﷺ) تمہارے پروردگار نے نہ تو تم کو چھوڑا اور نہ (تم سے) ناراض ہوا۔ اور آخرت تمہارے لیے پہلی (حالت یعنی دنیا) سے کہیں بہتر ہے۔ اور تمہیں پروردگار عنقریب وہ کچھ عطا فرمائے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ بھلا اس نے تمہیں یتیم پا کر جگہ نہیں دی (بے شک دی)۔ اور رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا رستہ دکھایا۔ اور تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔ تو تم بھی یتیم پر ستم نہ کرنا۔ اور مانگنے والے کو جھڑکی نہ دینا۔ اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا بیان کرتے رہنا۔

سورۂ کافرون کا نزول

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ اسود بن مطلب ایک دن قریش کے سربرآوردہ کافروں ولید بن مغیرہ۔ امیہ بن خلف اور عاص بن وائل کے ساتھ احاطہ حرم کعبہ میں بیٹھا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طواف کرتے دیکھ کر کہنے لگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئیں ہم آپ ﷺ کے ساتھ شرکت کرتے ہیں۔ ہم آپ ﷺ کے خدا کی پرستش کریں اور آپ ﷺ ہمارے بتوں کی پوجا کریں اگر آپ ﷺ کا خدا بہتر ہوگا تو ہم اس کی عبادت کرتے رہیں گے تو آپ ﷺ انہیں پوجتے رہیں اور ان کی برکات سے آپ ﷺ استفادہ کرتے رہیں گے۔ اس موقع پر رب تعالیٰ نے سورۂ کافرون نازل فرمائی۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۚ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ؕ لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ ۠

(اے پیغمبر ان منکرانِ اسلام سے) کہہ دو کہ اے کافرو! جن (بتوں) کو تم پوجتے ہو ان کو میں نہیں پوجتا۔ اور جس (خدا) کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی تم عبادت نہیں کرتے۔ اور (میں پھر کہتا ہوں کہ) جن کی تم پرستش کرتے ہو ان کی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں۔ اور نہ تم اس کی بندگی کرنے والے (معلوم ہوتے) ہو جس کی میں بندگی کرتا ہوں۔ تم اپنے دین پر میں اپنے دین پر۔

Marfat.com

سورۂ اخلاص کی شانِ نزول

مسند احمد میں ہے کہ مشرکین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اپنے رب کے اوصاف بیان کرو، اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمانؓ ساری رات اسی سورت کو پڑھتے رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سورت آدھے قرآن یا تہائی قرآن کے برابر ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌo اَللّٰهُ الصَّمَدُo لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْo وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌo

کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے۔ (وہ) معبود برحق بے نیاز ہے۔ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

سورۂ اخلاص کے بارے ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ یہود کی ایک جماعت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر کہا کہ ہم یہ جانتے ہیں کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے خلق کیا، لیکن آپ ہمیں یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ ان کی بکواس سن کر مزاج نبوی برہم ہوا۔ اسی وقت جبرئیل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کے لیے ''سورۂ اخلاص'' لے کر نازل ہوئے اور کہا اے نبی مکرم آپ ﷺ ان کی ہرزہ سرائی پر رنجیدہ نہ ہوں آپ انہیں یہ جواب دیں۔ ''رحمٰن ورحیم اللہ تعالیٰ کے نام سے! اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ انہیں بتا دیں اللہ تعالیٰ یکتا اور بے نیاز ہے وہ نہ کسی کی اولاد اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ کوئی اس کا ہمسر ہے''۔

سورۂ عبس اور عبداللہ ابن ام مکتومؓ

مفسرین سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ مکہ کے سرداروں کو اسلامی تعلیم سمجھا رہے تھے کہ اس دوران عبداللہ ابن ام مکتومؓ جو کہ نابینا تھے حاضر ہوئے اور مسائل دریافت کرنے لگے۔ عبداللہ ابن ام مکتومؓ پرانے مسلمان تھے اور اکثر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام کی تعلیم سیکھتے اور مسائل دریافت کرتے رہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت چونکہ ایک اہم امر دینی میں پوری طرح مشغول تھے۔ عبداللہ ابن ام مکتومؓ کی طرف توجہ نہ فرمائی بلکہ آپ ﷺ کبیدہ خاطر ہوئے اور آپ ﷺ کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ اس پر سورہ عبس نازل ہوئی۔ ارشاد خداوندی ہے۔

Marfat.com

عَبَسَ وَتَوَلّٰی o اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی o وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰی o اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰی o اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی o فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی o وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّکّٰی o وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی o وَهُوَ یَخْشٰی o فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی o

(محمد مصطفیٰ) ترش رو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے۔ کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا۔ اور تم کو کیا خبر شاید وہ پاکیزگی حاصل کرتا۔ یا سوچتا تو سمجھانا اسے فائدہ دیتا۔ جو پروانہیں کرتا۔ اس کی طرف تو تم توجہ کرتے ہو۔ حالانکہ اگر وہ نہ سنورے تو تم پر کچھ (الزام) نہیں۔ اور جو تمہارے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ اور (خدا سے) ڈرتا ہے۔ اس سے تم بے رخی کرتے ہو۔

(سورۂ عبس پارہ ۳۰ عم)

سورۂ قیامہ کی آیات اور ابوجہل

ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوجہل کا ہاتھ پکڑا (اور ازراہِ ہمدردی) فرمایا! اے تیرے لیے خرابی ہو۔ اس پر ابوجہل کہنے لگا کیا آپ ﷺ مجھ کو ڈراتے ہیں۔ نہ تم نہ تمہارا رب میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ اس سارے ملک میں میری عزت سب سے زیادہ ہے۔ اس وقت سورۂ قیامہ کہ آیت ۳۱ تا ۳۵ نازل ہوئیں۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی o وَلٰكِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی o ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰی اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰی o اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی o ثُمَّ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی o

تو اس (عاقبت نااندیش) نے نہ تو (کلام خدا کی) تصدیق کی نہ نماز پڑھی۔ بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔ پھر اپنے گھر والوں کے پاس اکڑتا ہوا چل دیا۔ افسوس ہے تجھ پر پھر افسوس ہے۔ پھر افسوس ہے تجھ پر پھر افسوس ہے۔

تحصیلِ وحی اور سورۂ قیامہ کی آیات کا شانِ نزول

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی لینے میں سخت تکلیف ہوتی تھی اس ڈر کے مارے کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے اور آپ ﷺ کے ہونٹ مبارک ہلتے جاتے تھے۔ اس پر یہ آیات مبارکہ اتریں کہ اتنی جلدی نہ کرو اور ہونٹ نہ ہلاؤ۔ اسے آپ ﷺ کے سینے میں جمع کرنا اور

Marfat.com

آپ ﷺ کی زبان سے اس کی تلاوت کرانا ہمارے سپرد ہے۔ جب ہم پڑھیں تو آپ سنیے اور چپ رہیے۔ جبرئیلؑ کے چلے جانے کے بعد انہی کی طرح ان کا پڑھایا ہوا پڑھانا بھی ہمارے سپرد ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ ۚ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ؕ

(سورہ القیامہ، آیت ۱۶ تا ۱۹)

اور (اے محمد ﷺ) وحی کے پڑھنے کے لیے اپنی زبان نہ چلایا کرو کہ اس کو جلد یاد کرلو۔ اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمے ہے۔ جب ہم وحی پڑھا کریں تو تم (اس کو سنا کرو اور) پھر اسی طرح پڑھا کرو۔ پھر اس (کے معانی) کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔

شانِ نزول سورۂ طٰہٰ

مفسرین کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری رات عبادت کیا کرتے تھے اور دن بھر اس فکر میں رہتے کہ دین اسلام کیوں کر پھیلے گا۔ تفسیر ابن کثیر میں اس کی تفسیر اس طرح بیان کی گئی ہے کہ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں ایک پاؤں زمین پر ٹکاتے اور دوسرا اٹھا لیتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری یعنی طٰہٰ یعنی زمین پر دونوں پاؤں ٹکا دیا کر ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لیے نہیں اتارا کہ تجھے مشقت و تکلیف میں ڈال دیں۔

کہتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے قرآن پر عمل کرنا شروع کر دیا تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ لوگ تو اچھی خاصی مصیبت میں پڑ گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ یہ پاک قرآن تمہیں مشقت میں ڈالنے کو نہیں اترا۔ بلکہ یہ نیکوں کے لیے عبرت ہے۔ یہ خدائی علم ہے جسے یہ ملا اسے بہت بڑی دولت مل گئی چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ جس کے ساتھ خدا تعالیٰ کا ارادہ بھلائی کا ہوا جاتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

طٰهٰ ۚ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۙ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۙ

(طٰہٰ، آیات ۱ تا ۳)

طٰہٰ۔ (اے محمد ﷺ) ہم نے تم پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔ بلکہ اس شخص کو نصیحت دینے کے لیے (نازل کیا ہے) جو خوف رکھتا ہے۔

Marfat.com

قریش مکّہ کے مطالبات اور
سورۂ بنی اسرائیل کی آیات کا نزول

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کفار مکہ کے چند سرکردہ اشخاص جمع ہوئے اور نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض گزار ہوئے کہ آپ ہمارے باپ دادوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ ہمارے دین کو برا کہتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں کو بے وقوف بتلاتے ہیں۔ ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں۔ اگر آپ ﷺ کا ارادہ ان تمام باتوں سے مال جمع کرنے کا ہے تو ہم آپ ﷺ کے لیے مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ ﷺ ہم سب میں زیادہ مال دار ہو جائیں گے۔ اگر سرداری کے طالب ہیں تو ہم آپ ﷺ کو اپنا سردار تسلیم کر لیتے ہیں اور اگر بادشاہت کے طالب ہیں تو بخدا ہم آج آپ ﷺ کی بادشاہت کا اعلان کر دیتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں یا پھر آپ ﷺ بیمار ہیں یا کسی جن کا سایہ ہے تو ہم آپ ﷺ کا علاج معالجہ کریں گے یہاں تک کہ آپ ﷺ کو شفا ہو جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی باتیں سنیں اور فرمایا کہ مجھے کسی مال و دولت کی تمنا نہیں، نہ کسی سرداری کی طمع ہے اور نہ ہی بادشاہ بننا چاہتا ہوں اور نہ ہی مجھے کوئی دماغی عارضہ یا خلل آسیب ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے تم سب کی طرف اپنا رسول برحق بنا کر بھیجا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچاؤں۔ اگر تم رب کے پیغام قبول کر لو گے اور عمل پیرا ہو جاؤ گے تو اس میں تمہاری بھلائی اور بہتری ہے اگر ایسا نہیں کرو گے تو میں صبر کروں گا حتیٰ کہ باری تعالیٰ مجھ میں اور تم میں سچا فیصلہ کر دے۔

قریش مکہ آپ ﷺ کا جواب سن کر گویا ہوئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ یہ پہاڑ یہاں سے ہٹا لے تاکہ ہمارا علاقہ کشادہ ہو جائے۔ اس میں نہریں اور چشمے اور دریا جاری ہو جائیں، اور یہ بھی دعا کیجیے کہ ہمارے باپ دادے زندہ ہو جائیں اور ان میں قصی بن کلاب ضرور ہو جو ہم میں ایک بزرگ سچا شخص تھا۔ اگر آپ ﷺ نے یہ کر دیا تو ہمیں آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان

Marfat.com

آجائے گا اور ہم آپ ﷺ کی دل سے تصدیق کرنے لگیں گے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان چیزوں کے ساتھ نہیں بھیجا گیا۔ ان میں سے کوئی کام میرے بس کا نہیں۔ میں تو خدا کا پیغام تمہیں پہنچانے کے لیے آیا ہوں۔

قریش مکہ نے کہا اچھا یہ بھی نہ سہی تو پھر آپ ﷺ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ آپ ﷺ کے پاس کوئی فرشتہ بھیجے جو آپ ﷺ کی باتوں کی سچائی اور تصدیق کردے۔ آپ ﷺ کی طرف سے ہمیں جواب دے اور اس سے کہہ کر آپ ﷺ اپنے لیے ہی باغات، خزانے اور سونے چاندی کے محل بنوالیجئے تا کہ خود آپ ﷺ کی حالت تو سنور جائے اور بازاروں میں چلنا پھرنا ہماری طرح تلاش معاش میں نکلنا چھوٹ جائے۔ اگر یہ ہو جائے تو ہم مان لیں گے کہ آپ ﷺ واقعی خدا کے رسول ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ میں نہ کروں گا اور نہ ہی اپنے رب سے کچھ طلب کروں گا میں تو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

قریش مکہ نے کہا کہ اگر آپ ﷺ یہ سب کچھ نہیں کرتے تو جاؤ اپنے رب سے کہو کہ ہم پر آسمان گرادے۔ تم تو کہتے ہی ہو کہ اگر اللہ چاہے تو ایسا کردے۔ تو پھر ہم کہتے ہیں۔ بس کرو، دیر نہ کرو۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ خدا کے اختیار میں ہے جو چاہے کرے جو نہ چاہے نہ کرے۔ روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم جو آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت عاتکہؓ بنت عبدالمطلب کا لڑکا تھا کہنے لگا کہ آپ ﷺ نے اپنی قوم کی کوئی بات نہیں مانی۔ میں اس وقت تک آپ ﷺ پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک کہ آپ ﷺ سیڑھی لگا کر آسمان پر چڑھ کر کوئی کتاب نہ لائیں اور چار فرشتے اپنے ساتھ اپنے گواہ بنا کر نہ لائیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت رنجیدہ ہو گئے اور مغموم ہو کر اپنے گھر لوٹ آئے اس موقع پر سورۃ بنی اسرائیل کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ	اور کہنے لگے کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ (عجیب و غریب باتیں نہ دکھاؤ یعنی یا تو) ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کردو۔ یا تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو اور اس کے بیچ میں نہریں بہا نکالو۔ یا

Marfat.com

وَ الْمَلٰٓئِکَةِ قَبِیْلًا ۝ اَوْ یَکُوْنَ لَکَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ ط وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ط قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ ع

(سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۹۰ تا ۹۳)

جیسا تم کہا کرتے ہو ہم پر آسمان کے ٹکڑے لا گراؤ یا خدا اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے لے آؤ۔ یا تمہارا سونے کا گھر ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک کہ کوئی کتاب نہ لاؤ جسے ہم پڑھ بھی لیں کہہ دو کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک پیغام پہنچانے والا انسان ہوں۔

کفار کی عداوت اور سورۂ ص کی آیات کا نزول

کفار کے سردار اور رؤساء جن میں ابوجہل بن ہشام، عاص بن وائل، اسود بن المطلب، اسود بن عبد یغوث وغیرہ اکٹھے ہو کر حضرت ابو طالب کے پاس گئے اور کہا کہ آپ ہمارے سردار ہیں، بزرگ اور بڑے ہیں۔ ہم آپ کے بھتیجے سے تنگ آ گئے ہیں۔ آپ انہیں سمجھائیں کہ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں۔ وہ جس کی چاہے بے عزتی کریں لیکن ہمارے خداؤں کو برا نہ کہیں۔ حضرت ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلوایا اور کہا جان پدر! کہ آپ ﷺ کی قوم کے سردار اور بزرگ چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ اُن کے معبودوں کی توہین اور برائی سے باز آ جائیں اور یہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے دین پر چلنے میں آزادی دے رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے جواب میں کہا کہ میں تو انہیں بہترین اور بڑی بھلائی کی طرف بلا رہا ہوں۔ اگر یہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیں تو سارا عرب ان کے ماتحت ہو جائے گا۔ یہ سن کر ابوجہل اور اس کے ساتھی شور و غل کرنے لگے اور کہنے لگے اس کے سوا جو تو مانگے ہم دینے کو تیار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم سورج کو بھی لا کر میرے ہاتھ پر رکھ دو تو بھی میں اس کلمے کے سوا کچھ نہ مانگوں گا۔ اس بات کو سن کر کفار مکہ غصے سے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے واللہ! ہم تجھے اور تیرے خدا کو گالیاں دیں گے جس نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اس پر "ص" کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

ترجمہ: کافروں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان ہی میں سے ایک انہیں سمجھانے والا آ گیا اور کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کو ایک ہی معبود کر دیا؟

Marfat.com

واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔ ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چلے کہ جاؤ اپنے معبودوں پر جمے رہو۔ یقیناً یہ تو کوئی مطلب و مراد ہے۔ ہم نے تو یہ بات پچھلے دین میں بھی نہیں سنی۔ کچھ نہیں یہ تو صرف گھڑنت ہے۔ یہ ہو بھی سکتا ہے کہ ہم سب کو چھوڑ کر اسی پر کلام الٰہی نازل کیا جائے؟ دراصل یہ لوگ میری وحی کی طرف سے شک میں ہیں، بلکہ صحیح یہ ہے کہ انہوں نے اب تک میرے عذاب چکھے ہی نہیں یا کیا ان کے پاس تیرے زبردست فیاض خدا کی رحمت کے خزانے ہیں، یا کیا آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کی بادشاہت ان ہی کی ہے تو پھر یہ رسیاں تان کر چڑھ جائیں۔ یہ بھی بڑے بڑے لشکروں میں سے شکست پایا ہوا چھوٹا سا لشکر ہے۔

(سورۂ ص، آیت ۴ تا ۱۱)

قحط کا واقعہ اور سورۂ دخان کی آیات کا نزول

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب قریش مکہ نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستانے لگے تو آپ ﷺ نے ان پر بددعا کی کہ ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کا سا قحط نازل کر۔ چنانچہ یہ بددعا قبول ہوئی۔ اور ایسی خشک سالی آئی کہ انہوں نے ہڈیاں اور مردار چبانا شروع کیا۔ اور آسمان کی طرف نگاہیں ڈالتے تھے تو دھوئیں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ بھوک کی وجہ سے ان کی آنکھوں میں چکر آنے لگا۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں:

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ○ يَّغْشَى النَّاسَ ط هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ○ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ○	تو اس دن کا انتظار کرو کہ آسمان پر صریح دھواں نکلے گا۔ جو لوگوں پر چھا جائے گا۔ یہ درد دینے والا عذاب ہے۔ اے پروردگار ہم سے اس عذاب کو دور کر ہم ایمان لاتے ہیں۔ (اس وقت) ان کو نصیحت کہاں مفید ہوگی جب کہ ان کے پاس پیغمبر آ چکے جو کھول کھول کر بیان کر دیتے تھے۔

(سورۂ دخان، آیت ۱۰ تا ۱۳)

قحط کے پیش نظر ابوسفیان آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ ﷺ کی قوم ہلاک ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ سے اس قحط کے دفع کے لیے دُعا فرمائیے۔ آپ ﷺ کو رحم آ گیا اور آپ ﷺ نے باری تعالیٰ میں التجا کی اور بارش ہوئی۔ اس وقت

Marfat.com

یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّا کَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِیْلًا اِنَّکُمْ عَآئِدُوْنَ ○ (سورۂ دخان، آیت ۱۵) ہم تو تھوڑے دنوں عذاب ٹال دیتے ہیں (مگر) تم پھر کفر کرنے لگتے ہو۔

پھر جب قحط جاتا رہا تو پھر کفر کرنے لگے اور اسلام کو ماننے سے انکار کر دیا تو بدر کی لڑائی میں مارے گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْکُبْرٰی اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ○ (سورۂ دخان، آیت ۱۶) جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے تو بے شک انتقام لے کر چھوڑیں گے۔

سردارانِ قریش کا مطالبہ

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ قریش کی جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت خبابؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت عمارؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر سردارانِ قریش نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا تم کو قوم کے یہ لوگ پسند ہیں، کیا یہی وہ لوگ ہیں کہ ہمیں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان کیا ہے؟ اب ہم ان کے گروہ میں مل کر تمہارے تابع کیسے بن سکتے ہیں، تم انہیں اپنے پاس سے ہٹا دو تو پھر ہم تمہارے پیروی کریں۔ اس وقت یہ آیت اتری۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ (سورۃ انعام، آیت ۵۲)

اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں (اور) اس کی ذات کے طالب ہیں ان کو (اپنے پاس سے) مت نکالو۔ ان کے حساب (اعمال کی جواب دہی تم پر کچھ نہیں) اور تمہارے حساب کی جواب دہی ان پر کچھ نہیں۔ (بس ایسا نہ کرنا، اگر ان کو نکالو گے تو ظالموں میں ہو جاؤ گے)۔

اس آیت کے نازل ہوتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سردارانِ قریش سے کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ میں غرباء کو اپنی مجلس سے ہرگز دور نہیں کر سکتا۔

حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ یہ آیت چھ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اتری ہے جن

Marfat.com

میں سے ابن مسعودؓ بھی ہیں۔ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ ہم کو قریب بٹھا لیتے تھے، تو قریش کہتے کہ ہمیں چھوڑ کر آپ ﷺ انہیں اپنے سے قریب تر کرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے آزما لیا کہ کون ان میں کیسا ہے۔ اس امتحان کا نتیجہ یہ تھا کہ کفارِ قریش کہتے تھے کہ کیا یہی لوگ ہیں کہ ہم پر احسان کرنے کے بجائے اللہ نے ان پر احسان کیا ہے۔

رب العزت نے سورۂ انعام کی آیت ۵۳ میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ایک کو دوسروں کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ لوگ کہا کریں کیا یہ لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے ان پر اللہ نے فضل کیا ہے۔ کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ حق شناسوں کو خوب جانتا ہے۔

قریش مکہ کا مطالبہ

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قوم کے لوگوں کے سامنے سرگرمی سے تبلیغ اسلام فرما رہے تھے اس موقعہ پر اسود بن عبد یغوث، زمعہ بن اسود اور ابی ابن خلف بھی موجود تھے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا آپ ﷺ کچھ بھی کہیں اگر آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں تو مناسب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ ایک فرشتہ ہو جو آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کرتے ہوئے آپ ﷺ کی طرف سے لوگوں سے گفتگو کرے۔ اس مطالبہ پر سورۂ انعام کی آیات ۸۔۹ نازل ہوئیں جس میں ربِ کریم نے ارشاد فرمایا:

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ○ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ○

اور کہتے ہیں کہ ان (پیغمبر) پر فرشتہ کیوں نازل نہ ہوا۔ (جو ان کی تصدیق کرتا) اگر ہم فرشتہ نازل کرتے تو کام ہی فیصل ہو جاتا پھر انہیں (مطلق) مہلت نہ دی جاتی۔ نیز اگر ہم کسی فرشتے کو بھیجتے تو اسے مرد کی صورت میں بھیجتے اور جو شبہ (اب) کرتے ہیں اسی شبے میں پھر انہیں ڈال دیتے۔

(سورۂ انعام، آیات ۸۔۹)

Marfat.com

سورۂ انعام کی اہمیت

سورہ انعام مکہ میں ایک ہی رات کے اندر ایک ہی دفعہ میں نازل ہوئی۔ اس کو ستر ہزار فرشتے لے کر حاضر ہوئے تھے اور تسبیح پڑھتے جا رہے تھے۔ اسماء بنت یزید کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناقہ پر سوار تھے اور سورۂ انعام اتر رہی تھی۔ میں ناقۂ نبی ﷺ کی باگ تھامے ہوئے تھی۔ وحی کے بوجھ سے ناقہ ایسی دب گئی تھی کہ گویا اس کی ہڈیاں ہی ٹوٹ جائیں گے۔ ملائکہ زمین و آسمان کو گھیرے ہوئے تھے۔ سورۂ انعام اترنے کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسبیح پڑھنے لگے اور فرمایا اس سورت کی مشایعت میں فرشتے افق تک گھیرے ہوئے تھے۔ فرشتوں کی سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم کی گونج سے زمین و آسمان میں ہنگامہ تھا۔ آپ ﷺ بھی یہی تسبیح پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پوری سورۂ انعام ایک ہی دفعہ میں نازل ہوئی ہے اور ستر ہزار فرشتوں کی تسبیح و تحمید کی گونج کے ساتھ اتری ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ مکمل سورت ایک ہی وقت میں مکہ میں نازل ہوئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی رات اس کو لکھوا دیا۔

نضر بن حارث کی ہرزہ سرائیاں

روایت ہے کہ نضر بن حارث جو کہ کفار مکہ کا ایک معزز شخص تھا وہ کہتا تھا کہ لات اور عزیٰ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (سورۂ یونس، آیت ۱۸)	اور یہ (لوگ) خدا کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جو نہ ان کا کچھ بگاڑ ہی سکتی ہیں اور نہ کچھ بھلا ہی کر سکتی ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ کہہ دو کیا تم خدا کو ایسی چیز بتاتے ہو۔ جس کا وجود اسے نہ آسمانوں میں معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین میں؟ وہ پاک ہے اور اس کی شان، ان کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے۔

ابن اسحاق "سیرت رسول پاک" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لکھتے ہیں کہ یہ بدبخت نضر بن حارث بارگاہ نبوی میں گستاخیاں کرتا رہتا تھا اور بدزبانی کے لیے مختلف انداز اختیار کرتا

Marfat.com

تھا۔ اکثر یہ کرتا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی جگہ سے اٹھتے تو یہ اس جگہ جا کر بیٹھتا اور رستم واسفند کے علاوہ عجمی بادشاہوں کے قصے بیان کرتا تھا اور قرآن کریم میں نازل ہونے والی آیات پر طنز کرتا اور واقعات میں کتر بیونت کرتا تھا۔ اس کے بارے میں رب تعالیٰ نے سورۂ فرقان کی آیات ۵ اور ۶ نازل فرمائیں۔ (ترجمہ یہ ہے) ''اور انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کے (جھوٹے) قصے ہیں جو اس (رسول ﷺ) نے لکھوائے ہیں۔ تو وہ صبح وشام ان پر پڑھے جاتے ہیں۔ اے (محبوب) آپ ﷺ فرمادیں اس قرآن کو اسی اللہ نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کی ہر پوشیدہ بات کو جانتا ہے۔ بے شک وہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے''۔ اس کے علاوہ سورۂ مطففین کی آیت میں رب کریم نے فرمایا ''جب اس پر ہمارے آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں'' سورۂ جاثیہ کی آیات ۷ اور ۸ میں اس طرح فرمایا ''ہر بہتان باندھنے والے گناہ گار کے لیے تباہی ہے اس کے سامنے جن آیات الٰہی کی تلاوت کی جاتی ہے تو تکبر سے ان کے انکار پر اڑا رہتا ہے۔ گویا اس نے سنا ہی نہیں۔ اے (محبوب) اس کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے۔

سورۂ کوثر کی شانِ نزول

روایت ہے کہ عاص بن وائل جو سرداران قریش میں سے تھا۔ جب کبھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لیا جاتا یا آپ ﷺ کے بارے میں اس کے سامنے گفتگو کی جاتی تو وہ قریش سے کہتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے دلوں پر کیوں اس طرح مسلط ہیں اور ہر وقت ان کا تذکرہ کرتے رہتے ہو۔ ان کے ذکر کو چھوڑو کیونکہ (خاکم بدہن) وہ تو ابتر ہیں یعنی ان کا کوئی بیٹا نہیں۔ ان کا کوئی وارث نہ ہوگا۔ ان کا ذکر منقطع ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بکواس کو رد کرتے ہوئے ''سورۂ کوثر'' نازل فرمائی۔

ترجمہ: ''یقیناً ہم نے تجھے (حوض) کوثر (اور بہت کچھ دیا ہے) پس تو اپنے رب کی نماز پڑھ اور قربانی کر، یقیناً تیرا دشمن ہی بے نام ونشان ہے''۔ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔ ابولہب کے بارے میں یہ آیت اتری ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے کا انتقال ہوا تو یہ بدنصیب مشرکین سے کہنے لگا کہ آج کی رات محمد ﷺ کی نسل کٹ گئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ ابن عباسؓ سے بھی یہ منقول ہے آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر دشمن ہے۔ جن جن کے نام لیے

Marfat.com

گئے وہ بھی اور جن کا ذکر نہیں ہوا وہ بھی۔

کافروں کی چال

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کافروں نے چال چلی اور حضور نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آؤ تم ہمارے معبودوں کی پوجا کرو اور ہم تمہارے رب کی پرستش کریں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ○	کہہ دو کہ اے نادانو! تم مجھ سے یہ کہتے ہو کہ میں غیر خدا کی پرستش کرنے لگوں۔
(سورہ زمر، آیت ۶۴)	

حضرت سعدؓ بن مالک

حضرت سعد بن مالکؓ ابتدا اسلام میں ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ جب کہ ان کی والدہ مشرکہ تھیں اور ان کو سعدؓ کے مسلمان ہونے کا بڑا صدمہ ہوا۔ اس نے قسم کھائی کہ جب تک حضرت سعدؓ بن مالک اپنے آبائی دین پر نہیں لوٹتے وہ کھانا نہیں کھائیں گی۔ چنانچہ اس نے یہی کیا یہاں تک کہ لوگ زبردستی اس کا منہ کھول کر غذا حلق میں پہنچا دیتے تھے۔ حضرت سعدؓ نے اپنی والدہ سے کہا کہ تم ہزار مرتبہ مرو یا جیو میں اسلام سے پھر نہیں سکتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○	اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ (اے مخاطب) اگر تیرے ماں باپ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے جس کی حقیقت کی تجھے واقفیت نہیں تو اُن کا کہنا نہ مانیو۔ تم (سب) کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے پھر جو کچھ تم کرتے تھے تم کو جتا دوں گا۔
(العنکبوت، آیت ۸)	

ابوطالب کے لیے مغفرت کی دُعا اور سورہ التوبہ کی آیت ۱۱۳

ہجرت سے تین سال پہلے ام المومنین حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا اس کے بعد ابوطالب مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ مسند امام احمد میں ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ

Marfat.com

ابوطالب جب بستر مرگ پر تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اس وقت ان کے پاس ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے اپنے چچا سے کہا کہ آپ کلمہ پڑھیں تا کہ میں تمہاری بخشش کی دُعا کرسکوں مگر انہوں نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس وقت تک آپ کی مغفرت کی دُعا کرتا رہوں گا جب تک کہ خدا مجھے منع نہ کردے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى ○ (التوبہ، آیت ۱۱۳)

پیغمبر اور مسلمانوں کو شایاں نہیں کہ جب ان پر ظاہر ہوگیا کہ مشرک اہل دوزخ ہیں تو ان کے لیے بخشش مانگیں۔گو وہ ان کے قرابت دار ہی ہوں۔

ولید بن مغیرہ کا بغض اور سورۂ زخرف کی آیات کا نزول

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا کرتا تھا۔وہ کہا کرتا تھا کہ وہ وقت کب آئے گا کہ میں مکّہ کی بزرگ ترین شخصیت بنوں اور ابومسعود عمرو بن عمیر ثقفی طائف کے حاکم بنیں اور حضرت جبرئیلؑ ابوطالب کے یتیم بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجائے ہمارے پاس آئے۔اس پر یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔

ترجمہ: اور کہنے لگے یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل کیا گیا۔(۳۱) کیا تیرے رب تعالیٰ کی رحمت کو یہ تقسیم کرتے ہیں۔ہم نے ہی ان کی زندگی، دنیا کی روزی ان میں تقسیم کی ہے اور ایک کو دوسرے سے بلند کیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو ماتحت کرے۔جیسے یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں۔اس سے تیرے رب تعالیٰ کی رحمت بہت بہتر ہے۔ (سورۂ زخرف، آیات ۳۱،۳۲)

دارالندوہ میں قتل کی سازش

کفارِ مکّہ کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ کر جب مسلمان مدینہ منورہ ہجرت کر کے جانے لگے اور مکّہ مکرمہ میں سوائے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؑ یا ان مسلمانوں کے جو کافروں کی قید میں تھے کوئی نہ رہا۔اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مدینہ ہجرت کی اجازت طلب کی۔تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

نے فرمایا کہ جلدی نہ کرو۔ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں میرا رفیق سفر مقرر کرے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی بھی یہی خواہش تھی کہ اس مقدس سفر میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت نصیب ہو۔ لہٰذا خاموش ہو گئے۔ البتہ سفر کی تیاریاں شروع کر دیں اور اس سفر کے لیے دو تندرست اور توانا اونٹ خرید لئے۔

دوسری طرف کفارِ مکہ نے جب دیکھا کہ بہت سے صحابہ کرامؓ مکہ سے مدینہ پہنچ گئے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انصار مدینہ کی مدد اور فرماں برداری حاصل ہو گئی ہے اور انصار مدینہ اسلام کی دعوت کو قبول کر چکے ہیں۔ ان حالات میں یقینی امر ہے کہ محمد ﷺ بھی مدینہ ہجرت کریں گے۔ اگر ایسا ہوا تو مسلمان طاقت ور ہو جائیں گے اور ہمارے مقابلے میں آ جائیں گے۔ ان حالات کے پیش نظر وہ دارالندوہ میں اکٹھے ہوئے تاکہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں باہمی مشورہ سے کوئی تدبیر کریں۔

سیرت نگاروں کے مطابق دارالندوہ میں تیرہ کفار کے علاوہ ابلیس بھی شیخ نجدی کے روپ میں موجود تھا۔ کفار میں سے ایک شخص نے تجویز پیش کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زہیر اور نابغہ کی طرح کے شاعر ہیں وہ دونوں تو ختم ہو گئے مناسب ہے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں جیسا کہ عربوں نے زہیر اور نابغہ کے ساتھ کیا تھا یہ کہ انہیں بھی ایک مکان میں بند کر کے دروازہ کو آگے سے بند کر دیا جائے اور کھانے پینے کو کچھ نہ دیا جائے اس طرح یہ بھی ان دونوں شاعروں کی طرح بھوک پیاس سے (خاکم بدہن) ہلاک ہو جائیں گے لیکن شیخ نجدی (ابلیس) نے اس تجویز کو رد کر دیا۔ غرضیکہ ہر ایک اپنی اپنی تجویز پیش کی مگر کسی ایک پر بھی اتفاق نہ ہو سکا۔ حکم خداوندی ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ○ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ○ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ○ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ○ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ○

(سورۂ طور، آیات ۳۰ تا ۳۴)

کیا کافر کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے (اور ہم) اس کے حق میں زمانے کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔ کہہ دو کہ انتظار کئے جاؤ میں بھی ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ کیا ان کی عقلیں ان کو یہی سکھاتی ہیں بلکہ یہ لوگ ہیں ہی شریر۔ کیا کفار کہتے ہیں کہ ان پیغمبر نے قرآن از خود بنا لیا ہے بات یہ ہے کہ یہ (خدا پر) ایمان نہیں رکھتے۔ اگر یہ سچے ہیں تو ایسا کلام بنا تو لائیں۔

Marfat.com

آخر میں ابوجہل نے تجویز پیش کی کہ ہم قریش کے ہر قبیلہ سے حسب ونسب کے اعتبار سے برتر اور بلند تر مضبوط وتوانا ایسے افراد منتخب کریں جن سے افضل قبیلہ اور کوئی نہ ہو۔ یہ لوگ ایسے وقت میں جب کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو سوئے ہوئے ہوں تلواروں سے حملہ کر کے انہیں ختم کر دیں۔ اس طرح ہم مشترکہ طور پر دیت دے دیں گے اور قتل کا الزام کسی ایک قبیلہ پر عائد نہ ہوگا۔ اس تجویز کو تمام کفار اور شیخ نجدی (ابلیس) نے بھی پسند کیا۔

کفار مکہ نے اپنی اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اپنے نوجوانوں کو تلواریں دے کر حضور نبی کریم کے مکان کا گھیراؤ کرنے کے لیے بھیج دیا جب کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو بھیج کر ان کافروں کے عزائم سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ کر دیا اور حکم الٰہی ہوا کہ آپ ﷺ رات کو اپنے بستر پر آرام نہ کریں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ آج کی رات ان کے بستر پر بسر کریں اور بعد میں لوگوں کی امانتیں لوٹا کر مدینہ چلے آئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لائے اور سورۂ یٰسٓ کی ابتدائی آیت کی تلاوت فرما کر خاک ان کافروں پر پھینک دی جو کاشانہ اقدس کے باہر کھڑے تھے اور روانہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو اندھا کر دیا اور وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جاتے ہوئے نہ دیکھ سکے۔ دوسری طرف کافر اس انتظار میں تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو جائیں تو ان کو ختم کر دیں۔ کافروں نے جھانک کر اندر دیکھا تو وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بستر پر لیٹے ہوئے پایا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یمانی چادر اوڑھے سو رہے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ کف افسوس ملنے لگے اور اس موقع پر سورۂ انفال کی یہ آیت نازل ہوئی:

ترجمہ: اور یاد کیجئے (اے محبوب) جب یہ کافر آپ کے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ آپ ﷺ کو قید کر دیں، شہید کر دیں یا جلاوطن کر دیں وہ اپنے مکر میں مبتلا تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ تعالیٰ بہترین خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے۔

غارِ ثور کے مکین

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت کی اجازت تو مل ہی چکی تھی جس کی اطلاع آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی کر دی تھی کہ اس مبارک سفر میں وہ بھی

Marfat.com

آپ ﷺ کے ہم سفر ہوں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ اپنے کاشانہ اقدس سے نکل کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ روانگی کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی اونٹنیاں ایک معتمد شخص عبداللہ ابن اریقط کے حوالے کیں اور اسے کہا کہ تین راتیں گزرنے کے بعد یہ اونٹنیاں غارِ ثور تک پہنچا دینا اور اپنی مزدوری لے لینا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی بیٹیوں، حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہؓ نے کھانے پینے کا سامان تیار کیا جس میں کھانا اور پانی سے بھرا مشکیزہ تھا۔ اور ان کو اپنے نطاق کو چیر کر ان سے کھانا اور مشکیزے کو باندھ دیا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے گھر میں رکھے ہوئے چھ ہزار درہم بھی جیب میں ڈال لیے اور غارِ ثور کی طرف روانہ ہو گئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیارے دوست اور ساتھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لے کر غارِ ثور میں متمکن ہوئے اور تین روز تک قیام فرمایا۔ اس دوران حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بیٹا آ کر کفار مکہ کی خبریں پہنچاتا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی حضرت اسماءؓ رات کو کھانا تیار کر کے بھجواتیں اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ اپنی بکریوں کے ریوڑ کو غار تک لے آتے اور سرکارِ دوعالم کی خدمت میں دودھ پیش کیا کرتے۔

جب قریش مکہ کو یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مکہ سے جا چکے ہیں تو انہوں نے ہر طرف لوگوں کو راستہ روکنے کے لیے روانہ کیا اور مکہ میں منادی کرائی گئی کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑ کر لائے گا اس کو سو اونٹ انعام دیئے جائیں گے۔ انعام کے لالچ میں لوگ چاروں طرف دوڑے حتیٰ کہ کچھ لوگ آپ ﷺ کو ڈھونڈنے کے لیے غارِ ثور تک پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کو دیکھ کر گھبرا گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ اب تو ہم ضرور پکڑ لیے جائیں گے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بن ابوقحافہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غار میں کہا کہ اگر کافروں میں سے کسی نے اپنے قدموں کو بھی دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو ان دو کو کیا سمجھتا ہے جن کا تیسرا خود خدا ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

Marfat.com

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ط وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○

(سورہ توبہ، آیت ۴۰)

اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو خدا ان کا مددگار ہے۔ (وہ وقت تم کو یاد ہوگا) جب ان کو کافروں نے گھر سے نکال دیا (اس وقت) دو (ہی شخص تھے جن) میں (ایک ابوبکر تھے) دوسرے (خود رسول اللہ) جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تو خدا نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا اور بات تو خدا ہی کی بلند ہے۔ اور خدا زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

Marfat.com

مدینہ منورہ

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاکِ درِ رسول ﷺ کا سرمہ لگائیں ہم

دنیائے اسلام کا ایک مقدس ترین شہر حجاز جو مکہ معظمہ سے تقریباً 275 میل کے فاصلہ پر شمال میں واقع ہے۔ مدینے کا پرانا نام یثرب تھا۔ تاریخ اسلام کے حوالہ سے حضرت نوحؑ کی اولاد میں سے ایک سردار کا نام یثرب تھا جس نے وہاں قیام کیا تھا۔ اس لیے اس شہر کو یثرب کے نام سے شہرت ملی۔ یثرب میں سب سے پہلے عمالیق آباد ہوئے جو حضرت موسیٰؑ کی اولاد سے تھے جو اس سے پہلے مصر کے حکمران تھے اور 1600 ق م میں وہاں سے نکالے گئے تھے۔ اس بنا پر اس شہر کی تعمیر کا زمانہ 1600 قبل مسیح اور 2200 ق م کے درمیان ہے۔ عمالیق کے بعد یہودی قبیلے بنو قریظہ و بنو نضیر جو شام میں آباد تھے رومی بادشاہ بخت نصر کے ظلم وستم کی وجہ سے نقل مکانی کر کے یہاں آ کر آباد ہو گئے۔ ان کے بعد قبیلہ ازد کی دو شاخیں اوس اور خزرج یہاں آ کر آباد ہوئیں۔ یہ اوس اور خزرج وہی قبائل ہیں جن کا لقب اسلام میں انصار ہوا اور جنہوں نے سب سے پہلے مدینہ میں دعوتِ اسلام کو قبول کیا۔

علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے مدینہ طیبہ میں زراعت و باغبانی نخلستانی اور تعمیرات کا کام عمالقہ نے کیا جو بنو عملاق بن ارفخشند بن سام بن نوح کی اولاد تھے۔ بنی اسرائیل نے حجاز پر حملہ کر کے اسے عمالقہ سے چھین لیا۔ یثرب اور اردگرد کے علاقوں خیبر وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ بنو قریظہ، بنی نضیر اور قینقاع اور حجاز کے تمام یہودا نہی لوگوں میں سے تھے۔

بعض مورخین سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل بخت نصر کے ظلم کی چکی میں پسنے لگے اور ذلت و خواری ان کا مقدر بن گئی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہماری عافیت حجاز کی سکونت ہی میں ہو سکتی ہے۔ ان کے علماء اور احبار اپنی کتاب میں نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ پڑھتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ عرب کے شہروں میں سے کسی ایک شہر میں جسے ذات نمل کہتے ہیں ظہور فرمائیں گے۔

Marfat.com

چنانچہ شام سے نکلنے کے بعد یثرب ہی کو مذکورہ تمام اوصاف سے متصف پایا۔ اس طرح ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک جماعت یہاں آ کر مقیم ہوگئی۔ ان کی دوسری جماعتیں اس کے اطراف خیبر وغیرہ میں آ کر آباد ہوئیں۔ ان میں سے جب کوئی بزرگ دنیا سے رخصت ہونے لگتا تو اپنی اولاد کو وصیت کرتا کہ اگر تمہیں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ نصیب ہو جائے تو ان کی اتباع کو اپنے اوپر لازم اور واجب کر لینا اور ان کی بیعت و اطاعت سے سرتابی ہرگز نہ کرنا۔ (وفاء الوفا۔ راحت القلوب)

اوس وخزرج

مورخین کا قول ہے کہ اوس وخزرج اسماعیلی تھے اور ان کے قریش سے رشتے ناتے تھے۔ ہر سال پابندی کے ساتھ وہ حج کرتے تھے۔

علامہ سمہودی نے ان کا نسب حسب ذیل بیان کیا ہے:

ثعلبہ بن عمر بن عامر بن حارثہ بن امری القیس بن ثعلبہ بن حازن بن الازد بن غوث بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا بن یعرب بن قحطان بن ہمیسع بن نبت بن اسماعیل علیہ السلام (وفاء الوفاء)

اوس اور خزرج غسان کے ہم نسب ہیں اور یہ سب نابتی الاصل یعنی بنو اسماعیل ہیں۔

عمرو بن وعامر اور حارثہ، دونوں غسانی اور اوس خزرج کے پدر اعلیٰ تھے۔ غسان نے شام کا رخ کیا اور اوس وخزرج نے حجاز کے شہر یثرب (مدینہ منورہ) میں سکونت اختیار کی۔ یہ لوگ سیل عرم 115 ق م کی تباہ کاریوں سے متاثر ہو کر یمن سے بھاگ کر یثرب میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ جب یہ لوگ مدینہ منورہ میں آئے تو اس وقت وہاں یہود کے قبائل آباد تھے، جن کا پیشہ تجارت، زرگری، مہاجنی، لین دین اور سودی کاروبار تھا۔

اوس وخزرج نے مدینہ میں سکونت اختیار کرنے کے بعد یہود کی طرح چھوٹے چھوٹے قلعے بنا لیے اور باہم متحد و متفق ہو کر خوشحالی کی زندگی بسر کرنے لگے۔ گو یہ لوگ بت پرست تھے مگر یہود کے میل جول کی وجہ سے نبوت اور کتب آسمانی سے آشنا ہو گئے اور یہود کے ساتھ رقابت کے باوجود ان کے علمی فضل و کمال کے معترف تھے۔ یہودی اپنی کتاب مقدس کے مطالعہ سے یہ یقین رکھتے تھے کہ ایک پیغمبر آنے والا ہے جو نبی آخر الزماں ہوگا اس بنا پر اوس وخزرج بھی پیغمبر موعود کے منتظر تھے۔

Marfat.com

انصار کی مکہ مکرمہ میں آمد

عجیب اتفاق ہے کہ اوس وخزرج انصار کے نام سے پکارے جانے لگے تھے اپنی بدحالی اور خستہ حالی کو سہارا دینے کے لیے مکہ مکرمہ جاتے ہیں تا کہ قریش سے سمجھوتہ کر کے اپنی معاشی اور اقتصادی حالت کو بہتر بنا سکیں۔ انصار کے یہ افراد 10 نبوت موسم حج میں مکہ مکرمہ سے باہر عقبہ کے مقام پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ان کی اطلاع پا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے ہیں اور انہیں دعوتِ اسلام پیش کرتے ہیں۔ انصار کی یہ جماعت آپ ﷺ کی پُر کیف اور روح افزا آواز سن کر عالم استعجاب میں پڑ گئی کہ کیا یہ وہی رحمت کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کے بارے میں یہود نے ہمیں بتایا ہے۔ انہوں نے سوچ بچار کے بعد فیصلہ کیا کہ کیوں نہ ہم یہود پر سبقت لے جائیں اور اسی وقت ایمان لے آئے اور قریش سے معاشی اور اقتصادی معاہدہ کرنے کے بجائے اسلام کی دولت سے مالا مال ہو کر واپس مدینہ منورہ لوٹ جاتے ہیں۔ انصار کی درخواست پر آپ ﷺ حضرت مُصعبؓ بن عمیر کو ان کے ساتھ روانہ فرماتے ہیں تا کہ وہ مدینہ منورہ جا کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔

مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت مُصعبؓ بن عمیر نے اسعد بن زرارہ کے ہاں قیام کیا۔ وہ روزانہ انصار کے گھروں میں جاتے اور ان کو اسلام کی دعوت دیتے اور قرآن مجید پڑھ کر سناتے اس طرح ان کی مساعی جمیلہ سے قباء تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔ یہ حضرت مُصعبؓ ہی تھے جنہوں نے پہلی بار مدینہ منورہ میں جمعہ کی نماز کا اہتمام کیا اور انصار کے لوگوں نے نماز جمعہ ادا کی۔

مدینہ منورہ کی عظمت

مدینہ منورہ مقدس اور رفعت وعظمت والا شہر ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس شہر سے محبت تھی اور آپ ﷺ نے اس کا نام مدینہ کے علاوہ طابہ، طَیبہ اور طَیّبہ رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مدینہ کا نام طابہ رکھوں اس کے علاوہ اس مقدس شہر کو ارض اللہ اور ارض الہجرت بھی کہتے ہیں۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ مدینہ دین سے مشتق ہے جس کے معنی طاعت کے ہیں چونکہ اس شہر میں اللہ کی اطاعت کی جاتی ہے۔ اس لیے اس کا نام مدینہ رکھا گیا۔

Marfat.com

مدینہ منورہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین کے دور میں ایک مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے اور اب بھی اس کی یہی حیثیت مسلم ہے۔ اس مقدس شہر میں روضہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسجد نبوی ﷺ کی وجہ سے مسلمانِ عالم میں اس کو عقیدت واحترام کا مقام حاصل ہے۔ علمائے اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ مدینہ منورہ کو دنیا کے تمام شہروں پر فضیلت حاصل ہے۔ مکہ مکرمہ کو خانہ کعبہ کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے، تو مدینہ منورہ میں صاحبِ قرآن اور داعی اسلام محوِ استراحت ہیں اس لیے بھی اس شہر کی عظمت سب سے زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کی اقامت وسکونت کے لیے پسند فرمایا تھا۔

مدینہ منورہ کے فضائل کے بارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے ''قیامت کے قریب دجال دنیا کے تمام شہروں پر غلبہ حاصل کرے گا لیکن مدینہ منورہ کی حفاظت اللہ تعالیٰ کریں گے۔''

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ''شیاطین شہر مدینہ میں اپنی عبادت سے مایوس ہو گئے ہیں''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے ''اے اللہ! مجھے مدینہ میں موت نصیب فرمانا'' (جذب القلوب) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ساری روئے زمین پر کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں مجھے اپنی قبر بنانا پسند ہو سوائے مدینہ کے''۔ (مشکوۃ شریف)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ''مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے۔ اسی میں میری قیام گاہ ہوگی اور یہیں سے میں قیامت کے دن اٹھوں گا۔ لہٰذا میری امت کا حق ہے کہ وہ میری ہمسائیگی اختیار کرے''۔

''مدینے کی مثال بھٹی کی مانند ہے جو برے کو نکال دیتی ہے اور اچھے کو مزید نکھارتی ہے''۔

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مدینہ طیبہ سے برے اور بدکاری آدمی نہ نکل جائیں''۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ایمان کا فرشتہ جو ایمان والوں کے دلوں پر ایمان القا اور ایمان ابھارتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ کا رہنے والا ہوں اور اس مبارک شہر سے باہر ہرگز

Marfat.com

نہیں جاؤں گا۔ جب یہ بات حیا کے فرشتہ نے سنی تو اس نے کہا میں بھی تیرے ساتھ ہوں اور کبھی تجھ سے جدا نہیں ہوں گا اور یہ بات ذہن نشین ہونی چاہئے کہ حیا اور ایمان یہ دونوں صفتیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس شہر پاک میں مجتمع ہیں اور ایک دوسرے کے لیے لازم ہوگئی ہیں۔ (جذب القلوب)

مدینہ منورہ کی مکہ مکرمہ پر فضیلت

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدینہ منورہ کو مکہ مکرمہ پر کیوں فضیلت حاصل ہے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ یہی وہ مقدس شہر ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ اپنی زندگی کے بہترین دن گزارے اسلام کو فروغ حاصل ہوا۔ بے شمار فتوحات حاصل ہوئیں۔ فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ واپس مدینہ تشریف لے گئے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ کو اس مقدس شہر سے بہت پیار تھا۔ آپ ﷺ کی قبر مبارک اسی مقدس شہر مدینہ منورہ میں ہے اور قیامت کے دن اسی شہر سے اٹھیں گے۔

مدینہ منورہ کو تمام شہروں سے افضل واکمل ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب العزت کے سامنے دُعا مانگتے ہوئے فرمایا:

"الٰہی ہمارے لیے مدینہ کو اتنا ہی محبوب کر دے جتنا کہ مکہ مکرمہ کو کیا تھا۔ بلکہ اس سے بھی شدید تر محبوب"۔ (بخاری شریف، موطا امام مالک)

مدینہ منورہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے قاضی عیاض اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"وہ متبرک مقامات جو نزول وحی کے ساتھ آباد ہوئے ہوں۔ آیاتِ قرآنیہ کے گوہر ہائے گراں مایہ لے کر بار بار جبرئیل ومیکائل علیہ السلام وہاں حاضر ہوتے رہے ہوں۔ وہاں کے میدان ذکرِ خداوندی اور تسبیح وتحلیل کی روح پرور صدا سے گونجتے رہے ہوں خاکِ پاک مدینہ رحمت کائنات کے جسدِ اطہر پر پھیلی ہوئی ہو، اللہ جل جلالہ کے دین حنیف اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ اقوال وافعال کے غیر متناہی اور غیر مسدود چشمے لاتعداد جاری وساری ہوں۔ جہاں چار سو فضائل، برکات وخیرات کے مشاہد ہوں۔ جہاں رحمت للعالمین صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ کے اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کے مقامات ہوں۔ پھر وہ دھرتی اس لائق ہے کہ اس کے میدانوں کی تعظیم وتکریم اور توقیر کی جائے۔ اس کی روح افزا خوشبوؤں کو سونگھا جائے اور اس کے درودیوار کو چوما جائے۔ (کتاب الشفاء قاضی عیاض اندلسی)

Marfat.com

طبرانی نے معجم کبیر میں نافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے۔ ''مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ سے بہتر ہے''۔ (وفاء الوفاء، جمع الفوائد)

امام حاکم نے مستدرک حاکم میں روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو بارگاہ خداوندی میں یہ دُعا فرمائی: ''اے اللہ اگر تو اس مقام سے جو میرے نزدیک محبوب ترین مقامات میں سے ہے باہر لاتا ہے تو پھر مجھے ایسی جگہ سکونت عطا فرما جو مقام تیرے نزدیک تمام مقامات سے محبوب ترین ہو''۔ (وفاء الوفاء)

رب العزت نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور مدینہ منورہ کو آپ کے نزدیک تمام مقامات سے محبوب ترین بنا دیا۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ فتح مکہ کے بعد واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور وہیں پر اقامت پذیر ہوئے۔

خاکِ پاکِ مدینہ

مدینہ منورہ وہ مقدس اور قابل احترام شہر کہ جہاں پہنچ کر اہل ایمان روحانی امراض سے شفایاب ہوتے ہیں تو دوسری طرف یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم ہے کہ اس کی خاک پاک میں شفا رکھی ہے اور ہر مرض کا مریض شفا پاتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریض کے لیے فرمایا کرتے تھے۔ بسم اللہ تُربتهُ اَرضِنا بریقته بعضنا یشفی سقیمنا (بخاری شریف، جمع الفوائد)

امام نووی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انگلی کو لب لگا کر زمین پر لگاتے تاکہ اسے مٹی لگ جائے اور یہ مذکورہ دُعا پڑھتے اور پھر اسے اس جگہ لگا دیتے جو ماؤف ہوتی۔ (جمع الفوائد، وفاء الوفاء)

علامہ قسطانی نے مواہب لدنیہ میں مدینہ منورہ کی خصوصیات میں لکھا ہے کہ اس کا غبار جذام اور برص کے لیے خصوصیت کے ساتھ شفا ہے۔ علامہ زرقانی نے بعض لوگوں کے حالات بھی لکھے ہیں جن کو برص کی بیماری تھی اور مدینہ پاک کی مٹی ملنے سے وہ اچھے ہو گئے۔ علامہ قسطانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ہر مرض کے لیے شفا ہے۔

علامہ زرقانی نقل کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

Marfat.com

فرمان بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کا غبار کوڑھ کی بیماری کے لیے بھی شفا ہے۔

(زرقانی، جامع صغیر، وفاء الوفاء)

صاحب وفاء الوفاء نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس کی مٹی میں ہر بیماری کا علاج ہے حتیٰ کہ جذام اور برص کے لیے بھی شفا ہے۔ (جمع الفوائد، وفاء الوفاء)

اللهم صل على محمد و علىٰ آله وصحبه و بارك وسلم

Marfat.com

ہجرت مدینہ

اسلام میں ہجرت کا یہ اہم واقعہ ۱۲ ربیع الاول بمطابق ۶۲۲ء پیش آیا۔ مستدرک میں حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف روانگی کے وقت یہ فرمایا: ''اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ کفار نے مجھے میرے محبوب ترین شہر سے نکال دیا ہے۔ پس اب تو مجھے اپنے پسندیدہ شہر میں بسا دے''۔

الغرض حضور اقدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تین دن غارِ ثور میں قیام فرمایا۔ چنانچہ تیسری شب کی صبح کو عبداللہ بن اریقط دو اونٹوں کو لے کر غارِ ثور پہنچ گیا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مکہ سے روانگی کے وقت اس کے سپرد کئے تھے۔ چونکہ عبداللہ بن اریقط مدینہ کے سفر سے واقف تھا اس لیے اس کو بھی ہم سفر بنالیا گیا۔ علاوہ ازیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے ایک آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہؓ کو بھی خدمت کے لیے ساتھ لے لیا۔ اس طرح یہ قافلہ ساحلی راستہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ چھوڑنے اور اپنی قوم کی جدائی کا غم اور صدمہ تھا گو کہ آپ ﷺ کی قوم نے ایذا رسانیوں اور مصائب کی انتہا کر دی تھی۔

ادھر کفارِ مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تلاش میں سارا علاقہ چھان مارا مگر ان کا کہیں سراغ نہ ملا۔ آخر کار انہوں نے اعلان کر دیا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو سو اونٹ بطور انعام دیئے جائیں گے۔ انعام کے لالچ میں قبیلہ بنی مدلج کے ایک شخص سراقہ ابن مالک اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر تلاش میں نکلا۔ جب سراقہ اس قافلے کے قریب پہنچا تو اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ یہ معجزہ دیکھ کر سراقہ ڈر گیا اور امان نامہ لکھوا کر اس وعدے کے ساتھ کہ وہ کسی کو آپ ﷺ کے بارے مطلع نہ کرے گا واپس مکہ آ گیا۔

مدینہ میں تشریف آوری

اہل مدینہ کو جب اطلاع ملی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں تو ان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ مدینہ اور اس کی نواحی بستی قبا کے لوگ عشقِ رسول ﷺ میں صحدم

Marfat.com

گھروں سے نکل جاتے اور دوپہر تک مکہ مکرمہ کی طرف سے آنے والے راستے پر سراپا انتظار واشتیاق بنے رہتے۔ آخر کار ربیع الاول بروز دوشنبہ ظہر کے وقت یہ قافلہ قبا کے مقام پر اترا۔ لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور ہر ایک آداب وتسلیم پیش کرنے لگا۔ اس کے بعد آپ ﷺ قبا میں حضرت کلثومؓ ابن ہدم کے مکان پر تشریف لے گئے اور یہی قیام فرمایا۔

مسجد قبا کی تعمیر

حضور نبی کریم نے بستی قبا میں کئی روز تک قیام فرمایا اور ایک مسجد تعمیر فرمائی۔ اس مسجد کی تعمیر میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ آپ ﷺ نے بھی شرکت فرمائی۔ مسجد تعمیر ہو چکی تو نبی کریم ﷺ نے باجماعت نماز کی امامت فرما کر مسجد کا افتتاح فرمایا۔ قرآن مجید نے اس مسجد کو تقویٰ کا نام دیا ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ؕ	البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی اس قابل ہے کہ اس میں جایا (اور نماز پڑھایا) کرو۔

(سورۂ توبہ، آیت ۱۰۸)

سیرت نگاروں کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستی قبا میں آٹھ ربیع الاول ۱۳ نبوی بمطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء بروز سوموار تشریف لائے اور تین روز منگل، بدھ اور جمعرات یہاں قیام فرمایا اور بارہ ربیع الاول بروز جمعہ مدینہ تشریف کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں بنو سالم بن عوف کے مقام پر نماز جمعہ ادا فرمائی اور خطبہ ارشاد فرمایا۔

مسجد نبوی کی تعمیر

بستی قبا سے چل کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو میزبانی کے شرف سے نوازا۔ آپ ﷺ کی اونٹنی جس جگہ بیٹھی تھی وہاں پر مسجد بنانے کا ارادہ کیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا یہ جگہ کس کی ملکیت ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ جگہ بنونجار کے دو یتیموں کی ہے۔ لہٰذا ان کو بلایا گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ قطعہ اراضی ان سے خرید لیا اور اس قطعہ اراضی کے ایک حصہ پر مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی اور مسجد سے متصل سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کے لیے حجرے تعمیر ہوئے۔ اس تعمیر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان حجروں

Marfat.com

میں قیام پذیر ہوئے۔

جب مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی تو آپ ﷺ بنفس نفیس وہاں تشریف لائے اور تعمیر میں حصہ لیا۔ ایک روایت کے مطابق مسجد نبوی اور حجروں کی تعمیر گیارہ ماہ میں مکمل ہوئی۔ اس دوران انصار کے قبائل اور اہل مدینہ ماسوائے چند گروہوں کے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

رشتہ اخوت

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مدینہ منورہ کے قیام کے دوران آپ ﷺ نے انصار اور مہاجرین میں بھائی چارہ کرا دیا کہ آپس میں مثل بھائیوں کے رہیں یہ ایسا رشتہ اخوت تھا جو اسلامی معاشرتی زندگی کی صحیح عکاسی کرتا ہے یہ ایسا رشتہ تھا جس کے سامنے دوسرا کوئی رشتہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ یہ ایسی اخوت تھی کہ مہاجر یا انصار میں سے جب کوئی فوت ہوتا تو اس کے اسلامی بھائی کو اس کی جائیداد سے وراثت بھی ملتی چنانچہ قرآن مجید میں اس کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ (سورہ انفال، آیت ۷۲)	جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑے۔ وہ اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

مقام صفہ

مسجد نبوی کی تعمیر کے علاوہ مسجد کے ایک کونے میں ایک چبوترا بھی تیار کیا گیا جسے صفہ کا نام دیا گیا۔ یہ چبوترا جہاں صحابہ کرامؓ کی رہائش کا کام دیتا تو ساتھ ہی درس و تدریس کے لیے بھی استعمال ہوتا۔

صفہ کے معنی پلیٹ فارم، ڈائس یا بلند مقام کے ہیں۔ اس چبوترا یا مقام کی تعمیر کا مقصد یہ تھا کہ دن کو درسگاہ کا کام دے اور رات کو ان لوگوں کے لیے جن کا کوئی گھر نہیں سونے کا کام دے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی مملکت میں یہ پہلا مدرسہ یا یونیورسٹی تھی جس کے معلم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

Marfat.com

روایت ہے کہ اس مقام صفہ پر کم وبیش ستر (۷۰) صحابہ کرامؓ مقیم رہتے اور سب سے بڑی بات یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب ہوتے ۔گو حضور نبی کریم ﷺ بہت مصروف رہتے لیکن اس کے باوجود وقت نکال کر مقام صفہ پر تشریف لے آتے اور صحابہ کرامؓ کو دینی تعلیم کا درس دیتے اور اس درس میں مقام صفہ کے صحابہ کرامؓ کے علاوہ مدینہ کے دوسرے مسلمان بھی شامل ہو جاتے ۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی صفہ میں رہائش پذیر تھے جس کی وجہ سے ان کی دینی تعلیم سے بے پناہ رغبت تھی ۔ وہ چاہتے تھے کہ ہر وقت مسجد نبوی ﷺ میں موجود رہیں تا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کر سکیں ۔

حضرت ابو ہریرہؓ بھی اہل صفہ میں سے تھے وہ کہتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کہیں سے صدقہ کی کوئی چیز آتی تو اسے اہل صفہ کے پاس بھیج دیتے تھے ۔
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکان میں داخل ہوا ۔آپ ﷺ نے پیالہ میں دودھ دیکھا تو فرمایا ۔اے ابو ہریرہؓ !اہل صفہ کے پاس جاؤ اور ان کو میرے پاس بلا لاؤ ۔ چنانچہ اہل صفہ حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے دودھ کا پیالہ میرے حوالے کیا اور فرمایا کہ ان کو پلاؤ ۔ حتیٰ کہ تمام سیر ہو گئے اور آخر میں پیالہ مجھے دیتے ہوئے فرمایا کہ پیو جب میں شکم سیر ہو گیا تو آپ ﷺ نے دودھ پیا ۔

حق تعالیٰ نے اہل صفہ کے ذکر میں فرمایا ہے:

ترجمہ: اور صدقات ان لوگوں کا حق ہیں جو اللہ کی راہ میں پابند و مقید ہو کر رہ گئے ہیں (اہل صفہ) اور وہ کہیں چل پھر نہیں سکتے ۔ ناواقف لوگ ان کے سوال نہ کرنے کی بنا پر انہیں تو نگر سمجھتے ہیں لیکن تم انہیں ان کے فاقہ زدہ چہروں کی کیفیت سے پہچان سکتے ہو ۔ یہ حضرات لوگوں سے لپٹ لپٹ کر سوال نہیں کرتے ۔تم ایسے لوگوں پر جو مال صرف کرتے ہو حق تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہے ۔ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۷۳)

حضرت عبداللہؓ بن سلام

حضرت عبداللہؓ بن سلام یہودیوں کے بہت بڑے عالم اور نہایت زیرک اور فطین تھے ۔اس کے علاوہ وہ تورات کے علوم پر بھی دسترس رکھتے تھے ۔ اسلام لانے سے پہلے ان کا

Marfat.com

نام الحصین تھا۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے تورات میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے پڑھا تھا اور وہ آپ ﷺ کے ظہور اور بعثت کا شدت سے انتظار کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن سلام نے جب سنا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں ظاہر ہوئے ہیں تو وہ لوگوں سے آپ ﷺ کے بارے معلومات اکٹھی کرتا اور تورات میں دی گئی صفات سے موازنہ کرتا تو انہیں پورا یقین ہو گیا کہ یہ وہی نبی آخر الزماں ہیں جن کا ذکر تورات میں کیا گیا ہے۔

چنانچہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے بستی قبا میں تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور اپنے گھر والوں کو بھی دائرۂ اسلام میں داخل کیا۔ یہودیوں نے جب یہ سنا کہ عبداللہؓ بن سلام نے اسلام قبول کر لیا ہے تو انہیں جھوٹا کہا، گالیاں دینے لگے اور لڑنے لگے۔ حضرت عبداللہؓ بن سلام کے ایمان پر آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ: کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر یہ (قرآن) خدا کی طرف سے ہو اور تم نے اس سے انکار کیا اور نبی اسرائیل میں سے ایک گواہ اسی طرح کی ایک (کتاب) کی گواہی دے چکا اور ایمان لے آیا اور تم نے سرکشی کی۔ (سورۂ احقاف، آیت ۱۰)

بقول مفسرین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن سلام کے بارے کہا کہ وہ جنتی ہیں اور انہی کے بارے آیت وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ نازل ہوئی۔

Marfat.com

مدنی سورتوں کی افادیت اور تکمیل دین

مدنی سورتوں کی تعداد گو مکی سورتوں سے کم ہے جن کی تعداد ۲۸ ہے لیکن یہ سورتیں اپنی افادیت کے لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ اس لیے کہ مدینہ میں نازل ہونے والی آیات میں جہاد، زکوٰۃ، شراب کی حرمت، روزہ، حج، تحویل قبلہ، ناپ تول، یتیموں کے حقوق اور ان کے مال کی وراثت، پردے کا حکم، تہمت اور زنا کی سزا، سود، افک کا واقعہ اور تیمم کا حکم دیا گیا۔ اس کے علاوہ بدر کی لڑائی میں فرشتوں کی مدد اور فتح کا ذکر بھی تفصیل سے دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی احد میں مسلمانوں کی حالت زار، غزوہ خندق، حدیبیہ کا واقعہ، بیعت رضوان اور فتح مکہ کو بھی بیان کیا گیا۔

دین اسلام جس رفتار سے ترقی کرتا گیا اسی نسبت سے قرآنی آیات کا نزول ہوتا گیا اور جب دین مکمل ہو گیا تو آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ) نازل ہوئی۔ دین اسلام کی ترقی اور ترویج میں نبی آخر الزماں ﷺ کا کردار سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ باری تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو جس طرح قرآن مجید میں بیان کیا ہے۔ یہ انہی کا حصہ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ کو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس قدر محبت ہے۔ دین اسلام ایک ضابطہ حیات ہے اور اس ضابطہ حیات کی تکمیل آپ ﷺ کی بدولت ہوئی۔

تصور کیجئے کہ مدینہ کے اندر اور گردونواح میں دشمنوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی جو دین اسلام کا راستہ روکنے کے لیے صف آرا تھی۔ جن میں مدینہ کے یہودی پیش پیش تھے۔ دوسری طرف کفارِ مکہ مدینہ کی نئی اسلامی ریاست کو ختم کرنے کے لیے حملے کرتے رہتے۔ بدر کا میدان ہو یا پھر خندق کی لڑائی یہ سب کچھ ہونے کے باوجود آپ ﷺ کی ذات اقدس ثابت قدم رہی اور کفار اور یہودیوں کی کوئی بھی چال کارگر ثابت نہ ہو سکی۔

حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد قرآن اور اس کی تعلیمات کو پوری دنیا میں پھیلانا تھا اس لیے بھی کہ آپ ﷺ تو تمام انسانوں اور لوگوں کے لیے نبی بنا کر

Marfat.com

بھیجے گئے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ''اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے''۔ (سبا، ۲۸)

اور فرمایا:

''آپ ﷺ کہہ دیجئے اے انسانو! میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی جانب''۔

(سورۂ الاعراف، ۱۵۸)

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور مجھ سے نبیوں کو ختم کی گیا۔ (مسلم)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں قرآنی احکامات کی تعمیل کے لیے کوشاں تھے تو ساتھ ہی مسلمانوں کو اخلاق، دیانت داری، شرک، توہم پرستی، بدعت، سچائی، انصاف پسندی، امانت داری، رہبانیت اور جوگ وغیرہ سے بھی دور رکھنے کے لیے عمل پیرا تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی قرآن کی عملی تفسیر تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ''آپ ﷺ کا اخلاق قرآن تھا''۔

حکم ربی ہے کہ ''یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی میں پیروی واتباع کا بہترین نمونہ رکھا گیا ہے''۔ (سورۂ الاحزاب، آیت ۲۱)

قرآن اور حدیث مبارکہ گو دونوں الگ الگ نام ہیں لیکن دونوں کی روح ایک ہے۔ جو کچھ قرآن میں بیان کیا گیا ہے حدیث اس کی عملی تفسیر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میں تمہارے درمیان قرآن اور حدیث (سنت) چھوڑے جا رہا ہوں اگر انہیں مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم

Marfat.com

اسلام کی بنیاد اور اس کی تفصیل

اذن بخشا گیا جب اسے
سب سے پہلے قلم نے لکھا مصطفیٰ

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ توحید و رسالت کے علاوہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ یہی پانچ چیزیں ہیں۔ جو اسلام کی اساس ہیں۔

نماز

اسلام میں سب سے پہلے نماز کو فرض کیا گیا۔ معراج کی رات رسول اکرم ﷺ پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب نماز فرض کی تو دو رکعتیں فرض کی تھیں حضر میں (بھی) اور سفر میں (بھی) سفر کی نماز تو اپنی حالت پر قائم رہی اور حضر کی نماز میں زیادتی کردی گئی۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

تاریخ طبری میں ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز فرض کی گئی۔ جبرئیلؑ آپ ﷺ کے پاس آئے اور اس وقت آپ مکہ مکرمہ میں تھے۔ وہ اشارے سے آپ ﷺ کو وادی کی ایک سمت میں لے گئے۔ اس سے ایک چشمہ جاری ہوا۔ حضرت جبرئیلؑ نے وضو کیا تاکہ وہ بتادیں کہ نماز کے لیے اس طرح طہارت کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھتے رہے۔ ان کے بعد ان کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا۔ پھر حضرت جبرئیلؑ نے کھڑے ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ نے اقتدا کی۔

حضرت جبرئیلؑ چلے گئے۔ آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے اور جس طرح آپ ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ کو وضو کرتے دیکھا تھا اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو بتانے کے لیے کہ نماز کے لیے طہارت اس طرح ہوتی ہے ان کے سامنے وضو کیا۔ اس کے بعد جس طرح حضرت جبرئیلؑ نے آپ ﷺ کو نماز پڑھائی تھی آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کے ساتھ نماز پڑھی اور انہوں نے آپ ﷺ کی اقتدا کی۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے اول جس چیز کا سوال بندہ سے ہوگا وہ نماز ہے اگر وہ ٹھیک اتری تو اس کے سارے اعمال ٹھیک اتریں گے اور اگر وہ خراب نکلی تو اس کے سارے اعمال خراب نکلیں گے۔ (طبرانی۔حیات المسلمین)

حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ وقت کی نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں۔ جس نے ان کے لیے اچھی طرح وضو کیا اور ٹھیک وقت پر ان کو پڑھا اور رکوع وسجود بھی جیسے کرنا چاہئے ویسے ہی کئے اور خشوع کی صفت کے ساتھ ان کو ادا کیا تو ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کا پکا وعدہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے گا اور جس نے ایسا نہیں کیا (اور نماز کے بارے میں اس نے کوتاہی کی) تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ نہیں ہے چاہے تو اس کو بخش دے گا اور چاہے گا تو سزا دے گا۔

(معارف الحدیث، مسند احمد، سنن ابی داؤد)

طہارت

جیسا کہ طبری کی روایت سے ظاہر ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے آپ ﷺ کو نماز پڑھنے کا طریقہ بتانے کے ساتھ طہارت اور وضو کے بارے بھی بتایا، چنانچہ قرآن مجید میں باری تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح مخاطب کرتا ہے۔

يَآ أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ (سورۃ المدثر، ۱۔۵)

اے چادر اوڑھنے والے اٹھ اور ڈرا اور اپنے پروردگار کی بڑائی اور اپنے کپڑے پاک کر اور ناپاکی کو چھوڑ دے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ ہجرت سے پہلے بھی وضو فرماتے تھے لیکن قرآن میں وضو کا حکم مدینہ میں نازل ہوا۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ط (المائدہ، ۶)

مسلمانو! جب نماز کے لیے کھڑے ہو تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لو، سر پر مسح کرو، اور گھٹنوں تک پاؤں دھو لو۔

Marfat.com

فرضیت نماز

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے ساتھ ہی نماز فرض ہوئی تھی، چنانچہ دوسری وحی میں حکم آیا "وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ" اور اپنے رب کی بڑائی کر۔

نماز فرض ہونے کا حکم ایسے وقت میں ہوا جب کفارِ مکہ نے گنتی کے چند مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا تھا۔ ایسے حالات میں دن کو نماز پڑھنا بڑا مشکل تھا، لہٰذا رات کو دیر تک نماز پڑھنے کا حکم ہوا اور دن کو کوئی نماز فرض نہیں ہوئی۔ چنانچہ سورۂ مزمل میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

يَاأَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۝ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا ۝ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۝

اے (محمد ﷺ) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو۔ رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی سی رات۔ یعنی نصف رات یا اس سے کچھ کم۔ یا کچھ زیادہ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔ ہم عنقریب تم پر ایک بھاری فرمان نازل کریں گے۔ کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا (نفس بہیمی کو) سخت پامال کرتا ہے اور اس وقت ذکر بھی خوب درست ہوتا ہے۔ دن کے وقت تو تمہیں اور بہت سے شغل ہوتے ہیں۔

(سورۂ مزمل، ۱۔۷)

اس کے بعد صبح و شام کی دو دو رکعتیں فرض ہوئیں۔ اس کا حکم سورۂ دہر میں ہوا۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ۝

اور صبح و شام اپنے پروردگار کا نام لیتے رہو۔ اور رات کو بڑی رات تک اس کے آگے سجدے کرو اور اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔

(سورۃ الدھر، آیت ۲۵۔۲۶)

رات کو دیر تک نماز پڑھنے کا حکم ایک سال تک قائم رہا۔ اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ اور اکثر صحابہؓ کا ایک سال تک اسی پر عمل رہا۔ نماز پڑھتے پڑھتے ان کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ اس کے بعد حکم ہوا۔

Marfat.com

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ	تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ تم اور تمہارے ساتھ کے لوگ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات قیام کیا کرتے ہو۔ اور خدا تو رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے۔ اس نے معلوم کیا کہ تم اس کو نباہ نہ سکو گے تو اس نے تم پر مہربانی کی پس جتنا آسانی سے ہو سکے (اتنا) قرآن پڑھ لیا کرو۔ اس نے جانا کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوتے ہیں اور بعض خدا کے فضل (یعنی معاش) کی تلاش میں ملک میں سفر کرتے ہیں اور بعض خدا کی راہ میں لڑتے ہیں۔ تو
(سورۃ المزمل، آیت ۲۰)	جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا پڑھ لیا کرو۔

رات کی اس نفل نماز کا نام تہجد ہے۔ نماز تہجد کے نفل ہو جانے کے بعد فجر، مغرب اور عشاء تین وقت کی نمازیں فرض ہوئیں چنانچہ حکم ہوا۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ	اور دن کے دونوں سروں (یعنی صبح اور شام کے اوقات میں) اور رات کی چند (پہلی) ساعات میں
(ھود، آیت ۱۱۴)	نماز پڑھا کرو۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ معراج میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں جس کا ذکر سورۃ اسراء (بنی اسرائیل) میں ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ○ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○	(اے محمد ﷺ) سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی) نمازیں اور صبح کو قرآن پڑھا کرو کیونکہ صبح کے وقت قرآن کا پڑھنا موجب حضور (ملائکہ) ہے۔ اور بعض حصہ شب میں بیدار ہو کرو (اور تہجد کی نماز
(بنی اسرائیل، آیت ۷۸۔۷۹)	پڑھا کرو یہ شب خیزی) تمہارے لیے (سبب) زیارت ہے۔

Marfat.com

صحیح بخاری شریف باب الہجرۃ کے مطابق نماز فرض میں دو رکعتیں رہیں مدینہ منورہ میں آکر جب نسبتاً کسی قدر اطمینان ہوا تو دو کے بجائے چار رکعتیں فرض ہوئیں۔

جمعہ۔فرض نماز

عہد اسلام سے قبل اس کو ''یوم عروبہ'' کہا جاتا تھا۔ اسلام نے اس کا نام جمعہ رکھا کیونکہ اس روز مسلمان مسجد میں جمع ہوتے اور نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابو مسعودؓ انصاری کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی فرضیت کا حکم، ہجرت سے کچھ عرصہ پہلے مکہ معظمہ ہی میں نازل ہو چکا تھا۔ چونکہ مکہ میں کوئی اجتماعی عبادت کرنا ممکن نہ تھا۔ اس وجہ سے اس پر عمل نہ ہو سکا۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے جو مکہ سے ہجرت کر چکے تھے یہ حکم بھجوا دیا کہ وہاں نماز جمعہ قائم کریں۔ چنانچہ حضرت مصعبؓ بن عمیر نے بارہ آدمیوں کے ساتھ مدینے میں پہلا جمعہ پڑھا۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ جمعہ کی وجہ سے تسمیہ یہ بھی ہے کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو تخلیق کیا یا اس لیے کہ اس دن حضرت آدمؑ اور حضرت حوا کا اجتماع اور ملاپ ہوا۔ جمعہ کی فضیلت کے بارے میں کثرت سے احادیث مروی ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا ''سب سے افضل دن جس پر سورج طلوع ہوا وہ جمعہ کا دن ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا۔ اسی دن وہ جنت سے اتارے گئے۔ اسی دن ان کی توبہ قبول ہوئی اور اسی دن قیامت آئے گی اور اسی دن میں ایک وقت ایسا ہے جسے بندہ مومن پالے تو وہ اللہ سے جو دعا مانگے گا قبول ہوگی۔ (مسلم)

ایک اور حدیث مبارکہ میں جمعہ کے روز کی فضیلت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

''اللہ کے نزدیک جمعہ سید الایام ہے جس کا مرتبہ یوم الفطر اور یوم النحر سے بھی بڑا ہے اور اس میں پانچ باتیں ہیں۔ اسی دن آدمؑ پیدا کیے گئے۔ اسی دن وہ جنت سے اتارے گئے اور اسی دن وہ فوت ہوئے۔ اسی دن میں ایک لمحہ ایسا بھی ہے جس میں بندہ مومن اللہ سے جو مانگتا ہے پاتا ہے بشرطیکہ وہ کوئی حرام چیز طلب نہ کرے اور اسی دن قیامت آئے گی۔

''میرے پاس حضرت جبرئیلؑ آئے ان کے پاس سفید آئینہ تھا وہ کہنے لگے کہ یہ جمعہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی امت کے لیے عید بنا کر پیش کیا ہے۔ یہ دن ہمارے نزدیک سید الایام ہے اور اسے ہم آخرت کے دن تک ''یوم المزید'' یعنی اضافے والا دن کہیں گے''۔ (الکشاف)

Marfat.com

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ سے ہجرت کر کے پیر کے روز قبا پہنچے تو آپ ﷺ نے وہاں چار روز قیام فرمایا۔ پانچویں روز جمعہ کے دن مدینہ روانہ ہوئے تو راستہ میں بنی سالم بن عوف کے مقام پر تھے کہ نماز جمعہ کا وقت آ گیا۔ اسی جگہ آپ ﷺ نے پہلا جمعہ ادا فرمایا۔

جمعہ کی نماز کے لیے آپ ﷺ نے وہی وقت مقرر فرمایا جو ظہر کی نماز کا وقت ہے۔ آپ ﷺ نے ہجرت سے پہلے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو جو حکم بھیجا تھا اس میں لکھا تھا کہ جب جمعہ کے روز سورج نصف النہار سے ڈھل جائے تو دو رکعت نماز کے ذریعے سے اللہ کے حضور تقرب حاصل کرو۔ (مسند احمد)

یہ بات بھی آپ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے کہ اس روز آپ ﷺ ظہر کی نماز کے بجائے جمعہ کی نماز پڑھاتے تھے اس نماز کی صرف دو رکعتیں ہوتی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کی سخت تاکید فرمائی اور فرمایا:

''میرا جی چاہتا ہے کہ کسی اور شخص کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر دوں اور جا کر ان لوگوں کے گھروں کے جلا دوں جو جمعہ کی نماز پڑھنے نہیں آئے''۔ (صحیح بخاری)

لوگوں کو چاہیے کہ جمعہ چھوڑنے سے باز آ جائیں ورنہ اللہ ان کے دلوں پر ٹھپہ لگا دے گا اور غافل ہو کر رہ جائیں گے۔ (صحیح مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''آج سے لے کر قیامت تک نماز جمعہ تم لوگوں پر فرض ہے جو شخص اسے ایک معمولی سمجھ کر یا اس کا حق نہ مان کر اسے چھوڑے، خدا اس کا حال درست نہ کرے، نہ اسے برکت دے، خوب سن لو اس کی نماز نہیں، اس کی زکوٰۃ نہیں، اس کا حج نہیں، اس کا روزہ روزہ نہیں، اس کی کوئی نیکی نیکی نہیں جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے جو توبہ کرے اللہ! اسے معاف فرمانے والا ہے۔ (ابن ماجہ)

آپ ﷺ نے فرمایا ''جمعہ ہر اس شخص پر فرض ہے جو اس کی اذان سنے۔'' (ابوداؤد)

نماز جمعہ اور غسل

بخاری و مسلم میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز کے لیے جانے کا ارادہ کرے وہ غسل کر لیا کرے اور حدیث میں ہے جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ ہر بالغ پر ساتویں دن سر اور جسم کا دھونا ہے اور وہ دن جمعہ کا دن ہے۔ غرضیکہ

Marfat.com

جمعہ کے دن ہر مسلمان اپنی طاقت کے مطابق اچھا لباس پہنے، خوشبو لگائے، مسواک کرے اور صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ جمعہ کی نماز کے لیے جائے۔

مسند احمد میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنے گھر والوں کو خوشبو لگائے، اچھا لباس پہنے پھر مسجد میں آئے اور کچھ نوافل پڑھے، کسی کو ایذا نہ دے (یعنی گردنیں پھلانگ کر نہ آئے نہ کسی بیٹھے ہوئے کو ہٹائے) پھر جب امام آجائے تو خطبہ شروع ہو، خاموشی سے سنے تو اس کے گناہ جو اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک کے ہوں سب کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ اس روایت کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے منبر پر بیان فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کسی پر کیا حرج ہے اگر وہ اپنے روزمرہ کے محنتی لباس کے علاوہ دو کپڑے خرید کر جمعہ کے لیے مخصوص کر رکھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمان اس وقت فرمایا جب لوگوں پر وہی معمولی چادریں دیکھیں تو فرمایا کہ اگر طاقت ہو تو ایسا کیوں نہ کرلو۔ (تفسیر ابن کثیر)

قرآن میں جمعہ کی فضیلت

نماز جمعہ کی حرمت اور فضیلت میں سورۂ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی۔ فرمان خداوندی ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَوٰةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوٓا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۚ قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝

ایمان والو! جب نماز جمعہ کے لیے پکارا جائے تو یادِ الٰہی کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم کو علم ہو۔ جب نماز سے فراغت ہو جائے تو زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو اور خدا کو کثیر یاد کیا کرو کہ فلاح پاؤ۔ جب لوگ تجارت اور کھیل تماشہ دیکھ پاتے ہیں تو ٹوٹ کر اس پر گر پڑتے ہیں اور تجھ کو اے پیغمبر کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔ کہہ دے کہ جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ تجارت اور کھیل تماشہ سے بہتر ہے اور خدا بہتر روزی دینے والا ہے۔

(سورۂ جمعہ، آیت ۹۔۱۱)

Marfat.com

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے روز مدینہ میں دحیہ بن خلیفہؓ کا مال تجارت آیا اور شہر میں خبر کے لیے طبل بجنے لگا۔ حضرت دحیہؓ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔ طبل کی آواز سن کر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ صرف چند آدمی رہ گئے۔ روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے یا جمعہ کی نماز پڑھا رہے تھے۔ مسند احمد میں ہے صرف بارہ آدمی رہ گئے۔ باقی لوگ اس تجارتی قافلہ کی طرف چل دیئے جس پر یہ آیت اتری۔

مسند ابو یعلیٰ میں اتنا اور بھی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر یہ بھی باقی نہ رہتے اور سب اٹھ کر چلے جاتے تو تم سب پر یہ وادی آگ بن کر بھڑک اٹھتی۔ جو لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے نہیں گئے تھے ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی تھے۔

یہ حکم خداوندی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کا ثمر تھا کہ اس سورۂ مبارکہ کے نزول کے بعد یہ حالت ہوگئی کہ نماز کے سامنے تمام دنیا کی دولت کا خزانہ بھی ان کے سامنے ہیچ ہوگیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورۃ النور، آیت ۳۷)

یہ وہ لوگ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

روزہ

ہجرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو سال کے بعد ۲ھ میں روزے فرض ہوئے۔ اس سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدا میں مسلمانوں کو ہر مہینے میں صرف تین دن کے روزے رکھنے کی ہدایت فرمائی تھی مگر یہ روزے فرض نہ تھے۔ جب روزے کی فرضیت نازل ہوئی تو یہ اختیار رہا کہ جو شخص چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے روزہ کے بدلے ایک غریب کو کھانا کھلا دے۔ رفتہ رفتہ جب لوگ روزے کے خوگر ہوگئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔

(سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۳)

Marfat.com

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ط وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ط یُرِیْدُ اللّٰهُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ o	(روزں کا مہینہ) رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن (اول اول) نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (جو حق و باطل کو) الگ الگ کرنے والا ہے تو جو کوئی تم سے اس مہینے میں موجود ہو چاہئے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (رکھ کر) ان کا شمار پورا کرے خدا تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا۔ اور (یہ آسانی کا حکم) اس لیے (دیا گیا ہے) کہ تم روزوں کا شمار پورا کرلو اور اس احسان کے بدلے کہ خدا نے تم کو ہدایت بخشی ہے تم اس کو بزرگی سے یاد کرو اور اس کا شکر کرو۔
(سورۃ البقرہ، آیت ۱۸۵)	

ایک روایت میں ہے کہ ۲ھ روزے فرض ہونے کے بعد ایک دن دوپہر کو حضرت حرمہ بن انسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ روزے سے تھے اور کافی پریشان تھے۔ انہیں دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوقیس آج تمہارا چہرہ خشک کیوں ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں کل دن بھر باغ میں پانی بھرتا رہا، پھر گھر میں آیا تو کھانا کھانے سے پہلے سو گیا۔ سونے کے بعد پھر اٹھ کر کھانا کھانے کی اجازت نہیں ہے لہٰذا کل شب کو بھی میں نے کچھ نہیں کھایا۔ آج روزہ پر روزہ ہے۔ اس وجہ سے آج مجھ کو تکلیف زیادہ ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ ط...... وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ص	روزے کی راتوں میں تمہارے لیے عورتوں سے لطف اٹھانا حلال کر دیا گیا جب تک صبح کی سپید لکیر (رات کی) سیاہ لکیر سے الگ نہ ہو جائے تم کھاتے پیتے رہو۔

(البقرہ، ۱۸۷)

Marfat.com

ابن کثیر نے اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان کی ہے کہ ''ابتدائے اسلام'' میں یہ حکم تھا کہ افطار کے بعد کھانا پینا جماع کرنا عشاء کی نماز تک جائز تھا اور اگر کوئی اس سے پہلے سو گیا تو اس پر نیند آتے ہی حرام ہو گیا اس پر صحابہ ؓ کو قدرے مشقت ہوئی جس پر رخصت کی یہ آیتیں نازل ہوئیں اور آسانی کے احکام مل گئے۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ صحابہؓ رمضان بھر عورتوں کے پاس نہیں جاتے تھے، لیکن بعض لوگوں سے کچھ قصور ایسے بھی ہو جایا کرتے تھے جس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ قصور کئی حضرات سے ہو گیا تھا جن میں حضرت عمر بن خطابؓ بھی تھے جنہوں نے عشاء کی نماز کے بعد اپنی اہلیہ سے مباشرت کی تھی۔ پھر دربارِ نبوت میں شکایتیں ہوئیں اور یہ رحمت کی آیتیں اتریں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب آ کر یہ واقعہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا عمرؓ تم سے ایسی امید نہ تھی۔ اسی وقت یہ آیت اتری۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی ایک روزہ دار کی افطار کے وقت کی دُعا، دوسرے عادل بادشاہ کی دُعا، تیسرے مظلوم کی دُعا جس کو حق تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہو جائے۔ (ترمذی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کر دے۔ غیر رمضان کا روزہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، بخاری)

زکوٰۃ

زکوٰۃ کی فرضیت ۸ ہجری سے نظر آتی ہے۔ فتح مکہ کے بعد محرم ۹ ھ میں زکوٰۃ کے تمام قوانین واحکام مکمل ہو کر نافذ العمل ہو گئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے نمائندے بھی مقرر کر دیئے تھے۔

اسلام میں نماز کے بعد سب سے اہم فریضہ زکوٰۃ کا ہے۔ نماز حقوق اللہ میں سے ہے اور زکوٰۃ حقوق العباد میں۔ ان دونوں فریضوں کا باہم لازم وملزوم اور مربوط ہونا۔ اس حقیقت کو منکشف کرتا ہے کہ اسلام میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا بھی یکساں لحاظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں بیس (۲۰) مقامات پر ''اقام الصلوٰۃ'' کے بعد ''ایتاء الزکوٰۃ'' کا ذکر

Marfat.com

آیا ہے۔ حضرت جریرؓ بن عبداللہ بجلی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین باتوں پر بیعت کی تھی۔ نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنا۔ ۹ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو اسلام کا مبلغ بنا کر یمن بھیجا تو اسلام کے مذہبی فرائض کی یہ ترتیب بتائی کہ پہلے ان کو توحید کی یہ دعوت دینا جب وہ جان لیں تو ان کو بتانا کہ دن میں پانچ وقت کی نماز ان پر فرض ہے۔ جب وہ نماز پڑھنے لگیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مال پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے دولت مندوں سے لے کر غریبوں کو دی جائے گی۔ (بحوالہ سیرت الرسول من القرآن)

زکوٰۃ ہر زمانے میں دین اسلام کا اہم رکن رہی ہے۔ تمام انبیاء کی طرح انبیائے بنی اسرائیل نے بھی اس کی سخت تاکید کی تھی۔ زکوٰۃ کے احکام تورات اور انجیل دونوں میں موجود ہیں لیکن ان کتب سماوی میں مدت کی تعیین میں قطعیت نہ تھی۔ قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے بارے حکم ہے۔

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (ہم نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا تھا کہ)
(البقرہ، آیت ۴۳) نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تعلیمات کے بارے میں خداوند قدوس نے فرمایا:

وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ٥ (سورۂ مریم، آیت ۵۵)
اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم کرتے تھے اور اپنے پروردگار کے ہاں پسندیدہ (برگزیدہ) تھے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ٥ (سورۂ مریم، آیت ۳۰)
اور جب تک زندہ ہوں مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا ارشاد فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں زکوٰۃ کے بارے میں حکم خداوندی ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ٥ (المزمل، آیت ۲۰)
اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور خدا کو نیک (اور خلوص نیت سے) قرض دیتے رہو اور جو عمل نیک تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اس کو خدا کے ہاں بہتر اور صلے میں بزرگ تر پاؤ گے۔

Marfat.com

سورۂ البقرہ میں ارشادِ خداوندی ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِى الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًاط وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ٥

(سورۂ البقرہ، آیت ۲۷۳)

(اور ہاں تم جو خرچ کرو گے تو) ان حاجت مندوں کے لیے جو خدا کی راہ میں رکے بیٹھے ہیں اور ملک میں کسی طرف جانے کی طاقت نہیں رکھتے (اور مانگنے سے عار رکھتے ہیں) یہاں تک کہ نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے اور تم قیافے سے ان کو صاف پہچان لو (کہ حاجت مند ہیں اور شرم کے سبب لوگوں سے منہ پھوڑ کر اور) لپٹ کر نہیں مانگ سکتے اور تم جو مال خرچ کرو گے کچھ شک نہیں کہ خدا اس کو جانتا ہے۔

زکوٰۃ کے مصارف کے سلسلہ میں سورۃ التوبہ میں ارشاد ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ٥

(سورۂ التوبہ، آیت ۶۰)

صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنانِ صدقات کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلوب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرض داروں (کے قرض ادا کرنے میں) اور خدا کی راہ میں مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیے یہ حقوق) خدا کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے ہیں اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

مفلس اور محتاج وہ لوگ ہیں جنہیں اپنی روز مرہ زندگی گزارنے کے لیے دوسرے لوگوں کا سہارا لینا پڑتا ہے ان میں وہ لوگ شامل ہیں جو جسمانی طور پر معذور ہوں یا بڑھاپے کی وجہ سے کوئی کام وغیرہ نہیں کر سکتے۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو عارضی طور پر مدد کے محتاج ہوں۔ اگر انہیں سہارا مل جائے تو آگے چل کر خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکتے ہیں مثلاً یتیم بچے، بیوہ عورتیں، بے روزگار لوگ اور وہ لوگ جو وقتی حوادث کے شکار ہو گئے ہیں۔ مسکین وہ لوگ ہیں جو عام حاجت مندوں کی نسبت زیادہ خستہ حال ہوں۔

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے لوگوں کی مدد کرنے کا حکم دیا جو اپنی ضروریات کے مطابق ذرائع نہ پاتے ہوں اور سخت تنگ حال ہوں مگر اپنی خودداری کی وجہ سے کسی کے سامنے اپنا ہاتھ نہ پھیلاتے ہوں اور یہ کہ نہ ان کی ظاہری حالت ایسی ہو کہ کوئی ان کو حاجت مند سمجھ کر ان کی مدد کرے غرضیکہ اس آیت مبارکہ میں ان تمام لوگوں کے نام گنوا دیئے ہیں جو زکوٰۃ لینے کے مستحق ہیں۔

اس کے علاوہ قرآن مجید میں زکوٰۃ کے علاوہ صدقہ وخیرات کا بھی ذکر کر دیا چنانچہ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہوا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى مومنو! اپنے صدقات (وخیرات) احسان رکھنے اور ایذا دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کر دینا۔ (البقرہ، آیت ۲۶۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَدّوا زَكٰوةَ اَمْوَالِكُمْ۔ اے مسلمانوں اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔

زکوٰۃ کے فرضیت کے جہاں اور بہت سے فائدے ہیں تو اس کی ادائیگی دولت مندوں کے قلوب میں فقراء ومساکین کی محبت پیدا کرتی ہے جس کی بنا پر ان کے دلوں سے حسد، کینہ اور غیظ وغضب کی کیفیت زائل ہو جاتی ہے۔ پھر اگر انسان فاصل دولت کو روکے رکھے تو انسان معطل وبیکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس لیے یہ لازم ہے کہ اس کا کچھ حصہ فقراء پر صرف کرے تاکہ اس کا حال درست ہو سکے اور یہ عمل اسلام کے بہت بڑے محاسن اور نعمتوں میں سے ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً۔ آپ دولت مندوں کے اموال سے زکوٰۃ حاصل کیا کریں۔

حج

حج دین کا پانچواں رکن ہے۔

حضرت آدمؑ سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سب نبیوں نے خانہ کعبہ شریف کا حج کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ نے حج نہیں کیا لیکن صحیح یہ ہے کہ انہوں نے بھی کیا ہے۔ (بحوالہ (حیات القلوب) زبدۃ المناسک عمدۃ المناسک)

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ (کی رضا) کے لیے حج کرے پس اس میں نہ شہوت کی بات کرے نہ گناہ کرے، وہ (گناہوں) سے اس دن کی طرح (پاک صاف) ہو جاتا ہے جب کہ اس کی ماں نے جنا تھا۔
(مشکوٰۃ، بخاری و مسلم)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حج وعمرہ کے درمیان متابعت کرو اس لیے کہ وہ گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں جس طرح آگ لوہے کی زنگار کو۔ (ترمذی وغیرہ)

تاریخ فرضیت حج

علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ چھٹے سال ہجری میں حج فرض ہوا اور بعضوں نے کہا ہے کہ پانچویں سال میں اور بعضوں نے نویں سال میں۔ لیکن اول قول مشہور ہے اور وہی صحیح ہے۔ علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب سیرۃ النبی ﷺ میں لکھتے ہیں کہ ۹ھ میں حج فرض ہوا۔ اس سے پہلے کسی امت پر حج فرض نہیں ہوا۔

علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت آدمؑ کے زمانے سے بلکہ اس سے بھی پہلے ملائکہ کرام آدمؑ کے پیدا ہونے سے دو ہزار سال پہلے حج کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ حج کیا۔ ہجرت فرمانے سے پہلے اور ایک مرتبہ ہجرت فرمانے کے بعد جو کہ حج الوداع کہلاتا ہے۔ وہ ۱۰ھ میں واقع ہوا۔

طبرانی کی روایت کہ مطابق آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسجد خیف میں ستر (۷۰) انبیاء نے نماز پڑھی۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیت اللہ کا حج ستر (۷۰) انبیاء نے کیا۔

حج بیت اللہ

حج کے لیے اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو مرکز اجتماع قرار دیا جس کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی۔ یہ خدا کا پہلا گھر تھا جو نوع انسانی کے لیے قبلہ مقرر کیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَيْئًا وَّطَهِّرْ بَيْتِیَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى	اور جب کہ ہم نے ابراہیمؑ کے لیے کعبہ کی جگہ مقرر کر دی کہ ہمارے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور ہمارے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع اور سجود کرنے والوں کے لیے

Marfat.com

كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ o لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَارَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ o (سورۂ الحج، آیت ۲۶۔۲۸)

پاک وصاف رکھ اور حج کی منادی کردے تو لوگ ہر طرف سے دوڑے آئیں گے۔ کچھ پیدل اور کچھ دبلی اونٹنیوں پر سوار تاکہ فائدہ اٹھائیں اور تاکہ ایام مقررہ میں خدا کا ذکر کریں۔

امن کا شہر

سورۂ البقرہ میں ارشاد ربانی ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ط وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى ط وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ o وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ط وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ o

(سورۂ البقرہ، آیت ۱۲۵۔۱۲۶)

اور جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے لیے جمع ہونے اور امن پانے کی جگہ مقرر کیا اور (حکم دیا کہ) جس مقام پر ابراہیم کھڑے ہوئے تھے اس کو نماز کی جگہ بنا لو۔ اور ابراہیم اور اسماعیل کو کہا کہ طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو پاک صاف رکھا کرو۔ اور جب ابراہیم نے دعا کی کہ اے پروردگار اس جگہ کو امن کا شہر بنا اور اس کے رہنے والوں میں سے جو خدا پر اور روزِ آخرت پر ایمان لائیں ان کے کھانے کو میوے عطا فرما۔ تو خدا نے فرمایا کہ جو کافر ہو جائیں میں اس کو بھی کسی قدر متمتع کروں گا، پھر اس کو (عذاب) دوزخ کے (بھگتنے کے) لیے ناچار کردوں گا اور وہ بری جگہ ہے۔

رب العزت نے مکہ کو امن کا شہر قرار دیا اور اسے حرمت وعزت والا بنایا اور اس میں جنگ

Marfat.com

وقتال کوممنوع قرار دیا۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا تھی۔ حدیث مبارکہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے دن فرمایا: جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین پیدا کیے تب سے اس شہر کو حرمت وعزت والا بنایا ہے۔ اب یہ قیامت تک حرمت وعزت والا ہی رہے گا۔ اس میں جنگ وقتال کسی کو حلال نہیں۔ میرے لیے بھی صرف آج کے دن ہی ذرا سی دیر کے لیے حلال ہوا تھا۔ اب وہ حرام ہی حرام ہے۔ سنو! اس کے کانٹے نہ کاٹے جائیں۔ اس کا شکار نہ بھگایا جائے، اس میں کسی کی گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے، ہاں جو پہنچوائے اس کے لیے اٹھانا جائز ہے، اس کی گھاس نہ کاٹی جائے۔ (بخاری ومسلم)

مقامِ ابراہیمؑ

قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ اور احادیث کی روشنی میں مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اور حضرت اسماعیلؑ آپ کو پتھر دیتے جاتے تھے۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیمؑ کے دونوں قدموں کے نشان ظاہر تھے۔

آدابِ حج

قرآن مجید میں احرام کی حالت میں جماع کرنے سے منع فرمایا ہے اور اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے بھی منع کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ط وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ط (سورۃ البقرہ، آیت ۱۹۷)	تو جو شخص ان مہینوں میں حج کی نیت کر لے تو حج (کے دنوں) میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے نہ کوئی برا کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے۔ اور جو نیک کام تم کرو گے وہ خدا کو معلوم ہو جائے گا۔

شکار کی ممانعت

احرام کی حالت میں شکار کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے اور اگر اس حالت میں شکار کرے تو اس کا کفارہ ادا کرے۔ ارشاد ربانی ہے۔

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

مومنو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار نہ مارنا۔ اور جو تم میں سے جان بوجھ کر اسے مارے تو (یا تو اس کا) بدلہ (دے اور وہ یہ ہے کہ) اسی طرح کا چار پایہ جسے تم میں سے دو معتبر شخص مقرر کر دیں قربانی (کرے اور یہ قربانی) کعبے پہنچائی جائے یا کفارہ (دے اور وہ) مسکینوں کو کھانا کھلانا (ہے) یا اس کے برابر روزے رکھے تا کہ اپنے کام کی سزا (کا مزہ) چکھے (اور) جو پہلے ہو چکا وہ خدا نے معاف کر دیا اور جو پھر (ایسا کام) کرے گا تو خدا اس سے انتقام لے گا۔ اور خدا غالب (اور) انتقام لینے والا ہے۔

(سورۃ المائدہ، آیت ۹۵)

صفا و مروہ کا طواف

اہل قریش کا یہ طریقہ تھا کہ حج کے دوران صفا و مروہ کا طواف کرنے کے بجائے منات جو بت تھا اس کا طواف کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی:

اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ

صفا اور مروہ خدا کی یادگاریں ہیں اس لیے جو شخص حج یا عمرہ کرے تو اس کو ان دونوں مقاموں کا بھی طواف کرنا چاہیے۔

(البقرہ، ۱۵۸)

صفا اور مروہ کا طواف کرنے کے بارے مختلف روایات ہیں۔ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ اساف اور نائلہ دو مرد و عورت تھے۔ ان بدکاروں نے کعبہ میں زنا کیا، خدا نے انہیں پتھر بنا دیا۔ قریش نے انہیں کعبہ کے باہر رکھ دیا تا کہ عبرت ہو لیکن کچھ دنوں کے بعد ان کی عبادت شروع ہوگئی اور صفا و مروہ پر لا کر نصب کر دیئے گئے اور ان کا طواف شروع ہو گیا۔

صحیح مسلم شریف کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیت اللہ شریف کا طواف کر چکے تو رکن کو چھوڑ کر باب الصفا سے نکلے اور یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ پھر فرمایا میں بھی شروع کروں گا اس سے جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا۔ ایک

Marfat.com

روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔تم شروع کرو اس سے جس سے خدا نے شروع کیا یعنی صفا سے چل کر مروہ جاؤ۔

دراصل یہ حضرت ہاجرہؓ کی سنت ہے کہ انہوں نے پانی کی تلاش میں بے قراری، بے بسی، ڈر، خوف اور اضطراب کے ساتھ صفا و مروہ کے درمیان اپنا دامن پھیلائے خدا سے بھیک مانگتی پھر رہی تھیں۔اس نسبت سے حاجی حضرات بھی خشوع و خضوع سے صفا و مروہ کے درمیان چکر لگاتے ہیں۔

مشعر حرام/مزدلفہ

علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ سیرت النبی ﷺ میں رقم طراز ہیں کہ رسوم حج میں ایک بڑی چیز جو قریش نے اصول اسلام کے خلاف قائم کر دی تھی، یہ تھی کہ وہ عرفات جو حج کی اصل عبادت گاہ عام تھی نہیں جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اہل حرم ہیں ہم حدود حرم سے نہیں جا سکتے یہ ہمارے خاندان کی توہین ہے۔اس لیے وہ صرف مزدلفہ تک جا کر ٹھہر جاتے تھے۔باقی تمام عرب عرفات میں جمع ہوتے تھے اور وہاں سے چل کر مزدلفہ اور منیٰ میں آتے تھے۔چونکہ اسلام کا اصول اصلی مساوات عامہ ہے اور عبادات میں سب یکساں ہیں اس لیے حکم آیا۔

فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ○ ثُمَّ اَفِيْضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ (البقرہ،۱۹۸۔۱۹۹)

پھر جب عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام (مزدلفہ) کے پاس خدا کا ذکر کرو، جس طریقہ سے اس نے تم کو ہدایت کی ہے اور اس سے پہلے بیشک تم گمراہ تھے۔پھر وہیں سے چلو جہاں سے اور لوگ چلتے ہیں اور خدا سے معافی مانگو وہ غفور اور رحیم ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قریش اور ان کے ہم خیال لوگ مزدلفہ میں ہی رک جایا کرتے تھے اور اپنا نام حمس رکھتے تھے۔باقی کل عرب عرفات میں جا کر ٹھہرتے تھے اور وہیں سے واپس لوٹتے تھے۔اسی لیے اسلام نے حکم دیا کہ جہاں سے عام لوگ لوٹتے ہیں تم وہیں سے لوٹا کرو۔ (صحیح بخاری شریف)

قربانی

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ بقرہ عید والے دن انسان کا

Marfat.com

کوئی عمل خدا کے نزدیک قربانی سے زیادہ پسند نہیں، جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، کھروں اور بالوں سمیت انسان کی نیکیوں میں پیش کیا جائے گا۔ یاد رکھو قربانی کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے خدا کے ہاں پہنچ جاتا ہے۔ پس ٹھنڈے دل سے قربانیاں کرو۔

(ابن ماجہ و ترمذی)

ارشاد خداوندی ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ق صلے فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ج فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ط كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ o

اور قربانی کے اونٹوں کو بھی ہم نے تمہارے لیے شعائر خدا مقرر کیا ہے۔ ان میں تمہارے لیے فائدے ہیں تو (قربانی کرنے کے وقت) قطار باندھ کر ان پر خدا کا نام لو۔ جب پہلو کے بل گر پڑیں تو ان میں سے کھاؤ اور قناعت سے بیٹھ رہنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔ اس طرح ہم نے ان کو تمہارے زیر فرمان کر دیا ہے تاکہ تم شکر کرو۔

(الحج، آیت ۳۶)

زمانہ جاہلیت میں قریش قربانی کے جانور کا گوشت اپنے بتوں کے سامنے میں رکھ دیتے تھے اور ان پر خون کا چھینٹا دیتے تھے۔ یہ بھی دستور تھا کہ بیت اللہ شریف پر قربانی کا خون چھڑکتے جس پر یہ آیت اتری:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط

خدا تک نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔

(سورۂ الحج، آیت ۳۷)

اللھم لبیک

حضرت ابراہیمؑ جب خدا کے حکم سے خانہ کعبہ تعمیر کر چکے تو حکم ہوا کہ اس گھر کے حج کی طرف تمام انسانوں کو بلا۔ مذکور ہے کہ آپؑ نے اس وقت عرض کیا کہ باری تعالیٰ میری آواز ان تک کیسے پہنچے گی؟ جواب ملا کہ آپ کے ذمے صرف پکارنا ہے آواز پہنچانا میرے ذمے ہے۔ پس آپؑ نے مقام ابراہیمؑ پر یا صفا پہاڑی پر یا ابوقیس پہاڑ پر کھڑے ہو کر ندا کی کہ لوگو!

Marfat.com

تمہارے رب نے اپنا ایک گھر بنایا ہے پس تم اس کا حج کرو۔ پہاڑ جھک گئے اور آپ کی آواز ساری دنیا میں گونج گئی یہاں تک کہ باپ کی پیٹھ میں اور ماں کے پیٹ میں جو تھے انہیں بھی سنائی دی۔ ہر پتھر، درخت اور ہر اس شخص نے جس کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا باآواز بلند پکارا اللھم لبیک۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ o لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِیْرَ o ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ o ذٰلِكَ وَمَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ط وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ

اور لوگوں میں حج کے لیے ندا کر دو کہ تمہاری طرف پیدل اور دبلے دبلے اونٹوں پر جو دور (دراز) رستوں سے چلے آتے ہوں (سوار ہو کر) چلے آئیں۔ تاکہ اپنے فائدے کے کاموں کے لیے حاضر ہوں۔ اور (قربانی کے) ایام معلوم میں چوپایوں مویشی (کے ذبح کے وقت) جو خدا نے ان کو دیئے ہیں ان پر خدا کا نام لیں۔ اس میں سے تم خود بھی کھاؤ اور فقیر درماندہ کو بھی کھلاؤ۔ پھر چاہیے کہ لوگ اپنا میل کچیل دور کریں اور نذریں پوری کریں اور خانہ قدیم (یعنی بیت اللہ) کا طواف کریں۔ یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو خدا نے مقرر کی ہیں عظمت رکھے تو یہ پروردگار کے نزدیک اس کے حق میں بہتر ہے۔ (الحج، آیت ۲۷ تا ۳۰)

اہل عرب نے حج کو ذاتی و خاندانی نمود کا ذریعہ بنالیا تھا۔ چنانچہ جب تمام مناسکِ حج سے فارغ ہوتے تو سارے قبائل منیٰ میں آکر قیام کرتے تھے اور ہر قبیلہ ذکر الٰہی کی جگہ اپنے اپنے آباؤ اجداد کے کارنامے اور محاسن بیان کرتا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا

جس طرح اپنے باپ دادوں کا ذکر کرتے ہو اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ بلند آہنگی کے ساتھ خدا کی یاد کرو۔ (سورۂ البقرہ، آیت ۲۰۰)

Marfat.com

برہنہ طواف کی ممانعت

قریش میں بے حیائی کی رسم چلی آ رہی تھی کہ وہ مرد و زن کعبہ کا برہنہ طواف کرتے تھے۔ جب وہ حدود حرم میں داخل ہوتے تو اپنے کپڑے اتار دیتے اور عاریتاً کسی قریشی سے کپڑے مانگ لیتے تھے اگر کپڑے نہ ملتے تو ننگے ہو کر کعبہ کا طواف کرتے اور ان کی عورتیں بھی اس طرح ننگی طواف کرتی تھیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَبَنِىٓ ءَادَمَ خُذُوا۟ زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ	اے آدم کے بیٹو! مسجدوں میں کپڑے پہن لیا کرو۔

(الاعراف، آیت ۳۱)

اس بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۹ ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کے لیے بھیجا تو انہوں نے حج کے دوران اعلان کیا کہ آئندہ کوئی شخص برہنہ حج نہیں کرے گا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

اللھم صل علیه وعلیٰ آله و اصحابه صلوٰة كثيراً كثيراً

Marfat.com

تحویل قبلہ

عمر بھر معصوم سی مہکار میں ڈوبا رہوں
ہر گھڑی میں مدحتِ سرکارؐ میں ڈوبا رہوں

تحویل قبلہ کا حکم رجب یا شعبان ۲ ہجری میں نازل ہوا۔ ہجرت مدینہ سے پہلے اور ہجرت مدینہ کے ۱۶ یا ۱۷ ماہ بعد تک بھی مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان اس طرح نماز ادا کرتے تھے کہ یروشلم (بیت المقدس) اور کعبہ ایک ہی لائن میں ہوں۔ ہجرت کے بعد جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا فرماتے رہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرزو یہی تھی کہ کعبہ کو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعمیر کردہ ہے امت مسلمہ کا قبلہ بنایا جائے۔ چنانچہ حکم ملنے کے بعد آپ ﷺ نے کعبہ کی طرف منہ کر کے پہلی نماز عصر کی پڑھی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب قبلہ بدلنے کی آیت نازل ہوئی۔ اس وقت آپ ﷺ مسجد بنی سلمہ میں ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ دو رکعت ادا کر چکے تھے پھر باقی کی دو رکعتیں آپ ﷺ نے بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے پڑھیں۔ اسی وجہ سے اس مسجد کا نام ہی مسجد القبلتین یعنی دو قبلے والی مسجد ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ عصر کی نماز تھی۔

ارشاد ربانی ہے:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط

(اے محمد ﷺ) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں سو ہم تم کو اسی قبلے کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو منہ کرنے کا حکم دینگے تو اپنا منہ مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ) کی طرف پھیر لو۔ اور تم لوگ جہاں ہوا کرو (نماز پڑھنے کے وقت) اسی مسجد کی طرف منہ کر لیا کرو۔ (البقرہ، آیت ۱۴۴)

Marfat.com

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تعمیل میں بیت المقدس کی طرف سے رخ پھیر کر کعبہ کی طرف رخ کر لیا اور مسلمانوں کے لیے کعبہ کی سمت کو قبلہ قرار دیا۔ قبلہ کی اس تبدیلی سے یہودیوں نے بر بنائے حسد اعتراضات کیے۔ ان کے خیال میں قبلہ کی تبدیلی سے بیت المقدس کی اہمیت میں فرق آ رہا تھا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا ۚ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ (البقرہ، آیت ۱۴۲)	احمق لوگ کہیں گے کہ مسلمان جس قبلے پر (پہلے سے چلے آتے) تھے (اب) اس سے کیوں منہ پھیر بیٹھے۔ تم کہہ دو کہ مشرق اور مغرب سب خدا ہی کا ہے وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔

معاشرے کی اصلاح

یہ بات طے ہے کہ کوئی بھی ملک اور قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ معاشرے سے برائیاں ختم نہ ہو جائیں۔ یہی وہ برائیاں ہیں جو معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہیں اور عوام ترقی کے بجائے تنزلی کے راستے پر چل پڑتے ہیں۔

مدینہ میں قائم ہونے والی پہلی اسلامی مملکت کے لیے مذہبی احکام رفتہ رفتہ حالات اور واقعات کے مطابق نازل ہوتے رہے اور جب مدینہ میں امن و امان قائم ہو گیا تو یہ خدائی احکام پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم معاشرے میں پائی جانے والی برائیاں اور رسومات سے بخوبی واقف تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شدید خواہش تھی کہ یہ معاشرتی برائیاں ختم ہو جائیں تاکہ مدینہ میں قائم ہونے والی حکومت صحیح معنوں میں اسلامی مملکت کہلا سکے۔

شراب کی حرمت

عرب شراب کے رسیا تھے خاص طور پر مدینہ میں شراب خواری کا رواج کچھ زیادہ تھا۔ بڑے بڑے شرفاء شراب پیتے اور اس پر فخر کرتے تھے۔ ابھی تک اسلام نے اس کے متعلق کوئی

Marfat.com

اپنا فیصلہ نہیں سنایا تھا۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں شراب کے متعلق فتویٰ دیجیے کیونکہ اس سے عقل زائل اور دولت ضائع ہوتی ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ط قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا	اے پیغمبر لوگ تم سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ ان میں نقصان بڑے ہیں اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کے نقصان فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں۔
(سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۹)	

اس آیت کے نزول کے بعد کچھ لوگوں نے فائدے کی خاطر شراب کا پینا جاری رکھا جب کہ بعض نے گناہ کے پیش نظر اسے پینے سے انکار کر دیا۔ پھر ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک انصاری نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت علیؓ کی دعوت کی جس میں شراب بھی تھی۔ کھانے کے بعد مغرب کا وقت ہو گیا اور حضرت علیؓ نے نماز پڑھی لیکن نشہ کے خمار میں کچھ کا کچھ پڑھ گئے اور قرأت میں گڑبڑ کر گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ٥ (سورۃ النساء، آیت ۴۳)	اے ایمان والو! تم شراب کے نشہ سے مخمور ہو کر نماز کے قریب بھی مت جاؤ۔ جب تک تم یہ نہ سمجھ سکو کہ کیا تلاوت کر رہے ہو۔

اس آیت کے نزول کے بعد شراب پینے والوں کی تعداد مزید کم ہو گئی۔ اس دوران ایک اور واقعہ پیش آیا۔ ایک جگہ کچھ انصاری جمع ہو گئے ان میں سعد بن ابی وقاصؓ بھی تھے۔ یہ لوگ شراب کے نشہ میں مست و مخمور ہو کر باہم نسلی فخر و مباہات کرنے اور اشعار پڑھنے لگے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت سعدؓ نے ایک شعر انصار کی مذمت میں پڑھ دیا۔ اس پر ایک دوسرے انصاری نے اونٹ کا جبڑا اٹھا کر ان کے دے مارا جس سے وہ شدید مجروح ہو گئے۔ اس پر انہوں نے جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی تو حضرت عمرؓ نے خدا سے دعا کی۔ اے خدا! تو شراب کے متعلق ایک واضح و مکمل تصریح فرما دے کیونکہ اس سے عقل گم ہو جاتی ہے اور مال کا نقصان علیحدہ ہوتا ہے۔ اس پر سورۃ المائدہ کی یہ آیات نازل ہوئیں:

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ○	اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سو ان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوا دے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو تم کو (ان کاموں سے) باز رہنا چاہیے۔ (المائدہ،۹۰۔۹۱)

ان آیات کے نزول کے بعد شراب قطعاً حرام ہوگئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے گلی کوچوں میں منادی کرادی کہ آج سے شراب حرام ہے جس پر لوگوں نے شراب سے بھرے مٹکے بہا دیئے۔ اس طرح شراب کی خرید و فروخت بھی ۸ھ میں حرام ہوگئی۔

ابوداؤد نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "وہ شراب جس کا زیادہ حصہ انسان کو مخمور و مدہوش کر دیتا ہو اس کا تھوڑا پینا بھی حرام ہے"۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور جس شراب کے سولہ رطل پینے والے کو مدہوش کر دیں اس کا چلو بھر پینا بھی حرام ہے"۔

شراب کی شرعی حد

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے شراب پینے والے کو کھجور کی چھڑی اور جوتوں سے پٹوایا ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایسے شخص کو چالیس کوڑے لگوائے ہیں۔

ترمذی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے ایک شخص کو پکڑ کر لایا گیا۔ جس نے شراب پی تھی۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھوں اسے کھجور کی چھڑی سے چالیس ماریں لگوائیں۔

Marfat.com

سورۃ المائدہ کی آیات ۹۰۔۹۱ کے نزول کے بعد شراب کے ساتھ ساتھ میسر (جوا) اور فال کے تیر (پانسے) بھی حرام کیے گئے۔ انصاب ان پتھروں کو کہتے ہیں جو کعبہ کے اردگرد اکٹھے کیے گئے تھے جہاں غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کر کے چڑھائے جاتے تھے۔ جب کہ ازلام فال کے تیر (پانسے) کو کہتے ہیں۔ عرب میں دستور تھا کہ کسی کام کے متعلق فال نکالتے وقت تین تیر منتخب کرتے تھے۔ ایک تیر پر کام کرنا، دوسرے پر نہ کرنا اور تیسرے پر غافل ہو جانا لکھا ہوتا۔ ان تیروں کے چلانے پر جو حکم آتا تھا وہ اس کے مطابق کام کرتے تھے۔ اسلام نے یہ تینوں فعل قرآن مجید میں نازل ہونے والے حکم کے تحت حرام قرار دیئے۔

سود کی حرمت

سود کی حرمت کے متعلق احکام ۸ھ میں نازل ہوئے۔ شراب کی طرح سود خوری بھی عرب میں ناسور کی طرح پھیلی ہوئی تھی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو اس وقت زیادہ تر یہودی تجارت پر قابض تھے۔ ان یہودی تاجروں نے یہاں مختلف قسم کے سود رائج کر رکھے تھے۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے چاندی سونے کے ادھار خرید و فروخت کو سود قرار دیا۔ پھر گندم اور جو کے سود لینے کی ممانعت آئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ص وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ﶜ (سورۃ آل عمران، آیت ۱۳۰)	اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ اور خدا سے ڈرو تا کہ نجات حاصل کرو۔

اس کے بعد سود کی حرمت کے متعلق تفصیلی احکام ۸ھ میں نازل ہوئے اور سورۃ آل عمران کے بعد سورۃ بقرہ میں سب سے پہلے یہ آیت نازل ہوئی:

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ط فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ	جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سود (لینا) حالانکہ سودے کو خدا

Marfat.com

مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

(سورۂ البقرہ، آیت ۲۷۵)

نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام تو جس شخص کے پاس خدا کی نصیحت پہنچی اور وہ (سود لینے سے) باز آ گیا تو جو پہلے ہو چکا وہ اس کا اور (قیامت میں) اس کا معاملہ خدا کے سپرد۔ اور جو پھر لینے لگا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں کہ ہمیشہ دوزخ میں (جلتے) رہیں گے۔

بنوعمرو بن عمیر ایک قبیلہ تھا اسلام سے پیشتر اس قبیلہ اور ایک دوسرے قبیلہ بنومغیرہ میں سود کا لین دین تھا۔ سود کے حرام ہو جانے کے بعد بنوعمیر بن عوف نے اپنی باقی رقم کے سود کا تقاضہ بنومغیرہ سے کیا۔ انہوں نے کہا اسلام کے بعد سود کی رقم ہم نہیں دیں گے۔ یہ جھگڑا مکہ کے عامل عتاب بن اسیدؓ کے روبرو پیش ہوا۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس قصہ کی اطلاع لکھی بھیجی، اس پر مدینہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (سیرت الرسول من القرآن)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○

(سورۂ البقرہ، آیت ۲۷۸۔۲۷۹)

مسلمانو! خدا سے ڈرو اور سود جو باقی رہ گیا ہے اور اس کو چھوڑ دو (اگر تم سچے مومن ہو)۔ اگر یہ نہ کرو تو خدا اور رسول سے لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اگر باز آ جاؤ تو تم کو اپنے رأس المال کا حق ہے نہ تو تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔

حرمتِ سود حدیث کی روشنی میں

ا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سود کے گناہ کے ستر حصے ہیں۔ ایک معمولی سا حصہ یہ ہے کہ اس کا گناہ ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنی ماں سے جماع کرے۔ (ابن ماجہ، بیہقی، مشکوٰۃ)

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ سوائے سود کھانے والوں کے کوئی باقی نہ رہے گا اور کوئی شخص ہوگا بھی تو

Marfat.com

اس کوسود کا بخار (اثر) پہنچے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کو سود کا غبار پہنچے گا۔

(مسند احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ)

۳۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کے کھانے والے (یعنی لینے والے) پر اور اس کے کھلانے والے (یعنی دینے والے) پر، اس کے لکھنے والے پر، اس کے گواہ پر، اور فرمایا کہ یہ سب برابر ہیں (یعنی بعض باتوں میں)۔

(بخاری ومسلم)

۴۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی کسی کو سود دے تو پھر قرض لینے والے سے کوئی ہدیہ قبول نہ کرے۔ (بخاری ومشکوٰۃ)

السلام عليك ايها النبى و رحمة الله و بركاته

Marfat.com

ایمان و ضمیر

وہ دل نہ ہوگا نورِ تجلی سے فیض یاب
جس دہ پر نام سرورِ عالم رقم نہیں

ناپ تول

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف فرما ہوئے تو انہیں کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ ابو جندہ نامی ایک شخص دو طرح کے ماپ رکھتا ہے۔ایک سے تو مال لیا کرتا ہے اور دوسرے سے دیا کرتا ہے۔اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ۝ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ ۝	ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا کر لیں۔

(التطفیف، آیت ۱۔۲)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناپنے اور تولنے والوں سے ارشاد فرمایا۔تمہارے ہاتھ میں دو ایسے کام ہیں جن کے سبب سے تم سے پہلی قومیں ہلاک ہوئیں۔(یعنی پورا وزن نہ ناپنے اور کم دینے کے سبب ہلاک ہوئیں تم ایسا نہ کرنا) (ترمذی)

بخل

ارشاد ربانی ہے:

وَالَّذِيۡنَ يَكۡنِزُوۡنَ الذَّهَبَ وَالۡفِضَّةَ وَلَا يُنۡفِقُوۡنَهَا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرۡهُمۡ بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ ۝	جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کے رستے میں خرچ نہیں کرتے ان کو اس کے عذاب الیم کی خبر سنا دو۔

(التوبہ، آیت ۳۴)

هٰۤاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَاۤءِ تُدۡعَوۡنَ لِتُنۡفِقُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يَّبۡخَلُ ۚ وَمَنۡ يَّبۡخَلۡ فَاِنَّمَا يَبۡخَلُ عَنۡ نَّفۡسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الۡغَنِىُّ	دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بلائے جاتے ہو تو تم میں ایسے شخص بھی ہیں جو بخل کرنے لگتے ہیں اور

Marfat.com

وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۝

جو بخل کرتا ہے اپنے آپ سے بخل کرتا ہے اور خدا بے نیاز ہے اور تم محتاج۔ اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے۔

(سورۂ محمد، آیت ۳۸)

حضور نبی کریم ﷺ نے بخل کے بارے ارشاد فرمایا:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، حرص وبخل اور ایمان کبھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے (یعنی بخل، کنجوس اور ایمان کا کوئی جوڑ نہیں)۔ (سنن نسائی)

صدقہ وخیرات

ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ۝

(البقرہ، آیت ۲۶۷)

مومنو! جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لیے زمین سے نکالتے ہیں ان میں سے (راہِ خدا میں) خرچ کرو۔ اور بری اور ناپاک چیزیں دینے کا قصد نہ کرنا کہ (اگر وہ چیزیں تمہیں دی جائیں تو) بجز اس کے کہ (لیتے وقت) آنکھیں بند کر لو ان کو کبھی نہ لو۔ اور جان رکھو کہ خدا بے پروا (اور) قابل ستائش ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔

(جامع ترمذی، معارف الحدیث)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خیرات کرنے میں (حتی الامکان) جلدی کیا کرو کیونکہ بلا اس سے آگے بڑھنے نہیں پاتی۔ (حیاۃ المسلمین)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی (بلکہ اضافہ ہوتا ہے) اور قصور معاف کر دینے سے

Marfat.com

آدمی نیچا نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس کو سربلند کر دیتا ہے اور اس کی عزت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے فروتنی اور خاکساری کا رویہ اختیار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو رفعت اور بالاتری بخشے گا۔ (صحیح مسلم، معارف الحدیث)

صدقہ کا مستحق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اصلی مسکین (جس کی صدقہ سے مدد کرنی چاہئے) وہ آدمی نہیں ہے جو (مانگنے کے لیے) لوگوں کے پاس آتا جاتا ہے (در در پھرتا ہے اور سائلانہ چکر لگاتا ہے) اور ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں (جب اس کے ہاتھ پر رکھ دی جاتی ہیں تو) لے کر واپس لوٹ جاتا ہے۔ بلکہ اصلی مسکین وہ بندہ ہے جس کے پاس اپنی ضرورتیں پوری کرنے کا سامان بھی نہیں اور (چونکہ وہ اپنے اس حال کو لوگوں سے چھپاتا ہے اس لیے) کسی کو اس کی حاجت مندی کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ صدقہ سے اس کی مدد کی جائے اور نہ وہ چل پھر کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔ (صحیح مسلم وصحیح بخاری، معارف الحدیث)

جہاں تک صدقات کے مستحقین کا تعلق ہے تو قرآن مجید میں اس کو صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○
(البقرہ، آیت ۲۷۱)

اگر تم خیرات ظاہر دو تو وہ بھی خوب ہے اور اگر پوشیدہ دو اور دو بھی اہل حاجت کو تو وہ خوب تر ہے اور (اس طرح کا دینا) تمہارے گناہوں کو بھی دور کر دے گا۔ اور خدا کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

سورۃ البقرہ میں ہی ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ
(البقرہ، آیت ۲۶۴)

مومنو! اپنے صدقات (وخیرات) احسان رکھنے اور ایذا دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کر دینا۔

صلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ وسلم

Marfat.com

جہاد

کب بابِ اثر کو دیکھیں گے یہ چاک گریباں خاک بسر
کب ہوگی فقیروں پر بھی نظر اے سرورِ عالم صلی علیٰ

جہاد اسلام کا ایک اجتماعی فریضہ ہے۔ اسلام میں جہاد کا حکم ہجرت کے دوسرے سال بارہ صفر کو ہوا۔ اس سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار قریش کو بت پرستی سے منع کرتے اور ایک خدا کی عبادت کرنے کی دعوت دیتے رہے، لیکن کفار قریش پر آپ ﷺ کی اس تبلیغ کا کوئی اثر نہ ہوا، بلکہ انہوں نے مسلمانوں کو اس قدر تنگ کیا اور ظلم وتشدد کیا کہ یہ لوگ مکہ سے مدینہ ہجرت پر مجبور ہوگئے۔

مدینہ آنے کے بعد بھی کفار قریش کا رویہ بدستور جارحانہ رہا اور وہ کسی نہ کسی طریقے سے مسلمانوں پر ظلم ڈھاتے رہے۔ مسلمانوں نے متعدد بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر کفار سے جنگ کرنے کی اجازت طلب کی مگر آپ ﷺ نے ہر بار یہی فرمایا کہ ابھی جنگ کرنے کو وقت نہیں آیا کیونکہ ابھی مجھے ان سے جہاد کا حکم نہیں ملا۔ لیکن جب مدینہ میں آپ ﷺ کے متبعین کی کثرت ہوگئی اور انصار مدینہ آپ ﷺ کی مدد پر کمر بستہ ہوگئے تو آپ ﷺ کو کفار کے خلاف جنگ کرنے کی اجازت مل گئی۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جہاد کے حکم میں سورۂ حج کی یہ آیات نازل فرمائیں۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ط وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۨ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ط وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْكَرُ

ان لوگوں کو جہاد کی اجازت دے دی گئی ہے۔ جن سے کفار کی طرف سے جنگ کی جاتی ہے۔ اس وجہ سے کہ ان پر بہت ظلم کیا گیا ہے اور بلاشبہ حق تعالیٰ ان کو غلبہ عطا فرمانے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ یہ وہ مسلمان ہیں جو ناحق اپنے گھروں سے نکالے گئے صرف اتنی بات پر کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اگر حق تعالیٰ لوگوں کو ایک

Marfat.com

فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝

(سورۂ حج، آیات ۳۹۔۴۱)

دوسرے سے گتھم گتھا ہونے سے نہ بچاتا تو نصاریٰ کے عبادت خانے اور گرجا گھر اور یہود کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں بکثرت اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ سب کے سب منہدم اور ویران کردیئے جاتے۔ بیشک حق تعالیٰ ہر اس شخص کی مدد کرے گا جو اللہ کے دین کی مدد کرے گا۔ بلاشبہ حق تعالیٰ قوت اور غلبہ والا ہے۔ یہ مسلمان وہ ہیں کہ اگر ہم انہیں دنیا میں حکومت عطا کردیں تو وہ نماز کو جاری رکھنے کا اہتمام کریں گے اور اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کیا کریں گے اور لوگوں کو نیک کاموں کا حکم دیں گے اور برائیوں سے منع کریں گے۔ بالآخر سب کاموں کا انجام خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔

سورۂ حج کی ان آیات کریمہ کے بعد قرآن مجید میں جہاد کے بارے میں خدائی احکامات نازل ہوئے۔

ارشاد ربانی ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(مسلمانو) تم پر (خدا کے رستے میں) لڑنا فرض کر دیا گیا ہے وہ تمہیں ناگوار تو ہوگا مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو۔ اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لیے مضر ہو اور (ان باتوں) کو خدا ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

(البقرہ، آیت ۲۱۶)

سیرت نگاروں کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش اسدیؓ کو چند آدمیوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ کیا اور ساتھ ہی ایک سربمہر فرمان بھی دیا اور فرمایا کہ دو روز سفر کرنے کے بعد اس کو کھول کر پڑھیں اور اس پر عمل کریں۔ جب اس فرمان کو

Marfat.com

کھول کر پڑھا تو لکھا تھا کہ مکہ اور طائف کے درمیان جو نخلستان ہے۔ وہاں پہنچ کر قریش کی نقل و حرکت کا پتہ چلائیں۔ اس فرمان کے باوجود حضرت عبداللہ بن جحش اسدی کا سامنا قریش کے ایک قافلے سے ہوا اور لڑائی ہوئی۔ جس میں عمرو بن حضرمی مارا گیا۔ حضرت عبداللہ بن جحش کو فتح حاصل ہوئی اور وہ مال غنیمت اور قیدیوں کے ساتھ مدینہ واپس آئے۔ چونکہ حرمت کا مہینہ تھا جس میں جنگ ممنوع سمجھی جاتی تھی۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ناپسند فرمایا یہ کہ میں نے تمہیں حرام مہینے میں جنگ کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) لوگ تم سے عزت والے مہینوں میں لڑائی کرنے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ ان میں لڑنا بڑا (گناہ) ہے۔ اور خدا کی راہ سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ میں جانے) سے (بند کرنا) اور اہل مسجد کو اس میں سے نکال دینا (جو کفار کرتے ہیں) خدا کے نزدیک اس سے بھی زیادہ (گناہ) ہے۔

(البقرہ، آیت ۲۱۷)

ارشاد ربانی ہے:

''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے''۔ (سورۂ حج، آیت ۷۸)

ایک اور مقام پر فرمایا گیا۔

''اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچائے؟'' وہ تجارت یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لیے بہترین کام ہے۔ اگر تم جانو''۔ (۱۰۔۱۱)

''تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے پھر اگر وہ باز نہ آئیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی روا نہیں''۔ (۲۔۱۹۲)

''کیا تم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے (اس کی راہ میں) جہاد کیا''۔ (۹۔۱۶)

''مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو کسی عذر کے بغیر گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور وہ جو اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں دونوں کی حیثیت یکساں نہیں ہے۔ اللہ نے بیٹھنے والوں کی بہ نسبت جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑا رکھا ہے''۔ (۴۔۹۵)

Marfat.com

جہاد کا حکم چونکہ مدینہ منورہ کے زمانے میں دیا گیا ہے اس لیے مدنی سورتوں میں جہاد کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔ مندرہ بالا آیات کے علاوہ اور بہت سی سورتوں میں بھی جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

جہاد-احادیث کی روشنی میں

قرآن مجید کے ساتھ ساتھ احادیث مبارکہ میں بھی جہاد کے بارے میں ترغیب دلائی گئی ہے۔

''حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کو رب ماننے پر اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول ماننے پر راضی ہو گیا اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ میں یہ سن کر متعجب ہوا۔ عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان کلمات کا اعادہ فرمائیں''۔ آپ ﷺ نے ان کا اعادہ فرمایا کہ پھر ساتھ ہی یہ فرمایا کہ ایک اور کام ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ بندے کو جنت کے اندر کے سو درجے زیادہ بلندی عطا فرمائے گا۔ ایک درجے سے دوسرے درجے تک کا فاصلہ اتنا ہو گا جتنا آسمان و زمین کا۔ عرض کیا وہ کون سا کام ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ ارشاد ہوا ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا''۔
(تین مرتبہ اس کا اعادہ فرمایا)؟ (مسلم، نسائی)

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؟

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جس شخص نے اللہ کی راہ میں اتنا عرصہ تک بھی قتال کیا جتنا ایک اونٹنی کے دودھ دوہنے پر لگتا ہے، اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ بشرطیکہ یہ قتال اللہ کے کلمے کو بلند کرنے کی نیت سے کیا ہو''۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث مبارکہ میں جہاد کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل ہے جو راہ خدا میں جہاد کے ہم پلہ ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس عمل کی تمہارے اندر استطاعت نہیں ہے۔ دریافت کرنے والوں نے یہی سوال پھر دو یا تین بار دہرایا۔ آپ ﷺ ہر مرتبہ یہی فرماتے رہے کہ اس عمل کی تمہارے اندر استطاعت نہیں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ''مجاہد فی سبیل اللہ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص برابر روزے رکھ رہا ہو، برابر نماز پڑھ رہا ہو۔ برابر آیات الٰہی کی تلاوت کر رہا ہو۔ اپنے روزوں اور نمازوں میں

Marfat.com

کوئی توقف نہ کر رہا ہو۔ یہاں تک کہ مجاہد گھر لوٹ آئے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

یہ مصدقہ امر ہے کہ جو شخص بلا عذر جہاد سے جی چرائے گا وہ سخت گنہگار ہوگا اور اس کے تمام اچھے اعمال غارت ہو جائیں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں جن لوگوں نے جہاد کے اہم فریضہ میں شرکت سے پس وپیش کیا یا شرکت سے انکار کیا وہ منافقین کہلائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سخت وعید بھیجی چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

''اگر تم جہاد کے لیے نہ نکلو گے تو خدا تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو اٹھائے گا اور تم خدا کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''۔ (۹۔۳۹)

اس کے ساتھ ہی جہاد کے منکر اور عدم شرکت کرنے والے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعائے مغفرت سے محروم ہوئے۔ چنانچہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس نے نہ جہاد کیا اور نہ جہاد کا ارادہ دل میں رکھا۔ وہ نفاق کی حالت میں مرا۔'' (صحیح مسلم، مسند احمد)

ایک حدیث میں آنحضور ﷺ نے فرمایا:

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب لوگ درہم و دینار کے حریص ہو جائیں گے اور جس بازار میں آنے سے پہلے ہی اس پر بیع کرنے لگیں اور بیلوں کی دمیں پکڑ لیں (کھیتی باڑی میں منہمک ہو جائیں) اور جہاد چھوڑ دیں تو اللہ ان پر سخت آزمائش مسلط کرے گا۔ اور وہ اس سے اس وقت تک نہ نکل سکیں گے جب تک اپنے دین کی طرف نہ لوٹ آئیں گے۔ (اور جہاد کو قائم نہ کریں گے)۔ (مسند احمد)

جہاد کی قسمیں

ایک حدیث مبارکہ میں جہاد کی تین قسمیں بتائی گئی ہیں۔ مالی جہاد، جسمانی جہاد اور لسانی جہاد چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''مشرکین سے جہاد کرو، اپنے مالوں سے، اپنے ہاتھوں سے اور اپنی زبانوں سے''۔ (مسند احمد، نسائی)

غزوہ بدر

مسلمانوں اور کفار قریش کے درمیان پہلی باقاعدہ جنگ بدر کے مقام پر جو کہ مدینہ سے

Marfat.com

اسی میل (۸۰) کے فاصلے پر واقع ہے۔ ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ بمطابق ۱۴ مارچ ۶۲۳ء میں لڑی گئی۔ اس لڑائی کی وجوہات درج ذیل تھیں۔

۱۔ کفار قریش مسلمانوں کی روز بروز بڑھتی ہوئی تعداد سے خائف تھے۔ انہیں یہ ڈر تھا کہ کہیں مسلمان مکّہ پر حملہ نہ کر دیں۔

۲۔ مسلمان اگر کعبہ پر قابض ہو گئے تو انہیں ہر سال حج سے ہونے والی آمدنی سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

۳۔ مسلمانوں کی ہجرت ان کے لیے ذلت انگیز شکست تھی۔ کفار قریش نے مسلمانوں کو ہجرت سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر وہ ناکام ہو گئے۔

۴۔ کفار قریش کے تجارتی راستوں پر مسلمانوں نے رکاوٹیں کھڑی کر دی تھیں اور انہیں ہر وقت یہ ڈر لگا رہتا تھا کہ کہیں مسلمان ان کے قافلوں کو لوٹ نہ لیں۔

۵۔ سب سے بڑی اور اہم وجہ یہ تھی کہ حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے عمرو بن الحضرمی کو قتل کر دیا تھا اور کفار نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ مسلمانوں نے حرام مہینے میں جنگ کی ہے۔ ساتھ ہی اس قتل کو بہانہ بنا کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

ابوسفیان ایک تجارتی قافلہ لے کر شام گیا۔ واپسی پر اسے مسلمانوں کی طرف سے قافلہ لوٹ لینے کا اندیشہ ہوا تو اس نے مکّہ اطلاع بھجوائی کہ اس کے قافلے کی حفاظت کا انتظام کیا جائے۔ جس پر کفار مکّہ نے عتبہ بن ربیعہ کی کمان میں ایک ہزار نوجوان مدینہ کی طرف بھیجے۔ یہ نوجوان اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار تھے اور جنگی آلات سے لیس تھے۔ اس لشکر کے ساتھ گانے والی عورتیں اور باجے گاجے بھی تھے۔ اس لشکر کے سربرآوردہ لوگوں میں ابوجہل، امیہ بن خلف، عباس بن عبدالمطلب، حارث ابن عامر، نضر ابن حارث موجود تھے۔ قرآن مجید میں اس لشکر کے ارادوں کی نسبت ارشاد ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط	اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو اتراتے ہوئے (یعنی حق کا مقابلہ کرنے کے لیے) اور لوگوں کو دکھانے کے لیے گھروں سے نکل آئے اور لوگوں کو خدا کی راہ سے روکتے ہیں۔

(سورہ الانفال، آیت ۴۷)

Marfat.com

مدینہ سے روانگی

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دشمن کے منصوبوں اور مکہ سے لشکر کی روانگی کی اطلاع ملی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ اس کے بعد انصار کی طرف سے سعد بن معاذؓ نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم آپ ﷺ سمندر میں کودنے کا حکم دیں تو کود پڑیں۔ یہ جواب سن کر آنحضور ﷺ خوش ہوئے اور فرمایا۔ اللہ کے نام پر کفار کی طرف چل پڑو اور خوش خبری سن لو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ان دونوں یعنی تجارتی قافلہ یا لشکر قریش میں سے کسی ایک پر فتح عطا فرمانے کا وعدہ فرمالیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآ	اور (اس وقت کو یاد کرو) جب خدا تم سے وعدہ کرتا تھا
ئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ	کہ ابوسفیان اور ابوجہل کے دو گروہوں میں سے ایک
غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ	گروہ تمہارا (مسخر) ہو جائے گا۔ اور تم چاہتے تھے کہ
وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ	جو قافلہ بے (شان و) شوکت (یعنی بے ہتھیار) ہے
بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝	وہ تمہارے ہاتھ آ جائے اور خدا چاہتا تھا کہ اپنے
(الانفال، آیت ۷)	فرمان سے حق کو قائم رکھے اور کافروں کی جڑ کاٹ (کر پھینک) دے۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساٹھ (۶۰) مہاجرین اور دو سو تینتالیس انصار (ایک روایت میں ۳۱۳) کو لے کر ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو کفار کی پیش قدمی روکنے کے لیے روانہ ہوئے اور ۱۷ رمضان المبارک کو بدر پہنچ گئے۔ ارشاد حق تعالیٰ ہے۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ	جس وقت (تم مدینے سے) قریب کے ناکے پر تھے
الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ	اور کافر بعید کے ناکے پر اور قافلہ تم سے نیچے (اتر گیا)
وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِى	اور اگر تم (جنگ کے لیے) آپس میں قرارداد کر لیتے
الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا	تو وقت معین (پر جمع ہونے) میں تقدیم و تاخیر ہو جاتی
كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ۝	لیکن خدا کو منظور تھا کہ جو کام ہو کر رہنے والا تھا اسے
(الانفال، آیت ۴۲)	کر ہی ڈالے۔

Marfat.com

کفار کی آمد

دوسری طرف ابوسفیان اپنے تجارتی قافلے کو خطرہ سے نکالنے میں کامیاب ہو گیا تو اس نے ایک قاصد کے ذریعے قریش لشکر کو پیغام بھیجا کہ میں خطرہ سے نکل آیا ہوں لہٰذا تم واپس مکہ چلے جاؤ۔ اس پر ابوجہل نے کہا کہ ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے۔ بلکہ بدر جا کر تین دن تک قیام کریں گے۔ اونٹ ذبح کر کے کھانا کھائیں گے اور شرابیں پئیں گے تا کہ مسلمان ہماری طاقت اور شان و شوکت سے مرعوب ہوں۔ ابوجہل کے منفی رویے کی بنا پر بنوزہرہ اور بنو عدی بن کعب کے قبیلوں کے لوگ کفار قریش سے الگ ہو کر واپس چلے گئے کہ ہم تو صرف تجارتی قافلہ کو بچانے کے لیے آئے تھے۔

عتبہ کی کمان میں کفار قریش کی فوج بدر میں مسلمانوں سے پہلے پہنچ کر پانی کے ذخیرہ پر قابض ہو گئی۔ اپنے لیے پانی کا بڑا حوض تیار کر لیا تا کہ کنوؤں کا پانی جمع کر کے استعمال میں لا سکیں۔

ادھر مسلمانوں کی آنکھ لگ گئی۔ صبح کو انہوں نے دیکھا کہ کفارِ قریش نے پانی پر قبضہ کر لیا ہے اور وہ اب پینے اور غسل و وضو کے لیے پانی تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی۔ آسمان سے پانی برسایا۔ ریتلی زمین دب گئی اور انہوں نے چھوٹے چھوٹے حوض تیار کر کے پانی ذخیرہ کر لیا۔ جب کہ اس بارش سے مشرکین کو نقصان پہنچا کہ ہموار زمین کیچڑ بن گئی جس پر ان کا چلنا پھرنا مشکل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

اِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ (الانفال، آیت ۱۱)

جب اس نے (تمہاری) تسکین کے لیے اپنی طرف سے تمہیں نیند (کی چادر) اڑھا دی اور تم پر آسمان سے پانی برسا دیا تا کہ تم کو اس سے (نہلا کر) پاک کر دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب بھر ایک درخت کے نیچے اپنے پروردگار سے دُعا مانگتے رہے۔ نماز پڑھتے اور سجدوں میں بکثرت یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ پڑھتے رہے۔

مسلمانوں نے حضرت سعد بن معاذؓ کی تجویز پر ایک بلند ٹیلہ پر ایک جھونپڑہ بنا دیا جس میں آپ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف فرما ہوئے اور حضرت سعد بن معاذؓ تلوار حمائل کیے ہوئے پہرہ پر کھڑے ہو گئے۔

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ کی دُعا

جب صبح ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی صفوں کو ترتیب دیا۔ ادھر سامنے قریش بھی صف بستہ ہو گئے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی "اے خدا یہ قریش تکبر اور فخر کے ساتھ صف آرا ہیں۔ یہ تجھ سے عداوت رکھتے ہیں اور تیرے رسول ﷺ کو جھٹلاتے ہیں۔ اے اللہ اب تجھ سے تیری اس مدد کا خواستگار ہوں جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے"۔ اس دوران بے خودی میں چادر مبارک کندھے سے گر گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اسے اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر دوبارہ رکھا اور عرض کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت زاری کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرمائیں گے۔

اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں فرشتوں کی مدد کا وعدہ کیا گیا تھا۔ ارشاد ربانی ہے:

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَ اْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ۝ (سورۂ آل عمران، آیت ۱۳)

تمہارے لیے دو گروہوں میں جو (جنگ بدر کے دن) آپس میں بھڑ گئے (قدرت خدا کی عظیم الشان) نشانی تھی ایک گروہ (مسلمانوں کا تھا وہ) خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا۔ اور دوسرا گروہ (کافروں کا تھا وہ) ان کو اپنی آنکھوں سے اپنے سے دگنا مشاہدہ کر رہا تھا اور خدا اپنی نصرت سے جس کو چاہتا ہے مدد دیتا ہے جو اہل بصارت ہیں ان کے لیے اس (واقعے) میں بڑی عبرت ہے۔

جنگ کا آغاز

جنگ شروع ہوئی تو قریش کے لشکر سے تین آدمی نکلے جب کہ مسلمانوں کی طرف سے تین انصاری گئے۔ قریش نے تکبر کی بنا پر چلا کر کہا۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم مدینے کے کسانوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ ہمارے مقابلہ میں ہمارے برابر کے قریشیوں کو بھیجو۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ ؓ، حضرت عبیدہ ؓ اور حضرت علی ؓ کو میدان میں بھیجا۔ انہوں نے تینوں کافروں کو ذرا سی دیر میں جہنم رسید کر دیا۔

یہ لڑائی دنیا کی عجیب ترین لڑائی تھی۔ بھائی بھائی کے خلاف اور باپ بیٹے کے سامنے

Marfat.com

تلوار سونتے ہوئے تھا۔ مقابلہ بڑے زور و شور سے ہو رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مٹھی بھر کنکریاں قریش کی طرف پھینکیں اور فرمایا ''اللہ ان کے چہرے مسخ کر دے''۔

اس لڑائی میں حضرت ابو عبیدہؓ کے سامنے ان کے والد عبداللہ جو کفار کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ اپنے بیٹے پر حملہ آور ہوئے تو حضرت ابو عبیدہؓ ان کے وار سے بچ گئے اور پھر ان پر حملہ کر کے ان کا خاتمہ کر دیا۔ اس واقع کو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ (سورۃ المجادلہ، آیت ۲۲)	جو لوگ خدا پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تو ان کو خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔ خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیض غیبی سے ان کی مدد کی ہے۔

جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکوں پر کنکریاں پھینکیں تو ان کی آنکھیں، ناک اور منہ مٹی سے بھر گئے جس سے وہ حواس باختہ ہو گئے اور شکست خوردہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل کر دیا اور بعض کو گرفتار کر لیا۔ حق تعالیٰ نے اس آیت میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔

جب آپ ﷺ نے مشرکین پر کنکریاں پھینکیں تو آپ ﷺ نے نہیں بلکہ حق تعالیٰ نے پھینکی تھیں۔

جنگ کا خاتمہ

یہ جنگ صبح کو شروع ہوئی تھی اور ظہر کے وقت ختم ہو گئی اور مشرکین کو بہت بری شکست ہوئی۔ اس میں ستر (۷۰) مشرکین قتل ہوئے اور چوہتر (۷۴) کو گرفتار کر لیا گیا۔ مال غنیمت میں بہت سے اونٹ اور تقریباً تیس گھوڑے ہاتھ لگے۔ ابو جہل کو دو انصاری نوجوانوں نے قتل

Marfat.com

کیا۔ جب کہ مسلمان شہداء کی تعداد صرف چودہ (۱۴) تھی۔ جن میں چھ مہاجرین اور آٹھ انصاری تھے۔

جنگ کے خاتمہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ مشرکین کے مقتولین کو میدان جنگ سے ہٹا کر ایک گڑھے میں ڈال دیا جائے چنانچہ سب کو ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا۔ بجز امیہ بن خلف کے کیونکہ وہ اپنی زرہ میں پھول گیا تھا۔ جس سے وہ اسی میں پھنس گیا۔ اسے جب نکالنا چاہا تو اس کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اس پر وہیں مٹی اور پتھر ڈال کر اس کی لاش کو دبا دیا گیا۔

تین دن کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ کو لے کر گڑھے پر تشریف لائے اور فرمایا: اے گڑھے والو تم نبی ﷺ کے قبیلہ کے بدترین دشمن تھے۔ میں نے تمہیں ایمان کی دعوت دی مگر تم نے مجھے جھٹلایا اور دوسرے لوگوں نے میری تصدیق کی۔

پھر گڑھے میں پڑی لاشوں کے نام لے کر فرمایا۔ اے عتبہ، اے شیبہ، اے امیہ بن خلف، اے ابوجہل بن ہشام وغیرہ، تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا کیا تم نے بھی اس وعدہ کو صحیح پا لیا کیونکہ مجھ سے تو میرے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا میں نے اسے صحیح پایا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ ان اجسام سے کیسے گفتگو فرما رہے ہیں جن میں روح ہی باقی نہیں رہی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میری بات سن رہے ہیں مگر میری بات کا جواب نہیں دے سکتے۔

قیدی اور ان کا فدیہ

جنگ کے قیدی جب مدینہ پہنچے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے ان کے بارے میں مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ بعض صحابہ قتل کے حق میں تھے۔ حضرت عمرؓ نے یہاں تک کہا کہ ہر مسلمان اپنے قرابت دار کی گردن خود مارے۔ بعض صحابہ کرامؓ نے فدیہ لے کر چھوڑنے کی رائے دی جو آپ ﷺ نے منظور فرمائی۔ فدیہ کی رقم اسیروں کے مقدور کے مطابق طے پائی۔ زیادہ سے زیادہ رقم چار ہزار درہم تھی۔ صرف عتبہ بن معیہ اور نضر بن حارث کو قتل کروا دیا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیگر قیدیوں کو صحابہ میں تقسیم کر کے ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا۔

جو قیدی فدیہ نہیں دے سکتے تھے انہیں مفت رہا کیا گیا اور جو قیدی پڑھے لکھے تھے ان

Marfat.com

کے بارے میں دس دس بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا کر آزاد کرنے کا حکم دیا۔ ان قیدیوں میں زید بن ثابت بھی تھے جنہوں نے مدینہ کے لڑکوں کو تعلیم دی تھی۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کے حقیقی چچا حضرت عباسؓ بھی تھے جنہیں فدیہ لے کر آزاد کر دیا گیا اور وہ مسلمان ہو گئے۔

فرشتوں کی مدد

آیات کریمہ اور احادیث نبوی ﷺ سے ثابت ہے کہ رب العزت نے بدر کے دن ملائکہ کے ذریعے مسلمانوں کی مدد فرمائی جو مسلمانوں کے ساتھ مل کر کفار سے لڑے۔ سورۃ انفال میں اس کا ذکر آیا ہے۔

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُرْدِفِیْنَ ٥ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُکُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ٥

اس دن کو یاد کرو جب تم اللہ سے فریاد کر رہے تھے پھر اس نے تمہاری فریاد سن لی اور کہا کہ میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا جو سلسلہ وار آتے رہیں گے حق تعالیٰ نے تمہاری یہ امداد اس لیے کی تھی کہ تمہیں فتح و نصرت کی خوشخبری مل سکے۔ نیز اس سے تمہارے دلوں کو اطمینان و سکون میسر ہو اور درحقیقت فتح و نصرت تو صرف خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَةِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ کُلَّ بَنَانٍ ٥

اے محمد ﷺ! اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ کا رب فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں۔ پس تم مومنوں کو ڈھارس بندھاؤ میں ابھی کفار کے دلوں میں رعب بٹھائے دیتا ہوں۔ پس تم جا کر ان کی گردنوں اور ان کے جوڑ جوڑ پر کاری ضرب لگاؤ۔

سورۂ آل عمران میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ

واقعہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جنگ بدر میں تمہاری اس وقت مدد فرمائی تھی جب تم بے سروسامان تھے سو اللہ سے

Marfat.com

تَشْكُرُوْنَ o اِذْتَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ o بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ o وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ط وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ o

ڈرتے رہا کرو تا کہ تمہیں شکر گزاری کی توفیق ہو۔ اے محمد! اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ مومنوں سے فرما رہے تھے کہ کیا تمہارے لیے یہ بات کافی نہیں ہے کہ تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتے آسمان سے نازل کر کے ان سے تمہاری مدد فرمائے۔ ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر و استقامت اور تقویٰ اختیار کرو گے تو وہ ابھی ابھی تمہارے پاس آئیں گے۔ بلکہ تمہارا رب پانچ ہزار علامتی نشان والے فرشتے بھیج کر تمہاری مدد فرمائے گا۔ یہ محض اس لیے کہ تمہیں فتح و غلبہ کی خوشخبری ملے اور تمہارے دلوں کو سکون و قرار میسر ہو۔ درحقیقت حقیقی فتح و نصرت تو صرف خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے جو بہت غلبہ والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بدر کے دن فرمایا "یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں جو اپنے گھوڑے کو پکڑے ہوئے ہیں اور ان پر جنگی ہتھیار لدے ہوئے ہیں"۔

حضرت سہل بن حنیفؓ نے اپنے والدؓ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے بدر کے دن بچشم خود یہ مشاہدہ کیا کہ ہم میں سے کوئی شخص مشرک کی طرف تلوار چلاتا تو تلوار کے اس کے جسم پر لگنے سے پہلے ہی اس کا سر تن سے جدا ہو کر نیچے گر پڑتا۔

(بحوالہ محمد رسول اللہ ﷺ)

مالِ غنیمت

اسلام سے پہلے عرب میں یہ دستور تھا کہ میدانِ جنگ میں غنیمت کا جو مال جس کے ہاتھ آئے وہ اس کا ہوتا تھا۔ بدر کی لڑائی میں بھی ایسا ہی ہوا اور صحابہ کرامؓ نے مال غنیمت کے سلسلہ میں لڑنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تقسیم کے بارے میں احکامات نازل فرمائے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت کو مساوی طور پر سب میں تقسیم کر دیا۔

Marfat.com

ارشاد ربانی ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

(الانفال، آیت ۱)

(اے محمد ﷺ مجاہد لوگ) تم سے غنیمت کے مال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ کیا حکم ہے) کہہ دو کہ غنیمت خدا اور اس کے رسول کا مال ہے تو خدا سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلو۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ

(سورۂ الانفال، آیت ۴۱)

اور جان رکھو کہ جو چیز تم (کفار سے) لوٹ کر لاؤ اس میں سے پانچواں حصہ خدا کا اور اس کے رسول کا اور اہل قرابت کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

(الانفال، آیت ۶۹)

تو جو مال غنیمت تمہیں ملا ہے اسے کھاؤ (کہ وہ تمہارے لیے) حلال طیب ہے اور خدا سے ڈرتے رہو بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

غزوہ احد

کفار قریش جو اپنی بہادری اور بڑائی کا ڈھول پیٹتے پورے عرب میں دندناتے پھر رہے تھے۔ بدر میں مٹھی بھر مسلمانوں نے قوتِ ایمانی کی بنا پر چند گھنٹوں میں ان کا غرور و تکبر اور بہادری خاک میں ملا دی۔ مکہ میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جہاں صف ماتم نہ بچھی ہو۔ کسی کا باپ قتل ہوا تھا تو کسی کا بھائی۔ مسلمانوں کے ہاتھوں اپنی شکست کی وجہ سے نادم تھے اور پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ ان کے دماغوں پر ایک ہی دھن سوار تھی کہ مسلمانوں سے اپنی شکست کا بدلہ لیا جائے۔

جب کہ دوسری طرف ماسوائے یہودیوں کے مدینہ اور گردونواح میں مسلمان خوش تھے اور ان کی طاقت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا اور ساتھ ہی دین اسلام کو بھی عروج حاصل ہوا۔

بدر میں مسلمانوں کی فتح پر مدینہ کے یہودیوں نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ﷺ اس فتح پر مسرور نہ ہوں کہ قریش کے چند آدمیوں پر غالب آ گئے۔ وہ تو فنون جنگ

Marfat.com

سے واقف نہ تھے جس وقت ہم سے جنگ ہوگی تو حقیقت کھلے گی۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ○

(اے پیغمبر) کافروں سے کہہ دو کہ تم (دنیا میں بھی) عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے اور (آخرت میں) جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بری جگہ ہے۔ (آل عمران، آیت ۱۲)

مدینہ پر حملے کی تیاری

جنگی تیاری کے پیش نظر مشرکین مکہ کے سرکردہ رہنما عبداللہ بن ربیعہ، عکرمہ بن ابوجہل اور صفوان بن امیہ وغیرہ ابوسفیان کے پاس گئے اور کہا کہ مالی امداد کے علاوہ مکہ میں تیاری کے ساتھ ساتھ اپنے حلیف قبیلوں کی مدد سے لشکر تیار کریں تاکہ مدینہ پر حملہ کر کے اپنی شکست کا بدلہ لے سکیں۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ اس جنگ میں مشرکہ عورتیں بھی شامل ہوں گی تاکہ جنگ کے دوران اپنی فوج کا حوصلہ بڑھا سکیں اور اپنے مرنے والوں کا بدلہ لے سکیں۔ ان عورتوں میں ہندا کا نام بھی شامل تھا جس کا باپ عتبہ بدر کی جنگ میں مارا گیا تھا۔

پس طے یہ ہوا کہ تجارتی سامان سے حاصل ہونے والا منافع جو ابوسفیان لے کر آیا تھا جنگ کی تیاریوں میں خرچ کیا جائے۔ چنانچہ اڑھائی لاکھ درہم کی رقم سے جنگی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ اس طرح ایک سال کے عرصے میں تین ہزار کا لشکر تیار ہوا جن میں سات سو (۷۰۰) زرہ پوش تھے۔ دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ مدینہ پر چڑھائی کے واسطے تیار کیے گئے۔ اس کے علاوہ پندرہ زنانہ ہودج تھے جن میں مشرکین قریش کی نامور عورتیں سوار تھیں۔

کفار کے لشکر کی روانگی

اس لشکر کی تیاری کی اطلاع حضرت عباس ابن عبدالمطلب نے نبی کریم ﷺ کو مدینہ بھجوائی۔ جب کہ اس لشکر نے اپنے سفر کا آغاز شوال ۳ھ کے ابتدائی دنوں میں کیا۔ اس طرح یہ لشکر چلتے چلتے مدینہ کے شمال میں وادیٔ قناۃ تک پہنچ گیا۔ جس کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو بھی اپنے مخبروں کے ذریعے ملتی رہی۔ جب یہ لشکر ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچا تو اس میں جانباز دستے جاسوسی کی غرض سے شامل ہو گئے اور مسلسل اپنی اطلاعات مدینہ پہنچاتے رہے۔

آنحضرت ﷺ کا مشورہ

لشکر کفار کے آنے کی اطلاع ملی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے

Marfat.com

مشورہ کیا۔اس مشورہ میں عبداللہ ابن ابی ابن سلول جو بدر کے بعد (بظاہر) مسلمان ہو گیا تھا۔ شریک تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ میں ٹھہر کر دشمن کا انتظار کرو اگر وہ لوگ یہاں مدینہ میں داخل ہوں گے تو ہم ان کا مقابلہ کریں گے اور اپنی چھتوں سے ان پر تیر برسائیں گے۔عبداللہ ابن ابی ابن سلول نے رسول اللہ ﷺ کی رائے کی تائید کی مگر مسلمان جوانوں نیز حضرت حمزہؓ کا اصرار تھا کہ ہم مدینہ سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں۔

جمعہ کے روز ۱۴ شوال ۳ھ بمطابق ۳۰ مارچ ۶۲۵ء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو شہر کے باہر جمع ہونے کا حکم دیا اور خود بھی زرہ پہن کر کاشانہ نبوت سے باہر تشریف لائے اور مدینہ سے باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کرنے کا اعلان فرمایا ایک ہزار مجاہدین کا یہ لشکر مدینہ سے باہر نکلا تو منافق عبداللہ ابن ابی ابن سلول اپنے تین سو آدمیوں کے ساتھ یہ کہہ کر واپس مدینہ چلا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری بات نہیں مانی۔اس طرح اسلامی لشکر میں صرف سات سو آدمی رہ گئے۔ان میں ایک سو زرہ پوش تھے۔اس لشکر میں حضرت عائشہؓ ام سلیم (والدہ حضرت انسؓ) بھی شامل تھیں، تاکہ زخمیوں کی تیمارداری اور مرہم پٹی کر سکیں۔

میثاق مدینہ کی رو سے یہودیوں پر بھی دفاع مدینہ کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی لیکن انہوں نے سبت (ہفتہ) کے روز لڑنے سے انکار کر دیا۔جب کہ بنی قینقاع کے یہودیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپس بھیج دیا۔

میدانِ جنگ میں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد کی آڑ لے کر لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں کے لشکر میں بنو حارثہ اور بنو سلیم کے دو گروہ مشرک فوج کی کثرت دیکھ کر ہراساں سے ہوئے مگر اللہ تعالیٰ ان کی ہمت بندھائی۔ارشاد ربانی ہے:

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَ اللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝	اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تم صبح کو اپنے گھر سے روانہ ہو کر ایمان والوں کو لڑائی کے لیے مورچوں پر (موقع بموقع) متعین کرنے لگے اور خدا سب کچھ سنتا (اور) جانتا ہو۔اس وقت تم میں سے دو جماعتوں نے جی چھوڑ دینا چاہا۔مگر خدا ان کا مددگار تھا۔اور مومنوں کو خدا ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔
(سورۂ آل عمران، آیت ۱۲۱۔۱۲۲)	

Marfat.com

ان حالات کے پیش نظر جب کہ اسلامی لشکر کی تعداد صرف سات سو رہ گئی تھی آنحضرت ﷺ نے باقی ماندہ مجاہدوں کا جائزہ لیا اور ساتھ ہی کمسن بچوں کو واپس بھیج دیا۔ اس طرح اب صرف ایک سو مجاہدین کے پاس زرہیں تھیں اور گھوڑوں کی تعداد دو یا تین تھی۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی جنگی حکمت عملی تھی کہ اسلامی لشکر دشمن کے عقب میں جبل احد کے محفوظ درے میں اس طرح پہنچ گیا کہ دشمن کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔ یہاں پہنچ کر حضور نبی کریم ﷺ نے فوجی پرچم بنی عمرو بن عوف کے سردار عبداللہؓ بن عمیر کو عنایت فرمایا۔ جب کہ دوسری طرف دشمن کا حملہ روکنے کے لیے پہاڑ پر آپ ﷺ نے پچاس تیر اندازوں کا دستہ متعین فرمایا اور حکم دیا کہ لڑائی کا نتیجہ کچھ بھی ہو۔ تم لوگ اس جگہ سے ہرگز نہ ہٹنا۔ حضرت حمزہؓ کو زرہ پوش لشکر کا انچارج مقرر کیا گیا۔

کفار کا لشکر

کفار مکہ نے بھی فوج کی صف بندی اپنی حکمت عملی کے مطابق کی کہ سواروں کا ایک دستہ خالد بن ولید کی سرکردگی میں عقبی جانب روانہ کیا تا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کرے لیکن مسلمان تیر اندازوں نے اس دستے کو بڑی کامیابی کے ساتھ روکے رکھا۔

کفار کے ایک لشکر کا انچارج عکرمہ بن ابوجہل تھا۔ جنگ کا آغاز اسی نے کیا اس کے ساتھ ہی خالد بن ولید نے بھی مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ تو حضرت زبیرؓ نے خالد بن ولید کے دستے پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ خالد بن ولید کو پیچھے ہٹتے دیکھ کر عکرمہ کے دستوں میں ہراس پھیل گیا اور وہ پسپا ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی کفار کی عورتیں جو دف بجا کر اور رجزیہ اشعار گا کر اپنی فوج کی حوصلہ افزائی کر رہی تھیں وہ بھی سب کچھ چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئیں۔

لڑائی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تلوار حضرت ابو دجانہؓ کو عطا فرمائی اور انہوں نے اس نایاب تحفہ کا حق ادا کر دیا۔ جس دشمن سے ان کا مقابلہ ہوا اسے ہی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جب ان کی تلوار کند ہو جاتی تو اسے پتھر پر رگڑ کر تیز کر لیتے اور پھر دشمن کی کاٹ میں مشغول ہو جاتے۔

حضرت حمزہؓ کی شہادت

اس لڑائی کی افسوسناک بات یہ تھی کہ حضرت حمزہؓ وحشی نامی غلام کے ہاتھوں شہید ہو

Marfat.com

گئے۔ جبیر نے بدر کا بدلہ لینے کے لیے اپنے غلام وحشی سے وعدہ کیا تھا کہ اگر حضرت حمزہؓ کو شہید کر دے تو وہ غلامی سے آزاد ہے۔ وحشی اسی تاک میں لگا ہوا تھا وہ ایک کامیاب نیزہ باز تھا۔ وحشی ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر انتظار کر رہا تھا جونہی حضرت حمزہؓ سامنے آئے تو اس نے تاک کر نیزہ آپ کی ناف پر مارا کہ وہ پار ہو گیا اور آپؓ شہید ہو کر گر پڑے۔ ہندا نے یہ دیکھا تو اس نے حضرت حمزہؓ کی لاش کے بے حرمتی کی اور ان کا پیٹ چاک کر کے جگر نکالا اور اسے چبالیا۔

کفار کے لشکر میں ہراس

کفار کے لشکر کے متعدد علمبردار قتل ہو چکے تھے اور مشرکین کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ ان حالات میں مشرکین کی فوج منتشر ہو گئی۔ مسلمانوں نے اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مشرکین کی فوج پر جوش و خروش سے تابڑ توڑ حملے کئے۔ یہاں تک کہ ان کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگ اٹھے۔

کفار کا مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کرنا

مشرکین کو شکست ہو گئی تو مسلمان لڑائی سے یکسر غافل ہو کر مال غنیمت لوٹنے لگے۔ دوسری طرف بلندی پر کھڑے تیر انداز جو حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی کمان میں لڑ رہے تھے۔ یہ وہی تیر انداز تھے جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جگہ جمے رہنے کی ہدایت فرمائی تھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ فتح عام ہو چکی ہے وہ بھی اپنا مورچہ چھوڑ کر مال غنیمت لوٹنے کے لیے دوڑ پڑے۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے بہت روکا مگر وہ مال غنیمت کے لالچ میں آ گئے۔ کفار کے لشکر نے جب دیکھا کہ تیر انداز اپنی جگہ سے ہٹ گئے ہیں تو ان کے دستے نے خالد بن ولید کی قیادت میں مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ غفلت کی بنا پر مسلمان شہید ہونے لگے۔ اسلامی فوج کے علمبردار حضرت مصعبؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم شبیہ تھے وہ شہید ہو گئے۔ انہیں ابن قمیہ لیثی نے شہید کیا۔ حملہ آور نے یہ خیال کر لیا کہ اس نے خدانخواستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دیا ہے۔ اس نے یہ غلط خبر اپنے لشکر میں پھیلا دی۔ لڑائی کی حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی۔

''خداوند عالم ان کو ہم پر غلبہ نہ دے''۔

رب العزت نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسکین اور تسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی:

Marfat.com

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

اور (دیکھو) بیدل نہ ہونا اور نہ کسی طرح کا غم کرنا اگر تم مومن (صادق) ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔ اگر تمہیں زخم (شکست) لگا ہے تو ان لوگوں کو بھی ایسا زخم لگ چکا ہے اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۔

(آل عمران، آیت ۱۳۹۔۱۴۰)

غزوہ احد میں (۷۰) ستر مسلمان شہید ہوئے جن میں حضرت حمزہؓ بھی شامل تھے جب کہ تیئس (۲۳) مشرکین مارے گئے ان میں حنظلہ بن ابی سفیان بھی تھا۔

دندان مبارک کا شہید ہونا

مشرکین کے دوبارہ حملہ آور ہونے کی بنا پر مسلمان دونوں اطراف سے گھر گئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی زخمی ہو گئے تھے اور ایک پتھر لگنے سے آپ ﷺ کے دو دانت شہید ہو گئے۔ ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے چہرہ مبارک کو زخمی کرنے والا شخص عقبہ تھا جو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بھائی تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے جانثار ساتھیوں کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے لگے تو زخمی ہونے اور زیادہ خون بہہ جانے کی بنا پر پہاڑ پر نہ چڑھ سکے تو حضرت طلحہؓ آگے بڑھے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں جھکتا ہوں آپ ﷺ میری کمر پر قدم مبارک رکھ کر اوپر چڑھ جائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے حضرت طلحہؓ کو دعا دیتے ہوئے فرمایا: "طلحہ نے اللہ کے رسول کی خدمت کر کے اپنے لیے جنت کو واجب کر لیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب پہاڑ کی چوٹی پر تشریف لے گئے تو کافروں نے آپ ﷺ کو وہاں دیکھ لیا ان کی اب یہ کوششیں تھی کہ وہاں پہنچ کر آپ ﷺ کو نقصان پہنچائیں اس موقع پر نبی علیہ السلام نے دعا فرمائی۔

"خداوندا! ان کافروں کو یہ صلاحیت عطا نہ فرما کہ یہ پہاڑ پر چڑھ سکیں"۔

مسلمان مجاہدین نے آپ ﷺ کو اپنی حفاظت میں لے کر رکھا تھا کہ آپ ﷺ کی طرف آنے والے ہر تیر اور نیزے کو اپنے جسموں سے روکتے تھے۔ دوسری طرف مشرکین نے یہ خبر پھیلا دی کہ خدانخواستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ اس پر مسلمان

Marfat.com

بدل ہو گئے اور کہنے لگے کہ آپ ﷺ تو شہید ہو گئے اب ہم کیا لڑیں۔ اس وقت حضرت انسؓ بن نضر کے حواس درست تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اے قوم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہرگز شہید نہیں ہو سکتا اس لیے تم اسی طریقہ پر برابر لڑتے رہو جس طریقہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لڑتے تھے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝	اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو صرف (خدا کے) پیغمبر ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو گزرے ہیں۔ بھلا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ؟ (یعنی مرتد ہو جاؤ؟) اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو خدا کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا اور خدا شکر گزاروں کو (بڑا) ثواب دے گا۔

(آل عمران، آیت ۱۴۴)

حضرت انسؓ بن نضر تلوار لے کر دشمن کے لشکر میں گھس گئے اور بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے شہید ہو گئے بوقت شہادت ان کے جسم پر تلوار کے اسی (۸۰) زخم تھے۔ دوسری طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند مجاہدین کے ساتھ ان مشرکین کا مقابلہ کیا جو پہاڑ پر چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے اور انہیں اتنی دور دھکیل دیا کہ دوبارہ اوپر چڑھنے کی کوشش نہ کر سکیں۔

مسلمان مجاہدین کو جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں اور پہاڑ کی چوٹی پر رونق افروز ہیں تو ان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ تمام صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور مشرکین پر تیروں کا مینہ برسا دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ترکش ڈالا اور فرمایا کہ تیر مارے جاؤ۔ تیر اندازوں کے حملہ سے مشرکین کے بیرا کھڑ گئے۔

جنگ کا خاتمہ

جنگ ختم ہو گئی تھی۔ اس موقع پر ابوسفیان نے ٹیلے پر کھڑے ہو کر فتح کی خوشی میں نعرہ لگایا اور کہا کہ آج ہم نے بدر کی شکست کا بدلہ لے لیا۔ اور دین اسلام پر ''ہبل'' کی برتری ظاہر ہو گئی۔ میری قوم سرخرو ہو گئی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ وہ اس کی بکواس کا جواب

Marfat.com

دے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہمارا معبود حقیقی اللہ رب العالمین اعلیٰ واجل ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور یہ کہ ہمارے مقتولین جنتی اور تمہارے مقتول دوزخی ہیں۔ حضرت عمرؓ کی زبان سے یہ کلمات سن کر ابوسفیان نے کہا۔ کہ اے عمرؓ بتاؤ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات ہیں اور اس وقت تیری آواز بھی سن رہے ہیں۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہا۔ مسلمانو! اگلے سال پھر بدر میں مقابلہ ہوگا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافی زخم آئے تھے حضرت علیؓ نے آپ ﷺ کی مرہم پٹی کی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے زخموں سے خون بہہ رہا تھا اور کسی صورت بند نہ ہوتا تھا تو حضرت فاطمہؓ نے ایک چٹائی جلائی اور راکھ کو زخموں پر رکھا تو خون بند ہو گیا۔ جب کہ دوسری طرف حضرت عائشہ صدیقہؓ، ام سلمہؓ اور ام سلیطؓ مشکیں بھر کر لاتی تھیں اور زخمی مسلمانوں کو پانی پلاتی تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب صحابہ کرامؓ کو ظہر کی نماز پڑھائی اور شہدا کی تدفین کا حکم دیا۔ شہدا کو ان کے مقام شہادت پر ہی دفن کر دیا گیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرداً فرداً ہر ایک کی نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت حمزہؓ کی بہن حضرت صفیہؓ اپنے بھائی کی لاش دیکھنے کو آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بیٹے حضرت زبیرؓ سے فرمایا کہ اپنی ماں کو روکو۔ حضرت صفیہؓ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ میرے بھائی کی ناک، کان کاٹے گئے ہیں لیکن خدا کی راہ میں تو یہ ایک ادنیٰ ہے۔ یہ کہہ کر واپس چلی گئیں۔ شہدا کی بے حرمتی پر آپ ﷺ کو بہت رنج ہوا اور فرمایا کہ اگر مجھے قریش پر غلبہ حاصل ہوا تو میں ستر (۷۰) افراد کا مثلہ کروں گا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ترجمہ: ''اور اگر تم سزا دو تو ویسی ہی سزا دو جیسی تمہیں دی گئی اور اگر آپ صبر کریں تو بے شک وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے''۔ (سورۃ النحل، آیت ۱۲۶)

احد سے واپسی

اگلے روز ۱۶ شوال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کو اطلاع ملی تھی کہ دشمن کا لشکر احد سے نکل کر ٹھہر گیا ہے۔ ابوسفیان کا خیال ہے کہ مدینہ پر حملے۔

Marfat.com

کئے بغیر مسلمانوں کو شکست دینا ناممکن ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ستر (۷۰) صحابہ کو لے کر دشمن کے تعاقب میں نکلے اور حمرا الاسد پہنچے۔ یہاں آپ ﷺ نے بنوخزاعہ کے سردار معبد کو جو مسلمانوں کا حلیف تھا لشکر کفار کی طرف بھیجا۔ اس نے جا کر ابوسفیان سے کہا کہ مسلمان ایک بڑی تعداد میں مدینہ سے نکل کر ان پر حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ سن کر ابوسفیان کے اوسان خطا ہو گئے اور کہنے لگا کہ کہیں یہ فتح شکست میں تبدیل نہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ اپنا لشکر لے کر واپس مکہ چلا گیا۔

مدینہ آ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہدا کے گھروں میں تشریف لے گئے خواتین اور اہل خانہ سے تعزیت کی۔ انہیں تسلی دے کر ان کا رنج وغم رفع فرمایا اور ان کے حق میں صبر و استقامت کی دُعا فرمائی۔ ساتھ ہی زمانہ جاہلیت کی بری رسموں یعنی منہ پر تھپڑ مارنے، گریبانوں کو چاک کرنے اور سروں کو مونڈنے سے منع فرمایا۔

جو لوگ شکست سے دل برداشتہ ہو کر مدینہ لوٹ آئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کسی قسم کی سختی اور بدزبانی سے پیش نہ آئے بلکہ ان سے نرم گفتگو فرمائی اور ان کی غلطی کو معاف فرما دیا۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: ''اللہ ہی کی مہربانی سے آپ ان لوگوں سے نرمی سے پیش آئے تھے اگر آپ ان سے سخت کلامی اور تشدد سے پیش آتے تو وہ یقیناً آپ سے علیحدگی اختیار کر لیتے اور آپ سے کٹ جاتے''۔

مولا یا صل وسلم دائماً ابداً
علیٰ حبیبک خیر الخلق کلهم

Marfat.com

غزوہ بنی النضیر

پسِ منظر

یہ غزوہ ربیع الاول ۴ھ میں پیش آیا۔ اس غزوہ کا پس منظر یہ ہے کہ جنگ احد کے چار ماہ بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو عامر کے لوگوں کے کہنے پر اکتالیس (۴۱) منتخب صحابہ کرامؓ کو تبلیغ کے لیے بئر معونہ بھیجا۔ مگر بنو سلیم نے غداری کی اور چالیس مسلمانوں کو شہید کر دیا جب کہ حضرت عمروؓ بن امیہ بچ گئے جب وہ واپس آ رہے تھے تو راستے میں انہوں نے غلط فہمی کی بنا پر بنو عامر کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا۔ حضرت عمروؓ بن امیہ اس بات سے ناواقف تھے کہ اس قبیلے کے ساتھ یہودیوں کے قبیلہ بنونضیر کے واسطے سے معاہدہ تھا۔ مدینہ پہنچ کر عمروؓ بن امیہ نے تمام حالات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش گزار کیے۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اور دیگر چند صحابہ کرامؓ کے ہمراہ قبیلہ بنونضیر کے لوگوں کے پاس تشریف لے گئے تاکہ قتل ہونے والے آدمیوں کی دیت ادا کرنے کا معاملہ طے ہو جائے۔

قتل کی سازش

بنونضیر کے لوگ بظاہر تو دیت پر رضا مند ہو گئے مگر ان کے اندر کھوٹ تھا اور باہم مشورہ کے بہانے اٹھ کر چلے گئے۔ اس دوران انہوں نے اپنے ایک آدمی کو تیار کیا کہ وہ اس مکان کی چھت پر جا کر جس کی دیوار کے سایہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے پتھر گرا دے۔ ان کی اس سازش کی اطلاع حضرت جبرئیلؑ نے آپ ﷺ کو دی اور عرض کیا کہ یہودی غداری پر اتر آئے ہیں آپ ﷺ یہاں سے اٹھ کر مدینہ تشریف لے جائیں۔

بنی نضیر پر حملے کا فیصلہ

مدینہ پہنچ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نضیر کو کہلا بھیجا کہ اس سازش کی بنا پر تم دس دن کے اندر اندر مدینہ سے نکل جاؤ۔ بصورت دیگر تم پر حملہ آور ہو کر نکال دیا جائے گا۔

Marfat.com

بنونضیر اپنی کمزوری اور قوت میں کمی کی بنا پر مدینہ سے نکل جانے کا مشورہ کرنے لگے تو اس دوران منافق عبداللہ ابن ابی سلول نے کہلا بھیجا کہ تم جلا وطنی اختیار کرنے کے بجائے اپنے قلعہ میں محصور ہو جاؤ۔ میں اپنے دو ہزار افراد سے تمہاری مدد کروں گا۔ بنوقریظہ اور بنوغطفان جو تمہارے اتحادی ہیں وہ بھی تمہاری مدد کریں گے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

کیا تم نے ان منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کافر بھائیوں سے جو اہل کتاب ہیں کہا کرتے ہیں کہ اگر تم جلا وطن کیے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل چلیں گے اور تمہارے بارے میں کبھی کسی کا کہنا نہ مانیں گے۔ اور اگر تم سے جنگ ہوئی تو تمہاری مدد کریں گے۔ مگر خدا ظاہر کیے دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ (سورۂ حشر، آیت ۱۱)

چنانچہ منافقین کی معاونت اور بھروسہ کی بنا پر بنونضیر نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہلا بھیجا کہ ہم جلا وطنی کے بجائے جنگ کے لیے تیار ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول ۴ھ کو ابن ام مکتوم کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کر کے صحابہ کرامؓ کا لشکر لے کر بنونضیر کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ اسلامی لشکر دیکھ کر بنونضیر نے قلعہ کے دروازے بند کر دیئے اور مسلمانوں پر پتھر اور تیر برسانے لگے۔

بنونضیر کے قلعوں کے چاروں طرف کھجور کے درختوں کے جھنڈ تھے۔ جس سے دشمن آڑ کا کام لیتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ کھجور کے درخت کاٹ ڈالے جائیں۔ چنانچہ درخت کاٹ دیئے گئے اور لکڑی کو جلایا گیا تا کہ دشمن اس کو کام میں نہ لا سکیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

(مومنو!) کھجور کے جو درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو خدا کے حکم سے تھا اور مقصود یہ تھا کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔ (سورۂ الحشر، آیت ۵)

Marfat.com

جب کھجور کے درخت کاٹے جا رہے تھے تو یہودی قلعہ کے اندر رہ کر شور مچانے لگے کہ اے محمد! آپ دوسروں کو تو فساد سے منع کرتے ہیں لیکن آپ ﷺ خود ہمارا نقصان کر رہے ہیں کہ درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ آخر ان درختوں کا کیا قصور ہے۔

صحابہ کرامؓ نے چھ دن تک اس قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ دوسری طرف یہودی اس انتظار میں رہے کہ عبداللہ ابن ابی سلول، بنو قریظہ اور بنو غطفان ان کی مدد کو آئیں گے مگر یہ لوگ ان کی مدد کو نہ پہنچے۔

نصرت خداوندی

یہودی جب سب طرف سے مایوس ہو گئے تو اس دوران اللہ تعالیٰ نے یہود کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کی ہیبت پیدا کر دی۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مصالحت کا پیغام بھیجا اور ساتھ ہی جان بخشی کی بھی التجا کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی درخواست منظور کرتے ہوئے فرمایا کہ بنو نضیر مدینہ سے چلے جائیں اور جس قدر چاہیں مال و اسباب بھی اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں۔ بنو نضیر نے قلعہ خالی کر دیا اور اپنے مکانات مسمار کر کے دروازے وغیرہ اپنے اونٹوں پر لاد کر شام اور خیبر کی طرف چلے گئے۔

قرآن مجید میں اس کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ٥ (الحشر، آیت ۲)	اور ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں اور مومنوں کے ہاتھوں سے اجاڑنے لگے تو اے (بصیرت کی) آنکھیں رکھنے والو عبرت پکڑو۔

قلعہ میں چھوڑے گئے مال و اسباب پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا اور اسے آپس میں تقسیم کر لیا۔ اس غزوہ میں دو یہودی مسلمان ہوئے ان میں سے ایک کا نام ابوسعد بن وہب تھا۔

سورۃ الحشر میں یہودیوں کا ذکر صراحت سے کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

Marfat.com

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ط بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ط (الحشر، آیت۱۴)

یہ سب جمع ہو کر بھی تم سے (بالمواجہہ) نہیں لڑ سکیں گے مگر بستیوں کے قلعوں میں (پناہ لے کر) یا دیواروں کی اوٹ میں۔

سورہ الحشر کی آیت۲ میں ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ط مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ (الحشر، آیت۲)

وہی تو ہے جس نے کفار اہل کتاب کو حشر اول کے وقت ان کے گھروں سے نکال دیا۔ تمہارے خیال میں بھی نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ لوگ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ ان کے قلعے ان کو خدا (کے عذاب) سے بچا لیں گے۔

Marfat.com

غزوہ خندق

غزوہ خندق اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے جو مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان ذیعقد ۵ھ ایک اور روایت کے مطابق شوال ۵ھ میں ہوا۔ یہ غزوہ مدینہ میں پیش آیا جس میں مشرکین کی تعداد ۱۰ ہزار سے ۲۰ ہزار کے قریب تھی جن میں ساڑھے چار ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے شامل تھے جب کہ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی۔

اس غزوہ کی اہم بات یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگی حکمت علمی، تدبر اور فہم وفراست کی وجہ سے مشرکین کو پسپائی اختیار کرنا پڑی اور سب کچھ چھوڑ کر مکہ بھاگ گئے۔

وجہ تسمیہ

یہودیوں کا مشہور قبیلہ بنونضیر ماہ ربیع الاول ۴ھ میں مدینہ سے ہجرت کر گیا۔ ان میں سے کچھ لوگ شام چلے گئے اور ان میں جو معززین تھے انہوں نے خیبر کی راہ لی۔ ان میں سلام بن ابی الحقیق اور کنانہ بن ربیع بن ابی الحقیق اور حیی بن اخطب وغیرہ تھے۔ یہودیوں کو اپنی جلاوطنی کا بڑا دکھ ہوا اور وہ مسلمانوں سے انتقام لینے کی تدابیر کرنے لگے۔

حیی بن اخطب بڑا مفسد اور شرارت پیشہ شخص تھا۔ وہ سلام بن ابی الحقیق، سلام بن مشکم اور کنانہ بن الربیع وغیرہ کو لے کر مکہ پہنچا۔ اس نے قریش مکہ کی ہمدردیاں حاصل کرنے اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ قریش مکہ سے کہا کہ تمہارا دین، محمد ﷺ کے دین سے بہتر ہے اور تم ان کے مقابلہ میں زیادہ حق پر ہو۔ یہ سن کر قریش خوش ہو گئے اور جنگ کے لیے آمادہ ہو گئے۔

یہاں سے فارغ ہو کر یہود کی یہ جماعت قبیلۂ غطفان کے پاس پہنچی اور انہیں بھی مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شرکت کی دعوت دی جسے انہوں نے منظور کر لیا۔ اس طرح مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے قریش اپنے سردار ابوسفیان بن حرب کی سرکردگی میں، اور اس طرح دوسرے قبائل اپنے اپنے سرداروں کی سرکردگی میں اکٹھے ہو کر مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑنے کے مدینہ روانہ ہوئے۔

Marfat.com

خندق کی کھدائی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب مشرکین کی گروہ بندی اور جنگ کے ارادے سے روانگی کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے مجلس مشاورت منعقد کی۔ طے پایا کہ مدینہ کے اندر رہ کر مشرکین کا مقابلہ کیا جائے۔ حضرت سلمانؓ فارسی نے مشورہ دیا کہ حملہ آور فوج سے محفوظ رہنے کے لیے خندق کھودی جائے، یہ طریقہ اہلِ فارس کا تھا جسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا۔ مدینہ کے اطراف کی صورت یہ تھی کہ ایک طرف مدینہ منورہ کے مکانات کی دیواریں فصیل کا کام دے رہی تھیں جب کہ دوسری طرف پہاڑیاں تھیں۔ جو سمت کھلی ہوئی تھی اور جہاں سے دشمن حملہ آور ہو سکتا تھا، اس طرف خندق کی کھدائی شروع کی گئی۔ خندق کی کھدائی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شریک تھے۔ آپ ﷺ کی شرکت سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے اور شب و روز بڑی محنت اور ذوق و شوق سے کام کرتے رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق کی کھدائی کی جگہ نشان ڈالا۔ دس دس رضا کاروں پر مشتمل تین سو ٹولیوں نے بیس بیس گز خندق کھودی۔ خندق پانچ گز چوڑی تھی اور ساڑھے تین میل لمبی تھی۔

سخت چٹان اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ

کھدائی کے دوران زمین سے ایک پتھر کی سخت چٹان برآمد ہوئی۔ مجاہدین نے اس چٹان کو توڑنے کی بھرپور کوشش کی مگر ان کی کوشش رائیگاں گئی۔ حضرت سلمانؓ فارسی نے جب یہ دیکھا تو خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا۔ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود خندق میں اترے اور حضرت سلمانؓ فارسی سے کدال لے کر بسم اللہ پڑھ کر چٹان پر ضرب لگائی تو پتھر میں شگاف پڑ گیا ساتھ ہی تیز روشنی نکلی جس نے مدینہ کے دونوں حصوں کو روشن کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی کنجیاں دے دی گئیں۔ پھر آپ ﷺ نے دوسری ضرب لگائی۔ اس ضرب سے بھی روشنی نکلی جو چاروں طرف پھیل گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے ملک فارس کی کنجیاں دے دی گئیں۔ آپ ﷺ نے پھر تیسری ضرب لگائی تو روشنی پھیل گئی۔ آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ مجھے یمن کی کنجیاں بھی عطا کر دی گئی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو خبر دی کہ مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے کہ تینوں ملک آپ ﷺ کی امت کے قبضے میں آ جائیں

Marfat.com

گے۔

عہد شکنی

خیال رہے کہ یہ فتوحات حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں ہوئیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق کی کھدائی سے فارغ ہوئے تو قریش بھی اپنا لشکر لے کر پہنچ گئے اور اپنا پڑاؤ ڈال دیا۔ اس کے بعد غطفان اور دوسرے قبائل بھی وہاں پہنچ گئے اور قریش کے لشکر کے ساتھ شامل ہو گئے۔

بنو قریظہ کے یہودی ایک معاہدہ کے تحت مسلمانوں کے حلیف تھے۔ اس موقع پر حیی بن اخطب جو مختلف گروہوں کو مسلمانوں کے خلاف اکٹھا کر رہا تھا۔ وہ بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد قرظی کے پاس پہنچا اور اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ مسلمانوں کو جب اس عہد شکنی کا علم ہوا تو ان میں سراسیمگی پھیل گئی۔

محاصرہ

مشرکین جب اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر مقابلہ کے لیے نکلے تو خندق دیکھ کر حیران ہو گئے۔ یہ ان کے لیے نئی بات تھی وہ سوچ میں پڑ گئے کہ وہ خندق کو کیسے عبور کریں۔ پھر انہوں نے ایک جگہ خندق کے تنگ دہانہ کو دیکھا تو ان کے نامور بہادر ضرار، جبیرہ، نوفل اور عمرو بن عبدار خندق کو پار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ عمرو بن عبدود کو حضرت علیؓ نے قتل کر دیا۔ باقی تین کفار عمرو کے قتل کے بعد پیچھے ہٹ گئے۔ نوفل خندق میں گر گیا۔ اسے بھی حضرت علیؓ نے خندق میں جا کر قتل کر دیا۔ باقی دو افراد فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

جنگ اور صلح نامہ

خندق کے اطراف ایک دن مُسلسل لڑائی ہوتی رہی جس کی وجہ سے آپ ﷺ اور دوسرے مسلمان نمازیں نہ پڑھ سکے۔ محاصرہ کو تیئیس (۲۳) دن ہو گئے تھے اور سامان رسد کہیں سے میسر نہیں آ رہا تھا۔ اکثر مسلمانوں نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ لیے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حالت دیکھ کر قبیلہ غطفان سے مدینہ کی کھجوروں کی ایک تہائی پیداوار کے بدلے صلح کرنے کا ارادہ ظاہر کیا کہ وہ قریش کا ساتھ چھوڑ کر واپس چلے جائیں۔ اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے انصار کے دو سرداروں سعدؓ بن معاذ اور سعدؓ بن عبادہ

Marfat.com

سے مشورہ کیا۔انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہم مشرک اور بت پرست تھے تو اس زمانے میں یہ لوگ ایک کھجور بھی ہم سے نہیں لے سکتے تھے۔اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت عطا کی ہے کہ اس حالت میں ہم ان کو اپنا مال دیں۔ بخدا! ان کے لیے ہمارے پاس تلوار کے سوااور کوئی چیز نہیں۔

حکمت عملی/مشرکین میں پھوٹ

حضرت نعیمؓ بن مسعود کا تعلق قوم غطفان (بنوقریظہ) سے تھاوہ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ جنگی صورت پیچیدہ دیکھ کر حضور نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میرے اسلام لانے کی اطلاع ابھی میرے قبیلہ والوں کو نہیں ہوئی۔ اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو میں قبیلہ غطفان اور قریش کے درمیان پھوٹ ڈلوائے دیتا ہوں۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں اجازت ہے جس طرح مناسب سمجھو حکمت عملی اختیار کرو۔ حضرت نعیمؓ بن مسعوداجازت ملنے پر پہلے قبیلہ غطفان اور بعد میں قریش کے پاس گئے اور اپنے تدبر اور حکمت عملی کو بروئے کار لاتے ہوئے دونوں میں پھوٹ ڈالوادی۔ جس سے قبیلہ غطفان اور قریش کے درمیان تعاون کے امکانات ختم ہو گئے۔

ادھر مشرکین کے درمیان پھوٹ پڑ گئی تو دوسری طرف قدرت الٰہی نے ایک کرشمہ دکھایا۔ایک رات تیز وتند آندھی چلی کہ خیمے اکھڑ گئے اور چولہوں پر دیگچیاں گر کر الٹ گئیں اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیجے جنہوں نے کفار کے دلوں میں خوف اور رعب ڈال دیا۔ سردی بڑھ گئی اور کفار کے لشکر میں افراتفری پھیل گئی، حتیٰ کہ وہ اپنے اونٹوں کی رسیاں پکڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ بن یمان کو مشرکین کی حالت دیکھنے کے لیے بھیجا۔انہوں نے آکر بتایا کہ لشکر کفار کا ہر شخص بھاگ رہا ہے اور کسی کو کسی کی خبر نہیں۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ اب کفار قریش ہم پر کبھی حملہ آور نہ ہوں گے۔ دوسرے دن مشرکین کا سامان اٹھوا کر مدینہ لے آئے۔

غزوہ خندق (احزاب) کے بارے میں رب العزت نے یہ آیات مبارکہ نازل فرمائیں:

Marfat.com

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ
اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ
فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ
تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِیْرًا o اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ
وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ
الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ
الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا o
هُنَالِكَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا
زِلْزَالًا شَدِیْدًا o وَاِذْ یَقُوْلُ
الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ
مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا
غُرُوْرًا o وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ
یٰۤاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ
فَارْجِعُوْا وَیَسْتَاْذِنُ فَرِیْقٌ مِّنْهُمُ
النَّبِیَّ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ ؕ
وَمَا هِیَ بِعَوْرَةٍ اِنْ یُّرِیْدُوْنَ اِلَّا
فِرَارًا o وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَیْهِمْ مِّنْ
اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا
وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا یَسِیْرًا o وَلَقَدْ
كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا
یُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ
مَسْئُوْلًا o

مومنو خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جو (اس نے) تم پر (اس وقت) کی جب فوجیں تم پر حملہ کرنے کو آئیں۔ تو ہم نے ان پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر (نازل کئے) جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے اور جو کام تم کرتے ہو خدا ان کو دیکھ رہا ہے۔ جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر (چڑھ) آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل (مارے دہشت کے) گلوں تک پہنچ گئے اور تم خدا کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے۔ اور جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہنے لگے کہ خدا اور اس کے رسول نے تو ہم سے محض دھوکے کا وعدہ کیا تھا اور جب ان میں سے ایک جماعت کہتی تھی کہ اے اہل مدینہ (یہاں) تمہارے (ٹھہرنے کا) مقام نہیں لوٹ چلو اور ایک گروہ ان میں سے پیغمبر سے اجازت مانگنے اور کہنے لگا کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے۔ وہ تو صرف بھاگنا چاہتے تھے۔ اور اگر فوجیں اطراف مدینہ سے ان پر آ داخل ہوں تو پھر ان سے خانہ جنگی کے لیے کہا جائے تو (فوراً) کرنے لگیں اور اس کے لیے بہت کم توقف کریں۔ حالانکہ پہلے خدا سے اقرار کر چکے تھے کہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور خدا سے (جو) اقرار کیا جاتا ہے اس کی ضرور پرسش ہوگی۔

(سورۂ احزاب، آیت ۹۔۱۵)

Marfat.com

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَازَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ○ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ○ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْيَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ وَرَدَّاللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ط وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ط وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ○ (سورۃ الاحزاب، آیت ۲۲۔۲۵)	اور جب مومنوں نے (کافروں کے) لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا خدا اور اس کے پیغمبر نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور خدا اور اس کے پیغمبر نے سچ کہا تھا اور اس سے ان کا ایمان اور اطاعت اور زیادہ ہو گئی۔ مومنوں میں کتنے ہی ایسے شخص ہیں کہ جو اقرار انہوں نے خدا سے کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا تو ان میں بعض ایسے ہیں جو اپنی نذر سے فارغ ہو گئے اور بعض ایسے ہیں کہ انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے (اپنے قول کو) ذرا بھی نہیں بدلا۔ تاکہ خدا سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور منافقوں کو چاہے تو عذاب دے یا (چاہے) تو ان پر مہربانی کرے۔ بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو کافر تھے ان کو خدا نے پھیر دیا وہ اپنے غصے میں (بھرے ہوئے تھے) کچھ بھلائی حاصل نہ کر سکے اور خدا مومنوں کو لڑائی کے بارے میں کافی ہوا اور خدا طاقت ور (اور) زبردست ہے۔

معجزات

غزوہ خندق کے دوران جو معجزات ظہور پذیر ہوئے ان کا ذکر سیرت کی کتابوں میں اکثر ملتا ہے۔ ان معجزات کا ذکر یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

پہلا معجزہ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خندق کی کھدائی کے دوران ایک جگہ سخت پتھر آ گیا۔ مجاہدین نے بڑی کوشش کی مگر یہ پتھر نہ ٹوٹا۔ مجبوراً مجاہدین نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھوڑا سا پانی لاؤ۔ جب پانی

Marfat.com

لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس پر دم فرمایا اور حکم دیا کہ اس پانی کو پتھر پر ڈال دو۔ چنانچہ آپ ﷺ کے حکم پر پانی کو جب پتھر پر ڈالا گیا تو وہ موم کی طرح نرم ہو گیا اور مسلمانوں نے اس پتھر کو وہاں سے نکال دیا۔

دوسرا معجزہ

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی ہمشیرہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے تھوڑی سی کھجوریں اپنی بیٹی کے ہاتھ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے پاس بھیجیں تا کہ وہ ناشتہ کر لیں جب بچی خندق کے قریب پہنچی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچی کو دیکھا تو فرمایا کہ بیٹی تمہارے ہاتھوں میں کیا ہے۔ اس بچی نے عرض کیا کہ تھوڑی سی کھجوریں ہیں جو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے ناشتے کے لیے لائی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس لاؤ۔ اس بچی نے وہ کھجوریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں جو اتنی کم تعداد میں تھیں کہ آپ ﷺ کی دونوں مٹھیاں نہ بھریں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دستر خوان منگایا اور ان کھجوروں کو دستر خوان پر پھیلا دیا اور ایک صحابیؓ سے فرمایا کہ تمام صحابہ کرامؓ کو بلا کر لاؤ تا کہ ناشتہ کر لیں۔ چنانچہ تمام صحابہ کرامؓ آ کر دستر خوان کے گرد بیٹھ گئے اور کھجوریں کھانا شروع کیں۔ صحابہ کرامؓ جتنی کھجوریں کھاتے اسی تعداد سے دستر خوان کی کھجوروں میں اضافہ ہوتا جاتا۔ اس طرح تمام صحابہ کرامؓ نے پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں اور اپنے اپنے کام پر چلے گئے۔ بعد میں جب دیکھا گیا تو دستر خوان پر اتنی زیادہ کھجوریں موجود تھیں کہ سمیٹی نہ جاتی تھیں اور دستر خوان سمیٹنے پر کناروں سے گر رہی تھیں۔

تیسرا معجزہ

حضرت جابرؓ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ خندق کی کھدائی کے دنوں میں نے ارادہ کیا کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کی جائے۔ میرے گھر میں ایک موٹی اور پلی ہوئی بکری تھی اس کے علاوہ گھر میں خورد ونوش کی دوسری اشیاء بھی موجود تھیں۔ چنانچہ میں نے بکری کو ذبح کیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ آٹا گوندھ کر روٹیاں بنا لے۔

شام کو خندق سے واپسی پر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آج رات کا کھانا میرے گھر تناول فرمائیں۔ آپ ﷺ نے میری دعوت قبول فرمائی اور ساتھ ہی

Marfat.com

اعلان کر کے سارے خندق والوں کو جمع کر کے فرمایا کہ آج رات کو جابرؓ بن عبداللہ کے گھر میں ہم سب کی دعوت ہے۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ اس اعلان کو سن کر میں پریشان ہو گیا کہ میرے گھر میں پکا ہو کھانا اتنا زیادہ نہیں کہ سب آدمی کھا سکیں۔ میں پریشانی کی حالت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے ساتھ چلتا رہا مگر دماغ میں ایک سوچ تھی کہ گھر پہنچ کر کیا کروں گا۔

گھر پہنچ کر میں نے سارا کھانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر ایک لقمہ تناول کیا اور فرمایا کہ ایک گروہ آتا جائے اور کھانا کھاتا جائے۔ اس طرح خندق میں تمام کام کرنے والوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور اپنے گھروں کو چلے گئے۔ بعد میں ہم سب گھر والوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور بہت سا کھانا بچ گیا۔

صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد و آلہ محمد۔

Marfat.com

غزوہ بنی قریظہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ خندق سے فارغ ہو کر اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ مدینہ تشریف لائے۔ تمام صحابہ کرامؓ نے ہتھیار کھول دیئے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ آپ ﷺ بھی ہتھیار اتار کر حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں غسل کرنے کے لیے بیٹھے ہی تھے کہ حضرت جبرئیل ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ نے کمر کھول لی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ حضرت جبرئیلؑ کہنے لگے کہ فرشتوں نے اب تک اپنے ہتھیار الگ نہیں کیے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندق کے دن واپس تشریف لائے اور ہتھیار کھول کر رکھ دیئے اور غسل فرمایا تو حضرت جبرئیلؑ نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمایا کہ آپ ﷺ نے تو ہتھیار اتار دیے ہیں مگر میں نے ابھی تک نہیں اتارے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اب کہاں کا ارادہ ہے۔ اس پر جبرئیلؑ نے کہا کہ حکم ربی یہ ہے کہ آپ ﷺ بنو قریظہ سے جنگ کریں کیوں کہ انہوں نے عہد شکنی کی ہے اور غزوہ خندق میں آپ ﷺ کا ساتھ دینے کے بجائے کفار قریش کا ساتھ دیا۔

جنگ کی تیاری

یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور موذن کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دے کہ تمام مسلمانوں اکٹھے ہو کر بنو قریضہ کی طرف روانہ ہو جائیں اور عصر کی نماز وہاں جا کر پڑھیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پر حضرت ابن ام مکتومؓ کو حاکم مقرر فرمایا۔ حضرت علیؓ کے ہاتھ میں لشکر کا جھنڈا دیا اور آپ ﷺ بھی صحابہ کرامؓ کے پیچھے بنو قریظہ کی طرف چلے اور ان کے قلعہ کو گھیر لیا۔ یہ محاصرہ پچیس روز تک رہا۔ یہاں تک کہ یہودی تنگ آ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔

حضرت ابولبابہؓ کا کردار

سیرت نگاروں کے مطابق یہودیوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

Marfat.com

درخواست کی کہ مصالحت کے لیے حضرت ابولبابہؓ کو ان کے پاس بھیجا جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت ابولبابہؓ کو ان کے پاس بھیج دیا۔ جب حضرت ابولبابہؓ یہودیوں کے پاس پہنچے تو تمام مرد، عورتیں اور بچے ان کے گرد اکٹھے ہو گئے اور رونا شروع کر دیا۔ ابولبابہؓ کا دل بھی پسیج گیا اور انہیں مشورہ دیا کہ قلعہ سے اتریں اور قلعہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیں۔ بصورت دیگر انہوں نے اپنی انگلی گردن پر رکھ دی۔ یعنی سب کو قتل کر دیں گے۔ ابولبابہؓ کو بعد میں احساس ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کی ہے۔ وہ وہاں سے اٹھے اور آپ ﷺ کو بتائے بغیر مسجد نبوی میں جا کر اپنے آپ کو ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہ کرے گا وہ ستون کے ساتھ بندھے رہیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔ اور تم (اس بات کو جانتے ہو)''۔ (سورۂ انفال، آیت ۲۷)

ابولبابہؓ کی توبہ کی قبولیت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ابولبابہؓ کے بارے میں بتایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بہتر تھا کہ ابولبابہؓ آ کر مجھے بتاتے تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے ان کی شفاعت کرتا۔ اب اسے حکم ربی کا انتظار کرنا چاہیے۔ ابولبابہؓ چھ (٦) دن تک ستون سے بندھے رہے۔ نماز کے وقت ان کی بیوی آتیں انہیں کھول دیتیں یہ نماز ادا کرتے اور بعد میں وہ پھر انہیں باندھ دیتیں۔

چھ دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی اور یہ آیت نازل ہوئی:

ترجمہ: ''کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا ہے۔ اچھے اور برے اعمال کو ملا جلا دیا ہے۔ امید ہے اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔ (سورۂ توبہ، آیت ۱۰۱)

حضرت سعدؓ بن معاذ کا فیصلہ

جب قلعہ کا محاصرہ طول پکڑ گیا اور یہودی تنگ حال ہو گئے تو مجبوراً قلعہ سے باہر آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر فرمایا کہ میں تمہارا معاملہ تمہارے قبیلہ کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ کے سپرد کرتا ہوں۔ وہ جو فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہوگا۔

Marfat.com

یہودیوں نے اس تجویز پر اتفاق کیا کیونکہ حضرت سعدؓ بن معاذ قبیلہ اوس کے سردار تھے ان کا خیال تھا کہ سعدؓ بن معاذ ہمارا لحاظ کریں گے۔

حضرت سعدؓ بن معاذ کو غزوہ خندق میں تیر لگا تھا جس سے خون جاری تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے انہیں زخم پر داغ لگوایا تھا اور انہیں مسجد کے خیمے میں رکھا ہوا تھا تا کہ ان کی دیکھ بھال اور عیادت کرنے میں آسانی ہو۔ حضرت سعدؓ بن معاذ نے غزوہ خندق کے وقت دعا مانگی تھی! اے میرے خدا مجھے اس وقت تک زندہ رکھنا جب تک میں اپنی آنکھوں سے بنو قریظہ کا انجام نہ دیکھ لوں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدمی بھیج کر انہیں مدینہ سے بلوایا تا کہ وہ اپنا فیصلہ سنا دیں۔

حضرت سعدؓ بن معاذ بھاری جسم کے تھ لہٰذا انہیں گدھے پر سوار کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ جب وہ آپ ﷺ اور مسلمانوں کے مجمع میں پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے سردار کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ چنانچہ مسلمان اُٹھ کھڑے ہوئے اور عزت واحترام سے انہیں سواری سے اتارا۔ حضرت سعدؓ بن معاذ کے بیٹھنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بنو قریظہ کے یہ لوگ تمہارے فیصلے کے منتظر ہیں۔ اس پر حضرت سعدؓ بن معاذ نے عرض کیا کہ کیا میرا فیصلہ سب کو قبول ہوگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہاں کیوں نہیں۔ حضرت سعدؓ بن معاذ نے عرض کیا کہ میرا فیصلہ یہ ہے کہ بنو قریظہ میں جتنے لوگ لڑنے والے ہیں انہیں قتل کر دیا جائے۔ ان کی اولاد کو قید کر لیا جائے اور ان کا مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے۔

یہ سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! آپ نے ان کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منشا کے مطابق اپنا فیصلہ دیا ہے۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے گڑھے کھدوائے گئے اور بنو قریظہ کے ہر بالغ مرد کو قتل کر دیا گیا۔ قتل ہونے والوں میں اللہ کا دشمن حیی بن اخطب اور سردار قوم کعب بن اسد بھی تھا۔ ان کی تعداد چھ سو یا سات سو تھی اور ایک روایت کے مطابق آٹھ سو سے نو سو تک تھی۔ عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا گیا اور مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

جب بنو قریظہ کا قصہ تمام ہو چکا تو حضرت سعدؓ بن معاذ کا زخم پھٹ گیا جس کے نتیجہ میں آپؓ شہید ہو گئے۔ قرآن مجید میں بنو قریظہ کے اس واقعہ کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

Marfat.com

وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْهِمْ وَ قَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا ۞ وَ اَوْرَثَکُمْ اَرْضَهُمْ وَ دِیَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ؕ وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ۞ ع

اور جن اہل کتاب نے کفار مکہ کی مدد کی تھی۔ ہم نے انہیں ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں تمہارا ایسا رعب بٹھا دیا کہ تم ان کے ایک فریق کو قتل اور دوسرے کو قید کرنے لگے تھے۔ نیز خدا نے تمہیں ان کی زمین ان کے گھروں ان کے اموال اور اس زمین کا بھی مالک بنا دیا تھا جس پر ابھی تم نے قدم بھی نہ رکھا تھا اور حق تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

(سورۂ احزاب، آیت ۲۶۔۲۷)

یہود مدینہ اور ان کا انجام

مدینہ کے یہودی گو میثاق مدینہ کے تحت مسلمانوں کے حلیف تھے مگر انہوں نے اپنی ریشہ دوانیوں اور شرارتوں سے ہمیشہ مسلمانوں کی مخالفت کی اور غداری اور عہد شکنی کرتے ہوئے کفار قریش کا ساتھ دیتے رہے۔ جب کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرشتوں کے ذریعے مدد کی اور انہیں ہمیشہ نصرت و فتح سے کامران کیا۔ غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیج کر کفار قریش کو شکست سے دوچار کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے بعد بنو قینقاع کو جو مدینہ میں مقیم تھے اسلام کی دعوت دی۔ مگر یہودیوں نے نہ صرف انکار کیا بلکہ بے ادبی اور گستاخی کے مرتکب ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے جہاد کیا اور انہیں ۲ھ میں ملک شام کی طرف جلاوطن کر دیا۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا آپ ﷺ نے ۴ھ میں بنو نضیر سے جہاد کیا اور انہیں مدینہ سے جلاوطن کر دیا اور یہودی ملک شام اور خیبر کی طرف چلے گئے۔ اس طرح ۵ھ میں بنو قریظہ سے جہاد کیا اور انہیں غداری اور عہد شکنی کی بنا پر حضرت سعدؓ بن معاذ کے فیصلے کے مطابق ان کے جوانوں کو قتل کرا دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعدؓ بن معاذ کے فیصلے کو سراہتے ہوئے فرمایا۔ اے سعدؓ تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ سنایا جو ان کے (بنو قریظہ) بارے میں ساتویں آسمان کے اوپر ہوا۔ یہ ابن اسحاق کی روایت ہے۔ بنو قریظہ کے جوان یہودیوں کا قتل خدائی حکم تھا۔

Marfat.com

یہودی ماضی کے آئینے میں

یہودی حضرت یعقوب علیہ السلام کی امت ہیں جن کا لقب بنی اسرائیل تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے اور انہی سے بنی اسرائیل کے بارہ قبائل کی تشکیل ہوئی۔ اسرائیل کے معنی دو خدا ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام یہودا تھا اور اسی نام کی نسبت سے وہ یہود۔ یہودی یا بنی اسرائیل پکارے جانے لگے۔ بیت المقدس کے بانی حضرت یعقوب علیہ السلام تھے اور ہیکل سلیمانی حضرت سلیمان علیہ السلام نے نصب کیا تھا۔ یہودی بیت المقدس کے حصول اور ہیکل سلیمانی کی دوبارہ تعمیر کے لیے کوشش کرتے رہے اور اس کی خاطر انہوں نے کئی پیغمبروں کا خون بہایا۔ بنی اسرائیل کو حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے علاوہ بعد میں آنے والے پیغمبروں کے دور میں بھی شان وشوکت اور عروج حاصل رہا۔ مگر مختلف طریقوں سے حرام کو حلال میں تبدیل کرنے پر ان پر بار بار عذاب نازل ہوتا رہا۔

(یہود) بنی اسرائیل کو ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے منع کیا گیا مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور وہ خنزیر (سور) اور بندر بنا دیئے گئے۔

ارشاد خداوندی ہے:

''تو کہہ میں تم کو بتلاؤں ان میں سے کسی کو بڑی جزا ہے اللہ کے ہاں وہی جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب نازل کیا اور ان میں سے بعض کو بندر کر دیا اور بعض کو سور اور جنہوں نے بندگی کی شیطان کی وہی لوگ بدتر ہیں درجہ میں اور بہت بہکے ہوئے ہیں سیدھی راہ سے۔'' (سورۂ مائدہ، آیت ۶۰)

''اگر پوچھ ان سے حال اس بستی کا جو تھی دریا کے کنارے جب حد سے بڑھنے لگے ہفتہ کے حکم میں جب آنے لگیں ان کے پاس مچھلیاں ہفتہ کے دن پانی کے اوپر اور جس دن ہفتہ نہ ہو تو نہ آتی تھیں۔ اس طرح ہم نے ان کو آزمایا اس لیے کہ وہ نافرمان تھے''۔

(سورہ الاعراف، آیت ۱۶۳)

''پھر جب بڑھنے لگے اس کام میں جس سے وہ روکے گئے تھے۔ تو ہم نے حکم کیا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل''۔ (سورۂ الاعراف، آیت ۱۶۶)

Marfat.com

ان آیات مبارکہ کی تفسیر میں حضرت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ منع کرنے والوں نے شکار کرنے والوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اور بیچ میں دیوار اٹھا دی۔ایک دن صبح کو اٹھے تو دوسروں کی آواز نہ سنی دیوار سے دیکھا ہر گھر میں بندر تھے۔وہ اپنے آدمیوں کو پہچان کر اپنے قرابت والوں کے پاؤں پر سر رکھنے لگے اور رونے لگے۔آخر برے حال سے تین دن میں مر گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے ایک دن آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ کیا یہ بندر اور خنزیر (سور) مسخ شدہ یہود کی نسل سے ہیں تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر مسخ کی لعنت مسلط کرتا ہے تو اس کی نسل نہیں چلاتا۔لیکن یہ جانور خدا کی مستقل مخلوق ہیں لہٰذا جب خدا کا غضب نازل ہوا تو ان کو ان جانوروں کی شکل میں مسخ کر دیا گیا۔

حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسخ شدہ انسان تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہے۔نہ انہوں نے اس دوران کھایا پیا اور نہ ہی ان کی نسل کا سلسلہ چلا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسی گواہی کا ہرگز ارتکاب نہ کرنا جس کا یہود نے ارتکاب کیا کہ اللہ کی دی ہوئی باتوں کو معمولی حیلوں کے ذریعے حلال کر لیتے تھے حالانکہ وہ حلال نہیں ہوتی تھیں۔

یہ قوم یہود (بنی اسرائیل) ہی تھی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدم موجودگی میں جب کہ وہ کوہ طور پر گئے ہوئے تھے گوسالہ پرستی شروع کر دی جس پر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش کی دعا مانگی۔ان کی دعا قبول ہوگئی۔اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل سے کہیں کہ وہ جلاوطنی اختیار کریں یا پھر اپنے کپڑے اتار کر اپنے گھروں کے دروازوں کے سامنے کھڑے ہو جائیں اور تلوار سے ایک دوسرے کو قتل کریں۔ اس طرح بنی اسرائیل نے جلاوطنی کے بجائے ایک دوسرے کو قتل کرنے کو ترجیح دی اور ہر ایک نے اپنے قریبی رشتہ دار کو قتل کیا۔اس طرح ان کی توبہ قبول ہوئی اور حضرت موسیٰؑ نے بچھڑے کو پتھروں سے چور چور کر کے دریا میں بہا دیا۔

بنی اسرائیل خدا کے حکم کی نافرمانی کرتے تھے جس پر خداوند کریم نے ان پر ذلت مسلط کر دی۔حکم خداوندی ہے "نہیں مانتے تھے۔حکم خداوندی کو اور خون کرتے تھے پیغمبروں کا ناحق

Marfat.com

یہ اس لیے کہ نافرمان تھے اور حد پر نہ رہتے تھے۔''

اور اس وقت کو یاد کرو جب کر دی تھی تیرے رب نے کہ ضرور بھیجتا رہے گا یہود پر قیامت کے دن تک ایسے شخص کو کہ دیا کرے برا عذاب بے شک تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے۔ (الاعراف، آیت ۱۶۷)

بنی اسرائیل پر پھر ایک بار عذاب نازل ہوا جب حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ ہم نے تمہارے لیے کتاب توریت لا دی اس کتاب کو ہر وقت پڑھتے رہو اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس میں حکم دیا ہے اس کو بجا لاؤ۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ اے موسیٰؑ اگر ہم اس کتاب کو پڑھیں تو عمل نہیں کریں گے اور عمل کریں گے تو اس کو پڑھیں گے نہیں۔ ان میں سے صرف ایک عمل اختیار کریں گے جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے سروں پر ایک پہاڑ لا کر رکھ دیا۔ تو حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا اے میری قوم! تمہارے سروں پر اللہ تعالیٰ نے ایک عذاب کا پہاڑ نمودار کر دیا ہے۔ لوگوں نے جب نگاہ اوپر کر کے دیکھا تو اس عذاب کو دیکھ کر ڈر گئے اور سجدہ ریز ہو گئے اور ایمان لے آئے۔

قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

''اور جس وقت اٹھایا ہم نے پہاڑ ان کے اوپر مثل سائبان کے اور ڈرے کہ وہ ان پر گرے گا۔ ہم نے کہا پکڑو جو ہم نے تم کو دیا ہے زور سے اور یاد رکھو جو اس میں ہے تاکہ تم بچتے رہو''۔ (الاعراف، آیت ۱۷۱)

تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد یہودیوں نے بیت المقدس پر پانچ سو سال تک حکومت کی مگر ان کے ظلم وستم اور خدا کی نافرمانی کرنے کے جرم میں بخت نصر کی شکل میں ان پر عذاب آیا۔ بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ کر دیا اور بنی اسرائیل کو غلام بنا کر بابل لے گیا۔ ان پر بے پناہ ظلم ڈھائے بنی اسرائیل نے اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور اس طرح ستر برس کے بعد ان کی معافی قبول ہوئی اور ذوالقرنین نے یروشلم کو آزاد کرایا اور بنی اسرائیل کو آزادی دلائی۔ بنی اسرائیل پر ہزاروں پیغمبر مبعوث ہوئے مگر وہ ان پیغمبروں کو یا تو قتل کر دیتے یا پھر ان کا کہنا ماننے سے انکار کر دیتے جس طرح انہوں نے حضرت عزیز علیہ السلام کو قید کر لیا مگر بعد میں رہا کر کے انہیں خدا کے بیٹے کا لقب دے دیا۔ اس طرح انہوں نے خداوند کریم کے حکم کی نفی کی۔

Marfat.com

قوم یہود میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو یہودیوں نے بے دلی سے انہیں پیغمبر تسلیم تو کرلیا مگر اندر سے بدستور یہودی ہی رہے۔ اور ان کی نسل پرستی قائم رہی اور اپنے آپ کو عظیم تر سمجھتے رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد وہ ان کی والدہ حضرت مریم کا بت بنا کر عیسائیوں کے ساتھ مل کر ان کی پرستش کرنے لگے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے اعمال کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا ہے۔

''یہودی کہتے ہیں کہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بے بنیاد باتیں ہیں جو یہ لوگ اگلے منکروں کی تقلید میں منہ سے نکالتے ہیں۔ ہلاک کرے ان کو اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔ ٹھہرالیا اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی اور ان کو حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک معبود کی۔ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا۔ وہ پاک ہے ان کے شریک بتلانے سے چاہتے ہیں کہ بجھادیں روشنی اللہ کی اپنے منہ سے اور اللہ نہ رہے گا بدوں پورا کئے اپنی روشنی کے اور پڑے برا مانیں کافر''۔

(سورۂ توبہ، آیت ۳۰۔۳۱۔۳۲)

''اور کہتے ہیں یہود اور نصاریٰ ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور پیارے''۔

(سورۃ المائدہ، آیت ۱۸)

''اور کتاب والو! مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں اور مت کہو اللہ کی شان میں مگر پکی بات بے شک مسیح جو ہے عیسیٰ، مریم کا بیٹا وہ رسول ہے اللہ کا اس کا کلام ہے جس کو ڈالا مریم کی طرف اور روح ہے اس کے ہاں کی، سو مانو اللہ کو اور اس کے رسولوں کو اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں۔ اس بات کو چھوڑ دو بہتر ہوگا تمہارے واسطے، بے شک اللہ معبود ہے اکیلا، اس کے لائق نہیں ہے کہ اس کے اولاد ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور کافی ہے اللہ کارساز مسیح کو اس سے ہرگز عار نہیں کہ وہ بندہ ہو اللہ کا اور نہ فرشتوں کو جو مقرب ہیں اور جس کو عار آوے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے۔ سو وہ جمع کرے گا ان سب کو اپنے پاس اکٹھا۔ (سورۃ النساء، آیت ۱۷۱۔۱۷۲)

''وہ کہتے ہیں کہ خدا کے ہاں بیٹا ہوا ہے یہ انتہائی بے ہودہ بات ہے جو تم لوگوں نے کہی ہے۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑے، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں اس بات پر کہ لوگ رحمٰن سے اولاد منسوب کرتے ہیں۔ حالانکہ رحمٰن کے شایانِ شان نہیں کہ اس کے کوئی بیٹا

Marfat.com

ہو۔ زمین اور آسمان میں کوئی ایسا نہیں جو بندے سے اس کے حضور پیش ہونے والا نہیں وہ سب پر محیط ہے۔ (سورۂ مریم، ۸۸تا۹۴)

یہ بات تاریخ کا ایک حصہ ہے کہ یہودیوں نے حضرت مریم کی وفات کے بعد عیسائیوں کے ساتھ مل کا ان کا بت بنا کر پوجا شروع کر دی حالانکہ اس سے پہلے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو وہ ان پر الزام تراشی کیا کرتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور سے پہلے یہودی قوم طرح طرح کی برائیوں میں مبتلا ہو چکی تھی اور ان پر ظالم حکمران مسلط کر دیئے گئے تھے اور وہ در بدر کی ٹھوکریں کھا رہے تھے۔ فلسطین ۔کے رومی حاکم نے تو ان پر ظلم کی انتہا کر دی۔ وہ اب اس امید میں بیٹھے تھے کہ کوئی ان کا نجات دہندہ آئے اور ان کو رومی حاکم سے چھٹکارا دلائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہ پہلے سے آگاہ تھے اور ان کی آمد کے لیے دعائیں مانگ رہے تھے۔ مگر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل پر مبعوث ہوئے تو اس نجات دہندہ کو ماننے اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کے بجائے ان کو ستانا شروع کر دیا۔ ان کی نافرمانی کی اور ان کے خلاف سازشوں کے ایسے جال پھیلائے کہ انہیں پھانسی کے پھندے تک پہنچا کر دم لیا۔ یہودیوں نے پہلے آنے والے انبیاء کرام کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا اور ان کے خلاف در پردہ اور اعلانیہ سازشیں شروع کر دیں۔ ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سب سے بڑا الزام یہ تھا کہ وہ توریت کو بدل کر لوگوں کو بے دین بنانا چاہتے ہیں۔ فلسطین کے رومی حاکم نے یہودیوں کے اصرار پر یہودی علماء کی ایک کمیٹی قائم کر دی جس نے اپنی تحقیق کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ جاری کرتے ہوئے موت کی سزا تجویز کی اور جب انہیں صلیب پر لٹکایا گیا تو یہودیوں نے اسے ملعون موت قرار دیا جب کہ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق یہ ایک اچھی موت تھی۔ قرآن مجید صلیب کے واقعہ کی سرے سے تردید کرتا ہے اس لیے کہ انہیں زندہ وسلامت آسمان پر اٹھایا گیا۔

یہود مدینہ

اپنی نسل پرستی، سماج دشمن سرگرمیوں اور شرپسندیوں کی وجہ سے مختلف ممالک سے نکالے گئے یہودیوں کو آخر کار عربوں کے یہاں پناہ مل گئی۔ بعثت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے یہودی مدینہ، خیبر، شام اور عرب کے دوسرے علاقوں میں آباد ہو گئے تھے اور ان

Marfat.com

علاقوں کی معیشت کو اپنے قبضے میں کرلیا۔ معاشی استحکام کی وجہ سے عرب معاشرہ میں ان کا دخل اس حد تک بڑھ گیا کہ عرب قبائل ان کی مرضی کے بغیر کوئی فیصلہ نہ کر پاتے۔ ان کا کام عربوں کو اپنے تسلط میں رکھنا اور سود پر رقم اور اجناس دینا تھا۔ اس لیے کہ ان علاقوں کی زراعت پر بھی اب ان کا قبضہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے بہت سے عرب لوگوں کو اپنے مذہب میں شامل کرلیا۔

مدینہ کے یہودی ایک عرصہ سے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا انتظار کررہے تھے اور یہ بات انہیں بائبل سے معلوم ہوئی تھی اور وہ اس کا اکثر ذکر کرتے۔

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خبر عرب میں پھیلی تو سب سے پہلے عرب کے دو قبیلوں اوس اور خزرج نے اسلام قبول کرلیا۔ اس لیے کہ انہوں نے ان نشانیوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس میں موجود پایا جس کا ذکر وہ یہودیوں کی زبانی سنتے رہے تھے۔ جس پر یہودیوں نے انہیں ڈرانا دھمکانا شروع کردیا۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے ہوں گے لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔

مدینے آمد کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین بڑے گروہوں سے سامنا کرنا پڑا۔ ان میں سے ایک تو عبداللہ بن ابی سلول تھا جو مدینہ کے صاحب حیثیت لوگوں میں شمار ہوتا اور مدینہ کی بادشاہت کا آرزومند تھا۔

دوسرا گروہ قریش کا تھا۔ جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے اور تیسرا گروہ یہودیوں کا تھا۔ جہاں تک عبداللہ بن ابی بن سلول کا تعلق ہے۔ یہ شخص اسلام میں رئیس المنافقین کے نام سے مشہور ہے۔ یہ قبیلہ خزرج کا سردار تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی قوم قبول اسلام پر مصر ہے تو مجبوراً اس نے بظاہر اسلام قبول کرلیا لیکن بباطن نفاق اور اسلام سے بغض وحسد پر اڑا رہا۔ پس وہ منافقین کا سردار بن گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حسد کرنے لگا۔ وہ نام کا مسلمان تھا اور در پردہ منافقوں اور یہودیوں کی حمایت کرتا رہا اور مسلمانوں کو حتی المقدور نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا رہا۔ اس کے بارے قرآن مجید میں حق تعالیٰ کا فرمان ہے:

ترجمہ: ''اور جب منافقین ایمان لانے والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان لے آئے ہیں''۔

ایک دوسری آیت میں اس طرح ذکر آتا ہے۔

Marfat.com

"منافقین کا یہ حال ہے کہ جب وہ مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی مومن ہیں اور جب اپنے رفقا شیاطین سے علیحدگی میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبداللہ بن ابی بن سلول کے کردار سے بخوبی واقف تھے مگر اس کے باوجود جب وہ بیمار پڑا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس کی درخواست پر اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ○	اور (اے پیغمبر) ان میں سے کوئی مر جائے تو کبھی اس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر (جا کر) کھڑے ہونا۔ یہ خدا اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے رہے اور مرے بھی تو نافرمان ہی مرے۔

(سورۃ التوبہ، آیت ۸۴)

عبداللہ بن ابی بن سلول کے علاوہ مدینہ اور اس کے ارد گرد بسنے والے یہودی سب سے زیادہ شرپسند اور خطرناک تھے اور مسلمانوں کے مخالف تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ چاہتے تھے کہ ان شرپسندوں سے محفوظ رہنے کے لیے مدینہ میں امن و امان قائم کیا جائے جس پر آپ ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان ایک معاہدہ مرتب فرمایا۔ اس معاہدہ کا پہلا حصہ مدینہ کے قریش کے بارے میں جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اور دوسرا حصہ یہودیوں کے بارے میں تھا۔ ابتدا میں مدینہ کے قرب و جوار میں رہنے والے تین یہودی خاندان بنو نضیر، بنو قریضہ اور بنو قینقاع اس معاہدہ میں شریک نہ تھے لیکن یہ تینوں خاندان بھی تھوڑے عرصے کے بعد اس معاہدہ میں شامل ہو گئے۔

یہودی اپنی فطرت اور نسل پرستی کی وجہ سے مشہور ہیں۔ انہوں نے کبھی بھی اصولوں کی پاسداری نہیں کی اور ہمیشہ اپنی من مانی کرتے رہے ہیں وہ اس معاہدہ میں شامل ہوتو گئے لیکن بعد میں نہ صرف اس معاہدہ کی مخالفت کی بلکہ اسلام کے دشمنوں کی صف میں شامل ہو گئے۔ اور ان کو مسلمانوں کے خلاف اکسانے پر کمر بستہ ہو گئے۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ ان کا دین ختم ہو جائے گا اور دوسرا یہ کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عرب کو یہودی بنانے میں رکاوٹ بن گئے ہیں۔

معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے یہودیوں نے مسلمانوں میں بددلی کا بیج بونے کی

Marfat.com

کوشش کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ ﷺ کے ساتھیوں پر بہتان باندھے۔ قرآن مجید کے الفاظ کے تلفظ کو بگاڑا۔ ان کا کہنا تھا کہ قرآن مجید نعوذ باللہ، اللہ کا کلام نہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسروں سے ادھار لیا ہوا ہے۔ قرآن مجید میں ان یہودیوں کے بارے میں ارشاد ہے:

''اور جب خدا کے ہاں سے ان کے پاس کتاب آئی جو ان کی (آسمانی) کتاب کی بھی تصدیق کرتی ہے اور پہلے (ہمیشہ) کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے۔ تو جس چیز کو وہ خوب پہنچانتے تھے۔ جب ان کے پاس آ پہنچی تو اس سے کافر ہو گئے۔ پس کافروں پر خدا کی لعنت''۔ (سورہ بقرہ، آیت ۸۹)

''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ ان (پیغمبر آخر الزماں) کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانا کرتے ہیں مگر ایک فریق ان میں سے سچی بات کو جان بوجھ کر چھپا رہا ہے''۔ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۴۶)

''ان لوگوں نے جب خدا سے عہد واثق کیا تو ان میں سے ایک فریق نے اس کو (کسی چیز کی طرح) پھینک دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں اکثر بے ایمان ہیں''۔ (سورۂ بقرہ، آیت ۱۰۰)

''اور آخر کار ذلت (رسوائی) اور محتاجی (بے نوائی) ان سے چمٹا دی گئی اور وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔ یہ اس لیے کہ وہ خدا کی آیتوں سے انکار کرتے تھے۔ اور وہ (اس کے نبیوں کو ناحق قتل کر دیتے تھے۔ (یعنی) یہ اس لیے کہ نافرمان کئے جاتے اور حد سے بڑھ جاتے تھے''۔ (سورۂ بقرہ، آیت ۶۱)

یہودی محض حسد، بغض اور تعصب کی بنا پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے سوالات کرتے رہتے تھے۔ جن کا مقصد حق و باطل میں فرق ڈالنا اور شکوک پیدا کرنا ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ نبی کی پہچان کیا ہے۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا۔ اس کی آنکھیں تو سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔

ایک مرتبہ ایک یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ دلانے کے لیے کہا کہ اس شخص میں بجز عورتوں اور نکاح میں دلچسپی کے سوا اور کوئی بات نہیں۔ اگر وہ سچے ہوتے تو نبوت کی گراں تر ذمہ داری انہیں عورتوں میں انہاک سے باز رکھتی۔ اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

Marfat.com

''ہم نے آپ ﷺ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے اور ان کو بیویاں اور اولادیں بھی عطا کیں تھیں''۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت عبداللہؓ بن سلام کو آپ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کا علم ہوا تو وہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ میں آپ ﷺ سے تین باتوں کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہوں جن کا علم نبی کے سوا کسی دوسرے کو نہیں ہوتا۔

قیامت کی علامتوں میں پہلی علامت کیا ہے؟ اہل جنّت کا پہلا کھانا کیا ہوگا؟ بچہ کس بنا پر اپنے باپ کے مشابہ اور کس بنا پر اپنے ننھیال کے مشابہ پیدا ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے اس کے متعلق کئی مرتبہ اطلاع دی۔

اس پر عبداللہ بن سلام نے کہا یہ فرشتہ یہود کا دشمن ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کی سب سے پہلی علامت وہ آگ ہوگی جو مشرق سے مغرب تک تمام لوگوں کو جلا کر بھسم کر دے گی۔

اہل جنت سب سے پہلے کھانا جو کھائیں گے وہ مچھلی کے پیٹ کا بڑھا ہوا ٹکڑا ہوگا۔

رہا اولاد کی مشابہت کا مسئلہ سو مرد و زن کی مباشرت کے وقت اگر مرد کا مادہ پہلے خارج ہو جائے تو اولاد مرد کے مشابہ ہوگی اور اگر عورت کا مادہ پہلے خارج ہو جائے تو اولاد عورت کے مشابہ پیدا ہوگی۔

یہ سن کر حضرت عبداللہؓ بن سلام بول اٹھے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کہ مسلمانوں کو جب کبھی شکست کا سامنا کرنا پڑا تو اس کے پیچھے یہودیوں کی سازش کارفرما تھی۔ خلافت کا جھگڑا ہو یا امیہ اور عباسیہ سلطنت کا زوال ان سب کے پیچھے یہودیوں کی سازشوں کا عمل دخل تھا۔ مسلمانوں کی بیسویں صدی کی آخری عظیم سلطنت دولت عثمانیہ یہودیوں کی سازشوں کے ہاتھوں تباہ ہوئی۔

یہودی مختلف ادوار اور اوقات میں عرب میں داخل ہوئے اور انہوں نے اپنے فاسد خیالات کے بیج مقامی باشندوں میں بھی بونے شروع کر دیئے۔ اس طرح یہودی مہاجرین اور

Marfat.com

عرب کے مقامی لوگوں کے خیالات ایک جیسے ہو گئے۔ بت پرستی کی لعنت کو یہودیوں نے عرب میں مزید قوی کر دیا اور قوانین دینی کی اطاعت سے منہ موڑ کر بت پرستی کا شکار ہو گئے۔ ان یہودیوں کا خیال تھا کہ وہ امت کے مربی ومحافظ، قانون وروایت کے برقرار رکھنے والے اور قوانین الٰہی کے عین مطابق زندگی بسر کرنے والے ہیں۔ وہ برملا اس بات کا اظہار کرتے تھے کہ ان کی خدا سے راہ ورسم ہے اور وہ مستقبل کے بارے میں بشارتیں دینے کا ملکہ بھی رکھتے ہیں۔ ان کے ان فاسد خیالات کی وجہ سے لوگ انہیں خدا کا منظورِ نظر سمجھتے تھے اور ان کی ہر جائز وناجائز بات مانتے تھے۔ اس طرح عرب میں بت پرستی کا رواج عام ہو گیا اور بتوں کو اپنا مربی اور نجات دہندہ سمجھنے لگے۔

یہود اور منافقین کا کردار اور احکام خداوندی

یہودیوں کے علاوہ منافقین بھی اپنی ریشہ دوانیوں اور شرارتوں کی بنا پر اسلام کو نقصان پہنچانے کی حتی المقدور کوشش کرتے رہے اور مسلمانوں کے درمیان نفاق کا بیج بونے میں کوشاں رہے۔ امام المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کے کردار کے بارے میں پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی دوسرے منافق بھی مدینہ میں موجود تھے جو بظاہر تو مسلمان تھے مگر در پردہ ان کی ہمدردیاں یہودیوں اور کفار قریش کے ساتھ تھیں۔

مسجد ضرار

مسجد قبا کی تعمیر کے بعد مدینہ کے منافقین نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیے مسجد قبا کے قریب ہی ایک دوسری مسجد بنا لی۔ اس کا محرک ابو عامر راہب تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ ہم نے یہ مسجد کمزوروں اور ضعیفوں کے لیے بنائی ہے تاکہ وہ دور مسجد قبا میں جانے کے بجائے اس قریب کی مسجد میں نماز پڑھ لیا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک سے واپس تشریف لائے تو منافقین آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہو کر عرض گزار ہوئے کہ آپ ﷺ مسجد میں آ کر ہمیں نماز پڑھائیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد ضرار کی خبر دے دی اور منافقین کے کردار سے آگاہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے آدمی بھیج کر مسجد کو مسمار کرا دیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

Marfat.com

وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِیْقًا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ	اور (ان میں ایسے بھی ہیں) جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے پہلے جنگ کر چکے ہیں۔ (التوبہ، آیت ۱۰۷)

منافق و یہودی کا جھگڑا

مدینہ کے ایک منافق اور یہودی کے درمیان کسی بات پر جھگڑا پیدا ہو گیا۔ یہودی کہتا تھا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں جب کہ منافق یہودیوں کے سزدار کعب بن اشرف سے فیصلے کا متمنی تھا۔ آخر کار مقدمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش ہوا اور آپ ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ منافق اس فیصلہ کو ماننے کے بجائے حضرت عمر فاروقؓ جو کہ اس وقت مدینہ کے قاضی تھے کے پاس گیا اور فیصلہ چاہا۔ منافق کا خیال تھا کہ حضرت عمرؓ اسے مسلمان سمجھتے ہوئے فیصلہ اس کے حق میں دیں گے۔ حضرت عمرؓ کو جب معلوم ہوا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودی کے حق میں دے چکے ہیں تو حضرت عمرؓ نے اس منافق کو قتل کر ڈالا اور کہا جو شخص اللہ کے رسول ﷺ کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اس کی سزا یہی ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَ یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ۝ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَیْتَ الْمُنٰفِقِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝ فَكَیْفَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ	کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو (کتاب) تم پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) تم سے پہلے نازل ہوئیں ان سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور چاہتے یہ ہیں کہ اپنا مقدمہ ایک سرکش کے پاس لے جا کر فیصلہ کرائیں حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اس سے اعتقاد نہ رکھیں اور شیطان (تو یہ) چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر رستے سے دور ڈال دے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو حکم خدا نے نازل فرمایا ہو اس کی طرف (رجوع کرو) اور پیغمبر کی طرف آؤ تم منافقوں کو دیکھتے ہو کہ تم سے

Marfat.com

اَیۡدِیۡهِمۡ ثُمَّ جَآءُوۡكَ یَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰهِ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡسَانًا وَّ تَوۡفِیۡقًا ٥ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُ اللّٰهُ مَا فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ ۗ فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَ عِظۡهُمۡ وَ قُلۡ لَّهُمۡ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَوۡلًاۢ بَلِیۡغًا ٥

(سورۂ نساء، آیت ۶۰۔۶۳)

اعراض کرتے اور رکے جاتے ہیں۔ تو کیسی (ندامت کی) بات ہے کہ جب ان کے اعمال (کی مشابہت) سے ان پر کوئی مصیبت واقع ہوتی تو تمہارے پاس بھاگے آتے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ واللہ ہمارا مقصود تو بھلائی اور موافقت تھا۔ ان لوگوں کے دلوں میں جو جو کچھ ہے خدا اس کو (خوب) جانتا ہے۔ تم ان (کی باتوں) کا کچھ خیال نہ کرو۔ اور انہیں نصیحت کرو اور ان سے ایسی باتیں کہو جو ان کے دلوں میں اثر کر جائیں۔

چند اہم واقعات اور آیات کا شانِ نزول

قرآن مجید کی سورتوں کا شانِ نزول ان واقعات کی نشاندہی کرتا ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کو مدینہ میں پیش آئے۔ ان میں زیادہ تر ایسے واقعات تھے جن میں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی مدد اور رہنمائی درکار تھی۔ آپ ﷺ کو جہاں کہیں بھی کسی مسئلے کے حل میں مشکل پیش آئی اتو رب العزت نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کی مدد فرمائی۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ اصل بات کو چھپانے کے لیے منافقین نے جھوٹی قسمیں کھا کر الزام صحابہ کرامؓ پر ڈال دیا۔ اس لیے بھی کہ منافقین یہ سمجھتے تھے کہ ہم جھوٹی قسمیں کھا کر آپ ﷺ کو گمراہی کے راستے پر ڈال دیں گے (نعوذ باللہ) اور اپنا مطلب نکال لیں گے قطع نظر اس کے کہ رب العزت ان کے مکر و فریب اور چالوں سے بخوبی واقف ہے۔

یقینی امر ہے کہ دین اسلام کی ترویج روکنے کے لیے مخالفین مختلف حیلے بہانوں سے کام لیتے رہے۔ یہ وہ دور تھا جب کفار مکہ نے اسلام دشمن طاقتوں سے سمجھوتہ کر لیا تھا۔ ان کی کوشش تھی کہ اسلام کے اس عظیم سیلاب کے آگے بند باندھ کر اپنے جھوٹے دین کو بچایا جائے۔ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے انہوں نے ہر حربہ استعمال کیا یہ لوگ کبھی تو مسلمانوں پر الزام تراشی کرتے اور ساتھ ہی آپ ﷺ کی ذات اقدس پر رکیک حملے کرنے سے بھی باز نہ آتے۔ مگر ہوا وہی جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ آپ ﷺ کو نبی آخر الزماں بنا کر بھیجا گیا۔

Marfat.com

رب العزت کو اپنے پیارے حبیب ﷺ کے ذریعے دین اسلام کو ترقی مقصود تھی تاکہ باطل طاقتیں ہمیشہ کے لیے مٹ جائیں۔ اس وقت ایک ایسی اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی جارہی تھی جس نے آگے چل کر نہ صرف دنیا میں ایک مثالی کردار ادا کرنا تھا بلکہ پوری دنیا میں اسلام اور قرآن کی حکمرانی قائم کرنا تھی اور اسلامی تہذیب وتمدن نے فروغ پانا تھا۔

غزوۂ مریسیع/غزوہ بنوالمصطلق اور عبداللہ بن ابی کا کردار

اس غزوہ کے بعد جس میں قبیلہ مصطلق کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کے ہاتھ اونٹ، بھیڑ بکریاں اور بہت سا مال آیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جگہ قیام فرمایا۔ اس جگہ حضرت جہجاہ بن سعید غفاری اور حضرت سنان بن یزید کا پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ جہجاہ حضرت عمرؓ کے کارندے تھے۔ جھگڑے نے طول پکڑا تو سنان بن یزید نے انصاریوں کو اپنی مدد کے لیے آواز دی اور جہجاہ نے مہاجرین کو اپنی مدد کے لیے پکارا۔ اس وقت انصار کی ایک جماعت عبداللہ بن ابی بن سلول کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ عبداللہ بن ابی نے جب یہ جھگڑا دیکھا تو کہنے لگا کہ ہمارے ہی شہروں میں ان لوگوں نے ہم پر حملے شروع کر دیے، مدینہ پہنچ کر ہم جو زیادہ عزت والے ہیں ان بے عزت والوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔

حضرت زید بن ارقمؓ نے یہ تمام باتیں سنیں۔ آپ اس وقت بہت کم عمر تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ عرض کیا۔ حضرت عمر فاروق ؓ اس وقت آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ غضبناک ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! عباد بن بشر کو حکم فرمایئے کہ اس منافق کی گردن الگ کر دے۔ جب عبداللہ بن ابی بن سلول کو معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو تمام باتوں کا علم ہو گیا ہے تو حاضر ہو کر قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں نے یہ الفاظ نہیں کہے۔ حضرت زید بن ارقمؓ نے آپ ﷺ سے جھوٹ بولا ہے۔ عبداللہ بن ابی کی جھوٹی قسم پر حضرت زیدؓ کو سخت صدمہ ہوا۔ اس پر ارشاد خداوندی ہوا۔

اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ اِنَّھُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے اور ان کے ذریعے سے (لوگوں کو) راہِ خدا سے روک رہے ہیں۔ بے شک برا ہے وہ کام جو یہ کر رہے ہیں۔

(سورۂ منافقون، آیت ۲)

Marfat.com

اس واقعہ کے بعد عبداللہ بن ابی کے بیٹے حضرت عبداللہؓ جو پکے اور سچے مسلمان تھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر اجازت دیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر آپ ﷺ کے قدموں میں ڈال دیتا ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ جب اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ پہنچے تو منافق عبداللہ بن ابی کا بیٹا حضرت عبداللہؓ تلوار لے کر مدینہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے جب عبداللہ بن ابی مدینہ میں داخل ہونے لگا تو انہوں نے اپنے باپ کو روک کر کہا کہ عزت والے صرف آپ ﷺ ہیں اور تو ذلیل ہے تو اس وقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ حضور اکرم ﷺ اجازت نہ دیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اجازت دی تو حضرت عبداللہؓ نے اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے دیا۔

یہود کو قتل کی سزا

ایک یہودی نے حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس سے فخر یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر خود ہمارا قتل فرض کیا تو ہم وہ بھی کر گزرے (خیال رہے کہ یہودیوں کو بچھڑا پوجنے کی وجہ سے ایک دوسرے کو قتل کرنے کا حکم ہوا) یہ سن کر حضرت ثابتؓ نے فرمایا۔ واللہ اگر ہم پر یہ فرض ہوتا تو ہم بھی کر گزرتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ بھی اس پر عمل کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِاخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝

اور اگر ہم انہیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالو یا اپنے گھر چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے ہی ایسا کرتے۔ اور اگر یہ اس نصیحت پر کاربند ہوتے جو ان کو کی جاتی ہے تو ان کے حق میں بہتر اور (دین میں) زیادہ ثابت قدمی کا موجب ہوتا۔ (سورۃ النساء، آیت ٦٦)

تحقیق و تفتیش

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک دشمن کو اس کے والد اور اس کی

Marfat.com

قوم نے اپنے اسلام کی خبر پہنچانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ راستے میں اسے حضور اکرم ﷺ کے بھیجے ہوئے ایک لشکر سے رات کے وقت ملاقات ہوئی۔ اس نے ان سے کہا کہ میں مسلمان ہوں لیکن انہیں یقین نہ آیا اور اسے دشمن سمجھ کر قتل کر ڈالا۔ اس کے والد کو جب یہ علم ہوا تو وہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک ہزار دینار دیئے اور دیت ادا کی اور انہیں عزت کے ساتھ رخصت کیا۔

تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے حوالے سے ایک اور روایت اس طرح بیان کی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا تھا جس میں حضرت مقدادؓ بھی تھے۔ جب دشمنوں کے پاس پہنچے تو ماسوائے ایک شخص کے باقی ادھر ادھر ہو گئے۔ اس شخص نے لشکر کو دیکھتے ہی کلمۂ شہادت پڑھا لیکن حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا۔ جب لشکر واپس پہنچا تو لشکر میں سے ایک شخص نے اس واقعہ کا ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت مقدادؓ کو بلوایا اور فرمایا۔ تم نے یہ کیا کیا؟ کل قیامت کے دن تم لا الٰہ الا اللہ کے سامنے کیا کرو گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے مقدادؓ وہ شخص مخفی مسلمان تھا۔ جس طرح تو مکہ میں اپنے ایمان کو مخفی رکھتا تھا۔ پھر تو نے اس کے اسلام ظاہر کرنے کے باوجود اسے قتل کر دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ؀

(سورۂ نساء، آیت ۹۴)

مومنو! جب تم خدا کی راہ میں باہر نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو اور جو شخص تم سے سلام علیک کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو۔ اور اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کرو۔ سو خدا کے نزدیک بہت سی غنیمتیں ہیں تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے۔ پھر خدا نے تم پر احسان کیا تو (آئندہ) تحقیق کر لیا کرو۔ اور جو عمل تم کرتے ہو خدا کو سب کی خبر ہے۔

Marfat.com

حضرت زبیرؓ اور انصاری کا واقعہ

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت زبیرؓ کا ایک انصاری کے ساتھ کھیت کو پانی دینے کی بنا پر جھگڑا ہو گیا۔ اور وہ جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں فیصلہ کے لیے پیش ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ زبیرؓ! تم اپنے کھیت کو پانی دینے کے بعد اسے انصاری کے کھیت کے لیے چھوڑ دیا کرو۔ یہ سن کا انصاری نے کہا ہاں رسول اللہ ﷺ! یہ تو آپ ﷺ کے پھوپھی کے لڑکے ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا زبیرؓ! تم اپنے کھیت کو پانی دینے کے بعد اسے روکے رکھو۔ یہاں تک کہ پانی باغ کی دیواروں تک پہنچ جائے پھر اسے چھوڑ دیا کرو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝	تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔ (النساء، آیت ۶۵)

اللهم صل وسلم علىٰ حبيبك محمد وعلىٰ آله واصحابه وسلم

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری زندگی اور پیاری باتیں

شیریں ہے مثلِ حرفِ دُعا نام آپؐ کا
مخلوق میں ہے سب سے بڑا نام آپؐ کا

حضرت زیدؓ بن حارثہ

حضرت زیدؓ بن حارثہ کا تعلق قبیلہ کلب سے تھا اور وہ حارثہ بن شراحیل کے بیٹے تھے۔ ان کی عمر آٹھ سال تھی کہ انہیں غلام بنالیا گیا اور طائف کے قریب عکاظ کے میلے میں حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے حکیم بن حزام کے ہاتھ بیچ دیا تھا۔ انہوں نے مکہ لاکر اپنی پھوپھی کی خدمت میں نذر کر دیا۔ جب حضرت زیدؓ کی عمر پندرہ سال ہوئی تو حضرت خدیجہؓ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکاح کے وقت ہدیتاً پیش کر دیا اور حضرت زیدؓ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر پرورش پاتے رہے۔

متبنّیٰ

سیرت نگاروں کے مطابق حضرت زیدؓ کے باپ اور چچا کو جب پتہ چلا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ملتجی ہوئے کہ فدیہ لے کر زیدؓ کو ہمارے حوالے کر دیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کسی کے پاس نہیں جانا چاہتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت زیدؓ کو آزاد کر دیا اور حرم میں جا کر قریش کے مجمع میں اعلان فرمایا کہ آپ سب گواہ رہیں کہ آج سے زیدؓ میرا بیٹا ہے۔

اسی بنا پر لوگ ان کو زیدؓ بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب منصب نبوت سے سرفراز ہوئے تو چار ہستیاں ایسی تھیں جنہوں نے ایک لمحہ شک و تردد کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کو تسلیم کر لیا۔ ایک حضرت خدیجہؓ، دوسرے حضرت زیدؓ، تیسرے حضرت علیؓ اور چوتھے حضرت ابوبکر صدیقؓ اس وقت حضرت زیدؓ کی عمر تیس سال تھی۔

حضرت زینبؓ سے نکاح

۴ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زیدؓ کے لیے اپنی پھوپھی زاد

Marfat.com

بہن حضرت زینبؓ سے نکاح کا پیغام دیا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا نہ کہو اور ان سے نکاح کر لو۔ حضرت زینبؓ نے جواب دیا کہ مجھے کچھ مہلت دیں کہ میں سوچ لوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ	اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب خدا اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔ اور جو کوئی خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہ ہو گیا۔

(الاحزاب، آیت ۳۶)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت زینبؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ اس نکاح سے رضا مند ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ تو حضرت زینبؓ نے جواب دیا کہ پھر مجھے کوئی انکار نہیں۔ میں اللہ کے رسول ﷺ کی نافرمانی نہیں کر سکتی۔ نکاح میں دس دینار اور سات درہم مہر مقرر ہوا۔ اس کے علاوہ ایک دوپٹہ ایک چادر، ایک کرتا، پچاس مد اناج اور دس مد کھجوریں بھی دی گئیں۔

ناچاقی اور طلاق

ایک سال کے بعد حضرت زیدؓ اور حضرت زینبؓ کے درمیان ناچاقی شروع ہو گئی۔ حضرت زیدؓ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر شکایت کی تو آپ ﷺ نے انہیں سمجھایا کہ اپنا گھر برباد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو۔ جب حالات زیادہ خراب ہو گئے تو حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ	اور جب تم اس شخص سے جس پر خدا نے احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا (یہ) کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور خدا سے ڈر۔

(الاحزاب، آیت ۳۷)

ابن ابی حاتم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دے دی تھی کہ حضرت زینبؓ آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں گی۔ مسند احمد میں ہے کہ جب

Marfat.com

حضرت زینبؓ کی عدت پوری ہو چکی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ سے کہا کہ تم جاؤ اور انہیں مجھ سے نکاح کرنے کا پیغام پہنچاؤ۔ سیرت نگاروں کے مطابق یہ رشتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر منظور کیا گیا تھا۔ اور آپ ﷺ نے حضرت زینبؓ کی دل جوئی کی وجہ سے خود نکاح سے مشرف کرنا چاہا لیکن عرب میں اس وقت تک متبنیٰ کو اصل بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ط فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ط وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ○

(الاحزاب، آیت ۳۷)

اور تم اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ کرتے تھے جس کو خدا ظاہر کرنے والا تھا اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے حالانکہ خدا ہی اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو۔ پھر جب زید نے اس سے (کوئی) حاجت (متعلق نہ) رکھی (یعنی اس کو طلاق دے دی تو ہم نے تم سے اس کا نکاح کر دیا تا کہ مومنوں کے لیے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (کے ساتھ نکاح کرنے کے بارے) میں جب وہ ان سے (اپنی) حاجت (متعلق) نہ رکھیں (یعنی طلاق دیدیں) کچھ تنگی نہ رہے اور خدا کا حکم واقع ہو کر رہنے والا تھا۔

عقد حضرت زینبؓ

حضرت زیدؓ بن حارثہ کی زبانی پیام سن کر حضرت زینبؓ نے منظور کر لیا اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کر کے دعا کی کہ اے اللہ! اگر میں تیرے حبیب ﷺ کی خدمت کے لائق ہوں تو مجھے ان کی بارگاہ میں پہنچا دے۔ نکاح کے بعد دعوت ولیمہ میں آپ ﷺ نے سب کو گوشت روٹی کھلائی۔ ایک روایت کے مطابق تین سو کے قریب آدمی دعوت ولیمہ میں شریک ہوئے۔ کھانا کھانے کے بعد تمام لوگ چلے گئے مگر چند آدمی وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیگر ازواج کے یہاں تشریف لے گئے جب واپس تشریف لائے تو اس وقت بھی وہاں تین آدمی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ اس وقت آیت حجاب نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے حضرت انسؓ

Marfat.com

آپ ﷺ کے ساتھ تھے مگر آپ ﷺ نے پردہ کرا دیا اور میرے اور آپ ﷺ کے درمیان حجاب ہو گیا۔ یہ ذی قعدہ ۵ھ کا واقعہ ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ○	مومنو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے اور اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے لیکن جب تمہاری دعوت کی جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو چل دو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھ رہو۔ یہ بات پیغمبر کو ایذا دیتی تھی۔ اور وہ تم سے شرم کرتے تھے (اور کہتے نہیں تھے) لیکن خدا سچی بات کے کہنے سے شرم نہیں کرتا۔ اور جب پیغمبر کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر مانگو۔ یہ تمہارے اور ان کے دونوں کے دلوں کے لیے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔ اور تم کو یہ شایاں نہیں کہ پیغمبر خدا کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو بے شک یہ خدا کے نزدیک بڑا (گناہ کا کام) ہے۔

(سورۃ الاحزاب، آیت ۵۳)

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت زینبؓ ازواج مطہرات سے فخر یہ کہا کرتی تھیں کہ تم سب کے نکاح تمہارے ولی وارثوں نے کیے اور میرا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر کرا دیا۔

ابن جریر میں ہے کہ حضرت زینبؓ نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا، مجھ میں اللہ تعالیٰ نے تین خصوصیتیں رکھی ہیں جو آپ ﷺ کی اور بیویوں میں نہیں۔ ایک تو یہ کہ میرا اور آپ ﷺ کا دادا ایک ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے مجھے آپ ﷺ کے نکاح میں دیا۔ تیسرے یہ کہ ہمارے درمیان سفیر حضرت جبرئیلؑ تھے۔

Marfat.com

پردہ کی آیات

یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔ ازواج مطہرات کو قضائے حاجت کے لیے جنگل کو جایا کرتی تھیں۔ حضرت عمرؓ کو یہ پسند نہ تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لیے باہر نکلیں تو حضرت عمرؓ نے انہیں قد و قامت کی وجہ سے پہچان لیا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حجاب کے حکم کے بعد حضرت سودہؓ باہر نکلیں مگر اسی وقت واپس آ گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شام کا کھانا تناول فرما رہے تھے ایک ہڈی ہاتھ میں تھی کہ آ کر یہ واقعہ بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے یہ کہا۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً وحی نازل فرمائی جب وحی ختم ہوئی تو اس وقت بھی ہڈی آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تمہیں ضرورتوں کی بنا پر باہر نکلنے کی اجازت دیتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا o

اے پیغمبر اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (مونہوں) پر چادر لٹکا (کر گھونگھٹ نکال) لیا کریں۔ یہ امر ان کے لیے موجب شناخت (و امتیاز) ہوگا تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا۔ اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ (الاحزاب، آیت ۵۹)

حضرت زینبؓ کے نکاح کے ولیمہ کی دعوت پر آیت حجاب نازل ہوئی جس میں مردوں کو مخاطب کر کے کہا گیا کہ وہ بغیر اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں داخل نہ ہوں۔ اسی طرح سورۂ نور کی آیات ۲۷ اور ۲۸ میں مردوں کو ایک دوسرے کے گھروں میں بغیر اجازت جانے کی ممانعت کی گئی ہے۔ ان آیات مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت مانگو اگر اجازت ملے تو گھر میں جاؤ۔ پہلے سلام کرو، اگر پہلی دفعہ اجازت نہ ملے تو پھر اجازت مانگو حتیٰ کہ تیسری بار اجازت مانگو اگر پھر بھی اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جاؤ اور اس بات کو برا نہ مانو۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝

مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں گھر والوں سے اجازت لیے اور ان کو سلام کئے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (اور ہم یہ نصیحت اس لیے کرتے ہیں کہ) شاید تم یاد رکھو۔ اگر تم گھر میں کسی کو موجود نہ پاؤ تو جب تک تم کو اجازت نہ دی جائے اس میں مت داخل ہو۔ اور اگر (یہ) کہا جائے کہ (اس وقت) لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو۔ یہ تمہارے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام تم کرتے ہو خدا سب جانتا ہے۔

مردوں کے علاوہ عورتوں کے لیے بھی حکم ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ''اے محمد ﷺ مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ سوائے اس زینت کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اوڑھنی کے بکل مار لیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر ان لوگوں کے سامنے شوہر، باپ، خسر، بیٹے، سوتیلے بھائی، بھتیجے، بھانجے، اپنی عورتیں اپنے غلام وہ مرد خدمت گار جو عورتوں سے کچھ مطلب نہیں رکھتے۔ وہ لڑکے جو ابھی عورتوں کی پردہ کی باتوں سے آگاہ نہیں ہوئے ہیں (نیز ان کو حکم دو کہ) وہ چلتے وقت اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ مارتی چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا اظہار ہو''۔ (۳۰۔۳۱)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تا کہ وہ پہچان لی جائیں۔ اور ستائی نہ جائیں''۔ (سورۂ احزاب، آیت ۵۹)

''ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ وہ اور حضرت میمونہؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں۔ اتنے میں ابن ام مکتومؓ (ایک نابینا صحابی) آئے اور سیدھے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو۔ حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا، کیا یہ نابینا نہیں؟ نہ وہ ہمیں دیکھیں گے نہ ہمیں پہچانیں

Marfat.com

گے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم انہیں دیکھتی ہو۔ (ترمذی)

متبنیٰ کی حقیقت

حضرت زیدؓ بن حارثہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت سے پہلے اپنا متبنیٰ بنا رکھا تھا اور انہیں زید بن محمد کہا جاتا تھا۔ ارشاد ربانی ہے کہ تم میں سے کسی مرد کے باپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہیں بلکہ وہ خدا کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ جب یہ آیات اتریں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیدؓ سے فرمایا تو حارثہ کا بیٹا ہے۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ ۸ ہجری میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَآءَ كُمْ ط ذَالِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ط وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ o اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَاللّٰهِ ج فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْآ اٰبَآءَ هُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ط وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا o

اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔ اور خدا تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ مومنو! لے پالکوں کو ان کے (اصلی) باپوں کے نام سے پکارا کرو کہ خدا کے نزدیک یہی بات درست ہے۔ اگر تم کو ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمہارے بھائی اور دوست ہیں اور جو بات تم سے غلطی سے ہو گئی ہو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں لیکن جو قصد دل سے کرو (اس پر مواخذہ ہے) اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔ (الاحزاب، آیت ۴-۵)

حضرت زیدؓ بن حارثہ بہادر سپاہی تھے۔ بدر میں موتہ تک تمام اہم غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہ مریسیع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مدینہ میں اپنی جانشینی کا فخر بخشا تھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جس فوج کشی میں حضرت زیدؓ شریک ہوئے امارت کا عہدہ انہی کو عطا ہوتا اس طرح وہ نو بار سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے۔

Marfat.com

وضو اور تیمّم کا حکم

صحیح بخاری شریف میں وضو اور تیمم کے بارے نازل ہونے والی آیت مبارکہ کے متعلق حدیث مبارکہ بیان کی گئی ہے۔ حضرت عائشہؓ ام المومنین بیان کرتی ہیں کہ میرے گلے کا ہار مقام بیداء یا ذات الجیش میں گر پڑا۔ ہم مدینے میں داخل ہونے والے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سواری روکی اور میری گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ اتنے میں میرے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ میرے پاس تشریف لائے اور مجھ پر بگڑنے لگے کہ تو نے ہار کھو کر لوگوں کو روک دیا اور مجھے کچوکے مارنے لگے جس سے مجھے تکلیف ہوئی لیکن اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند میں خلل اندازی نہ ہو میں ہلی جلی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جاگے اور صبح کی نماز کا وقت ہو گیا اور پانی کی تلاش کی گئی تو پانی نہ ملا۔ اس پر پوری آیت نازل ہوئی۔

حضرت اسید بن حضیرؓ کہنے لگے۔ اے آل ابوبکرؓ! اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے تمہیں بابرکت بنا دیا ہے۔ تم ان کے لیے سرتاپا برکت ہو۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم پر کسی قسم کا کوئی بوجھ نہیں۔ اس نے اپنے دین کو سہل، آسان اور ہلکا کر دیا ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ پانی سے وضو کرو اگر پانی میسر نہ ہو یا بیماری ہو تو تمہیں تیمم کرنے کی رخصت عطا فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ	مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تو
فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى	منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو۔ اور سر کا
الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ	مسح کر لیا کرو۔ اور ٹخنوں تک پاؤں (دھو لیا
اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا	کرو) اور اگر نہانے کی حاجت ہو تو (نہا
فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى	کر) پاک ہو جایا کرو۔ اور اگر بیمار ہو یا سفر
سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ	میں ہو یا کوئی تم میں سے بیت الخلاء سے ہو
لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا	کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو
صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ	اور تمہیں پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی لو اور اس

Marfat.com

وَاَیْدِیْکُمْ مِّنْهُ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِنْ حَرَجٍ وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ٥ (المائدہ، آیت ٦)

سے منہ اور ہاتھوں کا مسح (یعنی تیمم) کرلو۔ خدا تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنا چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر کرو۔

واقعہ افک

افک کا واقعہ اسلامی تاریخ کا مشہور واقعہ ہے جس کا مرکزی کردار حضرت عائشہؓ کی ذات ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ منافقین اور اسلام دشمن قوتوں نے اسلام کو نقصان پہنچانے کی حتی المقدور کوشش کی۔ حتیٰ کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات پر بھی حملہ کرنے سے باز نہ آئے اور بہتان لگایا لیکن پہلے کی طرح اس بار بھی باری تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی اور وحی کے ذریعے اصل حقیقت کو ظاہر کر دیا۔

واقعہ افک کو صحیح بخاری شریف میں تفصیل سے بیان کیا گیا۔ مگر یہاں مختصراً بیان کیا جا رہا ہے۔

غزوہ بنی مصطلق / مریسع میں حضرت عائشہؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھیں۔ واپسی پر سب لوگ ابھی مدینہ میں دو پڑاؤ دور تھے اور رات کا کچھ حصہ باقی تھا کہ کوچ کی تیاریاں شروع ہوگئیں حضرت عائشہؓ اٹھ کر رفع حاجت کے لیے گئیں۔ اس دوران ان کے ظفار کے نگینوں کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا اور وہ اسے ڈھونڈنے لگیں اور انہیں دیر ہوگئی۔ ان کے واپس آنے تک قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ قاعدہ یہ تھا کہ کوچ کے وقت ہودے پر بیٹھ جاتی تھیں اور چار آدمی اسے اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے تھے۔ چونکہ آپؓ جسمانی طور پر ہلکی پھلکی تھیں اس لیے کسی کو یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ آپؓ ہودج میں نہیں ہیں۔ تلاش کے بعد انہیں ہار مل گیا تو وہ قافلہ کی جگہ آئیں تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ آخر آپؓ اس امید پر چادر اوڑھ کر سوگئیں کہ کوئی نہ کوئی تو ڈھونڈنے آئے گا۔

صبح کے وقت حضرت صفوانؓ بن معطل سلمی ثم ذکوانیؓ لشکر کے پیچھے چل رہے تھے۔ وہ پڑاؤ کی جگہ پہنچے تو انہوں نے آپؓ کو پہچان کر کہا ''اناللہ وانا الیہ راجعون'' جس پر آپؓ بیدار ہو

Marfat.com

گئیں۔ حضرت صفوانؓ بن معطل سلمی نے اپنا اونٹ آپؓ کے پاس بٹھا کر الگ ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ آپؓ اونٹ پر سوار ہو گئیں اور وہ پاپیادہ نکیل پکڑ کر روانہ ہو گئے۔ دوپہر کے وقت جہاں لشکر نے پڑاؤ کیا ہوا تھا پہنچ گئیں۔ اس پر بہتان اٹھانے والوں نے بہتان اٹھا دیئے۔ عبداللہ بن ابی ان میں پیش پیش تھا۔ بعد میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خالہ زاد بہن کے بیٹے مسطحؓ بن اثاثہ نے بھی اس بات کو خوب ہوا دی۔ حسان بنؓ ثابت، حمنتہ بنت جحشؓ اور دیگر چند مسلمانوں نے بھی اس بات پر یقین کر لیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس الزام سے سخت اذیت میں مبتلا تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے طور پر تمام تحقیقات کر لیں اور حضرت عائشہؓ کو بے قصور پایا تو مسلمانوں سے فرمانے لگے۔ ''کون ہے جو اس شخص کے حملوں سے میری عزت بچائے، جس نے میرے گھر والوں پر الزامات لگا کر مجھے سخت اذیت میں مبتلا کیا ہے۔ بخدا میں نے نہ تو اپنی بیوی ہی میں کوئی برائی دیکھی ہے اور نہ اس شخص میں، جس کے متعلق تہمت لگائی جاتی ہے۔ وہ تو کبھی میری غیر موجودگی میں میرے گھر کبھی آیا بھی نہیں''۔

آپ ﷺ کا یہ ارشاد سن کر حضرت سعدؓ بن معاذ جو قبیلہ بنی عبدالاشہل میں سے اٹھے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ ﷺ کا بدلہ لوں گا۔ اگر وہ شخص قبیلہ اوس میں سے ہوگا تو میں خود اس کو قتل کروں گا اور اگر وہ ہمارے برادر قبیلے خزرج میں سے ہوگا تو اس کے بارے میں آپ ﷺ جو حکم دیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے۔ یہ سن کر بنو خزرج کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ انصار کے دونوں قبائل اوس اور خزرج آپس میں لڑ پڑتے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ٹھنڈا کیا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ جو اس بہتان کے بعد اپنے والدین کے گھر چلی گئی تھیں اور اس بہتان کی افواہیں کم وبیش ایک مہینے تک شہر میں اڑتی رہیں۔ آخر ایک روز آنحضور ﷺ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ اس پورے عرصہ میں آپ ﷺ ان کے پاس نہ بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! ''عائشہؓ! مجھے تمہارے متعلق یہ خبریں پہنچی ہیں۔ اگر تم بے گناہ ہو تو امید ہے کہ اللہ تمہاری برات فرما دے گا اور اگر واقعی تم کسی گناہ میں مبتلا ہوئی ہو تو اللہ سے توبہ کرو اور معافی مانگو۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جونہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی

Marfat.com

بات ختم کی میرے آنسو اس طرح تھم گئے کہ اس کے بعد میں نے اپنے چہرے پر آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی محسوس نہ کیا۔ انہوں نے اپنے والدین سے کہا کہ وہ میری طرف سے جواب دیں مگر وہ خاموش رہے۔ جس پر حضرت عائشہؓ نے جواباً عرض کیا۔

''آپ لوگوں کے کانوں میں ایک بات پڑ گئی ہے اور دلوں میں بیٹھ چکی ہے۔ اب اگر میں کہوں کہ میں بے گناہ ہوں اور اللہ گواہ ہے میں بے گناہ ہوں تو آپ لوگ نہ مانیں گے اور اگر خواہ مخواہ ایک ایسی بات کا اعتراف کروں، جو میں نے نہیں کی اور اللہ جانتا ہے کہ میں نے نہیں کی۔ تو آپ لوگ مان لیں گے۔ اب میرے لیے اس کے سوا اور چارہ بھی کیا ہے کہ وہی بات کہوں جو حضرت یوسفؑ کے والد حضرت یعقوبؑ نے کہی تھی کہ "فَصَبْرٌ جَمِيلٌ" وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَاتَصِفُوْنَ۔

حضرت عائشہؓ نے یہ الفاظ کہے تو فوراً بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کو بے گناہ قرار دیا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ وحی کے بعد آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا۔ اے عائشہؓ! اللہ تعالیٰ نے تم کو بے گناہ قرار دے دیا ہے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ یہ بات سن کر میری والدہ نے کہا۔ اٹھو، اور آپ ﷺ کا شکریہ ادا کرو! میں نے کہا۔ بخدا! میں نہیں اٹھوں گی اور سوائے اللہ عزوجل کے کسی کا شکریہ ادا نہ کروں گی۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور کی یہ آیات نازل فرمائیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآ ءُوْ بِالْاِ فْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِىْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا	جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے تم ہی میں سے ایک جماعت ہے اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھنا۔ بلکہ وہ تمہارے لئے اچھا ہے انہیں سے جس شخص نے گناہ کا جتنا حصہ لیا اس کے لیے کتنا وبال ہے اور جس نے انہیں اس سے بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا ہے اس کو بڑا عذاب ہوگا۔ جب تم نے وہ بات سنی تھی تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا۔ اور (کیوں نہ) کہا کہ یہ صریح طوفان ہے۔

Marfat.com

وَقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝ لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْلَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَاللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

اِذْتَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(النور، آیت ۱۱۔۱۹)

یہ (افترا پرداز) اپنی بات (کی تصدیق) کے لیے چار گواہ کیوں لائے۔ تو جب یہ گواہ نہیں لا سکے تو خدا کے نزدیک یہی جھوٹے ہیں۔ اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر خدا کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی جس شغل میں تم منہمک تھے اس کی وجہ سے تم پر بڑا (سخت) عذاب نازل ہوتا۔ جب تم اپنی زبانوں سے اس کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تم کو کچھ بھی علم نہ تھا اور تم اسے ایک ہلکی بات سمجھتے تھے اور خدا کے نزدیک وہ بڑی (بھاری) بات تھی اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں شایاں نہیں کہ ایسی بات زبان پر لائیں۔ (پروردگار) تو پاک ہے یہ تو (بہت) بڑا بہتان ہے۔

خدا تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر مومن ہو تو پھر کبھی ایسا (کام) نہ کرنا۔ اور خدا تمہارے (سمجھانے کے) لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی (یعنی تہمت بدکاری کی خبر) پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

Marfat.com

عمرہ کی تیاری اور مقام حدیبیہ

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے ہجرت کئے ہوئے چھ سال ہو گئے تھے اور یہ چھ سال مدینہ منورہ کو اسلامی مملکت بنانے، کفار کے ساتھ جہاد کرنے، معاشرے کی اصلاح اور امن وامان قائم کرنے میں گزرے۔ اس دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ مصروفیت میں گزرا اور نت نئے فتنوں کی بیخ کنی کرنے کی جدوجہد میں دن رات کوشاں رہے۔ غرضیکہ چھ سال کا یہ طویل عرصہ اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ آپ ﷺ بڑی حد تک اپنے منصوبوں میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش تھی کہ اسلام کا یہ ابدی پیغام نہ صرف عرب بلکہ پوری دنیا میں پھیلایا جائے۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ خانہ کعبہ کی زیارت اور عمرہ کی ادائیگی کی جائے۔ خیال رہے کہ ان چھ سالوں میں آپ ﷺ نے نہ مکہ کی زیارت کی تھی، نہ عمرہ ادا فرمایا تھا نہ حج ادا فرمایا تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ قریش مکہ اس بات سے آگاہ ہو جائیں کہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ اپنے مقصد میں کسی حد تک کامیاب وکامران ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ اپنے صحابہ کرامؓ کے ہمراہ بحالت امن اپنے سروں کو منڈواتے کترواتے ہوئے بیت اللہ شریف میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ حکم خداوندی تھا اور اس کی تعمیل ضروری تھی۔ غرضیکہ مکہ کا یہ سفر خالصتاً عمرہ کے لیے تھا نہ کہ جنگ کے لیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ ذیعقد ۶ ھ میں پندرہ سو صحابہ کرامؓ اور قربانی کے جانوروں کے ساتھ مدینہ سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے اور مقام ذوالحلیفہ کی مسجد میں دو رکعتیں ادا فرمانے کے بعد عمرہ کا احرام باندھا۔ اس سفر میں آپ ﷺ کی زوجہ مطہرہ ام سلمہؓ ہم سفر تھیں۔ مدینہ سے روانگی سے پہلے آپ ﷺ نے حضرت ابن ام مکتومؓ کو نمازیں پڑھانے اور حضرت ابورہمؓ کو مدینہ کا انتظامی حاکم مقرر فرمایا۔

Marfat.com

حدیبیہ میں قیام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سربراہی میں جب یہ قافلہ مقام عسفان پر پہنچا تو بشر بن سفیان کعبی آپ ﷺ سے آ کر ملے اور عرض کیا کہ قریش کو آپ ﷺ کی آمد کی اطلاع مل گئی ہے اور وہ ذی طویٰ وادی میں خیمہ زن ہوئے ہیں۔ انہوں نے حلف اٹھایا ہے کہ آپ ﷺ کو ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے اس دوران خالد بن ولید بھی اپنے لشکر لے کر مقام کراع الغمیم پر پہنچ گئے تا کہ وہ آپ ﷺ کا راستہ روکیں۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے آپ ﷺ نے شنیۃ المراد کا راستہ اختیار کیا۔ چلتے چلتے جب آپ ﷺ حدیبیہ پہنچے تو آپ ﷺ کی اونٹنی 'قصویٰ' وہاں بیٹھ گئی۔ اس پر مسلمانوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ یہاں بے سبب ٹھہر گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں از خود نہیں ٹھہرا اور نہ ہی میری اونٹنی اپنی طبعیت سے ٹھہری ہے بلکہ یہ تو ذات اقدس کے حکم سے ٹھہری ہے۔

معجزہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ یہاں پڑاؤ ڈال لو۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! اس وادی میں پانی نہیں ہے جس پر ہم پڑاؤ ڈالیں۔ اس پر آپ ﷺ نے اپنے تھیلہ سے ایک تیر نکالا اور اسے اپنے ایک صحابی کو دیا جس نے اسے وہاں کے گڑھوں میں سے ایک گڑھے کے وسط میں گاڑ دیا اس کے ساتھ ہی وہاں سے پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ یہاں تک کہ اہل لشکر اور ان کے اونٹ سب سیراب ہو گئے۔

بخاری شریف میں حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک خشک کنویں پر بیٹھے اور پانی کا برتن منگوایا۔ دعا کی اور اس پانی سے کلی کر کے وہ پانی کنویں میں پھینک دیا اور فرمایا۔ گھڑی بھر رہنے دو۔ اس کے بعد اس میں اتنا پانی بھر آیا کہ اہل لشکر خود بھی سیراب ہوئے اور اپنی سواریوں کو بھی سیراب کیا۔ اس کے بعد وہاں سے کوچ کر دیا۔

سفارت کاری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام حدیبیہ میں قیام فرما ہوئے تو قریش مکہ نے یہ جاننے کے لیے کہ آپ ﷺ کی یہاں آنے کی غرض و غایت کیا ہے اپنے نمائندے بھیجنے شروع کر دیئے۔ بشر بن سفیان، بدیل بن ورقاء خزاعی، حلیس بن علقمہ آپ ﷺ کی

Marfat.com

خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے ہر ایک سے یہی فرمایا کہ میں جنگ کے ارادہ سے نہیں بلکہ صرف بیت اللہ شریف کی زیارت کے ارادہ سے آیا ہوں۔ آخر میں انہوں نے عروہ بن مسعود ثقفی کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ عروہ بن مسعود ثقفی دیر تک آپ ﷺ سے بات کرتا رہا۔ اس کی گفتگو ختم ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بھی وہی فرمایا جو اس سے قبل اس کے دوسرے ساتھیوں سے فرما چکے تھے۔ کہ آپ ﷺ جنگ کی نیت سے نہیں آئے ہیں۔

عروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر واپس مکہ چلا گیا۔ اس نے صحابہ کرامؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام کرتے دیکھا تو وہ حیران ہو گیا۔ اس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ صحابہ کرامؓ اپنے نبی کریم ﷺ سے اس قدر محبت کرتے اور عزت و احترام سے پیش آتے ہیں۔ عروہ بن مسعود نے اہل قریش کو بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو فرماتے ہیں تو صحابہ کرامؓ وضو کے پانی کو لینے کے لیے دوڑ پڑتے ہیں، آپ ﷺ تھوکتے ہیں تو اس کو اپنے ہاتھوں، چہروں اور جسم پر ملتے ہیں۔ جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے ہیں تو وہ سب خاموش ہو جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کی عظمت کا پاس کر کے آپ ﷺ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔

آخر میں عروہ نے قریش مکہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات مان لو اور آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو کعبہ شریف کی زیارت کی اجازت دے دو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم آپ ﷺ پر غلبہ نہ پا سکو گے۔ مگر افسوس کہ قریش مکہ نے عروہ بن مسعود کی بات بھی نہ مانی۔

سیرت نگاروں کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خراش بن امیہ خزاعیؓ کو اپنے خاص اونٹ ثعلب نامی پر سوار کرا کر قریش کے پاس مکہ روانہ کیا تا کہ وہ جا کر معززین قریش کو آپ ﷺ کی تشریف آوری کی غرض سے مطلع کریں۔ لیکن قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور خراش کو بھی قتل کرنا چاہا مگر وہ جان بچا کر خدمت اقدس میں پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ ہی قریش نے ایک حرکت یہ کہ کہ چالیس یا پچاس آدمی روانہ کیے تا کہ وہ کسی صحابیؓ کو قتل کر آئیں، مگر یہ لوگ گرفتار کر لئے گئے۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کو معاف کر کے چھوڑ دیا۔ قرآن مجید میں اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے:

Marfat.com

وَ هُوَ الَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْکُمْ وَ اَیْدِیَکُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَکَّةَ مِنْ م بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَکُمْ عَلَیْهِمْ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ○	اور وہی تو ہے جس نے تم کو ان (کافروں) پر فتح یاب کرنے کے بعد سرحد مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔

(سورۃ الفتح، آیت ۲۴)

بیعت رضوان

آخر کار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ کو طلب فرمایا کہ وہ مکہ جا کر قریش مکہ کو ہماری آمد کی غرض وغایت سے مطلع کریں مگر انہوں نے بوجوہ معذرت کر لی اور عرض کی کہ حضرت عثمان بن عفانؓ اس کام کے لیے زیادہ موزوں ہیں اور یہ کہ وہ قریش میں زیادہ معزز شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ بھیجا۔ حضرت عثمانؓ نے ابوسفیان اور دیگر روسائے قریش سے ملاقات کی اور حضور نبی کریم ﷺ کا پیغام پہنچایا جس پر ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ اگر آپ بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہیں تو کر لیں جس پر حضرت عثمان بن عفانؓ نے جواب دیا کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف نہ کریں۔ میں تنہا طواف نہیں کر سکتا۔ قریش نے انہیں اپنے پاس روک لیا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ افواہ پہنچی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ یہ سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم حضرت عثمانؓ کے قتل کا بدلہ لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیعت کے لیے بلائیں تمام مسلمانوں نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر اس عہد کے ساتھ بیعت کی کہ ہم کبھی میدانِ جنگ سے فرار نہ ہوں گے نیز یہ کہ یا فتح پائیں گے یا شہید ہو جائیں گے۔ حضرت عثمانؓ کی غیر موجودگی میں آپ ﷺ نے ان کی طرف سے بیعت کی۔ اس طرح کہ اپنا دایاں دست مبارک اپنے بائیں دستِ مبارک پر رکھ کر فرمایا۔ اے میرے خدا! یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے کیونکہ وہ تیرے اور تیرے رسول کے کام میں مشغول ہیں۔ سورۃ الفتح میں اس کا ذکر اس طرح سے ہے۔

Marfat.com

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْيُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ○	(اے پیغمبر) جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو خدا نے ان سے خوش ہوا۔ اور جو (صدق وخلوص) ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کرلیا۔ تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔
(الفتح، آیت ۱۸)	

صلح حدیبیہ

جب قریش کو اس بیعت کا علم ہوا تو وہ گھبرائے اور باہمی مشورہ سے یہ طے ہوا کہ مسلمانوں سے صلح کر لی جائے چنانچہ انہوں نے سہیل بن عمرو کو اپنا سفیر بنا کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیجا جس نے آپ ﷺ سے گفتگو کی۔ اس گفتگو کے نتیجے میں درج ذیل شرائط پر اتفاق ہو گیا۔

۱۔ مسلمان اس سال مکہ آئے بغیر حدیبیہ سے واپس چلے جائیں اور عمرے کے لیے اگلے سال آئیں۔

۲۔ اگر مکہ سے کوئی شخص بھاگ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو اس کے سرپرست کے مطالبے پر اس کے حوالے کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان بھاگ کر مکہ چلا جائے تو قریش اسے واپس نہیں کریں گے۔

۳۔ دس سال تک باہم صلح رہے گی۔ ایک دوسرے کی جنگوں میں دونوں فریق غیر طرف دار رہیں گے۔ تجارت یا حج وعمرے کے لیے ایک دوسرے کے علاقے میں آنے اور گزرنے کی اجازت ہوگی۔

۴۔ ان مفادات میں فریقین کے علاوہ ان کے وابستہ قبائل کو بھی برابر شریک سمجھا جائے گا۔ ان بنیادی شرائط کے علاوہ صلح نامہ متن میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ زمانہ جاہلیت کی طرح باسمک اللّٰھم اور محمد رسول اللہ ﷺ کی جگہ محمد ﷺ بن عبداللہ لکھنا بھی قبول کر لیا گیا۔ اس سے یہ تاثر قائم ہوتا تھا کہ مسلمان دب گئے اور قریش کی فتح ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ کو اس معاہدے کی دفعات کا پتہ چلا تو وہ بہت پریشان ہوئے لیکن جب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان شرائط کو پسند کرتا ہوں تو سب نے اس کی

Marfat.com

اطاعت کی صلح حدیبیہ کو قرآن مجید میں مسلمانوں کے لیے ''فتح مبین'' اور نصر عزیز کے ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔

معاہدہ صلح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے قربانی کی اور سر منڈوائے۔ آپ ﷺ نے جو قربانیاں دیں ان کی تعداد ستر (۷۰) تھی جن کا گوشت آپ ﷺ نے مقامی غربا میں تقسیم فرما دیا۔ حدیبیہ میں آپ ﷺ کا قیام تقریباً بیس (۲۰) دن رہا۔

حدیبیہ سے جب مدینہ روانہ ہوئے تو راستہ میں سورۂ الفتح کی درج ذیل آیات نازل ہوئیں۔

ترجمہ: بیشک (اے نبی ﷺ!) ہم نے تجھے ایک ظاہر فتح دی ہے، تاکہ جو کچھ تیرے گناہ کئے ہوئے اور جو پیچھے رہے سب کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے اور تجھ پر اپنا احسان پورا پورا کرے اور تجھے سیدھی راہ چلائے۔ (سورۂ فتح آیات ۱۔۲)

حدیبیہ کے حوالہ سے ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ: جو لوگ کہ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہے پھر جو شخص عہد شکنی کرے وہ اپنے نفس پر ہی عہد شکنی کرتا ہے اور جو شخص اس اقرار کو پورا کرے جو اس نے خدا کے ساتھ کیا ہے تو اسے عنقریب اللہ تعالیٰ بہت بڑا اجر دے گا۔ (سورۂ فتح، آیت ۱۰)

معاہدہ صلح کے دور رس نتائج

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پاسداری میں بڑی احتیاط سے کام لیا کہ کہیں عہد شکنی نہ ہو جس کے پیش نظر مکہ سے آنے والے مسلمانوں کو واپس فرما دیتے۔ جب کہ عورتوں کے معاملے میں بڑی نرمی اور اصول پرستی کو مدنظر رکھا اس لیے کہ معاہدہ میں عورتوں کا ذکر نہیں کیا گیا تھا۔ ہاں البتہ اتنا ضرور ہے کہ آپ ﷺ عورتوں سے بیعت لیتے وقت اتنا ضرور پوچھتے کہ کیا وہ شوہروں کی نافرمانی کر کے تو نہیں آئیں اور یہ کہ ان کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

Marfat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّاۤ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَاۤ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○	مومنو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں وطن چھوڑ کر آئیں تو ان کی آزمائش کرلو۔ (اور) خدا تو ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ سو اگر تم کو معلوم ہو کہ مومن ہیں تو ان کو کفار کے پاس واپس نہ بھیجو۔ کہ نہ یہ ان کو حلال ہیں اور نہ وہ ان کو جائز۔ اور جو کچھ انہوں نے (ان پر) خرچ کیا ہو وہ ان کو دے دو۔ اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کرلو۔ اور کافر عورتوں کی ناموس کو قبضے میں نہ رکھو (یعنی کفار کو واپس دیدو) اور جو کچھ تم نے ان پر خرچ کیا ہو تم ان سے طلب کرلو اور جو کچھ انہوں نے (اپنی عورتوں پر) خرچ کیا ہو وہ تم سے طلب کرلیں یہ خدا کا حکم ہے جو تم میں فیصلہ کیے دیتا ہے اور خدا جاننے والا حکمت والا ہے۔

(الممتحنہ، آیت ۱۰)

اس آیت مبارکہ کی شانِ نزول یہ ہے کہ ام کلثومؓ بنت عقبہ بن معیط ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ یہ پہلے مکّہ میں ایمان لا چکی تھیں اور ہجرت سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کر چکی تھیں، مکّہ سے پاپیادہ چل کر مدینہ پہنچیں۔ چنانچہ ان کے بھائی عمارہ اور ولید ان کو لینے کے لیے آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں واپس نہیں فرمایا اور ان کے بھائیوں سے فرمایا کہ معاہدہ کے تحت مومن عورتیں واپس نہ کی جائیں گی۔ جس پر ان کے بھائی واپس مکّہ چلے گئے اور قریش کو صورت سے آگاہ کیا۔

دیکھا جائے تو صلح حدیبیہ ہی فتح مکّہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی بصیرت اور جنگی حکمت عملی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد سے فتح مکّہ کے لیے راستہ نکلنا شروع ہوگیا۔ وہ مسلمان جو صلح حدیبیہ سے پریشان دکھائی دیتے تھے بعد میں وہ لوگ خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین کی جن شرائط کو قبول فرمایا تھا وہ ان کے لیے وبالِ جان ہوگئیں اور بعض شرائط کی منسوخی کے لیے خود انہوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی۔

Marfat.com

حالات کے دھارے نے کیارخ اختیار کیا یہ جاننے کے لیے تاریخ ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت ابو بصیرؓ مکہ سے بھاگ کر مدینہ پہنچ گئے۔ مگر آپ ﷺ نے یہ کہہ کر ابو بصیرؓ کو واپس مکہ جانے کا حکم دیا کہ ہم اس معاہدہ کی پاسداری کرنے پر مجبور ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اور مکہ میں محبوس دوسرے مسلمانوں کی مدد کرے گا۔ مکہ جاتے ہوئے ابو بصیرؓ نے راستہ میں خنیس کو جو انہیں لینے آیا تھا قتل کر دیا اور بھاگ کر سمندر کے کنارے ایسی جگہ آ کر قیام کیا جس طرف سے کفار قریش کے قافلے گزرتے تھے۔ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے مسلمان جو مکہ میں رہ گئے تھے وہ بھی ابو بصیرؓ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس طرح ابو جندلؓ بن سہیل بن عمرو جسے آنحضرت ﷺ نے معاہدہ حدیبیہ کے دن ہی واپس مکہ جانے کا حکم فرما دیا تھا وہ بھی مکہ سے فرار ہو کر ستر (۷۰) مسلمانوں کے ساتھ ابو بصیرؓ کے پاس پہنچ گیا۔ اس طرح آہستہ آہستہ دوسرے مسلمان بھی وہاں پہنچنا شروع ہو گئے اور ان کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی۔ انہوں نے قریش کے مسافروں کا راستہ بند کر دیا۔ یہ جسے پاتے اسے قتل کر ڈالتے اور جو تجارتی قافلہ ادھر سے گزرتا اسے لوٹ لیتے۔ کفار قریش نے جب یہ حالت دیکھی تو انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے درخواست کی اور عرض کیا کہ آپ ﷺ ان لوگوں کو اپنے پاس بلا لیں ہمیں ان کی ضرورت نہیں۔

کفار جب جنگ سے مطمئن ہو گئے تو مسلمانوں سے گھل مل گئے۔ یہ لوگ مدینہ جانے لگے اور مسلمان اپنے عزیز و اقارب سے ملنے مکہ آئے۔ اس میل جول سے کفار قریش نے مسلمانوں سے بہت سی اچھی باتیں سنیں اور سیکھنے کا موقع ملا جس کے نتیجہ میں وہ سلام کی طرف راغب ہوئے اور فتح مکہ سے پہلے ہی یہ لوگ ایمان لے آئے۔ خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن عاصؓ وغیرہ کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد ان کا رجحان اسلام کی طرف بڑھنے لگا اور بعد میں ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا فرمان ہے کہ اسلام میں حدیبیہ کی فتح سے بڑھ کر کوئی فتح نہیں ہوئی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حق تعالیٰ کے درمیان جو راز تھا اس تک کوئی بھی نہ پہنچ سکا اور لوگ عجلت پسندی کی وجہ سے باتیں کرتے رہے جب کہ حق تعالیٰ نے وقت معین پر اپنا فیصلہ دے دیا۔

مولا یا صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبك خیر الخلق کلھم

Marfat.com

معاہدہ حدیبیہ کے بعد

اب خبر لیجئے سرکار مدینے والے
اپنی قسمت بھی ہو بیدار مدینے والے

معاہدہ حدیبیہ کے بعد حالات تیزی سے بدلنے لگے۔ مسلمانوں کے اندر خود اعتمادی اور جہاد کا جذبہ مزید تیزی سے ابھرنے لگا۔ دوسری طرف مسلمانوں کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہونے لگا۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ معاہدہ حدیبیہ کے وقت مسلمانوں کی تعداد تقریباً چودہ سو (۱۴۰۰) تھی جب کہ فتح مکہ کے وقت یہ تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی۔ مدینہ اور گردونواح کے قبائل اسلام کی حقانیت سے نہ صرف واقف ہو رہے تھے بلکہ اسلام قبول کرنے کے لیے بھی سبقت لے رہے تھے۔ مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے دن قبیلوں کے سردار شرفِ ملاقات کے لیے حاضر ہوتے جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے خائف تھے اور اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتے تھے۔

دعوت و تبلیغ دین

ان حالات میں ضرورت اس امر کی تھی کہ اسلام کا آفاقی پیغام تمام امراء و سلاطین تک پہنچایا جائے اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جائے تا کہ دعوتِ ربانی سے دنیا کی کوئی جماعت محروم نہ رہ سکے۔ یہ خدائی حکم تھا اور اب اس کی تعمیل کا وقت آ پہنچا تھا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

قُلْ يَآاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ (الاعراف، آیت ۱۵۸)

(اے محمد ﷺ) کہہ دو کہ لوگو میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا ہوں (یعنی اس کا رسول ہوں) (وہ) جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندگانی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ تو خدا پر اور اس کے رسول پیغمبر امی پر جو خدا پر اور اس کے تمام کلام پر ایمان رکھتے ہیں ایمان لاؤ اور ان کی پیروی کرو تا کہ ہدایت پاؤ۔

Marfat.com

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○	(اے پیغمبر) لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ۔ اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو۔ جو اس کے رستے سے بھٹک گیا۔ تمہارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو رستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے۔ (النحل، آیت ۱۲۵)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ کو تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور میں کل دنیا کے لیے پیغمبر بن کر آیا ہوں اور خدا تعالیٰ کا پیغام پوری دنیا میں پھیلانا چاہتا ہوں۔

حدیث مبارکہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں خصوصیت کے ساتھ مجھے دی گئی ہیں کہ مجھ سے پہلے یہ مخصوص رعایتیں کسی دوسرے پیغمبر کو نہیں دی گئیں۔ (۱)۔ یہ کہ میں دنیا جہاں کے لوگوں کی طرف پیغمبر بن کر آیا ہوں اور اس سے پہلے کوئی رسول صرف اپنی قوم ہی کی طرف رسول ہو کر آتا رہا ہے۔ (۲)۔ مجھے صرف رعب ہی سے دشمن پر نصرت حاصل ہو جاتی ہے۔ اگرچہ میرے اور اس کے درمیان ایک مہینہ بھر کی مسافت کی دوری ہو، مگر اس پر میرا رعب چھا جاتا ہے۔ (۳)۔ مال غنیمت میرے اور میری امت کے لیے حلال کر دیا گیا ہے لیکن مجھ سے پہلے مال غنیمت کو کھانا گناہ کبیرہ تھا۔ اس کو جلا دیا جاتا تھا۔ (۴)۔ ساری دنیا میرے لیے پاک ہے اور مسجد ہے۔ جہاں کہیں نماز کا وقت آیا اسی مٹی سے مسح کیا اور اسی مٹی پر نماز پڑھ لی۔ مجھ سے پہلے کے لوگ صرف اپنے گرجاؤں، کنیسوں اور مندروں ہی میں عبادت کرتے تھے۔ (۵)۔ پانچویں یہ چیز کہ مجھ سے کہا گیا کہ ایک درخواست کی اجازت ہے مانگ لو۔ ہر نبی نے مانگ لیا، میں نے اپنا سوال یوم قیامت پر اٹھا رکھا اور وہ تمہارے لیے ہے اور قائل توحید کے لیے ہے۔

حضور نبی کریم نے جب امراء وسلاطین کو نامہ ہائے مبارک بھیجنے کا قصد فرمایا تو حضرت سلمان فارسی نے عرض کیا کہ سلاطین اس وقت تک کسی خط کو نہیں پڑھتے جب تک اس پر کاتب کی مہر نہ ہو۔ پس آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر اسم مبارک محمد رسول اللہ کندہ کرایا۔ یہی مہر نبوت جو آپ ﷺ ہر نامہ مبارک کے آخر میں ثبت فرماتے۔ یہ انگوٹھی

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک میں رہی، پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ، پھر حضرت عمرؓ اور پھر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں رہی۔ حتیٰ کہ جس سال حضرت عثمانؓ شہید کر ڈالے گئے اس سال یہ انگشتری اریس کنوئیں میں گر گئی جسے صحابہ کرامؓ تین دن تک تلاش کرتے رہے مگر وہ نہ مل سکی۔ شروع ماہ محرم ۷ھ کو نامہ ہائے مبارک اسلامی سفیروں کے سپرد کیے گئے اور یہ لوگ سلاطین کے پاس روانہ ہوئے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

امراء وسلاطین کے نام	سفیروں کے نام
۱۔ اصحمہ بن ابجر نجاشی بادشاہ حبشہ (حبشہ)	حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ
۲۔ ہرقل اعظم قیصر روم وحاکم رومہ	حضرت دحیہ کلبیؓ
۳۔ شاہ خسرو پرویز شہنشاہ ایران کسریٰ ہرمزان	حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ
۴۔ مقوقس (عزیز مصر)	حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ
۵۔ امیر حارث غسانی گورنر حدود شام	حضرت شجاع بن وہب الاسدیؓ
۶۔ ہوزہ بن علی حاکم یمامہ	حضرت سلیطؓ بن عمرو عامری
۷۔ منذر بن ساویٰ حاکم بحرین	حضرت علاءؓ بن الحضرمی

ان نامۂ ہائے مبارک کے درج ذیل نتائج سامنے آئے۔

۱۔ اصحمہ نجاشی بادشاہ حبش مسلمان ہو گیا۔

۲۔ ہرقل بھی اسلام کی طرف مائل تھا مگر اپنی قوم کی طرف سے مجبور تھا۔

۳۔ خسرو پرویز (کسرائے ایران) نے نامۂ مبارک کو چاک کر دیا۔ جس پر اس کی حکومت تباہ و برباد ہو گئی اور اس نے باذان گورنر یمن کو لکھا تھا کہ اس شخص (مقدس) کو قید کر کے یہاں بھیج دو۔ گورنر نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تحقیقات کی اور مع اپنے درباریوں کے مسلمان ہو گیا۔

۴۔ مقوقس شاہ اسکندریہ عیسائی تھا اسلام پر غور کرنے کے لیے مہلت کی درخواست کی تحفہ وہدایا ارسال خدمت کیے۔

۵۔ حارث غسانی پہلے سفیر کے ساتھ بگڑا پھر اعزاز کیا مگر مسلمان نہ ہوا۔

۶۔ ہوذہ حاکم یمامہ نے اسلام لانے میں اپنے لیے اختیارات حاصل ہونے کی شرط پر مسلمان ہونے کا ارادہ ظاہر کیا۔

Marfat.com

۷۔منذر حاکم بحرین خود معہ اکثر حصہ رعایا کے مسلمان ہو گیا۔

۸۔جیفر شاہ عمان مع اپنے بھائی کے مسلمان ہوا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نامہ ہائے مبارک ایسے وقت میں امراء و سلاطین کو روانہ فرمائے جن میں اسلام کی دعوت دی گئی تھی، کہ جس وقت اسلام کا ابدی پیغام اور اس کی روح عرب اور گرد و نواح میں ابھی داخل ہوئی تھی۔ یہ الگ بات کہ بیرون عرب متعدد امراء و سلاطین کو اس کی بازگشت کسی نہ کسی طرح سے پہنچ چکی تھی۔ اور یہ لوگ اس سوچ میں تھے کہ اس آنے والے طوفان سے کس طرح نمٹا جائے۔ اس کے ساتھ ہی اسلام کی حقانیت کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش میں تھے۔ دراصل یہ سب کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزم صادق اور قلب ثابت سے اپنی رسالت کی قوت اور حق تعالیٰ کی مدد سے ہی ممکن ہوا۔ جس کے خاطر خواہ نتائج سامنے آئے اور اسلام کو بہت فائدہ پہنچا اس کی شان بلند ہو گئی اور عالمی حکومتوں میں اسلام کا دینی و سیاسی وقار بلند ہوا اور یہ سب کچھ فتح مکہ سے قبل ہوا۔

تاریخ گواہ ہے کہ ان نامہ ہائے مبارک کے علاوہ مختلف وفود خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے ان میں زیادہ تر یمن کے باشندے اور عیسائی تھے جو اسلام میں داخل ہوئے۔ اس کے علاوہ نجران کے عیسائیوں کا وفد بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نجران کے عیسائیوں کا وفد

نجران یمن کا علاقہ ہے۔ وہاں عیسائی آباد تھے۔ نجران میں ان کا ایک بہت بڑا کلیسا تھا اور یہ کہ وہاں عیسائیوں کے بڑے مذہبی پیشوا رہتے تھے۔ اس کلیسا سے انہیں ہر سال لاکھوں کی آمدنی ہوتی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلیسائے نجران کے محافظ اور آئمہ مذہب کو بھی دعوتِ اسلام کا خط لکھا تھا۔ ۹ھ کو عیسائیوں کے ساٹھ آدمی جن میں چودہ ان کے سردار تھے مدینہ حاضر ہوئے جنہیں مسجد نبوی میں اتارا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد نماز کا وقت آیا تو ان لوگوں نے نماز پڑھنی چاہی جس پر صحابہ کرامؓ نے روک دیا۔ جب حضور نبی کریم ﷺ نے دیکھا تو فرمایا کہ انہیں نماز پڑھنے دو چنانچہ ان لوگوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی۔ اس وفد کا سردار ابو حارثہ تھا جو قیصر روم کی طرف سے مدرس اعلیٰ یا لارڈ بشپ کے منصب پر فائز تھا۔ اس وفد کے لوگوں نے آپ ﷺ سے مختلف مسائل دریافت کئے۔ اس وقت

Marfat.com

سورہ آل عمران کی یہ آیات نازل ہوئیں جن میں ان کے سوالات کے جواب تھے۔

قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ (آل عمران، آیت ۶۴)

کہہ دو کہ اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے دونوں کے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ وہ یہ کہ خدا کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں۔ اور ہم میں کوئی کسی کو خدا کے سوا اپنا کار ساز نہ سمجھے۔ اگر یہ لوگ (اس بات کو) نہ مانیں تو (ان سے) کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم (خدا کے) فرمانبردار ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اسلام کی دعوت دی تو یہ کہنے لگے ہم تو پہلے ہی مسلمان ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم صلیب کو پوجتے ہو۔ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا مانتے ہو تم کیونکر مسلمان ہو سکتے ہو۔ جب یہ لوگ اس پر راضی نہ ہوئے تو حکم ربی نازل ہوا کہ کوئی شخص تم سے حضرت عیسیٰؑ کے بارے جھگڑے تو انہیں مباہلہ کی دعوت دیں فریقین اپنے بیٹوں اور بیویوں کے مباہلہ کے لیے نکلیں۔ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ ارشاد ربانی ہے۔

فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْہِ مِنْ م بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَاَبْنَآءَ کُمْ وَنِسَآءَ نَا وَنِسَآءَ کُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَھِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ○

پھر اگر یہ لوگ عیسیٰؑ کے بارے میں تم سے جھگڑا کریں اور تم کو حقیقت الحال تو معلوم ہو ہی چلی ہے۔ تو ان سے کہنا کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی آئیں اور تم خود بھی آؤ۔ پھر دونوں فریق (خدا سے) دعا والتجا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت بھیجیں۔

(آل عمران، آیت ۶۱)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح سویرے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو اپنی چادر میں لیے ہوئے تشریف لائے اور آپ ﷺ کے پیچھے حضرت فاطمہؓ آ رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر عیسائیوں کی جماعت میں سے ایک شخص نے رائے دی کہ ہمیں

Marfat.com

مباہلہ نہیں کرنا چاہیے اگر یہ شخص واقعی پیغمبر ہے تو ہم لوگ ہمیشہ کے لیے تباہ ہو جائیں گے پس انہوں نے مباہلہ سے انکار کر دیا اور جزیہ دینے پر رضا مند ہو گئے۔ سب سے پہلے جزیہ انہی اہل نجران نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ادا کیا۔

غزوہ خیبر

بنو نضیر اور بنو قریظہ مدینہ سے جلاوطن ہو کر خیبر میں آباد ہو گئے تھے۔ مکر و فریب، دھوکہ بازی، سازش اور مسلمان دشمنی یہودیوں کی سرشت میں شامل ہے۔ خیبر اب یہودیوں کا گڑھ تھا۔ انہوں نے حسب عادت مسلمانوں کے خلاف نفرت کا بیج بونا شروع کر دیا اور قرب و جوار کے قبائل کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے اکسانے لگے۔ خیبر کے قریب بنو غطفان آباد تھے انہیں بھی اپنا ہمنوا بنا لیا۔ اس کام میں یہودیوں کا سردار اسلام بن ابی الحقیق جو بڑا با اثر تھا پیش پیش تھا۔ اس نے آس پاس کے قبائل کے علاوہ مدینہ کے منافقین کو بھی اپنا شریک کار بنا لیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہودیوں کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو محرم ۷ھ میں مدینہ سے خیبر کی طرف کوچ فرمایا۔ ایک روایت کے مطابق مجاہدین کی تعداد بارہ سو سے سولہ تک بیان کی جاتی ہے جب کہ یہودیوں کی تعداد بیس (۲۰) ہزار تھی۔

غزوہ خیبر میں آپ ﷺ کی زوجہ حضرت ام سلمہؓ آپ ﷺ کی ہم سفر تھیں۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں حضرت سباع بن عرفطہ غفاریؓ کو اپنا قائم مقام امیر مقرر فرمایا۔ خیبر سات بڑے اور متعدد چھوٹے قلعوں پر مشتمل تھا جو ناقابل تسخیر تھے اور یہودی انہی قلعوں میں رہتے تھے۔

مسلمان لشکر کو پہلی کامیابی اس وقت نصیب ہوئی جب قبیلہ بنو غطفان جو یہودیوں کی مدد کے لیے جا رہا تھا اسلامی لشکر کو دیکھ کر واپس لوٹ گیا اور اہل خیبر کی مدد سے کنارہ کش ہو گیا۔ سب سے پہلا قلعہ جو فتح ہوا وہ ناعم تھا۔ اس دن حضرت محمود بن سلمہ جن پر یہودیوں نے فصیل سے ایک بڑا پتھر پھینکا تھا شہید ہو گئے۔ دوسرا قلعہ قموص فتح ہوا۔ جہاں مسلمانوں کو بہت سے باندی اور غلام ملے۔ اس قلعہ کی فتح میں جہاں دوسری عورتیں قید تھیں ان میں ام المومنین حضرت صفیہ بنت حی بن اخطب بھی شامل تھیں۔ جن کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے مخصوص فرمایا۔ اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ وہ چار کاموں سے احتیاط برتیں۔

Marfat.com

۱۔ حاملہ باندیوں سے وضع حمل تک قربت نہ کریں۔
۲۔ اس سے پہلے گورخر کا گوشت حلال تھا، یہاں اس کو کھانے کی ممانعت فرمائی۔
۳۔ درندہ جانوروں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔
۴۔ تقسیم سے پہلے مال غنیمت کی تجارت کو بھی منع فرمایا۔

تیسرا قلعہ صعب بن معاذ تھا جو سخت حصار اور جنگ کے بعد فتح ہو گیا۔ اس قلعہ سے بہت سا مال غنیمت ملا جو مسلمان مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس کے بعد دوسرے قلعے وطیح اور سلالم جو کہ مستحکم تھے اور یہاں کی تعداد بھی زیادہ تھی بڑی مزاحمت کے بعد فتح ہو گئے۔

خیبر کی فتح

خیبر آخری قلعہ تھا جس کا محاصرہ دس دن تک جاری رہا لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ حضور ﷺ نے پہلے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو اسلامی پرچم عطا فرمایا مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو اسلامی پرچم عطا فرما کر روانہ کیا لیکن سخت لڑائی کے بعد کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلایا۔ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں پر دم فرمایا جس سے ان کی تکلیف دور ہو گئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی پرچم حضرت علیؓ کو دے کر فرمایا۔ یہ پرچم لے کر میدان جنگ میں جاؤ اور اس وقت تک جنگ کرتے رہو۔ جب تک اللہ تعالیٰ فتح سے ہمکنار فرمائے۔ پھر ایسا ہی ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے قلعہ فتح ہو گیا۔

خیبر کی فتح کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحم دلی اور درگزر سے کام لیا۔ سب کی جان بخشی فرمائی اور حکم دیا کہ مال چھوڑ کر جسم کے کپڑوں کے ساتھ جہاں چاہیں چلے جائیں۔ جب قبضہ مکمل ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرائط صلح میں مزید رعایت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہود خیبر ہی میں رہیں اور بٹائی پر کاشت کر کے نصف پیداوار لگان میں دیا کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصف علاقہ بحق حکومت محفوظ کر لیا اور باقی مسلمان فاتحین میں بانٹ دیا۔ غزوہ خیبر میں پندرہ مسلمان شہید ہوئے اور بانوے (۹۲) یہودی مارے گئے۔ لڑائی کے اختتام پر یہود نے باقی ماندہ قلعے وطیح اور سلالم بھی حضور ﷺ کے حوالے کر دیئے اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ آپ ﷺ نے نہایت فیاضی سے معاف فرمایا اور ان کو پوری مذہبی آزادی دی گئی۔ ارشاد خداوندی ہے۔

Marfat.com

''اور (اے پیغمبر) اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اس کی طرف جھکو اور اللہ پر بھروسہ رکھو کیونکہ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے''۔ (الانفال)

زہر آلود گوشت

خیبر کی فتح کے بعد ایک یہودی عورت زینب بنت حارث جو کہ سلام بن مشکم کی بیوی اور مرحب کی بہن تھی۔ اس نے اپنے باپ، شوہر اور بھائی کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے بکری کا گوشت پکا کر اس میں زہر ملا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوشت کے ایک ٹکڑے کو چبایا مگر فوراً ہی تھوک دیا۔ کیونکہ اس کی ہڈی نے آپ ﷺ کو خبر دے دی کہ وہ زہر آلود ہے۔ جب کہ حضرت بشر بن براء نے جلدی سے اس میں سے ایک لقمہ نگل لیا۔ آپ ﷺ نے حضرت بشر بن براءؓ سے فرمایا کہ اس کے کھانے سے ہاتھ روک لو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودیہ کو بلا بھیجا اور اس سے سوال کیا کہ تو نے بکری کے گوشت میں زہر کیوں ملایا۔ اس عورت نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کو کیسے خبر ہوئی کہ یہ زہر آلود گوشت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس گوشت نے مجھے خبر دی ہے۔ اس عورت نے اقرار کیا کہ میں نے بکری کے گوشت میں زہر ملایا ہے، میں یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اگر آپ ﷺ سچے نبی ہیں تو حق تعالیٰ آپ ﷺ کو ضرور مطلع کرے گا اور اگر آپ ﷺ (نعوذ باللہ) جھوٹے ہوں گے تو لوگ آپ ﷺ سے نجات حاصل کر لیں گے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اس سے کوئی تعرض نہ کیا اور اس کو معاف کر دیا۔ وہ عورت اسی وقت مسلمان ہو گئی جب کہ حضرت بشر بن براء زہر آلود گوشت کھانے سے شہید ہو گئے۔

قضا نماز فجر

خیبر سے واپسی پر اسلامی لشکر نے ایک جگہ پڑاؤ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم میں سے کون ہے جو ہمیں فجر میں بیدار کر دے۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ میں بیدار کروں گا۔ حضرت بلالؓ کے کہنے پر آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ سو گئے جب کہ حضرت بلالؓ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ وہ دیر تک نوافل پڑھتے جب تھک گئے تو اونٹ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور فجر کا انتظار کرنے لگے۔ اس دوران ان کی آنکھ لگ گئی اور وہ سو گئے۔ صبح کے وقت جب سورج کی

Marfat.com

شعاعیں ان پر پڑیں تو وہ بیدار ہو گئے۔ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے سب کو جگایا۔ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ اس پر حضرت بلالؓ نے عرض کیا جس نیند کا آپ ﷺ پر غلبہ ہو گیا اسی کا مجھ پر بھی ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ ذرا فاصلہ پر جا کر آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے وضو کیا۔ حضرت بلالؓ نے تکبیر کہی اور آپ ﷺ نے سب کو نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا۔ جب کبھی تم نماز پڑھنا بھول جاؤ۔ تو یاد آنے پر ادا کر لیا کرو کیونکہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ   میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔

(سورۂ طہٰ، آیت ۱۴)

واقعہ فدک

فدک خیبر کے قریب ایک یہودی شہر تھا۔ ان لوگوں کو جب خیبر کی شکست کی خبر ملی تو وہ خائف ہو گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک وفد بھیج کر صلح کی درخواست کی اور نصف فدک دینے پر رضا مندی ظاہر کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی یہ پیشکش قبول فرمالی۔ چنانچہ فدک خاص آپ ﷺ کی ذاتی ملکیت میں آ گیا۔ فدک سے حاصل ہونے والی آمدنی مسافروں پر، بنو ہاشم کے بچوں کی تربیت پر اور ان کی بیوہ خواتین کی شادیوں پر صرف فرماتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو حضرت فاطمہؓ نے ان سے درخواست کی کہ فدک پورا یا نصف انہیں دے دیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انکار کرتے ہوئے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "ہم انبیاء کی جماعت سے ہیں۔ ہمارے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی بلکہ ہم نے جو کچھ مال چھوڑا ہو وہ سب عامۃ المسلمین پر صدقہ کر دیا جاتا ہے"۔ (حوالہ محمد رسول اللہ ﷺ)

غزوۂ وادی القریٰ

یہ غزوہ جمادی الثانی ۷ھ میں واقع ہوا۔ حضور نبی کریم نے خیبر سے واپسی پر وادیٔ القریٰ میں قیام فرمایا۔ جہاں کے باشندے یہودی تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی

Marfat.com

دعوت دی مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔لشکر اسلام نے ان کا محاصرہ کرلیا جو چار دن تک جاری رہا۔مجاہدین نے ان کا مقابلہ کیا جس میں یہود کے گیارہ آدمی مارے گئے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔اس غزوہ میں بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا جس میں ضروریاتِ زندگی کا سامان اور سونا چاندی شامل تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت مجاہدین میں تقسیم فرمادیا اور کاشت کی زمین اور کھجور کے باغات یہود کے پاس ہی رہنے دیئے۔ حضرت عمرو بن سعید بن عاصؓ کو وہاں کا گورنر مقرر فرمادیا۔

عمرہ القضاء

خیبر سے واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ ربیع الاول سے شوال ۷ھ تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔پھر ذیقعد ۷ھ کو عمرہ قضا کی نیت فرما کر مکہ روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ میں حضرت عویف بن اضبط ویلیؓ کو حاکم مقرر فرمایا۔آپ ﷺ نے حکم دیا کہ گزشتہ سال جو لوگ حدیبیہ گئے تھے ان میں سے کوئی بھی چلنے سے رہ نہ جائے۔ان کے علاوہ اور بھی بہت سے مسلمان آپ ﷺ کے ہمراہ ہو گئے۔اس طرح عورتوں، بچوں کے علاوہ دو ہزار مسلمان آپ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساٹھ قربانی کے جانور اپنے ساتھ لئے۔نیز اہل مکہ کی ممکنہ غداری کے خطرہ کے پیش نظر ہتھیار، زرہیں، نیزے اور سو گھوڑے سوار بھی ساتھ لئے۔

جب اہل مکہ کو آپ ﷺ کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ مکہ سے باہر چلے گئے۔ آپ ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو عبداللہ بن رواحہؓ آپ ﷺ کی اونٹنی کی نکیل پکڑے ہوئے تھے آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے پہلے تین چکروں میں سینہ تان کر تیز چل کر طواف کیا اور باقی کا طواف میانہ روی سے ادا کیا۔مقصد یہ تھا کہ اہل مکہ یہ نہ سمجھیں کہ مسلمان کمزور اور تنگ دست ہیں۔طواف کعبہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سواری پر جبل صفا اور مروہ کے درمیان سعی فرمائی۔اس کے بعد جبل مروہ کے پاس قربانی فرمائی اور وہیں سر منڈایا۔صلح حدیبیہ کے معاہدہ کے تحت آپ ﷺ تین دن تک مکہ معظمہ میں مقیم رہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت براءؓ کی حدیث سے منقول ہے کہ آپ ﷺ جب مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور وہاں قیام کی مدت گزر گئی تو بعض مشرکین نے حضرت علیؓ کی

Marfat.com

خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ اپنے پیغمبر سے عرض کر دیں کہ مدت پوری ہو چکی ہے۔ اس لیے اب آپ ﷺ یہاں سے تشریف لے جائیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً وہاں سے روانہ ہو گئے۔

عمرہ القضاء کے بعد جب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو سورۂ فتح کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے خواب کی حقانیت کو ظاہر فرمایا۔ مشیت الٰہی کے مطابق تم مکہ میں مسجد حرام میں امن وامان کے ساتھ اپنے سروں کو منڈائے یا کترائے ہوئے ضرور داخل ہو گے اور (اس وقت) تمہیں کسی کا خوف نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ جانتا ہے جس کا تمہیں علم نہیں تو اس نے تمہیں اس سے پہلے ایسی فتح کی بشارت عطا فرما دی جو قریب ہے۔ (سورۂ فتح کا آخری رکوع)

اللھم صل علیٰ روح محمد فی الارواح وعلیٰ جسدہ

فی الاجساد وعلیٰ قبرہ فی القبور

Marfat.com

مکّہ مکرمہ

وہ سرورِ عالم بھی ہیں ، محبوبِ خدا بھی
مخدوم جہاں بھی ہیں ، شہِ ارض و سما بھی

مکہ کا پرانا نام بطحاء ہے جو دنیا کا مقدس ترین اور قدیم ترین شہر ہے۔ سب سے بڑی اور اہم بات یہ کہ اس مقدس اور عظیم شہر میں خاتم الرسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت اور بعثت ہوئی جس سے اس شہر کی خوبصورتی اور عظمت کو چار چاند لگ گئے۔ مکہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ یہاں بیت اللہ (خانہ کعبہ) ہے۔ جہاں ہر سال لاکھوں مسلمان دنیا کے مختلف ممالک سے اسلام کے اہم رکن حج کی ادائیگی کے لیے آتے ہیں۔ بیت اللہ واحد عبادت گاہ ہے جو دن رات کھلی رہتی ہے۔ جہاں مسلمان عمرہ اور طواف کعبہ کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

بیت اللہ

قدیم تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر اس مقام پر سب سے پہلے فرشتوں نے کی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ساتویں آسمان پر فرشتوں کی عبادت کے لیے بیت المعمور جب کہ اس کے عین نیچے انسانوں کی عبادت کے لیے بیت اللہ تعمیر کیا گیا۔ روایت ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے حضرت آدمؑ کو بیت اللہ کا طواف کرایا۔ اس کے بعد مختلف ادوار میں بیت اللہ (خانہ کعبہ) کی تعمیر ہوتی رہی۔ طوفانِ نوحؑ میں بیت اللہ گر گیا تھا جسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی مدد سے دوبارہ تعمیر کیا۔ حضرت اسماعیلؑ کے انتقال کے بعد کعبہ بارشوں کی وجہ سے گر گیا تو بنو جرہم نے اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ اس کے بعد قصیٰ بن کلاب نے تعمیر کیا۔ اس کے بعد کعبہ قریش کے خاندان کی تولیت میں رہا۔ آگ لگنے کے سبب اس کا کچھ حصہ جل گیا تو قریش نے اس کو از سرِ نو تعمیر کیا۔ اس تعمیر میں حضور نبی ﷺ نے بھی حصہ لیا اس وقت آپ ﷺ کی عمر بارہ برس تھی۔ آپ ﷺ نے اپنے مقدس ہاتھوں سے سنگ اسود کو دیوار میں نصب کیا۔ یزید کے زمانے میں جب کعبہ پر فوج کشی ہوئی تو آگ لگنے سے بیت اللہ جل گیا جسے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے تعمیر کیا۔ حجاج بن یوسف نے

Marfat.com

عبدالملک بن مروان کے حکم سے اسے دوبارہ تعمیر کرایا۔ 1030ھ میں سخت بارش کی وجہ سے مکہ میں سیلاب آ گیا اور خانہ کعبہ کی دیواروں کو نقصان پہنچا تو سلطان مراد رابع نے اسے تعمیر کروایا اور یہ تعمیر 1040ھ میں مکمل ہوئی۔

مکہ کی آبادی

جہاں تک مکہ کو آباد کرنے کا تعلق ہے تو اس شہر کو آباد کرنے والے حضرت اسماعیلؑ تھے۔ ابن اسحاق کی تحقیق کے مطابق حضرت اسماعیل کی عمر ایک سو چھتیس سال (۱۳۶) تھی آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سیدہ ہاجرہ تھا جن کا تعلق سرزمین مصر سے تھا جو مصر کے فرمانبردار رقیون کی دختر تھی۔ اس نے اپنی دختر شہزادی حضرت ہاجرہ کی شادی حضرت ابراہیمؑ سے کر دی۔ حضرت ابراہیمؑ کی عمر 80 برس کی ہوگئی تو حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے۔ چند برس بعد حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسحاق پیدا ہوئے۔ ارشاد خداوندی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ

خدا کا شکر ہے جس نے مجھ کو بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحاق بخشے۔

(ابراہیم، آیت ۳۹)

مشیت الٰہی کے تابع حضرت ابراہیمؑ نے اپنی زوجہ حضرت ہاجرہ اور اپنے شیر خوار بچے کو مکہ کی سنگلاخ اور غیر آباد زمین کوہ صفا و مروہ کے درمیان چھوڑ کر واپس ہوئے۔ جبل عرفات پر کھڑے ہو کر دعا فرمائی۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ○

(ابراہیم، آیت ۳۷)

اے پروردگار میں نے اپنی اولاد میدان (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت (و ادب) والے گھر کے پاس لا بسائی ہے۔ اے پروردگار تاکہ یہ نماز پڑھیں تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ ان کی طرف جھکے رہیں اور ان کو میووں سے روزی دے تاکہ (تیرا) شکر کریں۔

حضرت ابراہیمؑ جاتی دفعہ توشہ دان میں کھجوریں اور پانی کا مشکیزہ بھی چھوڑ گئے۔ جب

Marfat.com

خوراک اور پانی ختم ہو گیا تو حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کے درمیان بے چینی سے چکر لگانے لگیں۔ اس دوران حضرت اسماعیل پیاس سے رونے لگے اور زمین پر ایڑیاں مارنے لگے۔ تو اس جگہ پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا جسے آب زم زم کہتے ہیں۔ پانی کی وجہ سے جرہم نامی ایک قبیلہ حضرت ہاجرہ سے اجازت لے کر یہاں آباد ہو گیا۔ اس طرح یہاں آبادی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

بیت اللہ کی دوبارہ تعمیر

حضرت اسماعیلؑ کی عمر جب چودہ یا پندرہ برس ہوئی تو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کے ساتھ مل کر بیت اللہ کی دوبارہ تعمیر کی۔ تعمیر کے دوران حضرت ابراہیمؑ نے دعا مانگی۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (البقرہ، آیت ۱۲۷-۱۲۸)	اور جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے (تو دعا کیے جاتے تھے کہ) اے ہمارے پروردگار ہم سے یہ خدمت قبول فرما بیشک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے پروردگار ہم کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھنا اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بناتے رہیو اور (پروردگار) ہمیں طریق عبادت بتا اور ہمارے حال پر (رحم کے ساتھ) توجہ فرما۔ بیشک تو توجہ فرمانے والا مہربان ہے۔
رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ط اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ع (البقرہ، آیت ۱۲۹)	اے پروردگار ان (لوگوں) میں انہی میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرمانا جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنایا کرے۔ اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے بیشک تو غالب (اور) صاحب حکمت ہے۔

بنو اسماعیل کا خاندان بیت اللہ کا متولی رہا اور دین ابراہیمی کے پیروکار مختلف مقامات سے زیارت خانہ کعبہ کے لیے مکہ مکرمہ آتے تھے۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

Marfat.com

بعثت تک تقریباً اڑھائی ہزار سال کا عرصہ مکہ مکرمہ کو خانہ کعبہ کی وجہ سے عزت وتکریم کا مرتبہ حاصل رہا اور بنی اسرائیل میں تمام آنے والے انبیاء کرام اپنے اپنے زمانوں میں بیت اللہ کے حج کے لیے آتے رہے:

حضرت اسماعیل کی قربانی

سیرت نگاروں کے مطابق حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ اور زوجہ حضرت ہاجرہ سے ملنے کے لیے اکثر مکہ آتے۔ قرآن مجید میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو قربان کرنے کا حکم دیا۔ رب العزت کے حکم کی تعمیل جب حضرت ابراہیمؑ نے منیٰ کے مقام پر اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو منہ کے بل لٹا کر گلے پر چھری چلانے لگے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ يٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰی ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ○ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ○ ج وَ نَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ○ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ○ وَ فَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ○

جب وہ ان کے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پہنچا تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ (گویا) تم کو ذبح کر رہا ہوں تو تم سوچو کہ تمہارا کیا خیال ہے۔ انہوں نے کہا کہ ابا جو آپ کو حکم ہوا ہے وہی کیجئے خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں پایئے گا۔ جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا۔ تو تم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیم۔ تم نے خواب کو سچا کر دکھایا ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بلا شبہ یہ صریح آزمائش تھی۔ اور ہم نے ایک بڑی قربانی کو ان کا فدیہ دیا۔

(والصّٰفّٰت، آیت ۱۰۲۔۱۰۷)

اس طرح حضرت ابراہیمؑ اپنے امتحان میں کامیاب ہو گئے اور اللہ کے حکم سے بدلہ میں ایک دنبہ ذبح کیا۔ اس کے بعد الہام ہوا کہ یہاں ایک معبد بناؤ اور منادی کر دو کہ لوگ یہاں آکر اقرار توحید کریں اور جانوروں کی قربانی کریں یہی مرکز توحید ہے اور سنت ابراہیم بھی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

Marfat.com

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ٥ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ٥ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ	اور (ایک وقت تھا) جب ہم نے ابراہیم کے لیے خانہ کعبہ کو مقام مقرر کیا اور ارشاد فرمایا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا اور طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں (اور) سجدہ کرنے والوں کے لیے میرے گھر کو صاف رکھا کرو۔ اور لوگوں میں حج کے لیے ندا کر دو کہ تمہاری طرف پیدل اور دبلے دبلے اونٹوں پر جو دور (دراز) رستوں سے چلے آتے ہوں (سوار ہو کر) چلے آئیں۔ تا کہ اپنے فائدے کے کاموں کے لیے حاضر ہوں۔

(الحج، آیت ۲۶ تا ۲۸)

خاندان قریش

حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے فہر بن مالک نے قریش کا لقب اختیار کر کے خاندانِ قریش کی بنیاد ڈالی۔ کچھ مدت تک کے لیے یمن سے آئے ہوئے سردار قبیلہ بنوخزاعہ نے مکّہ پر اقتدار و تسلط قائم کر لیا لیکن قریش کے ایک باہمت سردار قصی بن کلاب نے بنوخزاعہ کو نکال کر شہر پر قبضہ کر لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی قبیلہ قریش کے خاندان بنو ہاشم میں پیدا ہوئے۔

مکّہ پر ابرہہ کی فوج کشی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت بسعادت سے کچھ عرصہ پیشتر ۵۷۰ء میں یمن کے عیسائی حاکم ابرہہ نے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے مکّہ پر حملہ کر دیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب سردار مکّہ تھے۔ جناب عبدالمطلب نے ابرہہ کو کہلا بھیجا کہ خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دوست حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا گھر ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ اپنے گھر کی حفاظت خود فرمائے گا اور اگر نہ چاہے تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ابرہہ کی فوج جس میں ہاتھی بھی شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ابابیل کے غول نے کنکریاں مار مار کر ابرہہ کی فوج اور ہاتھیوں کو ہلاک کر دیا اور باقی فوج پسپا ہو کر بھاگ گئی۔ اس طرح ابرہہ بھی پتھر لگنے سے ہلاک ہو گیا۔ روایت ہے کہ ابرہہ کی فوج میں چیچک اور میعادی بخار کی بیماریاں پھوٹ

Marfat.com

پڑیں۔اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں سورہ فیل میں ذکر کیا گیا ہے۔

سورۂ فیل کا ترجمہ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا ان کے فریب کو اس نے باطل نہیں کرایا اور ان پر (چاروں طرف سے) پرندوں کے غول کے غول بھیج دیئے جو کنکر کے ٹکڑے ان پر پھینکتے تھے تو انہیں کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح کر دیا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ابرہہ کے لشکر کے ہاتھیوں کے دستہ کے قائد اور سب سے آگے رہنے والے ہاتھی کے مہاوت کو ہم نے نابینا اور اپاہج حالت میں دیکھا تھا۔وہ ہاتھ بڑھا بڑھا کر گھروں سے روٹی مانگ کر کھاتا تھا۔

مکّہ میں بت پرستی

عرب کے باشندے حضرت اسماعیل کی دعوت وتبلیغ کے نتیجے میں دین ابراہیمی پر قائم تھے۔وہ اللہ کی عبادت کرتے اور توحید پر کاربند تھے۔لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ دین ابراہیمی سے ہٹ گئے اور بت پرستی کو اپنا لیا۔

بنوخزاعہ کا سردار عمرو بن لحی پہلا شخص تھا جس نے مکّہ میں بت پرستی کو رواج دیا۔وہ ایک بار شام گیا تو اس نے وہاں لوگوں کو بتوں کی پوجا کرتے دیکھا تو وہ بھی اپنے ساتھ ہبل نامی بت لے آیا اور اسے خانہ کعبہ کے اندر نصب کر دیا اور اس کی پوجا شروع کر دی۔عمرو بن لحی کی دعوت پر دوسرے لوگوں نے بھی بت پرستی شروع کر دی۔اس طرح یہ لوگ دین ابراہیمی سے ہٹ کر بتوں کی پوجا کرنے لگے اور توحید کو چھوڑ کر شرک کا راستہ اختیار کر لیا۔بت پرستی کے باوجود وہ خانہ کعبہ کا احترام کرتے،اس کا طواف کرتے،خون ریزی اور دنگا فساد سے اجتناب کرتے۔

مکّہ معظّمہ 629ء تک کفر و بت پرستی کا مرکز رہا۔چنانچہ جب مکّہ فتح ہوا تو بیت اللہ کے اندر تین سو ساٹھ (360) بت موجود تھے۔جنہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے توڑا پھر آپ ﷺ کے حکم کے مطابق ان سارے بتوں کو مسجد حرام سے باہر نکال کر جلا دیا گیا۔

اللهم صل علیٰ سیدنا محمد و بارك وسلم۔

Marfat.com

فتح مکہ

کب ہوگی شبِ ہجراں کی سحر اے سرورِ عالم صلی علیٰ
کب ہوگی دعا لبریز اثر اے سرورِ عالم صلی علیٰ

صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی

صلح حدیبیہ میں دوسری شرائط کے علاوہ ایک شرط یہ بھی تھی کہ رسول اکرم ﷺ اور قریش مکہ دس سال تک جنگ نہیں کریں گے۔ اس کے علاوہ اس معاہدہ میں یہ طے پایا تھا کہ ہر قبیلہ اپنی مرضی اور رضامندی سے ہر دو فریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا قریش مکہ کے ساتھ شامل ہو سکتا ہے اس طرح اس معاہدہ کی رو سے قبیلہ خزاعہ آپ ﷺ کے ساتھ اور قبیلہ بنو بکر قریش کے ساتھ شامل ہو گیا۔

سیرت نگاروں کے مطابق قبیلہ خزاعہ اور قبیلہ بنو بکر کے درمیان زمانہ جاہلیت سے دشمنی چلی آ رہی تھی۔ یہ دونوں قبیلے اکثر ایک دوسرے کے ساتھ برسرِ پیکار رہے۔ لیکن اسلام کے غلبہ کے بعد دونوں فریق جنگ وجدل سے باز آ گئے۔ لیکن صلح حدیبیہ کے بعد قبیلہ بنو بکر اس معاہدہ کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے قبیلہ خزاعہ پر حملہ آور ہوئے اور رؤسائے قریش جن میں عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو وغیرہ شامل تھے قبیلہ بنو بکر کی نہ صرف مدد کی بلکہ بھیس بدل کر تلواریں بھی چلاتے رہے۔ بنو خزاعہ نے مجبوراً حرم میں پناہ لی، مگر بنو بکر نے حرم میں داخل ہو کر بنو خزاعہ کا خون بہایا۔ اسی واقعہ نے صلح حدیبیہ کو فسخ کر دیا اور یہی واقعہ فتح مکہ کا باعث بنا۔

اس واقعہ کے بعد بنو خزاعہ کا ایک وفد اپنے سردار عمرو بن سالم کی سرپرستی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مدینہ حاضر ہو کر عرض گزار ہوا اور تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ کو یہ خونین داستان سن کر سخت صدمہ ہوا اور ارشاد فرمایا کہ ''تمہاری ضرور مدد کی جائے گی''۔ اس کے بعد آقا نامدار ﷺ نے قریش کو کہلا بھیجا کہ ان شرطوں میں سے کوئی ایک منظور کی جائے۔

ا۔ مقتولوں کا خون بہا ادا کیا جائے۔ یا

Marfat.com

۲۔قریش بنوبکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔یا

۳۔اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔

ابوسفیان کی سفارت اور ناکامی

اس پیغام کے بعد قریش مکہ میں سراسیمگی پھیل گئی اور پریشانی کی حالت میں ابوسفیان کو مدینہ بھیجا تا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی تلافی کر آئے اور معاہدہ کی تجدید و اصلاح کر آئے۔ابوسفیان مدینہ پہنچ کر پہلے اپنی صاحبزادی ام المومنین ام حبیبہؓ کے گھر گیا۔ابوسفیان جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے لگا تو ام حبیبہؓ نے فوراً بستر لپیٹ دیا۔اور باپ سے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بستر ہے اس پر مشرک نہیں بیٹھ سکتا۔ابوسفیان نے جھلا کر کہا ''اے لڑکی تو میرے بعد شر میں مبتلا ہو گئی''۔اس پر ام حبیبہؓ نے جواب دیا۔''نہیں! بلکہ نورِ اسلام سے منور ہو گئی ہوں''۔

یہاں سے مایوس ہو کر ابوسفیان مسجد میں آیا اور بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ میں قریش کی طرف سے تجدید معاہدہ اور مدت صلح کو بڑھانے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔آپ ﷺ اس کی باتیں سن کر خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔وہاں سے اٹھ کر وہ حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر سفارش کی درخواست کرنے لگے جس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتا۔یہاں سے اٹھ کر وہ حضرت عمر بن الخطابؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر سفارش کی درخواست کرنے لگا۔اس پر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ میں تیری سفارش کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا۔یہ کہ میں تنہا جہاد کرنے کو تیار ہوں۔

غرضیکہ ابوسفیان ہر جگہ سے مایوس ہو کر حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے حجرہ میں گیا اور اپنا مدعا بیان کیا۔اس پر حضرت علیؓ مسکرائے اور جواب دیا کہ جناب رسالتماب ﷺ ایسے کام کا عزم فرما چکے ہیں جس کے بدلنے کی ہم کو ہرگز طاقت نہیں ہے۔آخر کار حضرت علیؓ کے کہنے پر ابوسفیان نے مسجد میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا کہ میں عہد کی تجدید کرتا ہوں اور صلح کی مدت بڑھاتا ہوں۔اور واپس مکہ چلا گیا۔

جہاد کی تیاری

ابوسفیان کے مدینہ سے جانے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کی

Marfat.com

تیاری شروع کر دی۔ اپنے جانثار ساتھیوں حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ کو اعتماد لیا اور ساتھ ہی اطراف مدینہ میں مسلمان قبائل کو پیغام بھجوایا کہ ہر وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہو۔ ماہ رمضان میں مدینہ پہنچ جائے۔ یہ تمام تر کارروائی خفیہ رکھی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے حکم ملنے پر سفر کے لیے کھانے کا ضروری سامان گندم، ستو، آٹا اور کھجوریں تیار کر دیں۔

حضرت حاطب ؓ بن بلتعہ کا خط

نہ جانے حضرت حاطب ؓ بن بلتعہ کو کیسے خبر ہو گئی کہ انہوں نے قریش مکہ کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے۔ ایک خط لکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ پر چڑھائی کرنے والے ہیں اور یہ خط ایک عورت کے ہاتھ بھیجا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ قریش مکہ پر احسان جتا کر اپنے اہل وعیال جو مکہ میں تھے ان کی چیرہ دستیوں سے محفوظ کر لیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے ذریعے اس واقعہ کی اطلاع دی گئی۔ جس پر آپ ﷺ نے حضرت علی ؓ اور حضرت زبیر ؓ بن عوام کو مامور فرمایا کہ اس عورت کو تلاش کر کے اس سے وہ خط حاصل کرو۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات مکہ روانہ ہوئے اور بمقام خلیقہ بن ابی احمد میں اس عورت کو جا پکڑا اور خط لا کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت حاطب ؓ چونکہ غزوہ بدر میں شریک تھے لہٰذا آپ ﷺ نے اسے معاف کر دیا۔

حضرت حاطب ؓ کے واقعہ پر ہی قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ	مومنو! اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لیے (مکے سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم تو ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور وہ (دین) حق سے جو تمہارے پاس آیا ہے منکر ہیں۔ (الممتحنہ، آیت ۱)

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا کہ قریش مکہ نے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بنو بکر کی بنی خزاعہ کے خلاف مدد کی اور متعدد آدمی ناحق قتل کر دیئے گئے اور حرم کی بے حرمتی کی گئی۔ حکم ربی ہوا کہ بنی خزاعہ کی مدد کی جائے۔ یہی حالات وواقعات فتح مکہ کے موجب بنے۔

Marfat.com

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○ (التوبہ، آیت ۷)

بھلا مشرکوں کے لیے (جنہوں نے عہد توڑ ڈالا) خدا اور اس کے رسول کے نزدیک عہد کیونکر (قائم) رہ سکتا ہے ہاں جن لوگوں کے ساتھ تم نے مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کے نزدیک عہد کیا ہے اگر وہ (اپنے عہد پر) قائم رہیں تو تم بھی (اپنے قول و قرار پر) قائم رہو بیشک خدا پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (التوبہ، آیت ۱۳)

بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر (خدا) کے جلاوطن کرنے کا عزم مصمم کر لیا اور انہوں نے تم سے (عہد شکنی کی) ابتدا کی۔ کیا تم ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ ڈرنے کے لائق خدا ہے بشرطیکہ ایمان رکھتے ہو۔

وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ○ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (البقرہ، آیات ۱۹۰ تا ۱۹۲)

اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی خدا کی راہ میں ان سے لڑو۔ مگر زیادتی نہ کرنا۔ کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے (یعنی مکے سے) وہاں سے تم بھی ان کو نکال دو۔ اور (دین سے گمراہ کرنے کا) فساد قتل و خونریزی سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اور جب تک وہ تم سے مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس نہ لڑیں تم بھی وہاں ان سے نہ لڑنا۔ ہاں اگر وہ تم سے لڑیں تو تم ان کو قتل کر ڈالو۔ کافروں کی یہی سزا ہے۔ اور اگر وہ باز آجائیں تو خدا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

Marfat.com

اسلامی لشکر کی روانگی

دس رمضان المبارک ۸ھ مطابق جنوری 630ء کو حضور نبی کریم ﷺ اپنے دس ہزار مجاہدوں اور جانثاروں کے ساتھ مکّہ کے لیے روانہ ہوئے۔ اس غزوہ میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں۔ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ میں کلثومؓ بن حصین بن عتبہ غفاری کو اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔ یہ کارواں ابھی راستے میں تھا کہ حضرت عباسؓ بھی مکّہ سے ہجرت کر کے آپ ﷺ کے ساتھ مقام جحفہ پر مل گئے۔ حضرت عباسؓ نے آپ ﷺ کے حکم سے اپنا سامان مدینہ روانہ کر دیا اور خود اسلامی لشکر کے ساتھ مل گئے۔

مقام مرالظہران پہنچ کر آپ ﷺ کے حکم سے اسلامی لشکر نے پڑاؤ ڈالا اور فوجیں دور دور تک پھیل گئیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ تمام فوج الگ الگ آگ روشن کرے جس سے علاقے میں روشنی پھیل گئی۔ رات کے وقت چرواہوں کے ذریعہ اہل مکّہ کو خبر ملی کہ وادیٔ مرالظہران میں ایک بہت بڑا لشکر خیمہ زن ہے یہ خبر سنتے ہی قریش مکّہ خوف زدہ ہو گئے جس پر ابوسفیان، بدیل بن ورقا اور حکیم بن حزام صورت حال جاننے کے لیے نکلے اور آگ کی روشنی دیکھ کر متحیر ہوئے۔ کہ ابوسفیان یہ دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے کہ میں نے آج تک نہ اتنا بڑا لشکر دیکھا اور نہ کہیں اتنی آگ دہکتی ہوئی دیکھی ہے۔ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کی آواز پہچان کر کہا۔ کہ ابوسفیان! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر ہے۔ جس میں دس ہزار مجاہدین شامل ہیں جو صبح کے وقت مکّہ میں داخل ہوگا۔ ابوسفیان گھبرا کر کہنے لگا کہ اب کیا کیا جائے۔ جس پر حضرت عباسؓ نے کہا کہ تم میرے ساتھ اس خچر پر سوار ہو جاؤ تا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے تمہارے لیے امان طلب کر سکوں۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ ابوسفیان کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ابوسفیان سے فرمایا۔

''کیا تو ابھی تک نہیں سمجھا کہ سوائے ایک خدا کے دوسرا خدا نہیں ہے''۔ ابوسفیان نے کہا۔ ''جانتا ہوں اگر دوسرا خدا ہوتا تو ہمارے کام آتا''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بڑے افسوس کی بات ہے کہ تو نے اب تک میرے نبی برحق ہونے کا اقرار نہیں کیا۔

ابوسفیان نے کہا، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں۔ اس بارے میں اب تک شک تھا لیکن اب یہ شک رفع ہو گیا۔ پھر کلمہ شہادت پڑھ کر دائرہ اسلام آباد میں داخل ہو گئے۔

جب ابوسفیان اسلام لے آئے تو حضرت عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ابوسفیان کو قریش میں اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ اس لیے انہیں کوئی خصوصی اعزاز عطا کیا جائے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ''جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے، جو اپنے دروازے کو بند کر کے بیٹھ جائے اور جو خانہ کعبہ میں پناہ حاصل کرے، اس کے لیے امان ہے''۔ مکہ پہنچ کر ابوسفیان نے حرم پاک میں کھڑے ہو کر بلند آواز سے اعلان کر دیا۔

اسلامی لشکر مکہ میں

۲۰ رمضان المبارک کو اسلامی لشکر مکہ میں داخل ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی لشکر کے پرچم برداروں کے لیے مختلف راستے متعین فرما دیئے۔ اس طرح ایک دستہ کی قیادت حضرت خالدؓ بن ولید کر رہے تھے۔ جب کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین و انصار کے ایک دستہ کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے۔ حضرت خالدؓ بن ولید جب اپنے دستے کے ساتھ مکہ داخل ہونے لگے تو صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو نے اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ مل کر حضرت خالدؓ بن ولید کے دستہ پر حملہ کر دیا۔ اس جنگ میں قریش کے بہت سے آدمی مارے گئے اور شکست کھا کر بھاگ گئے جب کہ صرف تین مسلمان شہید ہوئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کا سر مبارک خم تھا اور اونٹ کے پالان کے ساتھ لگ رہا تھا۔ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے انا فتحنا اور اذا جاء نصر الله کا ورد جاری تھا۔

بت شکنی

بیت اللہ شریف کے اندر اور ارد گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے جنہیں قریش مکہ اپنا خدا سمجھ کر پوجا کرتے، منتیں مانتے اور چڑھاوے چڑھاتے۔ جناب رسول اللہ ﷺ اپنی چھڑی سے ان بتوں کی طرف اشارہ کرتے اور فرماتے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل كَانَ زَهُوقًا ط حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل ایک دن مٹنے ہی والا ہے۔ اس

Marfat.com

طرح تمام بت ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔ آپ ﷺ کے حکم سے ان تمام بتوں کو اٹھا کر باہر پھینک دیا گیا۔ وہ تصویریں جو دیوار کعبہ پر بنائی گئی تھیں ان کو آب زم زم سے دھو دیا گیا۔ جب بیت اللہ بتوں سے پاک کر دیا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے اور نماز نفل ادا کی۔ جب آپ ﷺ کعبہ سے اتر کر نیچے تشریف لائے اور صحن کعبہ میں تشریف فرما ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جس طرح حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری ہمارے خاندان میں ہے، اسی طرح خانہ کعبہ کی کلید برداری کا منصب بھی ہمیں عطا کیا جائے۔ (خیال رہے کہ خانہ کعبہ کی دربانی عثمان بن طلحہ کے خاندان میں تھی) اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی	خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں
اَھْلِھَا وَ اِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ	ان کے حوالے کر دیا کرو۔ اور جب لوگوں
تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ ط اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا	میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا
یَعِظُکُمْ بِہٖ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًام	کرو۔ خدا تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے۔
بَصِیْرًا ۵۸ (النساء، آیت ۵۸)	بیشک خدا سنتا (اور) دیکھتا ہے۔

حکم ربی کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ کو واپس کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ کنجی تم کو واپس دلوائی ہے۔ اب ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی۔

خطبہ نبوی ﷺ

فتح مکہ کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر اہم خطبہ دیا۔

"اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور دشمن کی تمام جماعتوں کو شکست دی۔ کان کھول کر سن لو، میں نے جاہلیت کی تمام رسموں کو پاؤں تلے مسل دیا ہے۔ مگر بیت اللہ کی دربانی اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت ضرور برقرار رہے گی۔ اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ نے تم کو جاہلیت کے غرور اور باپ دادا کے نام ونسب پر فخر کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

Marfat.com

ترجمہ: ''اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد و زن کے جوڑے سے پیدا کیا پھر ہم نے تمہیں قوموں اور برادریوں میں تقسیم کر دیا تا کہ اس نسبت سے باہم تمہارا تعارف ہو سکے لیکن تم میں خدا کے نزدیک زیادہ باعزت وہی ہوگا جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہوگا''۔

خطبہ کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا ''اے قریشیو اور اے مکہ والو! تمہارا کیا خیال ہے میں تم سے کیا برتاؤ کروں گا؟ سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا۔ آپ ﷺ سے ہمیں بھلائی ہی کی توقع ہے کیونکہ آپ ﷺ ہمارے مہربان و فیاض بھائی اور مہربان و فیاض بھائی کے فرزند ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ تم سب کو آزاد کر دیا گیا۔ پس آنحضرت ﷺ نے انہیں آزاد فرما دیا حالانکہ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان پر بزور بازو تسلط عطا فرما دیا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا۔ میری اور تم لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا۔

ترجمہ: ''آج تم پر کوئی ملامت اور سرزنش نہیں۔ اللہ تم سب کی مغفرت کرے اور وہ تمام رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' (سورۂ یوسف، ع۔۱۰)

Marfat.com

غزوہ حنین

فتح مکہ کے بعد اسلامی لشکر ابھی مکہ میں ہی تھا کہ بعض سرکش قبائل نے اپنی طاقت کے غرور پر سر اٹھایا۔ یہ قبیلہ ہوازن اور ثقیف تھے جن کی بدولت غزوہ حنین پیش آیا۔ یہ غزوہ ۱۰ شوال ۸ھ، ہجری مطابق ۶۳۰ء کو وقوع پذیر ہوا۔

فتح مکہ کے بعد تمام قریش اور دوسرے قبائل آپ ﷺ کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے جب کہ قبیلہ ہوازن اور ثقیف نے اس اطاعت اور فرمانبرداری سے انکار کر دیا۔ ہوازن ایسا قبیلہ تھا جو اپنی مردانگی اور بہادری کی بدولت مشہور تھا۔ قبیلہ ہوازن کے سردار مالک بن عوف نے آنے والے خطرے کے پیش نظر اپنے قبیلے کے لوگوں کو اکٹھا کیا اور ساتھ ہی اپنے قبیلہ کے حلیف کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا تھا تا کہ وہ پوری قوت اور بہادری کے ساتھ اسلامی لشکر کا مقابلہ کر سکے۔ اور یہ کہ اس جنگ میں وہ تمام عورتوں، بچوں اور مال و اسباب بھی ساتھ لے آیا۔

مالک بن عوف نے اپنے ایک تجربہ کار اور ضعیف سردار جو جنگی چالوں سے بخوبی واقف تھا رہنمائی کے لیے ساتھ لے لیا۔ اس سردار کا نام درید ابن صمہ تھا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اطلاع ملی کہ قبیلہ ہوازن کا سردار مالک بن عوف جنگ کے ارادے سے نکلا ہے تو آپ ﷺ بارہ ہزار کا لشکر اسلام لے کر مقابلے کے لیے وادیٔ حنین پہنچے۔ حنین پہاڑی علاقہ تھا جس میں محفوظ پناہ گاہیں تھیں جہاں مالک بن عوف کی فوج چھپی ہوئی تھی۔ اسلامی لشکر جب اس وادی میں پہنچا تو دشمن کی فوج نے اچانک حملہ کر دیا جس سے اسلامی لشکر اچانک حملہ سے گھبرا گیا اور تتر بتر ہو گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جب یہ حالت دیکھی تو حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ مسلمانوں کو بلند آواز سے اپنی طرف بلائیں۔ حضرت عباسؓ کی آواز سنتے ہی تمام اسلامی لشکر آپ ﷺ کے گرد جمع ہو کر دادِ شجاعت دینے لگا۔ حضورِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مٹھی میں خاک لے کر کفار کے لشکر کی طرف پھینک کر فرمایا۔ ''یہ منہ ذلیل وخوار ہوں''۔ جس سے لشکر کفار کے قدم اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور شکست، فتح میں تبدیل ہو گئی۔

Marfat.com

مکّہ سے روانہ ہوتے وقت مسلمان اپنی کثرت تعداد کی وجہ سے غرور میں آ گئے تھے جس کے نتیجہ میں ابتداً شکست اور پھر فتح و نصرت سے ہمکنار ہوئے جس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح کیا گیا ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝

خدا نے بہت سے موقعوں پر تم کو مدد دی ہے اور (جنگ) حنین کے دن جب کہ تم کو اپنی (جماعت کی) کثرت پر غرور تھا تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور زمین باوجود (اتنی بڑی) فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر پھر گئے۔

(التوبہ، آیت ۲۵)

مال غنیمت کی تقسیم اور انصار کا اعتراض

غزوہ حنین کی فتح کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۵ ذی قعدہ کو جعرانہ میں تشریف لائے جہاں مال غنیمت جمع کیا گیا تھا جس میں چھ ہزار قیدی، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی شامل تھے۔ آپ ﷺ نے یہاں دس دن سے زیادہ ہوازن کا انتظار کیا کہ شاید وہ اپنے عزیزوں، بچوں اور عورتوں کو چھڑانے آئیں، انتظار کے بعد جب کوئی نہ آیا تو آپ ﷺ نے مال غنیمت تقسیم کر دیا، تقسیم میں نو مسلم اہل مکّہ کا دل جوئی کے لیے ان کو مال غنیمت میں سے زیادہ حصہ دیا جس پر انصار کے دل میں ملال پیدا ہوا۔ جب آپ ﷺ کو اس امر کی اطلاع ملی تو انصار کو بلا کر خطبہ ارشاد فرمایا۔

"اے گروہ انصار مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مجھ سے اس وجہ سے ناراض ہو کہ میں نے مکّہ کے سرداروں کو زیادہ حصہ دیا اور تمہیں ان کے مقابلے میں گویا کچھ نہ دیا، لیکن یہ بتاؤ کہ جب میں تمہارے ہاں آیا تو تم گمراہ تھے خدا نے تمہیں ہدایت دی۔ تم محتاج تھے خدا نے تمہیں غنی کر دیا۔ تم آپس میں دشمن تھے۔ خدا نے تمہارے دل میں محبت پیدا کر دی۔

انصار نے جواب دیا کہ "ہاں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا احسان ہے"۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"خدا کی قسم اگر تم چاہتے تو یہ کہہ سکتے تھے کہ جب سب نے آپ ﷺ کا انکار کیا تو

Marfat.com

ہم نے آپ ﷺ کی سچائی پر یقین کیا۔ آپ پناہ ڈھونڈتے تھے تو ہم نے آپ کو پناہ دی۔ آپ ﷺ کا گھر بار نہ تھا تو ہم نے بھائی چارہ کیا۔ آپ ﷺ نادار تھے تو ہم نے آپ کے کفیل ہوئے تو یہ بالکل صحیح تھا"۔ اے گروہ انصار! کیا تمہارا خیال مردار دنیا کی طرف گیا۔ میں نے لوگوں کی دلدہی کے خیال سے ان کے ساتھ احسان کیا تا کہ وہ پکے مسلمان ہو جائیں۔ مجھے تمہارے اسلام پر بھروسہ تھا۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ اور لوگ اونٹ بکریاں لے جائیں اور تم خدا کے رسول ﷺ کو ساتھ لے کر جاؤ۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہیں کسی حالت میں اپنے سے جدا نہیں کر سکتا۔ اگر انصار ایک راستہ پر چلیں اور تمام دنیا دوسرے راستہ پر جا رہی ہو تو میں وہی راستہ اختیار کروں گا جو انصار نے اختیار کیا ہے۔ اے اللہ! تو انصار پر اور ان کی اولاد پر اور ان کی اولاد کی اولاد پر رحم فرما"۔

یہ تقریر سن کر انصار اس قدر روئے کہ ان کی ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور سب بیک آواز پکارے کہ ہمیں صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درکار ہیں اور کچھ درکار نہیں۔

وفد ہوازن کی آمد اور آپ ﷺ کا ارشاد گرامی

مال غنیمت کی تقسیم کے بعد ہوازن کا وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں چودہ آدمی تھے انہوں نے اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور بعد ازاں اپنے اموال اور اہل عیال کی واپسی کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے تمہارا بہت انتظار کیا اب غنائم تقسیم ہو چکی ہیں۔ دو چیزوں میں سے ایک چیز اختیار کر لو۔ قیدی یا مال۔ چنانچہ وفد نے مال کی بجائے قیدیوں کی رہائی کی درخواست کی۔ اس طرح چھ ہزار قیدی آزاد کر دیئے گئے۔

قیدیوں میں آپ ﷺ کی رضاعی بہن شیماء بھی تھیں۔ جب یہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ ﷺ نے اپنی چادر بیٹھنے کے لیے بچھا دی۔ وہ مسلمان ہو گئیں اور آپ ﷺ نے بہت سا سامان دے کر اسے ان کے قبیلے میں بھیج دیا۔

Marfat.com

غزوۂ تبوک

یہ غزوہ ماہ رجب ۹ ھ بمطابق ستمبر، اکتوبر ۶۳۰ء پیش آیا۔ فتح مکہ سے قبل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمادی الاول ۸ ھ میں قیصر روم کی افواج کے مقابلے کے لیے تین ہزار مجاہدین کا لشکر شام کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ موتہ کے مقام پر دونوں فوجوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ گو مخالف فوج کی تعداد دو لاکھ تھی مگر اسلام لشکر نے کم تعداد ہونے کے باوجود بے جگری سے مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کے تین سپہ سالار اور نو مجاہد شہید ہوئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قیصر روم ہرقل نے جنگ موتہ کا بدلہ لینے کے لیے شام میں ایک بہت بڑا لشکر اکٹھا کر لیا ہے جس میں رومی فوج کے علاوہ اردگرد کے قبائل بھی شامل ہیں یہ قحط اور شدید گرمی کے دن تھے جب کہ کھجور کی فصل بھی تیار تھی اور مدینہ کے لوگ فصل سمیٹنے میں مصروف تھے۔ ان حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو جہاد کی تیاری کا حکم دیا جس پر لوگ سب کچھ چھوڑ کر اسلام پر پروانہ وار نثار ہونے کے لیے مدینہ میں جمع ہونے لگے۔ جب کہ دوسری طرف منافقین مسلمانوں کو جہاد سے روکنے کے لیے برسرِ پیکار ہو گئے کہ اس شدید گرمی اور قحط کے دنوں میں گھر سے نکلنا کہاں کی دانش مندی ہے اور یہ کہ گھر بار اور فصلوں کی کون حفاظت کرے۔

صحابہؓ کا ایثار و صدقات

ان نازک حالات کے پیش نظر یہ پہلا غزوہ تھا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متمول صحابہؓ سے جنگ کے لیے سامان اور مالی معاونت کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ایک ہزار دینار، چار سو اونٹ مع سامان جنگ اور بعض صحابہؓ کو سامان جنگ بھی مہیا کیا۔ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کے حق میں دعا فرمائی۔ اے اللہ تو عثمانؓ سے راضی ہو۔ اس لیے کہ میں عثمانؓ سے راضی ہوں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے چالیس ہزار دینار، حضرت عمرؓ نے اپنی کل جائیداد کا نصف حصہ، حضرت عباسؓ و حضرت طلحہؓ نے زر کثیر پیش کیا۔ حتیٰ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے دریافت فرمایا

Marfat.com

کہ گھر میں بیوی بچوں کے لیے کیا چھوڑ آئے۔ حضوت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا "بس خدا اور رسول میرے لیے کافی ہیں"۔

پروانہ کو چراغ تو بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسول ﷺ بس

حضرت ابو عقیلؓ ایک مفلس مزدور تھے۔ دو سیر کھجوریں ہی لا کر پیش کر دیں اور عرض کیا کہ میں نے رات بھر پانی بھرا ہے اس کی مزدوری میں مجھے چار سیر کھجوریں ملی تھیں۔ دو سیر تو اپنے بچوں کے لیے چھوڑ آیا ہوں اور دو سیر یہ حاضر ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کھجوریں سب صدقوں کے برابر ہیں۔

بہت سے صحابہؓ ایسے بھی تھے جن کے پاس نہ تو سامان حرب تھا اور نہ ہی سواری کا کوئی جانور۔ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر روئے اور ساتھ چلنے کی التجا کی لیکن ان کے چلنے کا کوئی سامان نہ ہو سکا۔ ان کی شان میں سورۃ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ: اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے کہ جب وہ آپ ﷺ کے پاس آئے کہ آپ ﷺ ان کو جہاد میں جانے کے لیے کوئی سواری عطا فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ اس وقت کوئی چیز نہیں پاتا کہ جس پر تم کو سوار کر دوں۔ تو وہ لوگ اس حال میں واپس ہوئے کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی تھیں اس غم میں کہ ان کو کوئی چیز میسر نہیں جسے خرچ کر سکیں۔ (سورۃ توبہ، آیت ۹۲)

سورۂ توبہ میں ان لوگوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جو مالدار تھے اور سواری کا جانور بھی رکھتے تھے مگر اس کے باوجود گھر میں رہنے کی اجازت مانگ رہے تھے۔

ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ: الزام تو دراصل ان پر ہے جو تجھ سے اجازت مانگتے ہیں حالانکہ وہ مالدار ہیں۔ انہوں نے پسند کیا کہ گھروں میں رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ رہیں۔ ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ پس وہ جانتے بوجھتے نہیں۔ (سورۂ توبہ، آیت ۹۳)

اسلامی لشکر کی روانگی

غرضیکہ ان حالات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیس ہزار مجاہدین کا لشکر لے

Marfat.com

کر روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے محمد بن مسلمہؓ کو مدینہ کا نگران مقرر کیا اور حضرت علیؓ کو گھریلو انتظام کے لیے مدینہ چھوڑا۔ اسلامی پرچم حضرت ابوبکر صدیقؓ کو عطا کیا گیا۔ ایک نشان حضرت زبیرؓ بن عوام کو مرحمت ہوا۔ اسی طرح ہر قبیلہ کا ایک نشان مقرر فرمایا۔ دوسری طرف ہرقل روم نے زبردست تیاریاں کیں تھیں اور اس کی فوج کی ایک بڑی تعداد اسلامی لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے مقام بلتعہ تک آ گئی تھی۔ اسلامی لشکر نے عرب کی سرحد پر پہنچ کر مقام تبوک پر پڑاؤ ڈالا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیس روز تک مقام تبوک پر قیام فرمایا، مگر قدرت الٰہی سے رومی سلطنت میں کچھ ایسے اندرونی فسادات برپا ہوئے کہ ہرقل نے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک دستہ کے ساتھ جس میں چار سو بیس مجاہدین شامل تھے۔ دومتہ الجندل کے حاکم اکیدر بن عبدالملک کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسے شکار کھیلتے ہوئے گرفتار کر لیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ ادھر ایلہ کے حاکم اور ان یہودیوں اور عیسائیوں نے جو خلیج ملک کے کنارے پر آباد تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت قبول کر لی اور جزیہ دینا قبول کیا تو ان کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا ہر طرح کی مذہبی آزادی دی گئی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک میں بیس روز قیام کے بعد اوائل رمضان ۹ھ میں مدینہ تشریف لائے یہ آخری جنگ تھی جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی۔ مدینہ میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واپسی کی خبر پہنچی تو منافقین غزوہ تبوک میں عدم شرکت کی بنا پر بہانے سوچنے لگے۔ ان کے بارے ارشاد خداوندی ہے۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ م بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ط وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُوْنَ ج اَنْفُسَهُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ ع عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ	اگر مال غنیمت سہل الحصول اور سفر بھی ہلکا ہوتا تو تمہارے ساتھ (شوق سے) چل دیتے لیکن مسافت ان کو دور (دراز) نظر آئی (تو عذر کرینگے) اور خدا کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو آپ کے ساتھ ضرور نکل پڑتے یہ (ایسے عذروں سے) اپنے تئیں ہلاک کر رہے ہیں اور خدا جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ خدا تمہیں معاف کرے تم نے

Marfat.com

صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ○ لَا
يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ○ اِنَّمَا
يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ
قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ
يَتَرَدَّدُوْنَ ○ وَلَوْ اَرَادُوا
الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّ
لٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ
وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ○
لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا
خَبَالًا وَّلَا اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ
يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيْكُمْ
سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
بِالظّٰلِمِيْنَ ○ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ
مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ
حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ
اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ○ وَمِنْهُمْ
مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ
اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ
جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ○
(سورۂ توبہ، آیت ۴۲ تا ۴۹)

پیشتر اس کے کہ تم پر وہ لوگ بھی ظاہر ہو جاتے جو سچے ہیں اور وہ بھی تمہیں معلوم ہو جاتے جو جھوٹے ہیں ان کو اجازت کیوں دی؟ جو لوگ خدا پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ تم سے اجازت نہیں مانگتے کہ (پیچھے رہ جائیں بلکہ چاہتے ہیں کہ) اپنے مال اور جان سے جہاد کریں اور خدا پرہیزگاروں سے واقف ہے۔ اجازت وہی لوگ مانگتے ہیں جو خدا پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ سو وہ اپنے شک میں ڈانواں ڈول ہو رہے ہیں۔ اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لیے سامان تیار کرتے لیکن خدا نے ان کا اٹھنا اور نکلنا پسند ہی نہ کیا تو ان کو ہلنے جلنے ہی نہ دیا اور (ان سے) کہہ دیا گیا کہ جہاں (معذور) بیٹھے ہیں تم بھی ان کے ساتھ بیٹھے رہو۔ اگر وہ تم میں (شامل ہو کر) نکل بھی کھڑے ہوتے تو تمہارے حق میں شرارت کرتے اور تم میں فساد ڈلوانے کی غرض سے دوڑے دوڑے پھرتے اور تم میں ان کے جاسوس بھی ہیں اور خدا ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ یہ پہلے بھی طالب فساد رہے اور بہت سی باتوں میں تمہارے لیے الٹ پھیر کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ حق آپہنچا اور خدا کا حکم غالب ہوا اور وہ برا مانتے ہی رہ گئے۔ اور ان میں کوئی ایسا بھی ہے جو کہتا ہے کہ مجھے تو اجازت ہی دیجیے۔ اور آفت میں نہ ڈالیے۔ دیکھو یہ آفت میں پڑ گئے ہیں اور دوزخ سب کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔

Marfat.com

غزوہ تبوک اور معجزات

غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو معجزات دیکھے گئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

اونٹ کا گم ہونا

غزوہ تبوک کے موقعہ پر آپ ﷺ کا اونٹ گم ہو گیا۔ مجاہدین نے اس کو بہت تلاش کیا لیکن مل نہ سکا۔ اس موقعہ پر ایک منافق نے طنزاً کہا کہ یوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں آسمان کی خبریں دیتے ہیں لیکن انہیں یہ معلوم نہیں کہ ان کا اونٹ کہاں ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو جب اس منافق کی بات کا علم ہوا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا! میں ذاتی طور پر غیب نہیں جانتا، لیکن اللہ تعالیٰ امور غیبی سے مجھے مطلع فرماتا ہے۔ اس دوران حضرت جبرئیلؑ نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اونٹ کے بارے بتایا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ میرا اونٹ فلاں وادی میں موجود ہے۔ اس کی مہار ایک درخت کی شاخوں میں الجھ گئی ہے اس کو چھڑا کر لے آؤ۔

چنانچہ صحابہؓ اس وادی میں جا کر اونٹ لے آئے۔ اونٹ مل جانے پر صحابہؓ نے ان منافقوں کو مارا اور ذلیل و رسوا کیا بعد میں وہ منافق بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کا واقعہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجاہدین کے ساتھ منزل طے کرتے تبوک کی طرف چلے جا رہے تھے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ قافلہ سے پیچھے رہ گئے جس کی وجہ ان کے اونٹ کا کمزور ہونا تھا۔ جب قافلہ نے ایک منزل پر قیام کیا تو پتہ چلا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ پیچھے رہ گئے ہیں۔ جب اس کی اطلاع نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم "ابوذر کی فکر نہ کرو، اگر اس کا شمار بھلے لوگوں میں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے پاس پہنچا دے گا اور اگر وہ بروں میں سے ہے تو تم اس کے شر سے محفوظ ہو جاؤ گے"۔

تھوڑی دیر کے بعد دیکھا گیا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ سر پر سامان رکھے اور اونٹ کی مہار پکڑے آرہے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ نہ جانے

Marfat.com

کون شخص چلا آرہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص ابوذرؓ ہے۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ ابوذرؓ پر رحمت فرمائے، تنہا چلتا ہے، تنہائی میں موت آئے گی، اور تنہا ہی قبر سے اٹھایا جائے گا''۔ روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت ابوذر غفاریؓ کو زبذہ میں جلا وطن کر دیا تھا۔ اس وقت ان کے پاس ان کی بیوی اور ایک غلام تھا۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنی بیوی اور غلام کو وصیت کی کہ تم دونوں مجھے نہلا کر کفنا دینا اور میرا جنازہ سڑک کے کنارے نمایاں جگہ پر رکھ دینا اور جو پہلا قافلہ وہاں سے گزرے اس سے کہنا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ابوذر غفاریؓ کا جنازہ ہے اس کی تدفین میں ہماری مدد کیجئے۔ چنانچہ ان کی وصیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کا جنازہ سڑک کے کنارے رکھ دیا گیا۔ اس دوران عراق سے آنے والا ایک قافلہ وہاں پہنچا جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے غلام نے قافلہ والوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوذر غفاریؓ کا جنازہ ہے۔ آپ ان کی تدفین میں مدد کیجئے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رونے لگے اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا تھا، ''تنہا چلتے ہیں، تنہائی میں موت آئے گی اور تنہا ہی قبر سے اٹھیں گے''۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور قافلہ والوں نے نماز جنازہ پڑھی اور سڑک کے کنارے حضرت ابوذرؓ کو آسودہ خاک کیا گیا۔

حضرت ابوذرؓ کا اسم گرامی جندب بن جنادہ تھا۔ آپ کی وفات ۳۲ھ میں واقع ہوئی۔

دست مبارک سے پانی کا چشمہ جاری ہونا

تبوک سے واپس مدینہ جاتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''وادی مشقق'' میں قیام فرمایا۔ یہ وادی ایلہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ اسلامی لشکر جب وادی مشقق کے قریب پہنچا تو پانی ختم ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ کو جب اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب لشکر وادی میں پہنچے تو وہاں ایک جگہ پانی ہوگا جو دو آدمیوں کے استعمال کے لیے کافی ہوگا لیکن اس پانی کو کوئی استعمال نہ کرے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے تو تعمیل ارشاد کی لیکن منافقوں نے اس پانی کو استعمال کر لیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی کے قریب پہنچے تو صرف اتنا پانی باقی بچا تھا کہ جس سے دستِ مبارک تر ہو سکتے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ منع کرنے کے باوجود کس نے پانی استعمال کیا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ

Marfat.com

فلاں فلاں منافق نے احکام کی خلاف ورزی کی ہے۔ جس پر آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست مبارک پانی پر رکھے اور اس پانی سے وضو فرمانا شروع کیا اور کسی طرح وضو فرما لیا۔ اس کے بعد دعا کے لیے دست مبارک اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی۔ اسی وقت زمین سے کڑک کی آواز نکلی اور جس جگہ پر آپ ﷺ نے دست مبارک رکھے تھے، پانی ابلنا شروع ہو گیا۔ تمام لشکر نے پانی پیا، اور ضرورت کے مطابق پانی بھر لیا لیکن اس کے باوجود پانی میں کمی نہ ہوئی۔

حج اکبر اور سورۂ براءت (توبہ) کا نزول

غزوہ تبوک کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں قیام فرمایا۔ جب ذی الحج ۹ ھ کا مہینہ شروع ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی امارت میں ایک قافلہ جس میں تین سو حجاج شامل تھے حج کے لیے مکہ روانہ فرمایا تا کہ وہ لوگوں کو احکام حج سکھائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ جب مدینہ روانہ ہو گئے تو سورۂ برأت (توبہ) کی آیات نازل ہوئیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلا کو فرمایا کہ تم یہ آیات لے کر مکہ جاؤ۔ حضرت علیؓ آپ ﷺ کی اونٹنی عضبا نامی پر سوار ہو کر حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پیچھے روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ کیا آپؓ امیر حج مقرر ہو کر آئے ہیں؟ تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ امیر حج تو آپؓ ہیں میں تو سورت براء ت کی آیات دے کر بھیجا گیا ہوں تا کہ لوگوں کے سامنے ان کی تلاوت کروں۔

قرآن نے اس حج کو حج اکبر کہا ہے اس لیے کہ یہ پہلا موقع تھا کہ جب سنت ابراہیمی کے مطابق حج کے ارکان ادا ہوئے اور خانہ کعبہ میں عہد جاہلیت کے اختتام اور حکومت اسلام کے آغاز کا اعلان کیا گیا اور زمانہ جاہلیت کی تمام رسمیں باطل قرار پائیں۔ مکہ پہنچ کر حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دی اور عید والے دن منیٰ کے مقام پر حضرت علیؓ نے سورۂ براءت کی آیات تلاوت کیں۔ اس موقع پر اعلان کیا گیا کہ اب کوئی مشرک خانہ کعبہ میں داخل نہ ہو سکے گا۔ نہ کوئی برہنہ حج کرنے پائے گا۔ جنت کافر کے لیے نہیں اور وہ تمام معاہدے مشرکین سے ہیں ان کے نقض عہد کے باعث آج سے چار مہینے بعد ٹوٹ جائیں گے اس اعلان کے بعد مکہ میں جو لوگ ابھی تک شرک پر قائم تھے اسلام میں داخل ہو گئے۔

سورۂ برأت میں حکم خداوندی ہے۔

Marfat.com

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى الَّذِيْنَ
عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؕ
فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ
وَّاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ
لا وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ۝
وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى
النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ
بَرِىْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ لا وَ
رَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ
وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ
مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝
اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ
الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا
وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا
فَاَتِمُّوْۤا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّ
تِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

(سورہ برأت (توبہ) آیت ۱تا۴)

اے مسلمانو! جن مشرکین نے تم سے معاہدہ کیا تھا (اورانہوں نے اپنا معاہدہ توڑ دیا) ان کی خدا اور خدا کے رسول ﷺ کی طرف سے کوئی ذمہ داری نہیں ہے اب (اے معاہدہ توڑنے والے مشرکو) چار مہینے کی تم کو مہلت ہے، اس میں تم ملک میں چلو پھرو۔ اور جان لو کہ تم خدا کو عاجز نہ کر سکو گے حج اکبر کے دن لوگوں کو اعلان عام ہے کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ ان مشرکین کا اب ذمہ دار نہیں اگر (تم نے اسے مشرکین) توبہ کر لی، تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر اب بھی پھرے ہو، تو یقین کرو کہ تم خدا کو ہرانہ سکو گے۔ اے پیغمبر! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم کافروں کا دردناک عذاب کی خوش خبری سنادو۔ لیکن وہ وہ مشرکین جن سے تم نے معاہدہ کیا، اور انہوں نے اس کے ایفا میں تمہارے ساتھ کچھ کمی نہیں کی، اور نہ تمہارے مقابلہ میں انہوں نے تمہارے دشمنوں کی مدد کی تو زمانہ معاہدہ کو تم پورا کرو۔ بے شک اللہ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا
الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا
الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ
هٰذَا ج (سورہ توبہ آیت ۲۸)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بے شک مشرک لوگ (بوجہ عقائد خبیثہ) بالکل ناپاک ہیں۔ پس یہ لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام کے نزدیک نہ آنے پائیں۔

Marfat.com

حجتہ الوداع

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد فریضہ حج ادا نہیں فرمایا تھا۔ فتح مکہ کے بعد جب اسلام کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اسلام کے عقائد، اعمال اور شریعت کے اصولوں کی تکمیل ہو چکی۔ جب حکم خداوندی نازل ہو چکا۔ ترجمہ: جب خدا کی مدد آ چکی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ خدا کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں تو خدا کی حمد کی تسبیح پڑھو اور استغفار کرو، خدا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج کا ارادہ فرمایا۔ تمام تر تیاری کے بعد آپ ﷺ، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی تعداد ۲۵ ذیعقد ۱۰ھ کو مدینہ سے روانہ ہوئی۔ آپ ﷺ نے رات ذی الحلیفہ میں قیام فرمایا۔ دوسری صبح آپ ﷺ نے غسل فرمایا، احرام باندھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جسم مبارک پر عطر لگایا دو رکعتیں ادا کرنے کے بعد اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر تسبیح پڑھتے ہوئے عازم مکہ ہوئے۔ نو دن کے سفر کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۴ ذوالحج کو صبح کے وقت مکہ تشریف فرما ہوئے سب سے پہلے آپ ﷺ نے کعبتہ اللہ کا طواف فرمایا۔ پھر مقام ابراہیم پر تشریف لے گئے اور دو رکعت نفل ادا فرمائے۔ اس وقت زبان مبارک پر یہ آیت جاری تھی۔ ترجمہ: ''اور مقام ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ''۔ طواف کعبہ کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی فرمائی۔

حضور نبی کریم نے ۸ ذوالحج کو منیٰ میں قیام فرمایا۔ ۹ ذی الحج کو نماز فجر ادا کرنے کے بعد منیٰ سے روانہ ہوئے۔ جب آپ ﷺ میدان عرفات میں تشریف لائے تو اس وقت ایک لاکھ سے زائد توحید پرستوں کی جماعت موجود تھی جو ذکر الٰہی میں مشغول تھی۔ سرکارِ دو عالم اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ حق ارشاد فرمانے کے لیے کوہ عرفات پر تشریف لائے۔

خطبہ حجتہ الوداع

حمد و ثنا کے بعد فرمایا:۔

۱۔ ''اے لوگو! میں خیال کرتا ہوں کہ آج کے بعد میں اور تم اس اجتماع میں کبھی دوبارہ جمع نہیں ہوں گے''۔

۲۔ ''اے لوگو! تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہارا ننگ و ناموس، اسی طرح ایک دوسرے

Marfat.com

پر حرام ہے جس طرح یہ دن (عرفہ) یہ مہینہ (ذی الحج) اور یہ شہر (مکہ مکرمہ) تم سب کے لیے قابل حرمت ہے"۔

۳۔ "اے لوگو! آخر تمہیں بارگاہِ ایزدی میں پیش ہونا ہے، وہاں تمہارا اعمال کی باز پرس کی جائے گی۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنا شروع کر دو"۔

۴۔ "اے لوگو! اپنی بیویوں سے متعلق اپنے اللہ سے ڈرتے رہنا۔ تم نے نام خدا کی ذمہ داری سے انہیں زوجیت میں قبول کیا ہے اور اللہ کا نام لے کر ان کا جسم اپنے لیے حلال فرمایا ہے۔ عورتوں پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ غیر کو تمہارے بستر پر نہ آنے دیں اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ انہیں بافراغت کھانا کھلاؤ اور بافراغت کپڑا پہناؤ"۔

۵۔ اے لوگو! جو خود کھاؤ وہی اپنے غلام کو کھلاؤ جو خود پہنو وہ اپنے غلام کو پہناؤ"۔

۶۔ اے لوگو! آج میں جاہلیت کے تمام قواعد ورسوم کو اپنے قدموں سے پامال کرتا ہوں۔ میں جاہلیت کے قتلوں کے جھگڑے ملیا میٹ کرتا ہوں اور سب سے پہلے خود اپنے خاندانی مقتول ربیعہ بن حارث کے خون سے جسے ہذیل نے قتل کیا تھا دست بردار ہوتا ہوں۔ میں زمانہ جاہلیت کے تمام سودی مطالبات باطل قرار دیتا ہوں اور سب سے پہلے خود اپنے خاندانی سود، عباس بن عبدالمطلب کے سود سے دست بردار ہوتا ہوں"۔

۷۔ "ہاں اے لوگو! تم سب کا خدا بھی ایک ہی ہے اور تم سب کا باپ بھی ایک ہے۔ لہٰذا کسی عجمی کو عربی پر، کسی سرخ کو سیاہ پر، کسی سیاہ کو سرخ پر کوئی پیدائشی برتری یا امتیاز حاصل نہیں ہوگا۔ ہاں! افضل وہی ہے جو پرہیز گاری میں افضل ہے۔ ہر مسلمان دوسرے کا بھائی ہے اور تمام مسلمان ایک برادری ہیں"۔

۸۔ "اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑے رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے وہ چیز اللہ کی کتاب قرآن ہے"۔

۹۔ اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور نہ میرے بعد کوئی نئی امت ہے۔ پس تم سب اپنے اللہ کی عبادت کرو۔ نماز پنجگانہ کی پابندی کرو، رمضان کے روزے رکھو، خوش دلی سے اپنے مالوں کی زکوٰۃ نکالو۔ اللہ کے گھر کا حج کرو حکام امت کے احکام مانو اور اپنے اللہ کی جنت میں جگہ حاصل کرلو۔

آخر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

Marfat.com

''ایک دن اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے میرے متعلق گواہی طلب کرے گا تم اس وقت کیا جواب دو گے''۔

اس پر لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا:

اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے تمام احکام پہنچا دیئے۔

اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرض رسالت ادا کر دیا۔

اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے کھرے کھوٹے کو الگ کر دیا۔

اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگشت شہادت آسمان کی طرف کر کے فرمایا:

اے اللہ! گواہ ہو جا، اے اللہ گواہ ہو جا، اے اللہ! گواہ ہو جا اس کے بعد ارشاد فرمایا:

''جو لوگ موجود ہیں وہ ان لوگوں تک جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ میری ہدایات پہنچاتے چلے جائیں۔ ممکن ہے کہ آج کے بعد سامعین سے زیادہ پیام تبلیغ کے سننے والے اس کلام کی محافظت کریں۔

خطبہ حج کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۝	آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا تم پر اپنی نعمت مکمل کر دی اور دین اسلام پر اپنی رضا مندی کی مہر لگا دی۔

غروب آفتاب کے آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور مزدلفہ تشریف لے گئے جہاں نماز مغرب اور عشاء اکٹھی ادا کیں۔ اور نماز عشاء کے بعد آرام فرمایا۔ ۱۰ ذی الحج کی صبح کو نماز فجر ادا کرنے کے بعد منیٰ تشریف لے گئے۔ جمرہ پر کنکریاں ماریں۔ قربانی کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۶۳ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح فرمائے اور ۳۷ کو حضرت علیؓ سے ذبح کرایا۔ سر منڈوایا۔ منیٰ سے مکہ تشریف لے گئے جہاں خانہ کعبہ کا طواف فرمایا اور واپس منیٰ تشریف لے گئے۔ ۱۲ ذی الحج تک منیٰ میں تشریف فرما رہے اس طرح ۱۳ ذی الحج کو طواف وداع کے بعد مدینہ تشریف لے گئے۔

مولایا صل وسلم دائماً ابداً

علی حبیبك خیر الخلق کلهم

Marfat.com

سفر آخرت

اب خبر لیجئے سرکار مدینے والے
اپنی قسمت بھی ہو بیدار مدینے والے

حجتہ الوداع کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے۔ دین اسلام کی تکمیل ہو چکی تھی۔ شریعت اور مکارم اخلاق کی تعلیم بھی جاری تھی۔ حجتہ الوداع کے موقع پر الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ٥ آیت مبارکہ کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے جان لیا تھا کہ اب رفیق اعلیٰ سے جلد ملاقات ہونے والی ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ ، سبحان اللہ العظیم اور استغفر اللہ کا ورد ہر وقت زبان مبارک پر جاری تھا۔ بارگاہ ایزدی کی حاضری کا شوق روز بروز بڑھتا جا رہا تھا۔ اس دوران اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ سے بھی اظہار کر چکے تھے کہ میری رحلت کے دن اب قریب آنے والے ہیں۔

علالت کی ابتدا

۲۹ صفر بروز دوشنبہ کو علالت کی ابتدا سر درد سے ہوئی۔ آپ ﷺ مرض کے ابتدائی ایام میں اپنی زوجہ مطہرہ حضرت میمونہؓ کے مکان میں تشریف فرما تھے لیکن جب مرض نے شدت اختیار کر لی تو اپنی تمام ازواج مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہؓ کے گھر میں تشریف لے گئے۔ طبیعت جب زیادہ خراب ہو گئی تو فرمایا کہ پانی کی سات مشکیں میرے سر پر ڈالی جائیں چنانچہ ایسا کرنے سے طبیعت سنبھل گئی۔ تو مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا۔

''مسلمانو! تم سے پہلے ایک قوم گزر چکی ہے جس نے اپنے انبیاء وصلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔ تم ایسا نہ کرنا''۔ پھر فرمایا: ان یہود ونصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا۔ فرمایا: میری قبر کو وہ قبر نہ بنا دینا کہ اس کی پرستش شروع ہو جائے''۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''خدا تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ وہ دنیا و مافیہا کو قبول کرے یا

Marfat.com

آخرت کو، مگراس نے صرف آخرت ہی کو قبول کرلیا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ رونے لگے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو روتے دیکھ کر فرمایا: ''سب سے زیادہ جس شخص کی دولت اور رفاقت نے مجھے فائدہ پہنچایا وہ ابوبکرؓ ہیں۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی ایک شخص کو اپنی دوستی کے لیے منتخب کر سکتا تو وہ ابوبکرؓ ہوتے، لیکن اب رشتۂ اسلام میری دوستی کی بنا ہے اور وہی کافی ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا: کہ ''مسجد کے رخ پر کوئی دریچہ ابوبکرؓ کے دریچہ کے سوا باقی نہ رکھا جائے''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ شام پر حملہ کردیں اور اپنے شہید باپ کا انتقام لیں۔ اس پر منافقین نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے سپہ سالار مقرر کرنے پر اعتراض کیا تو آپ ﷺ نے ان کی بات کو رد کردیا اور فرمایا کہ اسامہ بن زیدؓ ہی شام پر حملہ کرنے والے لشکر کے سردار ہوں گے۔

جب آپ ﷺ بیماری کی شدت کی بنا پر نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں نہ جا سکے تو فرمایا: حضرت ابوبکرؓ سے کہا جائے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ ''ابوبکرؓ نہایت رقیق القلب آدمی ہیں۔ جب وہ آپ ﷺ کی جگہ مصلیٰ پر کھڑے ہوں گے تو نماز نہیں پڑھا سکیں گے''۔ ارشاد فرمایا ''وہی نماز پڑھائیں گے''۔ پس حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو سترہ نمازیں پڑھائیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے کندھوں کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ کو آتا دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ مصلے سے پیچھے ہٹنے لگے تو حضور نبی کریم ﷺ دست مبارک سے انہیں منع فرمایا۔ پھر آپ ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے برابر بیٹھ گئے اور نماز ادا کرنے لگے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء حضرت ابوبکر صدیقؓ کرتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اقتداء مسلمان کرتے تھے۔ اس طرح نماز مکمل ہوگئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرۂ عائشہؓ میں تشریف لے گئے۔

یوم وصال

وفات سے ایک روز پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ تمام غلاموں

Marfat.com

کو آزاد کر دو۔ آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ اشرفیاں ایک روایت کے مطابق سات دینار رکھوائے تھے حکم دیا کہ انہیں خیرات کر دو۔ دوشنبہ (سوموار) کا دن تھا مسلمان حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت میں فجر کی نماز کر رہے تھے آپ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے حجرہ کا پردہ اٹھا کر نمازیوں کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ مسکرائے۔ لوگوں نے سمجھا کہ آپ ﷺ نماز کے لیے تشریف لانا چاہتے ہیں مگر آپ ﷺ نے نماز جاری رکھنے کا اشارہ فرما کر حجرہ کا پردہ گرا دیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات سے ذرا پہلے حضرت عائشہؓ کے سینے پر ٹیک لگائے لیٹے تھے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن حضرت ابوبکر صدیقؓ خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ آپ ﷺ نے مسواک کی طرف دیکھا تو حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں کہ آپ ﷺ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰنؓ سے مسواک لے کر دانتوں سے چبا کر نرم کیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ کافی دیر تک تندرستوں کی طرح مسواک کرتے رہے اور پھر اسے رکھ دیا۔ جب بے چینی زیادہ بڑھ گئی تو پانی کا پیالہ جو پاس رکھا تھا اس میں ہاتھ ڈالتے اور چہرۂ مبارک پر پھیر لیتے۔ چادر منہ پر ڈالتے اور کبھی ہٹا دیتے۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ اس دوران میں نے دیکھا کہ میری گود میں آپ ﷺ بوجھل ہو رہے ہیں۔ میں نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کو دیکھا تو وہ غیر معمولی نظر آیا۔ اس وقت آپ ﷺ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے "بل الرفیق الاعلیٰ فی الجنة" اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ کے ہاتھ لٹک گئے۔ اس طرح آپ ﷺ نے صبح کے وقت حضرت عائشہؓ کی گود میں وفات پائی۔ یہ دوشنبہ (سوموار) ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بمطابق ۷ جون ۶۳۲ء کا دن تھا۔ عمر مبارک قمری حساب سے ۶۳ سال اور چار دن تھی۔

صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد و آلہ وسلم

Marfat.com

وفات کے بعد

قدرتی امر ہے کہ اس جانفزا واقعہ کی وجہ سے مسلمانوں اور مومنوں کو سخت صدمہ ہوا۔ سبھی پریشان تھے۔ کہ اب کیا کریں۔ خاص طور پر حضرت عمرؓ کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رخصت فرما گئے ہیں۔ انہوں نے تو جوش محبت میں یہ تک کہہ دیا کہ اگر کوئی یہ کہے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے ہیں تو میں اسے قتل کر دوں گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ جو اس دوران مدینہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔ جب انہیں آپ ﷺ کی وفات کی اطلاع ملی تو واپس لوٹ آئے۔ اور کاشانہ نبوت میں داخل ہوئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک سے چادر ہٹا کر چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور کہا کہ آپ ﷺ زندہ بھی شیریں تھے اور بعد وفات بھی شیریں ہیں۔ اے میرے محبوب! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا۔ آپ ﷺ وفات پا گئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کبھی نہیں مریں گے۔ یہ کہہ کر مسجد میں آئے جہاں حضرت عمرؓ بے حال ہو رہے تھے۔ آپ نے ان سے کہا کہ عمرؓ خاموش رہو اور مجمع کے سامنے سورۂ آل عمران کی یہ آیت تلاوت کی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ○

اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو صرف (خدا کے) پیغمبر ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو گذرے ہیں۔ بھلا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ؟ (یعنی مرتد ہو جاؤ؟) اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو خدا کا کچھ نقصان نہیں کر سکے گا اور خدا شکر گزاروں کو (بڑا) ثواب دے گا۔

(سورہ آل عمران، آیت ۱۴۴)

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسلمانوں کو مخاطب ہو کر کہا ''اے لوگو! تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کو پوجتا تھا وہ سمجھ لے کہ محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں اور جو شخص خدا کا پرستار ہے وہ جان لے کہ خدا تعالیٰ زندہ ہے اور وہ کبھی نہیں مرے گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے یہ الفاظ سن کر مسلمان چونک پڑے جب کہ حضرت عمر فاروقؓ کہنے لگے کہ ابوبکر صدیقؓ

Marfat.com

کے تلاوت کرنے سے قبل میں اس آیت سے واقف نہ تھا مگر اس کو سن کر میری جان نکل گئی، میں گر پڑا اور مجھ سے اٹھا نہیں گیا۔ اب مجھے یقین ہوا کہ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔

تجہیز و تکفین

تجہیز و تکفین کی خدمت آپ ﷺ کے خاص عزیز و اقارب نے انجام دی۔ حضرت علیؓ نے غسل دیا۔ اس طرح کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک حضرت علیؓ کے سینہ پر تھا۔ حضرت اوس بن خولی انصاریؓ پانی کا گھڑا بھر بھر کر لاتے تھے۔ حضرت عباسؓ اور ان کے دونوں صاحبزادے قثمؓ و فضلؓ جسم کی کروٹیں بدلتے تھے اور حضرت اسامہ بن زیدؓ اوپر سے پانی ڈالتے تھے۔ غسل اس طرح دیا گیا کہ قمیض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پر تھی اور حضرت علیؓ آپ ﷺ کے جسم مبارک کو اوپر سے مل رہے تھے۔ کفن میں تین سوتی کپڑے تھے جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفنائے گئے۔

وفات سے پہلے آپ ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ میر قبر ایسی جگہ نہ بنائی جائے کہ مسلمان اسے سجدہ گاہ بنالیں۔ اس وصیت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے کے مطابق حجرہ حضرت عائشہؓ جہاں آپ ﷺ نے انتقال فرمایا تھا قبر کھودی گئی۔ قبر کھودنے والے حضرت طلحہؓ تھے۔ غسل کے بعد آپ ﷺ کا جسم مبارک ایک پلنگ پر رکھ دیا گیا۔ حجرہ مبارک میں چونکہ جگہ کم تھی لہٰذا لوگ باری باری جماعت کی شکل میں اندر جاتے اور نماز جنازہ پڑھ کر باہر آ جاتے۔ اس نماز جنازہ میں کوئی امام نہ تھا۔ پہلے کنبہ والوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ پھر مہاجرین نے پھر انصار نے۔ غرضیکہ سب نے الگ الگ جنازہ پڑھا۔ اس ترتیب سے کہ پہلے مردوں نے، پھر عورتوں نے اور آخر میں بچوں نے جنازہ پڑھا۔ اس طرح یہ سلسلہ رات اور دن برابر جاری رہا۔ اس لیے تدفین مبارک چہار شنبہ کی شب کو یعنی رحلت پاک سے ۳۲ گھنٹے بعد عمل میں آئی۔

جسم مبارک کو حضرت علیؓ، فضل بن عباسؓ، اسامہ بن زیدؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے قبر میں اتارا۔ اس طرح مدینہ میں ہجرت کے دس سال بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت کہ آپ ﷺ نے سب سے آخر میں جو بات کہی وہ یہ تھی کہ جزیرہ عرب میں دو دین نہ رہیں۔

Marfat.com

کل اثاثہ

اندازہ لگایئے کہ سرورِ کونین، رحمتہ للعالمین، نبی آخر الزماں کا کل اثاثہ جو آپ ﷺ نے وفات کے بعد چھوڑا وہ اپنے ہتھیار، اپنی سواری کا خچر اور کچھ زمین چھوڑی جسے آپ ﷺ کی وصیت کے مطابق خیرات کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے کوئی دینار، درہم، بکری یا اونٹ ورثہ میں نہیں چھوڑا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا اس حال میں وصال ہوا کہ میرے گھر میں کسی جاندار کے کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ صرف دیوار گیری پر کچھ جو رکھے ہوئے رہ گئے تھے جن میں سے لے کر میں کچھ مدت تک کھاتی رہی آخر وہ بھی ختم ہو گئے۔ کاش میں انہیں نہ کھاتی۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا اس حال میں وصال ہوا کہ آپ ﷺ کے اہل بیت نے زندگی بھر کبھی جو کی روٹی بھی شکم سیر ہو کر نہیں کھائی۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کی چند یادگاریں صحابہ کرامؓ کے پاس بطور تبرک کے موجود تھیں۔ حضرت طلحہؓ کے پاس موئے مبارک تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ کے پاس ٹوٹا ہوا پیالہ تھا۔ تلوار (ذوالفقار) حضرت علیؓ کے پاس تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس وہ کپڑے تھے جن میں آپ ﷺ نے انتقال فرمایا۔ مہر منور اور عصائے مبارک حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو تفویض ہوئے۔ ان انوار اور تبرکات کے علاوہ سب سے بڑی نعمت اور دولت اور بیش قیمت چیز جو اپنی امت اور پوری انسانیت کو عطا فرما گئے وہ اللہ کی کتاب قرآن پاک ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے یہ اللہ کی کتاب قرآن ہے۔

Marfat.com

خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے خدا کا رسولؐ بس

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفیق اعلیٰ سے ملاقات کے بعد مہاجرین اور انصار نے متفقہ طور پر آپ ﷺ کے یارِ غار، دوست اور جانثار ساتھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتخب کرایا۔ خلافت کے یہ بڑا اعزاز و مرتبہ ان کی دینی خدمات، ایثار و قربانی، علمی اور بہادری کی بنا پر دیا گیا۔ اس لیے بھی کہ رنج و غم کے اس ماحول میں مسلمانوں کی اس عظیم اسلامی سلطنت کو قائم رکھنے اور مزید ترقی دینے کے لے حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی خلافت کے صحیح حق دار تھے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اسی روز بیعت کی گئی جس روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ یہ دن دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ ہجری کا تھا۔

بیعت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے خطاب میں حمد و ثنا کے بعد کہا: اے لوگو! مجھے تمہارا حاکم بنایا گیا ہے۔ حالانکہ میں تمہارا بہترین فرد نہیں ہوں، اگر میں نیکی کروں تو تم میری اطاعت کرنا اور اگر میں برائی کروں تو تم مجھے سیدھا کر دینا۔ صداقت امانت ہے اور کذب خیانت ہے۔ تم میں جو ضعیف ہے وہ میرے نزیک قوی ہے تاکہ میں اس کا حق اسے دلواؤں۔ انشاء اللہ۔ اور تم میں جو قوی ہے وہ میری نزدیک ضعیف ہے تاکہ میں اس سے حق کو ادا کراؤں۔ انشاء اللہ۔ تم میں سے کوئی اللہ کی راہ میں جہاد کو ترک نہ کرے کیونکہ جو قوم جہاد کو ترک کرتی ہے اللہ اسے ذلیل کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری عام ہو جاتی ہے اللہ اسے مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرنا اور اگر میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی خلاف ورزی کروں تم پر میری اطاعت ضروری نہیں۔ (تاریخ طبری۔ سیرت النبی ﷺ)

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کچھ لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ سے دور تھے۔ آپ ﷺ کی

Marfat.com

وفات کی خبر سن کر آپ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے اور حاضر خدمت ہو کر روئے انور سے چادر مبارک ہٹائی اور روئے مبارک پر بوسہ دیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! جیسے آپ ﷺ زندگی میں خوبرو تھے ویسے ہی آپ ﷺ بعد وفات بھی خوبصورت ہیں رب کعبہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہو چکا۔

مسلسل رفاقت

گو حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سال دو ماہ بڑے تھے لیکن محبت اور دوستی کا رشتہ اوائل عمر سے لے کر وصال شریف تک قائم دائم رہا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نبوت کا دعویٰ فرمایا تو ابوبکرؓ مردوں میں پہلے تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں نے کسی کو اسلام کی دعوت دی تو اس کو تذبذب میں پایا اور اس کو تردد ہوا سوائے (حضرت) ابوبکرؓ کہ جب میں نے اسلام پیش کیا تو بغیر تذبذب اور تردد کے انہوں نے اسلام قبول کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ مکہ کے مالدار تاجر تھے انہوں نے اپنا تمام تر سرمایہ اسلام کی راہ میں خرچ کر دیا۔ حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ مشرف بہ اسلام ہوئے آپ کے پاس چالیس ہزار دینار یا درہم موجود تھے۔ اور جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو اس مال میں سے صرف پانچ ہزار درہم رہ گئے۔ آپؓ نے یہ تمام مال مسلمانوں کے آزاد کرانے اور اسلام کی مدد میں خرچ کر ڈالا۔

مالی اعانت

ترمذی نے بحوالہ حضرت عمر فاروقؓ لکھا ہے کہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم کو حکم ہوا کہ ہم راہِ خدا میں کچھ مال تصدق کریں۔ میں نے دل میں پختہ ارادہ کر لیا کہ میں آج ابوبکر صدیقؓ سے زیادہ مال راہِ خدا میں تصدق کروں گا چنانچہ میں اپنا نصف مال لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ اپنے اہل وعیال کے لیے کتنا چھوڑا ہے، میں نے عرض کیا کہ ان کے لیے نصف مال چھوڑ آیا ہوں۔ اتنے میں ابوبکر صدیقؓ اپنا (کل) مال لے کر حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم نے اپنے اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑا؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول کافی ہے۔ اس وقت میں نے اپنے دل

Marfat.com

میں فیصلہ کیا کہ میں کسی بات میں ان سے سبقت نہیں لے جا سکتا۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس۔ صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسول ﷺ بس

ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں نے ہر ایک کا احسان اتار دیا سوائے ابو بکرؓ کے احسان کے۔ ان کا احسان میرے ذمہ باقی ہے، ان کا احسان اتنا عظیم ہے کہ اس کا عوض قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی ان کو عطا فرمائے گا، مجھے کسی کے مال سے اتنا نفع نہیں پہنچا جتنا ابو بکرؓ کے مال سے پہنچا۔ (ترمذی)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکرؓ کے مجھ پر ایسے عظیم احسانات ہیں کہ اور کسی کے نہیں ہیں۔ انہوں نے اپنے جان اور مال سے میری مدد کی اور اپنی بیٹی بھی میرے عقد میں دے دی۔ (ابن عساکر)

لقبِ صدیق

اسلام میں معراج کا واقعہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی نبی اور رسول کا اتنا بڑا اعزاز اور مرتبہ نصیب نہیں ہوا۔ واقعہ معراج کی تصدیق سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کی۔ مشرکین مکہ نے جب حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ تمہارا دوست یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ رات کو بیت المقدس لے جائے گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ اگر آپ ﷺ یہ فرماتے ہیں تو یقیناً سچ فرماتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر صبح و شام آسمان سے آپ ﷺ پر وحی نازل ہو سکتی ہے تو پھر آپ ﷺ کا ایک رات میں بیت المقدس جانا اور واپس تشریف لے آنا کوئی بعید نہیں جن پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں صدیق کا لقب عطا فرمایا۔

سعد بن منصور نے اپنی مسند میں ابو ہریرہؓ کے غلام ابی وہب کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب شبِ معراج میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام ذی طویٰ پر پہنچے تو آپ ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا کہ اس واقعہ کی تصدیق میری ملت نہیں کرے گی تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا آپ ﷺ کی تصدیق حضرت ابو بکرؓ کریں گے جو صدیق ہیں۔

یارِ غار

حضرت ابو بکر صدیقؓ ہر لمحہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔ جب ہجرت کا حکم ہوا تو انہوں نے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی اور رضا کے

Marfat.com

لیے اہل وعیال کو اکیلا چھوڑ کر ہجرت فرمائی۔ غارِ ثور میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ باری تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے بارے قرآن مجید میں فرمایا: ترجمہ: غار میں دو ہی تھے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رفیق سے کہا کہ غم نہ کرو کیونکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ اکثر غزوات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعانت کرتے رہے۔ غزوہ حنین میں مسلمانوں کی فوج وقتی شکست کی بنا پر تتر بتر ہوگئی تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود رہے۔

یہ اسلام کے اوائل دور کی بات ہے کہ ایک مرتبہ مشرکین مکہ نے حضور نبی کریم ﷺ اپنے نرغہ میں لے کر گھسیٹنے لگے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ تم ہی وہ ہو جو کہتے ہو کہ خدا ایک ہے۔ اس وقت کسی کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ آپ ﷺ کو مشرکین سے چھڑاتا۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو جب خبر ہوئی تو وہ وہاں پہنچے اور مشرکین کو دھکے دے کر آپ ﷺ کو چھڑایا اور مشرکین سے کہا کہ تم پر افسوس ہے کہ تم آپ ﷺ کو اس لیے ایذا پہنچا رہے ہو کہ آپ ﷺ یہ فرماتے ہیں کہ "میرا پروردگار صرف ایک اللہ ہے"۔

ایک دفعہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے تو عقبہ بن ابومعیط آپ ﷺ کی گردن مبارک میں چادر ڈال کر اور بل دے کر گلا گھونٹنے لگا جس سے آپ ﷺ کو کافی تکلیف ہوئی۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ تشریف لے آئے اور عقبہ کو دھکا دے کر پیچھے ہٹایا اور کہا کہ تو آپ ﷺ کو مار ڈالنا چاہتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ "میرا رب اللہ ہے، اور جو پروردگار کے پاس سے بہت سی نشانیاں لے کر آئے ہیں"۔

غزوہ احد میں جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوگئے اور مسلمان آپ ﷺ کو تنہا چھوڑ کر منتشر ہو گئے تو اس وقت حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہی آپ ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کو ظاہر فرمایا اور لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

فرائض امامت

حضرت ابوبکر صدیق ؓ صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ علم قرآن رکھتے تھے۔ اس لیے

Marfat.com

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ ﷺ کو نماز میں امامت کا فرض سونپا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں سترہ (۱۷) نمازوں کی امامت کرائی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قوم کا امام قرآن شریف کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہونا چاہیے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس قوم میں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں ان کے بغیر کوئی دوسرا امامت نہیں کر سکتا۔ (ترمذی)

جنت کے دروازوں سے پکار

بخاری، اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص کسی چیز کا جوڑا خدا کی راہ میں خرچ کرے گا، وہ جنت کے دروازوں سے اس طرح پکارا جائے گا۔ اے خدا کے بندے اس دروازے سے داخل ہو یہ دروازہ اچھا ہے''۔ اس طرح جو شخص نمازی ہے وہ نماز کے دروازے سے اور مجاہد ہے وہ اہل جہاد کے دروازے سے اور صاحب صدقہ، صدقہ کے دروازے سے، صائم روزے کے دروازے سے، جن کا نام ریان ہے پکارا جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا زہے نصیب اس شخص کا جو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے۔ پھر عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ایسا شخص بھی ہوگا جو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مجھے امید ہے کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تم ہی ایسے لوگوں میں سے ہوگے۔

خلافت کے مستحق

ترمذی، اور حاکم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بعد تم ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنا۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، لوگوں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر کسی کو خلیفہ بناتے تو کس کو بناتے آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان سے پھر سوال کیا کہ ان کے بعد آپ نے فرمایا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان سے پھر دریافت کیا کہ ان کے بعد تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو۔

Marfat.com

رحمۃ للعالمین

نعت

یہ جو قرآن مبیں ہے رحمۃ اللعالمین
تیری عظمت کا امین ہے رحمۃ للعالمین
تو حسینوں کا حسین ہے تو جمیلوں کا جمیل
تو امینوں کا امیں ہے رحمۃ للعالمین
تیرا کوچہ ، تیرا در ، تیرا مدینہ ، تیری راہ
رشک فردوس بریں ہے رحمۃ للعالمین
تیرا جلوہ ، تیری خو ، تیرا تقدس ، تیری ذات
حاصل علم و یقین ہے رحمۃ للعالمین
تو ہے ہر پہلو سے رحمت بزم عالم کے لیے
تو سراپا دل نشیں ہے رحمۃ للعالمین
غائتِ معراج ہے اللہ کا اسرارِ خاص
آسمان تیری زمیں ہے رحمۃ للعالمین
ایک گلدستہ ہے نعتوں کا تیری ، قرآن پاک
اور تو شرح مبین ہے رحمۃ للعالمین
فکرِ دانش ہو کہ بزم آب و گل کی وسعتیں
تیرا ثانی ہی نہیں ہے رحمۃ للعالمین

(احسان دانش)

Marfat.com

رحمۃً للعالمین

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (سورہ انبیاء، آیت ۱۰۷)

ہم نے تجھے تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔ فرمان خداوندی ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے پس اس نعمت کی شکر گزاری کرنے والا دنیا و آخرت میں شادماں ہے اور ناقدری کرنا والا دونوں جہاں میں برباد و ناشاد ہے۔ قاضی محمد سلیمان پوری اپنی کتاب رحمۃ للعالمین میں لکھتے ہیں۔

"لفظ رحمت ایسا لفظ ہے جس کا استعمال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لیے ہوا۔ حضور ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے لیے نہیں ہوا ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ۔ (سورہ اعراف)

میری رحمت ہر ایک سے زیادہ وسیع ہے۔

پس جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جملہ عالمین کے لیے رحمت بنایا گیا ہے تو ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت بھی جملہ عالمین کے لیے ہے۔

وہ آگے رحمۃ للعالمین کی صفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

جس نے بندوں کو خدا سے ملایا ہو۔

جس نے الٰہی جلوہ انسانوں کو دکھایا ہو۔

جس نے دل کو پاک، روح کو روشن، دماغ کو درست طبع کو ہموار بنایا ہو۔

جس کی تعلیم نے امن عامہ کو مستحکم اور مصلحت عامہ کو استوار کیا ہو۔ جو غریبی و امیری، جوانی و پیری، امن اور جنگ، امید اور ترنگ، گدائی و بادشاہی، مستی و پارسائی، رنج و راحت، حزن و مسرت کے ہر درجہ، ہر پایہ اور ہر مقام پر انسان کی رہبری کرتا ہو۔

جس نے فلک کی بلندی، زمین کی پستی، رات کی تاریکی، دن کی روشنی، سورج کی چمک، جگنو کی دمک، ذرہ کی پرواز، قطرہ کی طراوت میں عرفان ربانی کی سیر کرائی ہو۔

جس کی تعلیم نے درندوں کو چوپانی، بھیڑیوں کو گلہ بانی، رہزنوں کو جہاں بانی، غلاموں کو سلطانی، شاہوں کو اخوانی سکھائی ہو۔

Marfat.com

جس نے خشک میدانوں میں علم ومعرفت کے دریا بہائے ہوں۔

جس نے سنگ لاخ زمینوں سے کتاب وحکمت کے چشمے چلائے ہوں۔

جس نے خودغرضوں کو محبت قومی کا دردمند بنایا ہو۔

جس نے دشمنوں کو اپنا جگر بند ٹھہرایا ہو۔

وہ غریب کا محب   مسکیں کا ساتھی
شاہوں کا تاج   آقاؤں کا آقا
غلاموں کا محسن   یتیموں کا سہارا
بے آسروں کا آسرا   بے خانمانوں کا ماویٰ
درد مندوں کی دوا   چارہ گروں کا درد مند
مساوات کا حامی   اخوت کا بانی
محبت کا جوہری   اخلاص مشتری
صدق کا منبع   صبر کا معدن
خاکساری کا نمونہ   رحمت ربانی کا پتلا
اولیں انسان   آخرین رسول ﷺ

اگر رحمۃ للعالمین کے لقب سے ملقب نہ ہوگا تو پھر ان جملہ صفات کے جامع کا اور کیا نام ہوگا۔

رحمۃ للعالمین وہی ہے جو بندہ کو خدا کی حضوری تک لے جاتا ہے اور اسے ادعونی استجب لکم کی قدسی آواز سے آشنا بناتا ہے اور خداء بندہ کے درمیان کسی تیسرے کے لیے کوئی رخنہ باقی نہیں چھوڑتا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اس میں مسلمان، کافر، حیوان، جانور، چرند پرند کوئی تفریق نہیں۔ کون کیا ہے۔ سب اللہ کی مخلوق ہیں۔ خالق اپنی مخلوق سے پیار کرتا ہے۔ خیال رکھتا ہے ان کو رزق دیتا ہے چاہے کوئی اسے مانے نہ مانے، اس پر ایمان لائے نہ لائے۔

رحمۃ للعالمین کا لقب آپ ﷺ کو باری تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔ جب رب العزت نے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین جیسے اعلیٰ وارفع مرتبہ پر سرفراز فرمایا۔ تو آپ ﷺ نے بھی

Marfat.com

اس کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔ آپ ﷺ کی نظر میں مسلم و غیر مسلم۔ انسان و حیوان۔ جانور۔ چرند پرند سب برابر ہو گئے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات، بردباری، حلیمی، انکساری، صلہ رحمی کے سبھی حق دار ہو گئے۔ اس بہتے دریا سے سبھی نے فیض حاصل کیا۔ وہ جو آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کو نبی آخر الزماں مانا، زمانہ میں سرخرو اور جنت کے حق دار ہو گئے اور جو اس نعمت سے محروم ہو گئے وہ راندہ درگاہ ہوئے۔

ہم کیوں نہیں سمجھتے کہ اس کائنات کا وجود صرف آپ ﷺ کی ذات کی وجہ سے ہے۔ آپ ﷺ ہی وجہ تخلیق کائنات ہیں۔ ایک ایسی ذات اقدس جن کی وجہ سے یہ کائنات وجود میں آئی۔ تو پھر آپ ﷺ کیسے اس کی مخلوق پر صلہ رحمی نہیں کریں گے۔ بے کسوں کا کیسے سہارا نہیں بنیں گے۔ جو خود یتیم ہو وہ کیسے یتیموں کا مداوا نہیں کرے گا۔ وہ غلاموں کی دادرسی کیسے نہیں کریں گے جنہوں نے اس فانی دنیا سے پردہ کرنے سے پہلے فرمایا تھا کہ تمام غلاموں کو آزاد کر دیا جائے۔ یہ آپ ﷺ ہی تھے جنہوں نے میدان عرفات میں حج الوداع کے موقع پر فرمایا تھا کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں گورے کو کالے پر اور عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ سب اس کی مخلوق ہیں اور اسلام کے مضبوط رشتے میں جکڑے ہوئے ہیں۔

غیر مسلموں کے لیے رحمت

صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ ایک موقعہ پر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کافروں کے لیے بددعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

ایک اور حدیث میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں میں تو صرف رحمت و ہدایت ہوں اور روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ مجھے ایک قوم کی ترقی اور دوسری کے تنزل کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔

مسند احمد میں ہے۔ حضرت حذیفہؓ مدائن میں تھے۔ بسا اوقات احادیث رسول ﷺ کا مذاکرہ رہا کرتا تھا۔ ایک دن حضرت حذیفہؓ، حضرت سلمانؓ کے پاس آئے۔ تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا اے حذیفہؓ! ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ جسے میں نے غصے میں برا بھلا کہہ دیا ہو۔ یا اس پر لعنت کر دی ہو تو سمجھ لو کہ میں تم جیسا ایک انسان ہی ہوں۔ تمہاری طرح مجھے بھی غصہ آجاتا ہے۔ ہاں البتہ میں چونکہ رحمۃ للعالمین ہوں تو

Marfat.com

میری دعا ہے کہ خدا میرے ان الفاظ کو بھی ان لوگوں کے لیے موجب رحمت بنا دے۔ رہی یہ بات کہ کفار کے لیے آپ ﷺ رحمت کیسے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن جریر میں حضرت ابن عباسؓ سے اسی آیت وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین کی تفسیر میں مروی ہے کہ مومنوں کے لیے تو آپ ﷺ دنیا اور آخرت میں رحمت تھے اور غیر مومنوں کے لیے آپ ﷺ دنیا میں رحمت تھے کہ وہ زمین میں دھنسائے جانے سے، آسمان سے پتھر برسائے جانے سے بچ گئے جیسے کہ اگلی امتوں کے منکروں پر یہ عذاب آئے۔

طائف کا واقعہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے متبنّی حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ طائف کے لوگوں کو دعوت اسلام دینے کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔ ان لوگوں نے آپ ﷺ کا مذاق اڑایا اور پتھر برسائے جس سے آپ ﷺ زخمی ہو گئے اور جوتے خون سے بھر گئے۔ اس موقعہ پر حضرت جبرئیل امینؑ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ملک الجبال (پہاڑوں کا فرشتہ) کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اگر اجازت دیں تو اہل طائف پر پتھر گرا کر تباہ و برباد کر دے۔

قربان جایئے رحمۃ للعالمین کے، انہوں نے فرمایا کہ میں ان کو تباہ و برباد کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اگر انہوں نے میری بات نہیں مانی تو کیا ہوا۔ ہوسکتا ہے کہ ان کی اولاد سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا کر دے جو صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے والے ہوں۔

جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی ﷺ

اعرابی کا قصہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے مدد مانگی عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ خونبہا ادا کرنے کے لیے مدد چاہی تھی۔ آپ ﷺ نے اسے کچھ مرحمت فرمایا اور پوچھا کہ میں نے تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ اس نے جواب دیا کہ آپ ﷺ نے میرے ساتھ کوئی خاص سلوک نہیں کیا۔ کیونکہ اپنی شان کے مطابق نوازش نہیں فرمائی۔ صحابہ کرامؓ کو غصہ آیا اور اس پر ٹوٹ پڑے تو آپ ﷺ نے اشارے سے انہیں روک دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ قصر نبوت

Marfat.com

میں تشریف لے گئے اور واپس آ کر اسے خوب نوازا اور پھر پوچھا کہ میں نے تیرے ساتھ کیسا سلوک کیا ہے اس نے جواب دیا کہ بہت اچھا۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اہل وعیال اور رشتہ داروں کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پہلے جواب سے میرے اصحابؓ کے دلوں میں کدورت آ گئی ہے۔ اگر تم مناسب سمجھو تو اپنا موجودہ جواب شمع رسالت کے پروانوں کے حضور دہرا دینا تا کہ ان کے دلوں سے کدورت نکل جائے چنانچہ اس اعرابی نے صحابہ کرامؓ کے سامنے کہا کہ آپ ﷺ نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اہل وعیال اور رشتہ داروں کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

رحمۃ للعالمین نے اس کے بعد فرمایا کہ اس واقعہ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کی ناقہ بدک گئی۔ وہ اسے پکڑنے کے لیے دوڑ رہا تھا تو کتنے ہی اور آدمی بھی دوڑ کر اسے پکڑنے لگے تو وہ اور بھی بدکنے اور ڈرنے لگی۔ مالک نے دوسرے آدمیوں کو ہٹاتے ہوئے کہا کہ تم اونٹنی اور میرے درمیان حائل ہونے کی کوشش نہ کرو۔ وہ ہٹ گئے تو ناقہ ایک جگہ چرنے لگی اور مالک نے اس کو پکڑ کر بٹھالیا اور کجاوہ کس کر سوار ہو گیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ اگر تم اسے ناگوار بات سننے کے بعد قتل کر دیتے تو وہ واصل جہنم ہوتا۔

کفار مکہ کی امانتیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ رحمۃ للعالمین ہیں اس لیے آپ ﷺ کی رحمت اور احسان سے مسلم اور غیر مسلم سبھی مستفیض ہوئے۔ یہ کہ آپ ﷺ کی امانت اور دیانت کے کفار مکہ معترف تھے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی امانتیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رکھتے تھے۔ جب آپ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانے لگے تو حضرت علیؓ کو مکہ ٹھہرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ ہر ایک کی امانت واپس کرنے کے بعد مدینہ چلے آنا۔ چنانچہ حضرت علیؓ تین دن اور تین راتیں مکہ میں رہے اور امانتیں واپس کرنے کے بعد مدینہ چلے گئے۔

حضرت ثمامہؓ کا واقعہ

حضرت ثمامہؓ بن اثال یمامہ کے سردار تھے وہ اسلام قبول کرنے کے بعد عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ گئے تو قریش مکہ نے انہیں گرفتار کر لیا اور کہنے لگے تم آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر

Marfat.com

نئے دین میں داخل ہو گئے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے بہترین دین، دین محمدی اختیار کیا ہے۔ اس موقعہ پر حضرت ثمامہؓ نے کہا کہ اب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بغیر یمامہ سے تمہیں غلہ نہیں ملے گا۔ چنانچہ یمامہ پہنچ کر انہوں نے پابندی لگا دی اور حکم دیا کہ آئندہ یمامہ سے مکہ مکرمہ غلہ نہ جانے پائے۔ جس سے مکہ میں قحط پڑ گیا تو مشرکین نے مجبوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ صلہ رحمی فرمائیں اور ہمیں قحط سے بچائیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ثمامہؓ کو حکم دیا تو انہوں نے غلے سے پابندی اٹھالی۔

رضاعی بہن شیما

غزوہ حنین کے بعد قبیلہ ہوازن کے قیدیوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی بہن شیما بھی موجود تھی۔ آپ ﷺ نے اسے پہچان لیا اور احتراماً اس کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر بچھا دی اور فرمایا کہ اگر میرے پاس رہنا چاہو تو پورے اعزاز واکرام کے ساتھ رکھا جائے گا اور اگر اپنے قبیلے میں واپس جانا چاہتی ہو تو کوئی روک ٹوک نہیں۔ شیما نے اپنی قوم میں واپس جانا پسند کیا تو آپ ﷺ نے اسے تحفے تحائف دے کر رخصت کر دیا۔

رحمت ہی رحمت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقام تو کجا کبھی کسی کو برا بھلا بھی نہ کہا۔ قریش مکہ نے آپ ﷺ کو گالیاں دیں، آپ ﷺ پر نجاست ڈالی۔ آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے، آپ ﷺ کی گردن مبارک میں کپڑا ڈال کر کھینچا۔ نماز کی حالت میں آپ ﷺ کی پیٹھ پر اوجھ رکھا، آپ ﷺ کو جادوگر، کاہن نہ جانے کیا کچھ کہا لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی برہمی کا اظہار نہیں فرمایا۔ کبھی کسی کو بددعا نہیں دی۔ کسی کا برا نہیں چاہا۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ذاتی معاملے میں کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا مگر اس شخص سے جس نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام قرار دیا تو اس سے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے بدلہ لیا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے سات برس آپ ﷺ کی خدمت کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور یہ کیوں نہ کیا۔

Marfat.com

حضرت خدیجہؓ کا فرمان

غار حرا میں پہلی وحی کے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہو گیا۔ اس پر حضرت خدیجہؓ نے جواب دیا کہ آپ ﷺ مطمئن رہیں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہیں ہونے دے گا کیونکہ آپ ﷺ تو (۱) صلہ رحمی کرتے ہیں (۲) عاجزوں کے سر کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں (۳) غرباء کو مال و دولت مرحمت فرماتے ہیں (۴) مہمان نوازی کرتے اور حقوق اللہ میں لوگوں کی مدد فرماتے ہیں۔

بچوں سے پیار و محبت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں سے محبت فرماتے۔ نماز پڑھاتے وقت جب کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو از راہِ شفقت نماز میں تخفیف فرماتے۔ اصحابؓ کے بچوں کی دل جوئی کرتے اور انہیں گود میں اٹھا لیا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھتے تو نواسۂ رسول ﷺ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ آپ ﷺ کے کندھوں پر سوار ہوتے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نواسی یعنی امامہ بنت زینبؓ کو گود میں اٹھا کر نماز پڑھی۔ جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو انہیں اتار دیتے اور جب قیام فرماتے تو اٹھا لیتے۔

ایک دفعہ حضرت امام حسینؓ نے شتر کی سواری کی خواہش ظاہر کی تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارا اونٹ بننے کو تیار ہوں۔ آپ ﷺ نے حضرت حسینؓ کو کندھوں پر اٹھا لیا اور حجرے کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک لے گئے۔ حضرت امام حسینؓ نے کہا کہ اونٹ کے تو مہار ہوتی ہے میرے اونٹ کے یہ نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے اپنے گیسو مبارک انہیں تھما دیئے کہ یہ لو یہ مہار ہے۔ اسی دوران حضرت عمرؓ تشریف لے آئے اور حضرت امام حسینؓ سے کہا بھئی تمہیں سواری خوب ملی ہے اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سوار بھی تو خوب ہے"۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں پر بہت شفقت فرماتے۔ محبت کرتے۔ ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے، پیار کرتے، قریب آتے تو گود میں اٹھا لیتے اور محبت سے کھلاتے۔ کبھی بچوں کے سامنے اپنی زبان مبارک نکالتے بچہ خوش ہوتا اور بہلتا۔ کبھی لیٹے ہوتے تو اپنے

Marfat.com

قدموں کے اندر کے تلووں پر بچے کو بٹھا لیتے اور کبھی اپنے سینے پر بٹھا لیتے۔

ایک یہودی بچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہو گیا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس کے سر کے پاس تشریف فرما ہوئے اور اسے فرمایا، اسلام لے آ۔ اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا، وہ بھی پاس ہی تھا۔ اس نے کہا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو، وہ اسلام لے آیا۔ نبی کریم ﷺ یہ کہتے ہوئے باہر تشریف لائے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اسے آگ سے نجات عطا فرمائی۔

حضرت زینبؓ کا بچہ فوت ہونے لگا تو انہوں نے آپ ﷺ کو بلا بھیجا اور قسم دلائی کہ ضرور تشریف لائیں۔ حضرت سعد بن عبادہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ بھی ساتھ تھے، بچے کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لایا گیا تو وہ دم توڑ رہا تھا بے اختیار آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت سعدؓ نے تعجب سے پوچھا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا؟

آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ ان بندوں پر رحم کرتا ہے جو اوروں پر رحم کرتے ہیں"۔

ایک صحابی نے زمانہ جاہلیت میں اپنی بیٹی زندہ گاڑ کر مارنے کا واقعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو آپ ﷺ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمائش کر کے اس واقعہ کو دوبارہ سنا تو اتنا روئے کہ روتے روتے چہرہ انور تر ہو گیا۔

پرندوں اور جانوروں پر رحمت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں کو پرندوں کے انڈے یا ان کے بچے اٹھالانے اور جانوروں پر ظلم کرنے سے بھی منع فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک صحابیؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کسی پرندے کے بچے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ یہ بچے کیسے ہیں۔ صحابیؓ نے عرض کیا کہ میں ایک جھاڑی کے قریب سے گزرا تو ان بچوں کی آواز آرہی تھی۔ میں ان کو نکال لایا۔ ان کی ماں نے دیکھا تو بے تاب ہو کر سر پر چکر لگانے لگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کہ فوراً جاؤ اور ان بچوں کو وہیں رکھ آؤ جہاں سے اٹھالائے ہو۔ (ابوداؤد)

Marfat.com

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انصاری کے باغ میں ایک اونٹ دیکھا جو بھوک کے مارے سخت لاغر و کمزور ہو رہا تھا۔ اونٹ آپ ﷺ کو دیکھ کر بلبلانے لگا۔ آپ ﷺ نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور اس کے مالک کو بلا کر کہا کہ تم اس جانور کے معاملے میں خدا سے نہیں ڈرتے۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز میں ایسے اونٹ پر سوار تھی جو مجھے تنگ کر رہا تھا تو میں نے اسے ادھر ادھر دوڑانا شروع کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ نرمی اختیار کرو۔

رحمت کا خزانہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت کا خزانہ تھے۔ آپ ﷺ کے نزدیک دوست، دشمن، کافر و مسلم، بچے، چرند پرند اور حیوان سب برابر تھے۔ نبی آخر الزماں رحمۃ اللعالمین ﷺ نے قرآن مجید جیسی عظیم آفاقی مقدس کتاب کی روشنی میں دنیا کے لیے علم و عمل کے نئے سرچشمے کھول دیئے اور دنیا کو غور و خوض کی نئی راہیں دکھائیں۔ انسان اور انسانیت کی بھلائی اور ترقی کے لیے آپ ﷺ نے جو کچھ کیا اس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ غلامی کا سد باب سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں ہوا۔ سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ کیا۔ نسلی اور جغرافیائی امتیازات کا خاتمہ کیا۔ اکتساب علم کی طرف سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متوجہ فرمایا۔ دنیا کو ایک مرکز پر آنے کی دعوت سب سے پہلے آپ ﷺ نے دی۔

اگر ہم سیرت النبی ﷺ کا بغور مطالعہ کریں تو ہم پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے۔ کہ باہمی مساوات، باہمی تعاون اور عالم گیر اخوت کے ساتھ صلہ رحمی کی تعلیم جس طرح آپ ﷺ نے ہمیں دی، کوئی مفکر، دانشور اور کوئی رہبر نہیں دے سکتا بلکہ یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ آنے والے بعد کے دور کے تمام حکمرانوں خاص طور پر مسلمان رہنماؤں نے آپ ﷺ کی پیروی کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وراثتی بادشاہت اور پاپائی قسم کی مذہبی پیشوائی کی جڑیں اس وقت کھود دیں جب ان باتوں سے کوئی واقف نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی تربیت یافتہ جماعت نے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلامی حکومت قائم کی۔ ان

Marfat.com

باتوں کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام میں تمام فرائض انسانیت سمٹ کر آ گئے ہیں۔ نسل انسانی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان عظیم ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

''تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں۔ ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔ (سورۂ توبہ، آیت ۱۲۸)

آفتاب نزع دریائے یقین۔ نور عالم رحمۃ للعالمین

صلی اللہ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم

Marfat.com

درودوسلام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○

بے شک اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے ان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! تم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجا کرواور خوب سلام بھیجا کرو۔ (سورۂ احزاب، آیت ۵۶)

رب العزت نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر ومنزلت، عزت اور مرتبت بڑھانے کے لیے فرمایا کہ میں اور میرے فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں لہٰذا زمین پر بسنے والے مومن جو اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے وہ بھی حبیب کبریاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درودوسلام بھیجا کریں۔قرآن مجید میں حکم اور خطاب کا یہ انداز منفرد ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ انداز صرف اور صرف اپنے پیارے حبیب ﷺ کی شان بڑھانے کے لیے اختیار کیا ہے۔اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرو جو سجدہ تعظیمی تھا اور صرف فرشتوں نے ہی حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا تھا۔ لیکن یہاں تو باری تعالیٰ فرشتوں کے ساتھ خود بھی شریک ہیں کہ میں (اللہ تعالیٰ) اور میرے فرشتے آپ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کی روشنی میں یہ طے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے حد پیار ہے اور اپنے اس پیار اور محبت کو مزید بڑھا کر اور آپ ﷺ کے درجات کو بلند ترین مقامات پر پہنچانا چاہتا ہے اور فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ بھی اس میں شامل ہو کر آپ ﷺ کے درجات اور الطاف وعنایات کے لیے دعا کریں۔رسول اللہ ﷺ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قدر اونچا ہے کہ اس نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ارشاد خداوندی ہے۔

Marfat.com

مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کریمہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے درود بھیجنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر برکتیں نازل کرتے ہیں لیکن بعض اہل علم حضرات کا فرمانا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام پر رحم فرماتا ہے اور فرشتے دعا کرتے ہیں۔ (کتاب الشفاء)

قاضی ابوبکر بن بکیر کی تحقیق کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس آیت کریمہ کے نزول کا مقصد صحابہ کرامؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر درود وسلام پیش کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ کے بعد کے دور کے لوگوں کو بھی یہ حکم ہے کہ وہ حاضری روضہ انور اور ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت آپ ﷺ کی ذات اقدس پر درود وسلام عرض کریں۔ (کتاب الشفاء)

درود پڑھنا فرض ہے

قاضی ابوبکر بن بکیر نے فرمایا! رب العالمین نے مخلوق پر فرض فرمایا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ پر درود وسلام پیش کریں اور اس میں وقت وتعداد کی کوئی قید نہیں ہے لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ اس سے غفلت نہ برتے اور کثرت سے درود وسلام پیش کرتا رہے۔ ابومحمد بن نصر نے کہا کہ نبی علیہ السلام پر مطلقاً درود بھیجنا واجب ہے۔

مشہور عالم ومفکر جناب قاضی ابوالحسن قصار نے فرمایا ہے کہ ادائے درود انسان پر مطلقاً واجب ہے اور قدرت کے باوجود عمر میں ایک بار پڑھنا فرض ہے۔

ابوعبداللہ محمد بن سعید نے فرمایا ہے کہ امام مالک اور ان کے رفقاء کا مسلک یہ ہے کہ ایمان کے بعد حضور اکرم علیہ السلام پر درود عرض کرنا فرض ہے اور اس میں نماز کی تخصیص نہیں اگر کسی نے تمام عمر میں ایک مرتبہ بھی درود پڑھ لیا تو اس سے فرض ساقط ہو گیا۔

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے متبعین کا مسلک یہ ہے کہ جس درود کے پڑھنے کا حکم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے وہ صرف نماز میں فرض ہے۔ ان حضرات نے فرمایا ہے کہ اس کے علاوہ وہ درود واجب ہے جو نماز کے علاوہ ہے۔

ابومحمد بن ابی زید نے محمد بن مواز کا ایک قول نقل کیا ہے کہ نبی علیہ السلام پر درود شریف

Marfat.com

پڑھنا فرض ہے۔ لیکن اس قول کی تشریح جناب ابو محمد نے یہ فرمائی ہے کہ یہ فرض مستقل اور علیحدہ ہے جز نماز نہیں ہے اور اس کی تائید محمد بن عبدالحکیم کے قول سے ملتی ہے۔ لیکن ابن قصار اور عبدالوہاب صاحبان فرماتے ہیں کہ محمد بن مواز نماز میں درود شریف پڑھنے کی فرضیت کے قائل تھے اور یہی مسلک امام شافعی کا بھی ہے۔ (کتاب الشفاء)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے نماز پڑھی اور مجھ پر میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آیت کریمہ کے حکم کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا ہر مسلمان پر اسی طرح فرض عین ہے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینا جس کے لیے کسی وقت اور تعداد کا تعین نہیں کیا گیا اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دفعہ درود شریف پڑھ لے اور پھر اس پر قائم رہے۔ الغرض حضور اکرم ﷺ پر درود شریف پڑھنا اتنا ضروری کہ اسے کسی صورت بھی ترک نہیں کیا جاسکتا۔ ماسوائے اس شخص کے جس میں نیکی کی رمق باقی نہ ہو۔

درود شریف کے فوائد اور انعامات

حضرت شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''القول البدیع'' میں درود شریف کے فوائد اور انعامات بیان کیے ہیں۔

۱۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ درود بھیجتا ہے۔ ایک کے بدلے ایک نہیں بلکہ ایک کے بدلے کم از کم دس۔

۲۔ درود پاک پڑھنے والے کے لیے رب تعالیٰ کے فرشتے رحمت اور بخشش کی دعائیں کرتے ہیں۔

۳۔ جب تک بندہ درود پاک پڑھتا ہے فرشتے اس کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

۴۔ درود پاک گناہوں کا کفارہ ہے۔

۵۔ درود پاک سے عمل پاک ہوجاتے ہیں۔

۶۔ درود پاک خود اپنے پڑھنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے۔

۷۔ درود پاک پڑھنے سے درجے بلند ہوتے ہیں۔

Marfat.com

۸۔ درود پاک پڑھنے والے کے لیے ایک قیراط ثواب لکھا جاتا ہے جو کہ احد پہاڑ جتنا ہے۔

۹۔ درود پاک پڑھنے والے کو پیمانے بھر بھر کر ثواب ملتا ہے۔

۱۰۔ جو شخص درود پاک کو ہی وظیفہ بنا لے اس کے دنیا اور آخرت کے سارے کے سارے کام اللہ تعالیٰ خود اپنے ذمے لے لیتا ہے۔

۱۱۔ درود پاک پڑھنے کا ثواب غلام آزاد کرنے سے بھی افضل ہے۔

۱۲۔ درود پاک پڑھنے والا ہر قسم کے ہولوں سے نجات پاتا ہے۔

۱۳۔ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درود پاک پڑھنے والے کے ایمان کی گواہی دیں گے۔

۱۴۔ درود پاک پڑھنے والے کے لیے شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔

۱۵۔ درود پاک پڑھنے والے کے لے اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت لکھ دی جاتی ہے۔

۱۶۔ اللہ تعالیٰ کے غضب سے امان لکھ دیا جاتا ہے۔

۱۷۔ اس کی پیشانی پر لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ نفاق سے بری ہے۔

۱۸۔ لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ دوزخ سے بری ہے۔

۱۹۔ درود پاک پڑھنے والے کو قیامت کے دن عرشِ الٰہی کے سائے کے نیچے جگہ دی جائے گی۔

۲۰۔ درود پاک پڑھنے والے کی نیکیوں کا پلڑا وزنی ہوگا۔

۲۱۔ درود پاک پڑھنے والے کے لیے جب وہ حوضِ کوثر پر جائے گا خصوصی عنایت ہوگی۔

۲۲۔ درود پاک پڑھنے والا کل سخت پیاس کے دن امان میں ہوگا۔

۲۳۔ پل صراط پر سے نہایت آسانی سے اور تیزی سے گزر جائے گا۔

۲۴۔ پل صراط پر اسے نور عطا ہوگا۔

۲۵۔ درود پاک پڑھنے والا موت سے پہلے اپنا مکان جنت میں دیکھ لیتا ہے۔

۲۶۔ درود پاک پڑھنے والے کو جنت میں کثرت سے بیویاں عطا ہوں گی۔

۲۷۔ درود پاک کی برکت سے مال بڑھتا ہے۔

۲۸۔ درود پاک پڑھنا عبادت ہے۔

۲۹۔ درود پاک اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب نیک عملوں سے پیارا ہے۔

Marfat.com

۳۰۔ درود پاک مجلسوں کی زینت ہے۔

۳۱۔ درود پاک تنگدستی کو دور کرتا ہے۔

۳۲۔ درود پاک پڑھنے والا قیامت کے دن سب لوگوں سے حضور اکرم ﷺ کے زیادہ قریب ہوگا۔

۳۳۔ درود پاک، درود شریف پڑھنے والے کو اس کی اولاد کو اور اس کی اولاد کی اولاد کو رنگ دیتا ہے۔

۳۴۔ درود پاک پڑھ کر جس کو بخشا جائے اسے بھی نفع دیتا ہے۔

۳۵۔ درود پاک پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کا اور پھر اس کے حبیب ﷺ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔

۳۶۔ دورد پاک پڑھنے سے دشمنوں پر فتح ونصرت حاصل ہوتی ہے۔

۳۷۔ درود پاک پڑھنے والے کا دل زنگار سے پاک ہو جاتا ہے۔

۳۸۔ درود پاک پڑھنے والے سے لوگ محبت کرتے ہیں۔

۳۹۔ درود پاک پڑھنے والا لوگوں کی غیبت سے محفوظ رہتا ہے۔

۴۰۔ سب سے بڑی نعمت یہ کہ درود پاک پڑھنے والے کو رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوتی ہے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے ’جذب القلوب‘‘ میں درود پاک کے درج ذیل فوائد بیان کئے ہیں۔

۱۔ ایک بار درود پاک پڑھنے سے دس گناہ معاف ہوتے ہیں، دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

۲۔ درود پاک پڑھنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔

۳۔ درود پاک پڑھنے کا والے کا کندھا جنت کے دروازے پر حضور اکرم ﷺ کے کندھے مبارک کے ساتھ چھو جائے گا۔

۴۔ درود پاک پڑھنے والا قیامت کے دن سب سے پہلے آقائے دو جہاں ﷺ کے پاس پہنچ جائے گا۔

Marfat.com

۵۔ درود پاک پڑھنے والے کے سارے کاموں کے لیے قیامت کے دن حضور ﷺ متولی (ذمہ دار) ہو جائیں گے۔

۶۔ درود پاک پڑھنے سے دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے۔

۷۔ درود پاک پڑھنے والے کو جانکنی میں آسانی ہوتی ہے۔

۸۔ جس مجلس میں درود پاک پڑھا جائے اس مجلس کو فرشتے رحمت سے گھیر لیتے ہیں۔

۹۔ درود پاک پڑھنے سے سید الانبیاء حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت بڑھتی ہے۔

۱۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود درود پاک پڑھنے والے سے محبت فرماتے ہیں۔

۱۱۔ قیامت کے دن سید دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درود پاک پڑھنے والے سے مصافحہ کریں گے۔

۱۲۔ فرشتے درود پاک پڑھنے والے کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔

۱۳۔ فرشتے درود پاک پڑھنے والے کے درود شریف کو سونے کی قلموں سے چاندی کے کاغذوں پر لکھتے ہیں۔

۱۴۔ درود پاک پڑھنے والے کا درود شریف فرشتے دربار رسالت میں لے جا کر یوں عرض کرتے ہیں ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! فلاں کے بیٹے فلاں نے حضور کے دربار میں درود پاک کا تحفہ حاضر کیا ہے''۔

۱۵۔ درود پاک پڑھنے والے کا گناہ تین دن تک فرشتے نہیں لکھتے۔

درود پاک کی فضیلت احادیث مبارکہ کی روشنی میں

درود پاک کی فضیلت کے حوالہ سے چند احادیث مبارکہ کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن لوگوں میں سے میرے زیادہ قریب وہ ہوگا جس نے دنیا میں مجھ پر درود پاک زیادہ پڑھا ہوگا۔ (قول البدیع، ترمذی)

۲۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھتا ہے۔
(ترمذی شریف)

۳۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے دس درجے بلند کر دیئے جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

۴۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، نے فرمایا کہ میں ایک دن دربار نبوت میں حاضر ہوا تو میں نے اپنے آقا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا خوش اور ہشاش بشاش دیکھا کہ پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ میں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا میں کیوں نہ خوش اور ہشاش بشاش ہوں کہ ابھی ابھی مجھے جبرئیل علیہ السلام یہ پیغام دے کر گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ آپ ﷺ کا کوئی امتی آپ ﷺ پر ایک بار درود پاک پڑھے تو میں اور میرے فرشتے اس پر دس رحمتیں بھیجیں اور میں اس کے دس گناہ مٹا دوں اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دوں اور جو ایک مرتبہ سلام پڑھے تو میں اس پر دس بار سلام بھیجوں، لہٰذا آپ ﷺ اپنی امت کو اس بات کی خوشخبری سنا دیجئے اور ساتھ یہ بھی فرما دیجئے کہ اے امت اب تمہاری مرضی تم درود پاک کم پڑھو یا زیادہ۔ (نسائی، دارمی، مشکوٰۃ)

۵۔ حضرت ابی بن کعب ؓ نے فرمایا میں نے دربار نبوت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ پر کثرت سے درود پاک پڑھتا ہوں (یا کثرت سے پڑھنا چاہتا ہوں) تو کتنا پڑھوں؟ فرمایا تو جتنا چاہے پڑھ۔ میں نے عرض کی (باقی اوراد و وظائف میں سے) چوتھا حصہ درود پاک پڑھ لیا کروں؟ تو فرمایا جتنا چاہے پڑھ اور اگر اس سے بھی زیادہ کرے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا میرے آقا! اگر زیادہ کرنے میں بہتری ہے تو میں نصف درود پاک پڑھ لوں؟ فرمایا تیری مرضی اور اگر اس سے بھی زیادہ کرے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ عرض کی میرے آقا! دو تہائی پڑھ لیا کروں؟ فرمایا تیری مرضی اور اگر اس سے بھی زیادہ پڑھے تو تیرے لیے بہتر ہوگا۔ عرض کی اے آقا! تو میں سارا ہی درود پاک نہ پڑھ لیا کروں؟ یہ سن کر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تو ایسا کرے تو تیرے سارے کام سنور جائیں گے اور تیرے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف)

۶۔ رسول اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز تھے کہ ایک نمازی آیا تو اس نے نماز سے فارغ ہوتے ہی دعا مانگنا شروع کی یا اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ یہ

Marfat.com

سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے نمازی! تم نے جلد بازی کی ہے۔ جب تو نماز پڑھا کرے تو بیٹھ کر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کیا کر جو اس کی شان کے لائق ہے اور مجھ پر درود پاک پڑھ کر دعا مانگ۔ پھر ایک اور نمازی آیا اور اس نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور پھر درود پاک پڑھا تو سرکارِ دوعالم نورِ مجسم ﷺ نے فرمایا۔ اے نمازی تو دعا کر تیری دعا قبول ہوگی۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ)

۷۔ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں میں نے نماز پڑھی، حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت صدیق اکبرؓ وفاروق اعظمؓ تشریف فرماتے تھے۔ جب میں نماز پڑھ کر بیٹھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی پھر میں نے نبی اکرم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک پڑھ کر دعا کی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو مانگ تجھے عطا کیا جائے، تو مانگ تجھے عطا کیا جائے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف)

۸۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بار درود پاک پڑھے اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ستر (۷۰) رحمتیں بھیجتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف، القول البدیع)

۹۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کے سامنے میرا تذکرہ آوے اس کو چاہیے کہ مجھ پر درود بھیجے اور جو مجھ پر ایک دفعہ درود پاک بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود پاک بھیجے گا اور اس کی دس خطائیں معاف کرے گا اور اس کے دس درجے بلند کرے گا۔ (احمد ونسائی)

۱۰۔ ابن مسعودؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو (زمین میں) پھرتے رہتے ہیں اور میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔ (نسائی، القول البدیع)

۱۱۔ حضرت عمار بن یاسرؓ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرمائی ہے پس جو شخص بھی مجھ پر قیامت تک درود پاک بھیجتا رہے گا وہ فرشتہ مجھ کو اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا ہے کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ ﷺ پر درود بھیجا ہے۔ (القول البدیع)

Marfat.com

۱۲۔ حضرت ابوہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص میرے اوپر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

۱۳۔ حضرت ابوالدرداؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح اور شام مجھ پر دس دس مرتبہ درود شریف پڑھے گا اس کو قیامت کے دن میری شفاعت پہنچ کر رہے گی۔ (القول البدیع)

۱۴۔ حضرت عائشہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو ایک فرشتہ اس درود پاک کو لے جا کر اللہ جل شانہ کی پاک بارگاہ میں پیش کرتا ہے، وہاں سے ارشاد عالی ہوتا ہے کہ اس درود کو میرے بندہ کی قبر کے پاس لے جاؤ یہ اس کے لیے استغفار کرے گا اور اس کی وجہ سے اس کی آنکھ ٹھنڈی ہوگی۔

(نسائی، القول البدیع)

۱۵۔ حضرت ابوسعید خدریؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس کے پاس صدقہ کرنے کو کچھ نہ ہو وہ یوں دعا مانگا کرے (اللھم صلی سے اخیر تک) اے اللہ درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو تیرے بندے ہیں اور تیرے رسول ہیں اور رحمت بھیج مومن مرد اور مومن عورتوں پر اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں پر۔ پس یہ دعا اس کے لیے زکوٰۃ یعنی صدقہ ہونے کے قائم مقام ہے اور مومن کا پیٹ کسی خیر سے کبھی نہیں بھرتا یہاں تک کہ وہ جنت میں پہنچ جائے۔ (بخاری شریف)

۱۶۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم صحابہ کرام دن رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہوتے تھے تاکہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضروریات میں خدمت کی جائے۔ ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دولت خانہ سے باہر نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے ہولیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھی اور سر سجدے میں رکھا اور سجدہ اتنا لمبا کیا کہ میں رونے لگ گیا اور خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح مبارک قبض کر لی ہے۔ پھر سرکارِ دو عالم ﷺ نے سر مبارک اٹھایا اور مجھے بلا کر فرمایا تجھے کیا ہوا ہے؟

Marfat.com

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ﷺ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ میں نے خیال کی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کی روح مبارکہ کو قبض فرما لیا۔ اب میں حضور اکرم ﷺ کو کبھی نہیں دیکھ سکوں گا، تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا مجھ پر میرے رب کریم نے انعام کیا تو میں نے سجدہ شکر ادا کیا ہے۔ انعام یہ ہے کہ میری امت میں سے جو کوئی مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دے گا اور اس کے دس گناہ مٹا دے گا۔

(القول البدیع، الترغیب والترہیب)

۱۷۔ نبی کریم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر فضا کی طرف تشریف لے گئے اور کوئی پیچھے جانے والا نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیکھ کر گھبرائے اور لوٹا لے کر پیچھے ہو لئے، تو دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بالا خانہ میں سربسجود ہیں۔ حضرت عمرؓ پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے اور جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر مبارک اٹھایا تو فرمایا اے عمرؓ! تو نے بہت اچھا کیا جب کہ تو مجھے سربسجود دیکھ کر پیچھے ہٹ گیا۔ میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ پیغام لے کر آئے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ کے حبیب جو کوئی آپ ﷺ پر ایک بار درود پاک پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں بھیجے گا اور اس کے دس درجے بلند کرے گا۔ (بخاری شریف، القول البدیع)

۱۸۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو مجھ پر ایک بار درود پاک پڑھے اس کے لیے اللہ تعالیٰ ایک قیراط اجر لکھتا ہے اور قیراط احد پہاڑ جتنا ہے۔ (القول البدیع)

۱۹۔ حضرت ابوہریرہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ جب وہ درود پاک پڑھا کرے ہمارے گھرانے پر تو اس کا ثواب بہت بڑے پیمانہ میں ناپا جائے تو وہ ان الفاظ سے درود پاک پڑھا کرے (اللھم صلی علی محمد سے اخیر تک) ترجمہ: اے اللہ درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو نبی امی ہیں اور آپ کی بیویوں پر جو سارے مسلمانوں کی مائیں ہیں اور آپ ﷺ کی آل اولاد پر اور آپ کے گھرانے پر جیسا کہ درود بھیجا آپ نے ابراہیمؑ پر بیشک آپ ہی سزاوار حمد ہیں بزرگ ہیں۔ (ابوداؤد، القول البدیع)

Marfat.com

۲۰۔ ایک شخص نے دربار نبوت میں حاضر ہو کر فقر و فاقہ اور تنگی معاش کی شکایت کی تو اس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو السلام علیکم کہہ، چاہے گھر میں کوئی ہو یا نہ ہو، پھر مجھ پر سلام عرض کر و السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر کاته اور ایک مرتبہ قل هو الله احد پڑھ۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رزق کو کھول دیا۔ حتیٰ کہ اس کے ہمسایوں اور رشتہ داروں کو بھی اس رزق سے حصہ پہنچا۔ (القول البدیع، سعادۃ الدارین)

جمعہ کے دن درود پاک پڑھنے کی فضیلت

۲۱۔ حضرت ابو الدرداءؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میرے اوپر جمعہ کے دن کثرت سے درود پاک بھیجا کرو اس لیے کہ یہ ایسا مبارک دن ہے کہ ملائکہ اس میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ درود اس کے فارغ ہوتے ہی مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے انتقال کے بعد بھی؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں انتقال کے بعد بھی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے زمین پر یہ بات حرام کر دی ہے کہ وہ انبیاء کے بدنوں کو کھائے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے، رزق دیا جاتا ہے۔

(ابن ماجہ، القول البدیع)

۲۲۔ سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جس نے جمعہ کے دن نمازِ عصر پڑھ کر اسی جگہ بیٹھے ہوئے اسی (۸۰) بار یہ درود پاک پڑھے اللهم صلی علیٰ سیدنا محمد النبی الامی و علیٰ آله وسلم تسلیما۔ تو اس کے اسی سال کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اس کے نامۂ اعمال میں اسی سال کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

(سعادۃ الدارین)

۲۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھ پر درود پڑھنا پل صراط پر گذرنے کے وقت نور ہے اور جو شخص جمعہ کے دن اسی دفعہ مجھ پر درود بھیجے گا اس کے اسی سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(القول البدیع)

۲۴۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ

Marfat.com

جمعہ کو بکثرت درود پڑھا کرو۔ کیونکہ ابھی میرے پاس جبرئیلؑ اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ پیغام لائے تھے کہ روئے زمین پر جو مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بار درود پڑھے گا۔ میں اور میرے فرشتے دس دفعہ اس پر رحمت بھیجیں گے۔ (طبرانی)

۲۵۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب جمعرات کا دن آتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتے بھیجتا ہے جن کے پاس چاندی کے کاغذ اور سونے کے قلم ہوتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ کون جمعرات اور جمعہ کی رات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زیادہ سے زیادہ درود پاک پڑھتا ہے۔ (سعادۃ الدارین)

۲۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ روز قیامت تم میں سے ہر مقام اور ہر جگہ میرے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جس نے تم میں سے مجھ پر درود پاک کی کثرت کی ہوگی اور تم میں سے جو شخص جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر درود پاک کی کثرت کرے گا اور تم میں سے جو جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر درود پاک پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری فرمائے گا۔ ستر حاجتیں آخرت کی اور تیس دنیا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو کہ اس درود پاک کو لے کر میرے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ جیسے پاس تمہارے ہدیے آتے ہیں اور وہ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ حضور ﷺ یہ درود پاک کا ہدیہ فلاں امتی نے جو فلاں کا بیٹا فلاں قبیلے کا ہے۔ اس نے بھیجا ہے، تو میں اس درود پاک کو نور کے سفید صحیفے میں محفوظ کر لیتا ہوں۔ (سعادۃ الدارین)

۲۷۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کچھ نوری فرشتے وہ ہیں جو صرف جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن زمین پر اترتے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں سونے کے قلم، چاندی کی دواتیں اور نور کے کاغذ ہوتے ہیں۔ وہ صرف نبی اکرم ﷺ پر درود پاک پڑھنے والوں کا درود پاک لکھتے ہیں۔ (سعادۃ الدارین)

صلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ وسلم۔

الصلاۃ والسلام علیک ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

Marfat.com

درود پاک نہ پڑھنے پر وعید

اب ان احادیث مبارکہ کا بیان کرنا ضروری ہے جن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک نہ پڑھنے کی صورت میں وعیدیں وارد ہوتی ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ پر درود پاک پڑھنا کتنا ضروری ہے اور یہ کہ ہماری بخشش اور فلاح کا دارو مدار درود پاک پڑھنے میں مضمر ہے۔ ہم نے جب آپ ﷺ کو نبی آخر الزماں ﷺ مان لیا۔ ایمان لے آئے، کلمہ پڑھ لیا تو پھر کیا وجہ کہ آپ ﷺ کا نام مبارک آئے اور ہم درود پاک نہ پڑھیں یقیناً یہ ہمارے ایمان کی کمزوری ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہمارے دلوں میں ابھی تک ایمان پوری طرح داخل نہیں ہوا اور ہم نام کے مسلمان ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنی اور اپنے پیارے حبیب ﷺ کی محبت عطا فرمائے اور ہمیں شریعت محمدی ﷺ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

۱۔ حضرت کعب بن عجرہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ، ہم لوگ حاضر ہو گئے۔ جب حضور ﷺ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین۔ جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ ﷺ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے کہا آمین۔ پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر مبارک ہوا اور وہ درود نہ بھیجے۔ میں نے کہا آمین۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں۔ میں نے کہا آمین۔ (صحیح بخاری۔ القول البدیع)

۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

(نسائی، بخاری، ترمذی، القول البدیع)

Marfat.com

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں جو قوم کسی مجلس میں بیٹھے اور اس مجلس میں اللہ کا ذکر اور اس کی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ ہو تو یہ مجلس ان پر قیامت کے دن ایک وبال ہوگی۔ پھر اللہ کو اختیار ہے کہ ان کو معاف کر دے یا عذاب دے۔ (احمد، ابوداؤد، بخاری)

۴۔ حضرت فضالہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب داخل ہوئے اور نماز پڑھی پھر اللھم اغفرلی وارحمنی کے ساتھ دعا کی حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا او! نمازی جلدی کر دی جب تو نماز پڑھے تو اول تو اللہ جل شانہ کی حمد کر جیسا کہ اس کی شان کے مناسب ہے، پھر مجھ پر درود پڑھ، پھر دعا مانگ۔ حضرت فضالہؓ کہتے ہیں پھر ایک اور صاحب آئے انہوں نے اول جل شانہ کی حمد کی اور حضور اقدس ﷺ پر درود بھیجا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صاحب سے یہ ارشاد فرمایا اے نمازی اب دعا کر تیری دعا قبول کی جائے گی۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوٰۃ)

درود وسلام اور انعام اکرام

درج ذیل احادیث مبارکہ کے بعد ان واقعات کا تذکرہ ضروری نظر آتا ہے جن میں کثرت سے درود شریف پڑھنے والوں کو نہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی بلکہ انعام واکرام سے بھی نوازا گیا۔

ا۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب ''جذب القلوب'' میں رقم طراز ہیں کہ حضرت محمد بن سعد بن مطرف رحمۃ اللہ علیہ کو سونے سے پہلے ہر رات ایک خاص تعداد میں درود شریف پڑھنے کی عادت تھی۔ انہوں نے ایک رات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ اس کے گھر کے اندر تشریف لائے ہیں اور اپنے نورِ جمال سے گھر کو اجالا فرما دیا ہے۔ بعدہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمانے لگے کہ تمہارے منہ کو جو درودوں کی کثرت کرتا ہے، میرے سامنے لاؤ تا کہ میں بوسہ دوں۔ محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے اپنا منہ پیش کرنے میں شرم محسوس ہوئی۔ میں نے اپنے رخسار کو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔ انہوں نے میرے رخسار کا بوسہ لیا۔ جب میں بیدار ہوا پورے گھر کو مشک کی خوشبو سے معطر پایا اور آٹھ دن تک خوشبو میرے رخسار سے آتی رہی۔

۲۔ شیخ احمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں شیخ مجدالدین فیروز آبادی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت اقلنسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دن شبلی رحمۃ اللہ علیہ ابوبکر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچے۔

Marfat.com

ابوبکر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ از روئے اکرام شبلی رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے اور معانقہ فرمایا اور شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی دونوں آنکھوں کے بیچ بوسہ دیا۔ اقلنسی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا "یا سیدی آپ یہ حرکت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کرتے ہیں؟ حالانکہ آپ اور تمام بغداد کے لوگ اس کو دیوانہ کہتے ہیں؟ حضرت ابوبکر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ میں نہیں کر رہا ہوں بلکہ سرکارِ دوعالم ﷺ رات میرے خواب میں تشریف لائے، اتنے میں شبلی رحمۃ اللہ علیہ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے آتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود کھڑے ہو گئے اور اس کو سینہ سے لگا لیا، پھر ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ عطا فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ﷺ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو بوسہ دیتے ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہاں! وہ ہمیشہ بعد اس آیت کریمہ کی تلاوت کرتا ہے۔ "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ" اس کے بعد مجھ پر درود بھیجتا ہے۔

۳۔ "نزہۃ المجالس" میں حافظ ابونعیم، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ باہر جا رہا تھا کہ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ جب قدم اٹھاتا یا رکھتا تو یوں کہتا "اللھم صلی علی محمد و علیٰ آل محمد" میں نے اس سے پوچھا کیا کسی علمی دلیل سے تیرا یہ عمل ہے یا محض اپنی رائے سے۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ تو کون ہے؟ میں نے کہا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ۔ اس نے کہا کیا عراق والے سفیان، میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگا تم کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہے میں نے کہا ہاں۔ میں نے پوچھا یہ تیرا درود کیا ہے؟ اس نے کہا میں اپنی ماں کے ساتھ حج کو گیا۔ میری ماں کا وہاں انتقال ہو گیا اور اس کا منہ کالا ہو گیا اور پیٹ پھول گیا جس سے یہ اندازہ ہوا کہ کوئی بہت بڑا گناہ اس سے سرزد ہوا ہے۔ دکھ بھرے دل کے ساتھ میں نے اللہ جل شانہ کے حضور میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو دیکھا کہ تہامہ (حجاز) سے ایک ابر آیا اور اس میں سے ایک شخص ظاہر ہوا۔ اس نے اپنا دست مبارک میری ماں کے چہرے پر پھیرا جس سے وہ بالکل روشن ہو گیا اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو وہ بھی قدرتی حالت میں آ گیا۔ میں نے اس شخص سے عرض کیا کہ آپ کون ہیں کہ میری ماں کی مصیبت کو دور کر دیا۔ انہو نے فرمایا میں تیرا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ میں نے عرض کیا مجھے کچھ وصیت فرمایئے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی قدم اٹھایا کرے یا رکھا کرے تو اللھم صل علیٰ محمد و علی آل محمد پڑھ کر (یوں بھی ہے کہ ہر وقت درود پاک پڑھا کر)

Marfat.com

۴۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''احیاء العلوم'' میں عبدالواحد بن زید بصری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ میں حج کو جا رہا تھا کہ ایک شخص رفیق سفر ہو گیا جو ہر وقت چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا کرتا تھا۔ میں نے اس سے اس کثرت درود کی وجہ پوچھی۔ اس نے کہا جب میں سب سے پہلے حج کے لیے حاضر ہوا تو میرا باپ بھی ساتھ تھا۔ جب ہم واپس ہونے لگے تو ایک منزل پر سو گئے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھ سے کوئی شخص یہ کہہ رہا ہے اٹھ تیرا باپ مر گیا اور اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ میں گھبرا کر اٹھا۔ باپ کے چہرہ پر سے کپڑا ہٹا کر دیکھا تو واقعی میرے باپ کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کا چہرہ کالا ہو رہا تھا۔ مجھ کو اس کا بے حد غم تھا کہ دوبارہ میری آنکھ لگ گئی اور خواب میں دیکھا کہ میرے باپ کے سر پر چار حبشی سیاہ چہروں والے ہاتھوں میں لوہے کے گرز لیے مسلط ہیں۔ اتنے میں ایک نہایت حسین چہرہ بزرگ دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تشریف لائے۔ انہوں نے ان حبشیوں کو ہٹا دیا اور اپنے دست مبارک کو میرے باپ کے چہرے پر پھیرا اور فرمایا اٹھ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کا چہرہ سفید کر دیا۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کون ہیں؟ ارشاد فرمایا میرا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ بس اس کے بعد سے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بکثرت درود پڑھنا شروع کر دیا۔

۵۔ ''احیاء العلوم'' میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی درود شریف لکھے میرے واسطے کسی کتاب میں تو ہمیشہ فرشتے اس کے واسطے استغفار کرتے ہیں جب تک میرا نام اس کتاب میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو ہمیشہ میرے نام کے ساتھ کتاب میں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھتا ہے جب تک میرا نام کتاب میں رہے گا فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔

۶۔ سیدی شیخ محمد ابوالمواہب شاذلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت مہربانی فرمائی اور ارشاد فرمایا! کہ اے ابوالمواہب رحمۃ اللہ علیہ تیری وجہ سے میرے ایک لاکھ امتی بخشے جائیں گے۔ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس وجہ سے میں اس قابل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تو ایک ہزار بار درود شریف پڑھتا ہے اور اس کا ثواب مجھ کو بخشتا ہے۔ پھر فرمایا تو درود شریف پڑھنے میں جلدی نہ کیا کر اگر ''صلوٰۃ نامہ'' تو ایک بار پڑھے گا تو ہزار درود کا ثواب پائے گا مگر الحان و ترتیل سے پڑھا کر۔ (تواریخ الاولیاء)

یا رب صل و سلم دائماً ابداً علیٰ حبیبك خیر الخلق کلھم

Marfat.com

آگے مت بڑھو۔ اونچی آواز سے بات نہ کرو

مسلم ہے قرآن شہادت نبیؐ کی
خدا خود بناتا ہے عظمت نبیؐ کی

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے۔

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ اس سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ رسول اللہ کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا ثواب ہے۔ (سورۂ احزاب، آیت ۱ تا ۳)

اللہ تعالیٰ کو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کتنی محبت ہے۔ یہ آیات کریمہ اس کا بین ثواب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بھی شامل کیا۔ قرآن مجید میں اور بھی کئی جگہوں پر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام اکٹھے آئے ہیں حتیٰ کہ بعض احادیث مبارکہ میں بھی یہ الفاظ اکٹھے آئے ہیں یہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو اکٹھا رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی تو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی محبت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کو حضور اکرم ﷺ سب سے زیادہ محبوب ہیں اور جو کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے بڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ جس کام کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جائز قرار دیا ہے اسے جائز بنایا جائے اور جس سے منع کیا گیا ہے اس سے اجتناب برتا جائے۔ دوسرے معنوں میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب سکھاتا ہے کہ تمہیں اپنے رسول ﷺ کی توقیر واحترام اور عزت کرنی چاہیے۔ تمام کاموں میں خدا اور رسول ﷺ

Marfat.com

کے پیچھے رہنا چاہیے اتباع اور تابعداری کی خو ڈالنی چاہیے۔ اس آیت کے حوالہ سے حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ کتاب وسنت کے خلاف نہ کہو۔ حضرت عوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے کلام کے سامنے بولنے سے منع کر دیئے گئے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک کسی امر کی بابت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ نہ فرمائیں تم خاموش رہو۔ اس بارے میں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کسی قول وفعل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر سبقت نہ کرو۔

دوسری آیت میں حکم خداوندی ہے کہ ''نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کریں''۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب بنوتمیم کا وفد حاضر خدمت ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ فرماتے تھے کہ قعقاع بن معبدؓ کو اس وفد کا امیر بنایا جائے جب کہ حضرت عمر فاروق ؓ حضرت اقرع بن حابسؓ کو امیر بنانے کے حق میں تھے اس طرح کچھ آوازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بلند ہوگئیں جس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے بعد تو حضرت عمر فاروق ؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح آہستہ اور نرم کلامی سے بات کرتے تھے کہ ان کی آواز سننا مشکل ہو جاتا۔ جب کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی میں بات کرتے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیسؓ رونے لگے۔ حضرت عاصم ابن عدیؓ نے دیکھا تو رونے کا سبب پوچھا اس پر حضرت ثابت بن قیسؓ نے جواب دیا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ آیت میرے ہی بارے میں نازل نہ ہوئی ہو۔ اس لیے کہ میری آواز بلند ہے۔ حضرت ثابت بن قیسؓ اس قدر روئے کہ ان کی ہچکی بندھ گئی اور اپنے آپ کو گھوڑے کے طویلے میں بند کر لیا اور اپنی بیوی حضرت جمیلہؓ بنت عبداللہ بن ابی بن سلول سے فرمایا کہ دروازہ باہر سے بند کر کے لوہے کی کیل سے جڑ دو۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک باہر نہ نکلوں گا یہاں تک کہ میں مر جاؤں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر راضی نہ ہو جائیں۔

حضرت عاصم بن عدیؓ نے دربار رسالت میں پہنچ کر حضرت ثابتؓ کی حالت بیان کی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور ثابتؓ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ حضرت عاصم ابن عدیؓ گھوڑے کے طویلے میں گئے اور حضرت ثابتؓ سے کہا کہ چلو تمہیں رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

یاد فرمار ہے ہیں حضرت ثابتؓ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے رونے اور اپنے آپ کو طویلے میں بند کرنے کی وجہ دریافت فرمائی تو حضرت ثابتؓ نے جواب دیا آیت کریمہ کے نازل ہونے اور اپنی بلند آواز کے بارے میں عرض کیا۔ جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم قابل تعریف زندگی گزارو، اور شہید ہو کر جنت میں جاؤ۔ اس پر حضرت ثابتؓ خوش ہو گئے اور عرض کیا کہ میں آپ ﷺ کی اس بات سے خوش ہوں اور اب آئندہ کبھی بھی اپنی آواز کو آپ ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کروں گا۔

تمام علماء کرام اور اہل ایمان اس بات پر متفق ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس بھی بلند آواز سے بولنا مکروہ ہے جیسا کہ آپ ﷺ کی حیات میں آپ ﷺ کے سامنے مکروہ تھا۔ اس لیے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی میں قابل احترام اور باعزت تھے۔ اب اور ہمیشہ تک آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں بھی باعزت اور قابل احترام ہی ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے "اے مسلمانو! رسول کو اس طرح نہ پکارو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو، فرمایا! کہ ہم نے تمہیں اس بلند آوازی سے اس لیے روکا کہ ایسا نہ ہو کسی وقت حضور ناراض ہو جائیں تو آپ ﷺ کی ناراضگی کی وجہ سے خدا ناراض ہو جائے اور تمہارے کل اعمال ضبط کر لے اور تمہیں اس کا پتہ بھی نہ چلے۔ (صلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ وسلم)

Marfat.com

حسن اخلاق

حق تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں سورۂ قلم، آیت۔۴ میں فرماتا ہے وانک لعلی خلق عظیم۔ بلاشبہ آپ ﷺ عظیم الشان اخلاقی مقام پر فائز ہیں قرآن مجید میں متعدد آیات مبارکہ ایسی ہیں جن میں اخلاق کا درس دیا گیا ہے۔ گو ان آیات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے لیکن در پردہ یہ ان مسلمانوں کو رشد و ہدایت کا راستہ دکھاتی ہیں جو اسلام لائے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو معصوم تھے، تمام برائیوں سے پاک پھر آپ ﷺ کو قرآن مجید میں کیوں مخاطب کیا گیا اور تعریف کی گئی کہ آپ ﷺ ''عظیم الشان اخلاقی مقام پر فائز ہیں''۔ دراصل اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اور مرتبہ بلند کرنے کے لیے مخاطب ہے دوسرا مقصد یہ ہے کہ آپ ﷺ کی امت کو یہ بتائے کہ نبی آخرالزماں کے اخلاق اعلیٰ ہیں تم بھی آپ ﷺ کی پیروی کرو اور اپنے اخلاق سنوار لو۔ تعلیم اور تبلیغ کا یہ انداز صرف قرآن مجید میں ملتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کو اس طرح خطاب کرتا ہے۔

۱۔ ترجمہ: اے نبی بے شک ہم نے آپ ﷺ کو اپنی امت پر گواہ بنا کر بھیجا۔ فرماں برداروں کو بشارت دینے والا اور گمراہوں کو عذاب سے ڈرانے والا اور امتیوں کے لیے پناہ دینے والا بنایا ہے۔

۲۔ ترجمہ: نہ آپ ﷺ درشت خو ہیں اور نہ سخت دل ہیں۔

۳۔ ترجمہ: نہ بازاروں میں شور شغب کرنے والے ہیں۔

۴۔ ترجمہ: برائی کا بدلہ برائی سے کبھی نہیں دیتے۔

۵۔ ترجمہ: بلکہ معاف فرماتے اور درگزر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہے کہ وہ امت محمدی ﷺ کو سیدھے راستے پر چلائے گا اور یہ کام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے ہوگا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

۶۔ ترجمہ: اللہ آپ ﷺ کو اس وقت تک وفات نہیں دے گا جب تک گمراہ قوم کو

Marfat.com

آپ کے ذریعہ سیدھے راستے پر نہ آ جائے۔ یعنی جب تک یہ لوگ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر سیدھے مسلمان نہ ہو جائیں۔

۷۔ پھر فرمایا: ترجمہ: آپ ﷺ کو اس وقت تک وفات نہیں دوں گا جب تک کافروں کی اندھی آنکھوں کو بینا نہ فرما دے۔

۸۔ ارشاد ہوتا ہے۔ ترجمہ: آپ ﷺ ہی کے ذریعے تو میں لوگوں کو گمراہی کے بعد سیدھا راستہ دکھاؤں گا۔

۹۔ ترجمہ: میں آپ کی امت کو بہترین امت قرار دوں گا جو انسانوں کی ہدایت کے لیے ظہور میں لائے گی۔

اخلاق حمیدہ احادیث کی روشنی

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صاحب ایمان بندہ اپنے اچھے اخلاق سے ان لوگوں کا درجہ اختیار کر لیتا ہے جو رات بھر نفل نماز پڑھتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ (ابوداؤد)

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں۔

(ابوداؤد، دارمی، معارف الحدیث)

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کرتے تھے ''اے میرے اللہ تو نے اپنے کرم سے میرے جسم کی ظاہری بناوٹ اچھی بنائی ہے اسی طرح میرے اخلاق بھی اچھے کر دے۔

(رواہ احمد، معارف الحدیث)

۴۔ روایت ہے کہ بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان کو جو کچھ عطا ہوا ہے اس میں سب سے بہتر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اچھے اخلاق۔ (بیہقی، معارف الحدیث)

۵۔ حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آخری وصیت مجھے کی تھی جب کہ میں نے اپنا پاؤں اپنی سواری کی رکاب میں رکھ لیا تھا۔ وہ یہ تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ لوگوں کے لیے اپنے اخلاق کو بہتر بناؤ۔ یعنی بندگان خدا کے ساتھ

Marfat.com

اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ (موطاء امام مالک، معارف الحدیث)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میں دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق عالیہ کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤں''۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے کہ انسان کی بقا اور ترقی کا راز حسن اخلاق میں مضمر ہے۔ وہ قومیں جو اپنے اخلاقی اقدار کی پاسداری نہیں کرتیں وہ تباہی کے گہرے کھڈ میں گر جاتی ہیں۔ بداخلاقی سے ہی جھوٹ، مکروفریب، ظلم جیسی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ جو معاشرے کی تباہی کا سبب بنتی ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخلاق فاضلہ کے مجسم نمونہ تھے اور اپنے حسن اخلاق اور اسلام کی ابدی تعلیم سے عرب جیسے پراگندہ معاشرے کو تہذیب کی اعلیٰ اقدار پر پہنچا دیا۔

اگر ہم پیچھے مڑ کر دیکھیں تو ہمیں سابقہ اور موجودہ دور میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ سابقہ دور جاہلیت، بے راہروی، ظلم وتشدد اور قتل وغارت کا دور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا کہ آپ ﷺ لوگوں کو سیدھی راہ دکھائیں وہ راہ جس میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت ہو۔ اسی کو اپنا معبود جان کر اس کی عبادت کریں۔ معاشرے سے برائیوں کا خاتمہ ہو پھر ایسا ہی ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن اخلاق اور اسلامی تعلیمات سے عرب کا یہ پسماندہ اور جاہل خطہ اسلام کی روشنی سے جگمگا اٹھا اور عرب باشندے آپ ﷺ کے اخلاق اور حسن سلوک سے اتنا متاثر ہوئے کہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ اسلام قبول کرنے والے وہ لوگ تھے جو غریب ومفلس تھے یا پھر غلام اور وہ کفار مکہ کے زیر اثر تھے لیکن انہوں نے قریش مکہ کے جبر وتشدد کو بالائے طاق رکھ کر اسلام کی حقانیت کو دل وجان سے قبول کر لیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش مکہ کی ایذا رسانیوں پر صبر فرمایا اور مسلمانوں کو بھی صبر کی تلقین فرمائی۔ بتائیے دنیا میں ایسا کوئی معاشرہ یا سوسائٹی موجود ہے جو دوسروں کے ظلم وتشدد کو ہنسی خوشی قبول کرے اور تھپڑ کا جواب تھپڑ اور گالی کا جواب گالی سے نہ دے یہ اعزاز صرف اور صرف اسلام کو حاصل ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔

حیرت اس بات کی ہے کہ جو بات آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے کہی گئی اور جس کا قرآن مجید نے بار بار ذکر کیا۔ وہی بات آج کے دور میں بھی منطبق ہوتی ہے خدا اور اس کا رسول ﷺ

Marfat.com

جانتے ہیں کہ آنے والے کل میں کیا ہوگا یہ کہ اخلاقیات کی جتنی موجودہ دور میں ضرورت ہے سابقہ دور میں کم تھی۔ دنیا نے سائنسی طور پر بہت ترقی کر لی ہے لیکن اخلاقی طور پر وہ تنزلی کا شکار ہے۔ گو اسلام کا غلبہ ہے مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے مگر اس کے مدمقابل طاغوتی طاقتیں بھی اسی رفتار سے بڑھتی جارہی ہیں۔ اسلام کو جس قدر غلبہ حاصل ہوا اور اسلامی معاشرے نے دنیا میں اپنا جو مقام بنایا آج اسلام کو مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اخلاق کی دھجیاں اڑائی جارہی ہیں اور مسلمانوں پر ظلم ڈھایا جارہا ہے۔ مگر کوئی سننے والا نہیں۔ ظلم کے آگے کوئی آواز اٹھانا والا نہیں۔

صبر و عبادت

حکم خداوندی ہے۔ ترجمہ: پس آپ ﷺ اپنے رب کے حکم پر قائم رہیے اور ان میں سے کسی فاسق یا کافر کا کہنا نہ مانیئے اور صبح و شام اپنے رب کے نام کا ورد کیا کیجئے۔ رات کو اس کی عبادت کیا کیجئے اور بڑی رات گئے تک اس کی تسبیح کیا کیجئے یعنی تہجد پڑھا کیجئے۔

(سورۂ دہر، آیت ۲۴، ۲۵، ۲۶)

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر کی تلقین کرتا ہے یہ کہ میری قضا و قدر پر صابر شاکر رہو۔ کافروں اور منافقوں کی باتوں پر نہ آئیں بلکہ بلا رو رعایت بغیر مایوسی اور تکان کے ہر وقت وعظ و تلقین کرتے رہیں۔ میری ذات پر بھروسہ رکھیں میں تمہیں لوگوں کی ایذا سے بچاؤں گا۔

ارشاد خداوندی ہے۔ ترجمہ: آپ ﷺ صبر اختیار کیجئے جس طرح پہلے اولوالعزم انبیاء صبر کر چکے ہیں۔ (سورت احقاف، آیت ۳۵)

اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دے رہا ہے کہ آپ ﷺ کی قوم نے اگر آپ ﷺ کو جھٹلایا یا آپ ﷺ کی قدر نہ کی۔ آپ ﷺ کی مخالفت کی اور ایذا رسانی کے درپے ہوئے تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ پھر تسلی دیتے ہوئے کہا کہ اگلے اولوالعزم پیغمبروں کو یاد کرو کہ جنہوں نے مصیبتیں اور تکالیف سہیں اور مخالفت کو صبر سے برداشت کیا۔

مصیبتوں پر صبر کرنا اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا دو ایسی بڑی نعمتیں ہیں جو کسی مسلمان کو مل جائیں تو اس کی دنیا و آخرت سنور جاتی ہے۔ یہ حکم خداوندی ہے اور حضور نبی کریم ﷺ

Marfat.com

نے بھی اس کی تلقین فرمائی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ ''صبر اور ایمان کی مثال سر اور جسم جیسی ہے جب صبر جاتا رہتا ہے تو ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔ جب سر اڑ گیا تو جسم کی طاقت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔ (سنن ابن منصور)

صبر و شکر احادیث کی روشنی میں

ا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیزیں نہ بتلاؤں جن سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا ہے اور درجوں کو بڑھاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ضرور بتلایئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ﷺ نے فرمایا وضو کا کامل کرنا، ناگواری کی حالت میں (کہ کسی وجہ سے وضو کرنا مشکل معلوم ہوتا ہو مگر پھر ہمت کرنا ہے) اور بہت سے قدم ڈالنا مسجدوں کی طرف (یعنی دور سے آنا یا بار بار کرنا) اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ (مسلم و ترمذی)

نوٹ:۔ ایسے وقت وضو کرنا صبر کی ایک مثال ہے۔

۲۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کسی بندہ کا بچہ مر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے تم نے میرے بندے کے بچے کی جان لے لی۔ وہ کہتے ہیں ہاں۔ پھر فرماتا ہے۔ میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں آپ کی حمد و ثنا کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔

(احمد و ترمذی۔ حیوۃ المسلمین)

۳۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو مل گئیں اس کو دنیا و آخرت کی بھلائیاں مل گئیں، دل شکر کرنے والا اور زبان ذکر کرنے والی اور بدن جو بلا پر صابر ہو، اور بی بی جو اپنی جان اور شوہر کے مال میں اس سے خیانت نہیں کرنا چاہتی۔ (بیہقی، حیوۃ المسلمین)

خلاصہ: کوئی وقت خالی نہیں کہ انسان پر کوئی نہ کوئی حالت نہ ہوتی ہو، خواہ طبیعت کے موافق، خواہ طبیعت کے مخالف، اول حالت پر شکر کا حکم ہے، دوسری حالت میں صبر کا حکم ہے تو صبر و شکر ہر وقت کرنے کے کام ہوئے۔ مسلمانو! اس کو نہ بھولنا، پھر دیکھنا ہر وقت کیسی

Marfat.com

لذت وراحت میں رہو گے۔ (حیوۃ المسلمین)

۴۔ نبی کریم نے ارشاد فرمایا جو شخص صبر کرنے کی کوشش کرے گا خدا اس کو صبر بخشے گا اور صبر سے زیادہ بہتر اور بہت سی بھلائیوں کو سمیٹنے والی بخشش اور کوئی نہیں۔ (بخاری و مسلم)

۵۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایسے شخص کو دیکھے جو مال و دولت اور جسمانی بناوٹ یعنی شکل وصورت میں اس سے بڑھا ہوا ہے (اور اس کی وجہ سے اس کے دل میں حرص وطمع اور شکایت پیدا ہو) تو اس کو چاہیے کہ کسی ایسے بندہ کو دیکھے جو ان چیزوں میں اس سے بھی کم تر ہو (تا کہ بجائے حرص وطمع کے اور شکایت کے صبر وشکر پیدا کرے) (بخاری و مسلم، معارف الحدیث)

۶۔ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، بندہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر معاملہ اور ہر حال میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔ اگر اس کو خوشی، راحت اور آرام پہنچے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر ہی خیر ہے، اور اگر اسے کوئی دکھ اور رنج پہنچتا ہے تو وہ (اس کو بھی اپنے حکیم وکریم رب کا فیصلہ سمجھتے اور اس کی مشیت پر یقین کرتے ہوئے) اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے سرا سر خیر اور موجب برکت ہے۔ (معارف الحدیث، مسلم)

۷۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ کسی جانی یا مالی مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ کسی سے اس کا اظہار نہ کرے اور نہ لوگوں سے شکوہ وشکایت کرے تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہے کہ وہ اس کو بخش دیں۔

(معجم اوسط طبرانی، معارف الحدیث)

Marfat.com

مشاورت

ارشاد ربانی ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ۔ آپ معاملات میں صحابہ سے مشورہ فرمالیا

(سورۃ العمران، آیت ۱۵۹) کریں۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرما لینے کی ہدایت کرتا ہے۔ روایت ہے کہ یہ آیت مبارکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں اتری کہ آپ ﷺ ان دو صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرلیا کریں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی۔ آپ ﷺ صائب الرائے تھے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی ہر معاملہ میں مدد کرتا تھا پھر اپنے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرنے کے بارے کیوں کہا گیا؟ اس کی مصلحت یہ تھی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمائیں گے تو لامحالہ دوسرے لوگ بھی اس حکم کا اتباع کریں گے تاکہ امت میں مسنون طریقہ رائج ہو جائے۔

اطاعت

ارشاد ربانی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ

ترجمہ: اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ (سورۃ نساء، آیت ۵۹)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے مراد ان کے قول اور حکم کی اطاعت کی جائے اور ساتھ ہی فرمایا کہ اولی الامر کی اطاعت کرو۔

حدیث مبارکہ میں اولی الامر کی اطاعت کے بارے میں فرمایا۔

"مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنے اولی الامر کی بات سنیں اور مانیں خواہ کسی کو پسند ہو یا نا پسند تاوقتیکہ اسے معصیت کا حکم نہ دیا جائے اور جب اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو پھر اسے نہ

Marfat.com

سننا لازم ہے نہ ماننا''۔

اطاعت کے بعد حکم ہوتا ہے کہ امرھم شوریٰ علیہم'' امر مومنین کا آپس میں بیٹھ کر مشورہ کرنا۔ یہ بات واضح ہے کہ جو علماء دین کے بارے میں صحیح معلومات رکھتے ہیں۔ قرآن و حدیث کے علاوہ شریعت پر ان کو پورا عبور حاصل ہے وہ بے شک شریعت کے معاملات میں مشورہ دے سکتے ہیں لیکن تنہا ان کا مشورہ معتبر نہیں بلکہ سب علماء مل کر اگر کسی مشورہ پر متفق ہو جائیں تو وہ قابل اطاعت ہے۔ ان کا مشورہ مان لینا چاہیے مگر اس کی ضرورت تب پیش آئے گی جب قرآن اور حدیث میں آپ کے سوال کا جواب نہ ملے ورنہ ان کے کسی مشورہ کی ضرورت نہیں بلکہ اللہ کی کتاب قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہماری رہنمائی کے لیے کافی ہے۔

مشورہ اور فیصلہ فرمانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاکمیت الٰہی کے تحت فرائض حکومت انجام دیئے اور دین و دنیا کے اہم معاملات میں اصحاب رائے سے مشورہ کرنے کے بعد عمل کیا۔ مثلاً اذان، بدر کے لیے روانگی، جنگی قیدیوں کے ساتھ سلوک، جنگ بدر کے لیے مقام جنگ کا انتخاب اور اہم معاملات میں آپ ﷺ نے یہی طرزِ عمل اختیار کیا تھا۔ سرایا اور دوسری جنگوں میں امیر لشکر مقرر کرنا، آئمہ و موذنین کا تقرر، جہاد کا اعلان، مال غنیمت کی تقسیم، فوجوں کی آراستگی و قیادت، جنگ و صلح کا اعلان، معاہدات کا انعقاد، فرامین کا اجراء، اصلاح بین الناس اور سیاسی تحکیم کی ضروریات کو بھی آپ ﷺ ہی نے پورا فرمایا۔ عدل و انصاف کا صرف حکم ہی نہیں دیا بلکہ اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے مقدمات کا فیصلہ بھی فرمایا اور نہ صرف مسلمانوں کے بلکہ غیر مسلموں کے تنازعات بھی بطور حکم فیصلہ فرمایا۔ کیونکہ اول تو منشور مدینہ کی رو سے بھی آخری عدالت مرافعہ آپ ﷺ کی ذات مبارک تھی۔ بحیثیت رسول اللہ ﷺ بھی آپ ﷺ حکم اور فیصلہ کنندہ تھے اور سربراہ ریاست ہونے کی حیثیت سے بھی یہ آپ ﷺ کا کام تھا۔ نیز آپ ﷺ کے فیصلے اتنے مبنی بر انصاف ہوتے تھے کہ غیر مسلم از خود اپنے فیصلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرانے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔

تفصیلات بالا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیاسی و قانونی مقام متعین ہو جاتا ہے۔ ریاست میں آپ ﷺ کی حیثیت ایک خود مختار اور مطلق العنان حکمران کی نہ تھی بلکہ

Marfat.com

آپ ﷺ اللہ کی حاکمیت کے تابع اور اس کے حکم کے پیرو تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلاشبہ ایک خاص دائرہ کے اندر تصرف کا حق حاصل تھا مگر یہ اختیار بھی آپ ﷺ کا ذاتی نہیں بلکہ اللہ کا تفویض کردہ تھا اور یہ بالعموم آپ ﷺ اس وقت استعمال فرماتے تھے جب کہ قرآن مجید خاموش ہو۔ ایسی صورت میں آپ ﷺ اجتہاد فرما کر پیش آمدہ مسئلہ حل فرماتے تھے۔ اجتہاد نبوی ﷺ اگرچہ قرآن سے موخر اور اس کے تابع ہے لیکن بعد میں آنے والوں کے لیے پابندی یہ ہے کہ قانون سنت سے بھی انحراف نہیں کر سکتے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے ہم معنی ہیں۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کا حکم اور آپ ﷺ کی معصیت و نافرمانی سے مجتنب رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی رو سے پوری امت مسلمہ کے لیے اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واجب ہے۔ اور اس کے لیے یہ اصول متعین کر دیا گیا ہے کہ اول الذکر کی اطاعت مشروط بہ اطاعت الٰہی ہوگی۔ اور اولی الامر سے اختلاف کی صورت میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی فیصلہ طلب کیا جائے گا۔ نیز آپ ﷺ کے اوامر و نواہی کی پوری پوری پیروی کی جائیگی۔

مشاورت کی اہمیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سربراہ ریاست کی حیثیت سے اپنے فیصلے کبھی آمرانہ انداز سے مسلط نہیں کئے۔ بلکہ امور ریاست کی انجام دہی میں ہمیشہ مشاورت کے بعد اقدام فرمایا۔ وشاورھم فی الامر (معاملات میں ان سے مشورہ کیجئے) اور وامرھم شوریٰ بینھم (اور ان کے معاملات باہم مشورہ سے طے پاتے ہیں) قرآنی ارشادات کے بموجب تمام معاملات میں مشورہ عہد نبوی ﷺ کا طرۂ امتیاز تھا۔

اجتماعی معاملات میں انسانوں کا ذہنی میلان ہمیشہ سے مشورہ کی جانب رہا ہے جن کی مثالیں ہمیں قدیم ترین شہنشاہیت، مطلق العنانیت اور دوسرے نظام ہائے استبداد میں بھی ملتی ہیں قرآن مجید کے بیان کے مطابق یمن کی ملکہ سبا نے حضرت سلیمانؑ کا خط موصول ہوتے ہی اپنے درباریوں سے مشورہ کیا تھا یا مثلاً روم اور ایران میں شاہی کونسلیں موجود تھیں جو بادشاہ کو حسب خاطر مشورہ دیتی تھیں۔

عرب جاہلیت میں البتہ مشورہ اور ندوہ کے ملکی ادارت زیادہ عملی حیثیت رکھتے تھے اور

Marfat.com

اجتماعی ضرورت کے وقت ان سے کام لیا جاتا تھا۔

اسلام میں مشاورت اور مجلس شوریٰ

اسلام میں مشاورت نہ تو رسمی حیثیت رکھتی ہے اور نہ ہی محض وقتی واجتماعی ضروریات کی تکمیل اس کا منشاء ہے بلکہ اس سے بڑھ کر اسلام میں مشاورت ایک لازمۂ ایمان ہے۔ ایک طرز زندگی ہے۔ ایک مستقل روایت ہے اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا ایک ضابطہ ہے اور حکومت وخلافت کا ایک اہم اصول ہے۔

مجلس شوریٰ کا فیصلہ تب قابل عمل ہوگا کہ اصحاب شوریٰ اپنے علم، ایمان اور ضمیر کے مطابق رائے پیش کریں۔ جہاں تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق ہے آپ ﷺ نے ایک مثالی شوریٰ کے تمام تقاضوں کو پورا فرمایا۔ آپ ﷺ مشورہ کرتے وقت شرکاء کو اظہار رائے کی پوری آزادی دیتے اور تنقید وتبصرہ کی بھی اجازت عطا فرماتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شوریٰ کو اس حد تک اہمیت دیتے تھے کہ اس کے فیصلے کے نفاذ میں اپنی ذاتی خواہش تک کو نظر انداز فرما دیتے تھے کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ رائے اور مشورہ کرنے والا انسان نہیں دیکھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے رفقاء سے مشورہ کرنے میں اتنا زیادہ سرگرم ہو جس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدنی زندگی شوریٰ کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں اور عہد نبوی ﷺ میں اکثر معاملات کو شوریٰ کے ذریعہ طے کرنے کی روایات تاریخ کے صفحات میں جابجا محفوظ ہیں۔

شوریٰ کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظریہ یہ تھا۔ کہ جب ایک مرتبہ مشاورت کے نتیجہ میں کوئی فیصلہ ہو جاتا تھا تو پھر آپ ﷺ اس کی پابندی فرماتے تھے چنانچہ غزوہ احد کے سلسلہ میں جب شہر سے باہر لڑنے کا فیصلہ تو اپنی ذاتی رائے کے بر خلاف تیار ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طرز عمل حاکم حقیقی کے اس ارشاد کے مطابق تھا "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ" ترجمہ (معاملات میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیجئے اور جب آپ ﷺ متعلقہ میں عزم کر لیں تو پھر اعتماد اللہ ہی رکھیئے)۔

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح مشورہ ضروری ہے۔ اس طرح اس کے فیصلے کی پابندی بھی ضروری ہے۔ مندرجہ بالا آیت میں عزم سے پہلے شوریٰ کے حکم کا آنا واضح کرتا ہے کہ شوریٰ کے نتیجے میں فیصلہ عزم کی بنیاد قرار پائے گا۔ ابن کثیر کی بیان کردہ روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دریافت کیا گیا کہ عزم سے کیا مراد ہے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مشاورہ اہل الرائے ثم اتباعھم (پہلے اہل رائے کا باہمی مشورہ اور اس کے بعد شوریٰ کے فیصلے کی پیروی)۔

آخر میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ شوریٰ بہر حال ان حدود کے اندر ہوگا جن کا تعین شریعت نے پہلے سے کر دیا ہے۔ یہ بات عین حقیقت ہے کہ تنہا حکمران ریاست کے تمام کام انجام نہیں دے سکتا لہٰذا مختلف امور کی انجام دہی میں لوگوں کی مدد و اعانت کا محتاج ہوتا ہے اور پھر ریاست کی کارکردگی اس کی نشوونما اور فلاح وخسران کا مدار ان ہی کارکنان ریاست پر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک سربراہ ریاست کی انتہائی اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ریاست کے انتظامی مناصب پر ایسے لوگوں کا انتخاب کرے جو ریاست کے مقصد وجود کو سمجھتے ہوں اور اپنی صلاحیتوں کو ٹھیک ٹھیک استعمال کر کے اپنے عہدوں سے انصاف کر سکتے ہوں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحیثیت حکمران اس مسئلہ پر اپنی پوری توجہ صرف فرمائی اور حکومت کے عہدوں اور مناصب پر ایسے خداترس، بلا صلاحیت، بے لوث، پاکیزہ کردار اور مخلص افراد کا تقرر کیا جو اسلام کی روح سے واقف، دین کے مزاج شناس، راہِ حق میں شدائد برداشت کرنے والے، تجربہ کار اور پختہ طور پر تربیت یافتہ تھے۔

حربی امور و معاملات کے علاوہ دوسرے مذہبی، سماجی اور سیاسی معاملات پر بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کرنے کی مثالیں ملتی ہیں جیسا کہ معلوم ہے کہ اذان ایک مذہبی شعار ہے اور نماز با جماعت ایک لازمی جز۔ مدینہ منورہ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ مسلمانوں کو نماز کے لیے مسجد میں کیسے اکٹھا کیا جائے۔ مختلف تجاویز کے بعد آخر کار ایک صحابیؓ کے مشورے پر اذان کی تجویز قبول کر لی گئی تھی۔ اسی طرح مدینہ منورہ مسجد نبوی ﷺ کی جگہ انتخاب صلاح و مشورہ کے بعد ہی کیا گیا تھا اور اس کے بعد مواخات کا نظام بھی مسلمانوں کی پسندیدگی اور مرضی سے قائم کیا گیا تھا۔ خاص طور پر دو مسلمانوں کے باہمی رشتۂ اخوت و محبت میں ان کے مزاج وطبیعت کی ہم آہنگی کے علاوہ ان کی رائے کو بھی

Marfat.com

مدنظر رکھا گیا تھا۔ مدینہ منورہ کے یہودی قبیلوں سے مال وغنیمت میں حاصل شدہ اراضی کی غریب مہاجرین اور بعض غریب انصار میں بھی تقسیم انصار کے سربرآوردہ لوگوں کے صلاح ومشورہ کے بعد ہی عمل میں آئی تھی۔ اسی طرح جب بحرین اسلامی ریاست کا حصہ بن گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں انصار کے لوگوں کو کچھ اراضی اور قطعات دینے چاہے تو انصار نے بے مثل جذبۂ اخوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس وقت قطعات لینے سے انکار کیا جب تک اتنے ہی ان کے مہاجر بھائیوں کو نہ دیئے جائیں۔

مشیران نبوی ﷺ میں جن صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی نمایاں نظر آتے ہیں ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ وحضرت عمر فاروقؓ سرِفہرست ہیں ان کے علاوہ حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت حبابؓ بن منذر، حضرت سعدؓ بن عبادہ، حضرت سعدؓ بن معاذ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ وغیرہ متعدد بڑے صحابہ کرامؓ بھی شامل تھے۔

شوریٰ کا رکن بننے کے لیے کسی رسمی طریقہ کار کی ضرورت نہ تھی البتہ صلاحیت ولیاقت ناگزیر تھی اور وہ کسی شخص کو اہل الرائے کے طبقہ میں شامل کرتی تھی اور اس کی بنیاد پر وہ شوریٰ کا رکن بنتا تھا۔ گو رکن شوریٰ کسی تنخواہ کا حق دار نہیں ہوتا تھا۔ مگر اس کو اسلامی امت میں کافی قدر ومنزلت حاصل ہوتی تھی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفہ کے چناؤ کا مسئلہ درپیش ہوا تو شوریٰ نے جس میں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف پیش پیش تھے۔ متفقہ طور پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنا خلیفہ چن لیا اس چناؤ میں انصار اور مہاجر سبھی شامل تھے۔ یہ شرعی، دینی اور اسلامی ریاست کی بقا اور سلامتی کا مسئلہ تھا جس کے پیش نظر تمام صحابہؓ رسول اللہ علیہ السلام نے متفقہ طور پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ منتخب کرلیا اس طرح وہ خلیفہ بن گئے گو اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ بوجوہ بیعت نہیں کرسکے تھے۔ مگر ایک دو فرد کا اختلاف کلیت کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ایسے اختلاف کی پابندی غیر ضروری ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

Marfat.com

محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نہ کوئی آج تک ثانی ہوا پیدا محمدؐ کا
خدا کا مصطفےٰ شیدا ، خدا شیدا محمدؐ کا

محبت ایک لطیف جذبہ ہے جسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے محبت کے اظہار کے لیے دلی جذبات واحساسات کے ساتھ دلی لگاؤ۔ اور رشتہ اخوت کو بھی مدنظر رکھنا پڑتا ہے اور یہ کہ محبت کا اظہار نہ صرف زبان بلکہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے کرنا پڑتا ہے۔ اگر ایسا نہیں تو یہ محبت محض دکھاوا ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں۔

محبت کیا ہے

سیانے کہتے ہیں کہ محبت ایک نورانی کلمہ ہے جسے نورانی ہاتھ نے نورانی کاغذ پر لکھا ہے اور یہ کہ محبت خود غرضی نہیں بلکہ ایک بلند ترین روحانی جذبہ ہے اور محبت نہ کرنا انسان کی سب سے بڑی معصومیت ہے۔ سیانے یہ بھی کہتے ہیں کہ محبت فطری مذہب ہے جسے انسان غیر ارادی طور پر اختیار کر لیتا ہے۔ محبت کا ایک گھنٹہ سو برس کی بے محبت زندگی سے بہتر ہے۔ یہ کہ محبت کے بغیر انسان دنیاوی حادثات وسانحات کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جو محبت کرتا ہے وہ زندہ ہے۔

سچی اور کھری محبت وہ ہے جو مسلمان اپنے ماں باپ، اولاد اور عزیز واقارب سے ہٹ کر خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرتا ہے اور یہی حقیقی اور پائیدار محبت ہے جو ہماری دنیاوی اور اخروی زندگی کے لیے ضروری ہے اسی میں ہماری بخشش کا انحصار ہے۔

بحیثیت مسلمان ہماری پہچان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے ہے۔ ہمارے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت جتنی زیادہ قوی ہوگی اتنا ہی ہمارا ایمان مضبوط ہوگا۔ یہ اس وقت ممکن ہوگا جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور سنت پر سختی سے عمل پیرا ہوں گے۔

ہر آدمی محبت کے جذبہ سے سرشار ہے جس دل میں محبت کا جذبہ موجود نہیں وہ محض گوشت پوست کا انسان ہے۔ جذبہ محبت سے عاری شخص کی زندگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ ماں باپ، اولاد، بہن بھائی، رشتہ دار اور دوست احباب کی محبت دنیاوی رشتے قائم کرنے اور سوسائٹی میں رہنے کے لیے ضروری قرار دی جاتی ہے جب کہ خدا اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

کی محبت تو ایمان کی اولین شرط ہے جو کہ ہماری بخشش اور ایمان کی مضبوطی کی علامت ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ محبت کے لیے ضروری ہے کہ تمام اقوال وافعال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع اور آپ ﷺ کے ہر حکم کی تعمیل کی جائے اور جن باتوں سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے ان سے اجتناب کیا جائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری سنت کو زندہ رکھا اس نے مجھ سے محبت کی اور مجھ سے محبت رکھنے والا میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ آپ ﷺ سے محبت کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ کثرت سے درود وسلام پڑھیں اور ہر وہ عمل اختیار کریں جسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنایا۔

یہ بات سچ ہے کہ جو محبت صحابہ کرامؓ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھی ہم اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے اور یہ بھی سچ ہے کہ جو محبت حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آپ ﷺ سے تھی اس تک نہ تو صحابہؓ پہنچ سکے اور نہ ہی دوسرے امتی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی محبت کا اندازہ لگائیے وہ فرماتے ہیں کہ "آپ ﷺ کا چہرہ مبارک تکتے رہنا، اللہ کا عطا کردہ مال آپ ﷺ کے قدموں میں نچھاور کرنا اور اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کا آپ ﷺ کے عقد میں دینا۔ صحابہ کرامؓ کی محبت کا اندازہ لگائیے کہ وہ آپ ﷺ پر اپنی جان و مال قربان کرتے۔ آپ ﷺ کے ہر حکم کی بلا چوں چراں تعمیل کرتے۔ آپ ﷺ کے وضو کے استعمال شدہ پانی کو تبرک سمجھ کر استعمال کرتے اور آپ ﷺ کے تھوک مبارک کو اپنے چہروں کی زینت بناتے یہ آپ ﷺ کی محبت تھی کہ صحابہ کرامؓ نے کفار مکہ کے ہر ظلم وزیادتی کو بخوشی برداشت کیا اور اف تک نہ کی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کا اندازہ لگائیے کہ جب آپؓ صلح حدیبیہ کے وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایلچی بن کر مکہ پہنچے تو قریش نے کہا کہ آپؓ طواف کعبہ کر لیں مگر انہوں نے جواب دیا کہ میں اس وقت تک طواف کعبہ نہیں کروں گا جب تک کہ میرے آقا ﷺ طواف نہ کر لیں۔ یہ حضرت عثمان غنیؓ ہی تھے جنہوں نے آپ ﷺ کا حکم مانتے ہوئے ایک یہودی سے کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا اندازہ

Marfat.com

لگائیے وہ فرماتے ہیں کہ بخدا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو مال، اولاد، فرزند و مادر سے زیادہ محبوب اور پیارے ہیں جیسے ٹھنڈا پانی پیاسے کو ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت

قرآن مجید میں متعدد بار انتباہ کیا گیا ہے کہ اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو اس کے رسول ﷺ سے محبت کرو۔ ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ: کہہ دے کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ خود خدا تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے مہربان ہے۔ کہہ کہ خدا تعالیٰ کی اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اگر یہ منہ پھیر لیں تو بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ (سورۂ آل عمران، آیت ۳۱-۳۲)

آیات مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت واطاعت لازم وملزوم ہے۔ ایک مسلمان جو خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک مانتا اور اسلام کے تمام ارکان پورے کرتا ہے مگر سنت کی پیروی نہیں کرتا تو یقینی امر ہے کہ اس کی یہ محبت اور دعویٰ جھوٹا اور باطل ہے۔

ارشاد ہوتا ہے۔ ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے گا اسے اللہ تعالیٰ جنتوں میں لے جائیگا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی مطلب یابی ہے۔ (سورۂ نساء، آیت ۱۳)

ارشاد خداوندی ہے۔ ترجمہ: اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کرے اس نے بڑی مراد پالی۔ (سورۂ احزاب، آیت ۷۱)

ترجمہ: جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں خدا کی پھٹکار ہے۔ (سورۂ احزاب، آیت ۵۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے تعلق اور غلامی ہی ہماری پہچان اور بخشش کی علامت ہے۔ ہمارا تعلق آپ ﷺ کی ذات مبارکہ سے جتنا مضبوط ہوگا اتنا ہی ہمارا ایمان مضبوط ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت ایمان کی اساس ہے اور ہماری عبادت، اعمال اور ایمان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے وابستہ ہے

Marfat.com

چنانچہ فرمایا گیا۔

ترجمہ: آپ ﷺ فرمادیں اگر تمہارے ماں باپ اور تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں تمہارے کنبے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی وجہ سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں خدا سے اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم خدا کے حکم سے عذاب کے آنے کا انتظار کرو۔ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا۔ (سورۂ توبہ، آیت ۲۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر یہ رشتے اور اپنے حاصل کیے ہوئے مال، تجارتیں اور پسندیدہ مکانات اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور جہاد سے بھی زیادہ مرغوب ہیں تو تم اللہ تعالیٰ کے عذاب کے لیے تیار رہو۔

حدیث مبارکہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہ ہوگا جب تک کہ میں (ذات نبوی علیہ) اس کی تمام اولاد، ماں باپ اور تمام دوسرے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

حدیث مبارکہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ جارہے تھے حضرت عمر فاروقؓ کا ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ﷺ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں بجز اپنی جان کے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میرا نفس ہے تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا جب تک کہ وہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ رکھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا خدا کی قسم اب آپ ﷺ کی محبت مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! اب عمر! تو مومن ہوگیا۔ (صحیح بخاری شریف)

مسند احمد اور ابوداؤد میں روایت ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی ایماندار نہ ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ سے، اولاد سے اور دنیا کے لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہوجاؤں۔

حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت سے بہرہ اندوز ہوگا۔

۱۔ اللہ اور اس کا رسول ﷺ سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

Marfat.com

۲۔اگر کسی سے محبت ہو تو وہ اللہ کے لیے ہو۔

۳۔کفر پر رجوع ہونے کو آگ میں ڈالے جانے کے عذاب سے زیادہ مبغوض رکھے۔
(صحیح بخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک شخص نے سوال کیا؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کب قائم ہو گی؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا! قیامت کی فکر ہے لیکن اس کے لیے تم نے تیاری کیا کی ہے؟ اس نے عرض کیا محبوب خدا میرے پاس، اس کے لیے کوئی تیاری نہیں، نہ تو میرے پاس نمازوں کا ذخیرہ ہے اور نہ روزوں کا نہ دوسرے اعمال خیر میں نے جمع کیے ہیں۔ غرضیکہ اس تہی دامنی کے باوجود ایک چیز میرے پاس ایسی ہے جس کو میں نہایت اہم خیال کرتا ہوں وہ یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذات سے محبت رکھتا ہوں۔ اس کی یہ بات سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا تو ان کے ساتھ ہی جن کو تو محبوب رکھتا ہے۔
(صحیح بخاری و مسلم)

ایک عورت کا جذبہ محبت

ایک انصاری خاتون کے والد، بھائی اور شوہر معرکہ احد میں شہید ہوئے۔ جب اس کو ان کی شہادت کی خبر ملی تو اس نے سب سے پہلے یہ سوال کیا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیریت بتاؤ! تب اس کو یہ بتایا گیا کہ بحمدہ حضور علیہ السلام بخیریت ہیں لیکن اس جانثار کو تسلی نہ ہوئی اور اس نے کہا کہ پہلے مجھے حضور علیہ السلام کی زیارت کرادو تب مجھے سکون ہوگا۔ غرضیکہ جب اس نے اپنی آنکھوں سے حضور علیہ السلام کو دیکھ لیا تو عرض کرنے لگے کہ حضور علیہ السلام کی زیارت کے بعد اب ہر مصیبت مجھ پر آسان ہے۔

افضل ایمان

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے افضل ایمان کے متعلق سوال کیا (یعنی پوچھا کہ ایمان کا اعلیٰ اور افضل درجہ کیا ہے اور وہ کون سے اعمال و اخلاق ہیں جن کے ذریعہ اس کو حاصل کیا جا سکتا ہے)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ کہ بس اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کسی سے تمہاری محبت ہو اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے بغض و عداوت ہو (یعنی دوستی اور دشمنی جس سے بھی ہو، صرف اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ہی کے واسطے ہو) اور دوسرے یہ کہ اپنی زبان کو تم اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگائے رکھو۔

حضرت معاذؓ نے عرض کیا، اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ﷺ نے فرمایا اور یہ کہ دوسرے لوگوں کے لیے وہی چاہو اور وہی پسند کرو، جو اپنے لیے پسند کرتے اور چاہتے ہو، اور ان کے لیے ان چیزوں کو بھی ناپسند کرو جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو۔

(بخاری و مسلم، مسند احمد)

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ مجھے اپنی بیوی، اپنی اولاد اور اپنی جان سے بھی زیادہ حضور ﷺ سے محبت ہے اور میرا حال یہ ہے کہ میں اپنے گھر پر ہوتا ہوں اور حضور ﷺ مجھے یاد آجاتے ہیں تو اس وقت تک مجھے صبر اور قرار نہیں آتا جب تک حاضر خدمت ہو کر ایک نظر دیکھ نہ لوں اور جب میں اپنے مرنے کا اور حضور ﷺ کی وفات کا خیال کرتا ہوں تو میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ وفات کے بعد حضور ﷺ تو جنت میں پہنچ کر انبیاء علیہم السلام کے بلند مقام پر پہنچا دیئے جائیں گے اور میں اگر اللہ کی رحمت سے جنت میں بھی گیا تو میری رسائی اس مقام عالی تک تو نہ ہو سکے گی، اس لیے آخرت میں حضور ﷺ کے دیدار سے بظاہر محرومی ہی رہے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی اس بات کا کوئی جواب اپنی مرضی سے نہیں دیا۔ یہاں تک کہ سورۂ نساء کی یہ آیت نازل ہوئی۔

ترجمہ: اور جو بھی خدا تعالیٰ کی اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں۔ (سورۂ نساء، آیت ۶۹) (بحوالہ طبرانی، معارف الحدیث)

صحابہ کرامؓ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت

اسلامی تاریخ صحابہ کرامؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت، شجاعت، بہادری، صبر و تحمل، ہمدردی و غمخواری اور عجز و انکساری سے اٹی پڑی ہے اور ان انعامات و اعزازات کا سہرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کا مرہون منت ہے۔ صحابہ کرامؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس قدر محبت کرتے تھے۔ اس کی مثال کہیں نظر نہیں آتی۔ یہ سب کچھ ایمان کی مضبوطی کی دلالت کرتی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا ایک واقعہ ہمیں غزوہ احد کے موقع پر نظر آتا ہے۔

Marfat.com

سیدنا سعد بن ربیعؓ غزوہ احد میں شدید زخمی ہوئے اس دوران حضرت ابی بن کعبؓ انہیں ڈھونڈتے ہوئے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت سعد بن ربیعؓ زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ حضرت سعد بن ربیعؓ کی نظر جب حضرت ابی بن کعبؓ پر پڑی تو کہا۔ ''ابی بن کعبؓ میرے آقا کے حضور میرا اسلام پیش کرنا اور عرض کرنا کہ مجھے نیزے کے بارہ (۱۲) زخم لگے ہیں مگر میں نے اپنے مقابل کے جسم سے نیزہ پار کر دیا ہے اور تم اپنے ساتھیوں سے کہنا کہ اگر میرے آقا ﷺ کو کچھ ہوا اور تم میں سے کوئی بھی شخص زندہ بچ گیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا کوئی بھی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔

غزوہ تبوک کے وقت سخت گرمی کا موسم تھا۔ حضرت خیثمہؓ کسی وجہ سے وہ اس غزوہ میں شریک نہ ہو سکے۔ ایک دن وہ گھر میں آئے تو دیکھا ان کی بیویوں نے ان کی راحت و آسائش کے لیے بالا خانے پر چھڑکاؤ کیا ہے۔ ٹھنڈا پانی کے علاوہ عمدہ کھانا بھی تیار کر رکھا ہے۔ یہ سب سروسامان دیکھ کر کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس لو اور شدت گرمی میں محاذ جنگ میں ہوں اور میں ٹھنڈے پانی اور عمدہ غذا سے لطف اندوز ہوں۔ خدا کی قسم یہ نہیں ہوسکتا۔ میں ہرگز بالا خانے پر نہ جاؤں گا۔ چنانچہ اسی وقت زادِ راہ لیا اور تبوک کی طرف روانہ ہوگئے۔

قریش مکہ نے حضرت خبیبؓ کو چند روز قید و بند میں بھوکا پیاسا رکھنے کے بعد صلیب کے نیچے لے جا کر کھڑا کیا اور کہا اب بھی اسلام سے دست بردار ہو جاؤ تو تمہاری جان بچ سکتی ہے۔ انہوں نے جواب دیا اگر اسلام کی دولت پاس نہ رہی تو جان کو بچا کر کیا کروں گا۔ سولی پر چڑھنے سے پہلے انہوں نے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی، مہلت ملنے پر دو رکعت نماز ادا کی اس کے بعد انہیں سولی پر چڑھایا گیا۔ ایک شقی القلب نے ان کے جگر کو چھیدا اور پوچھا کہو اب تو تم بھی پسند کرو گے کہ محمد ﷺ پھنس جائے اور میں چھوٹ جاؤں۔ حضرت خبیبؓ نے پر جوش لہجے میں کہا خدا جانتا ہے میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جائے اور اس کے عوض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا چبھے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ ﷺ کے رفیق سفر تھے۔ رات کی تاریکی میں مکہ سے چار پانچ میل دور غار ثور کی طرف سفر جاری تھا۔ راستہ بے حد دشوار گزار تھا، پتھروں پر چلنے کی وجہ سے آپ ﷺ کے پائے مبارک زخمی ہوگئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حضور نبی کریم ﷺ

Marfat.com

کی یہ تکلیف دیکھی نہ گئی اور آپ ﷺ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر غار ثور تک پہنچے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا حضور ﷺ آپ باہر تشریف رکھیں میں غار کو اندر جا کر صاف کرتا ہوں۔ تن کے کپڑے پھاڑ کر غار کے سوراخ بند کیے مگر ایک سوراخ بند نہ ہو سکا اسے اپنے پاؤں کے انگوٹھے سے بند کر کے بیٹھ گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ اتفاق کی بات اس سوراخ میں سانپ تھا جس نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے انگوٹھے میں ڈس لیا۔ وہ درد کے مارے بے تاب ہو گئے مگر اف تک نہ کی اور نہ ہی آواز نکالی کہ مبادا حضور ﷺ نیند سے بیدار ہو جائیں اور آرام میں خلل پڑے۔ درد جب شدت اختیار کر گیا تو آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور حضور ﷺ کے چہرے مبارک پر گرے تو حضور ﷺ کی آنکھ کھل گئی۔ حضور ﷺ کو جب واقعہ کا علم ہوا تو اپنا لعاب مبارک زخم پر لگایا جس سے زہر کا اثر زائل ہو گیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو مہمانی کا شرف حضرت ایوب انصاریؓ کے حصے میں آیا۔ آپ ﷺ نے ان کے مکان کے نچلے حصے میں قیام پسند فرمایا۔ ایک رات اتفاقاً اوپر چھت پر پانی سے بھرا ہوا گھڑا ٹوٹ گیا۔ چھت کچی تھی جس پر حضرت ایوب انصاریؓ کو خیال آیا کہ مبادا چھت ٹپکے اور پانی نیچے جائے اور حضور ﷺ کو تکلیف ہو۔ ان میاں بیوی کے پاس ایک ہی لحاف تھا جو پانی میں ڈال دیا تاکہ پانی اس میں جذب ہو جائے اور میاں بیوی نے تمام رات بغیر لحاف کے بسر کی۔ صبح ہوئی تو حضرت ایوب انصاریؓ نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کا واقعہ بیان کیا اور درخواست کی کہ حضور ﷺ اوپر کے حصے میں تشریف لے جائیں چنانچہ بعد میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوپر ٹھہرنا منظور فرمالیا۔

یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے وقت پیش آیا۔ عروہ بن مسعود جو قریش مکہ کی طرف سے سفارت کی غرض سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا جب واپس قریش مکہ کے پاس پہنچا تو اس نے قریش کو مخاطب کر کے کہا۔ قریش کے لوگو! سنو میں نے بہت سے سفر کر کے تجربات حاصل کیے ہیں بہت سے بادشاہوں سے ملا ہوں۔ میں نے عجم کے کسریٰ، روم کے قیصر اور حبش کے نجاشی سے ملاقاتیں کی ہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے

Marfat.com

کوئی ایسی شخصیت نہیں دیکھی جس کا لوگ اتنا احترام کرتے ہیں جتنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کرتے ہیں۔ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کرتے ہیں تو وہ غسالہ کو تبرک کے طور پر لینے میں سبقت کرتے ہیں اور اس کو اس طرح رغبت سے پیتے ہیں کہ ہم گلاب کا شربت نہیں پیتے اور جب وہ کلی کا پانی منہ سے نکالتے ہیں تو مسلمان اس پانی کو اس طرح آنکھوں سے لگاتے ہیں کہ ہم آنکھوں میں سرمہ بھی نہیں لگاتے اور جب ان کے سر یا ریش مبارک کا بال جدا ہوتا ہے تو مسلمان اس کو اس طرح لیتے ہیں جس طرح ہم دیباج واطلس کو بڑھ کر نہیں لیتے۔ اور جب آپ ﷺ بات کرتے ہیں تو سب تن بے حس کی طرح ساکت وصامت ہو کر سنتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی محبت کا یہ عالم تھا کہ ایک پل بھی آنکھوں سے اوجھل ہونا برداشت نہ کرتے بصورت دیگر بے چین ہو جاتے۔ ان کی دلی خواہش ہوتی کہ ہمیشہ آپ ﷺ کی صحبت میں موجود رہیں اور لذت دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائیں۔ غرضیکہ آپ ﷺ کی جدائی ان کے لیے سوہان روح کے مصداق تھی۔ ان کی خواہش تھی کہ جس طرح دنیا میں آپ ﷺ کی صحبت اور دیدار کی لذت سے سیری حاصل ہوتی ہے اسی طرح عقبٰی میں بھی اس دولت سے بہرہ مند ہوں۔ چنانچہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمیؓ سے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم تھے، ایک بار حضور ﷺ نے فرمایا کہ کچھ مانگو، وہ کہنے لگے جنت میں حضور ﷺ کی رفاقت کا متمنی ہوں۔ ارشاد فرمایا کچھ اور؟ بولے بس صرف اسی ایک چیز کی تمنا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر یہی دولت چاہتے ہو تو نماز بکثرت پڑھا کرو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جب بھی آپ ﷺ یاد آتے تو صحابہ کرامؓ بے اختیار رو پڑتے اور حضور ﷺ سے ابدی مفارقت کا تصور انہیں بے تاب کر دیتا تھا۔

اللهم صل علىٰ محمد و على آل محمد و بارك وسلم۔

Marfat.com

صبر و استقامت

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ط

پس (اے پیغمبر ﷺ!) تم ایسا صبر کرو جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا اور ان کے لیے عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کرو۔ (سورۂ احقاف، آیت ۳۵)

رب العزت اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے کہتا ہے کہ آپ ﷺ کی قوم نے اگر آپ ﷺ کو جھٹلایا یا آپ ﷺ کی قدر نہ کی، آپ ﷺ کی مخالفت کی، آپ ﷺ کو تکالیف پہنچائیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اس سے پہلے بھی اولوالعزم پیغمبروں کو تکالیف پہنچائی گئیں اور انہوں نے مصیبتوں، تکالیف اور ایذا رسانیوں کو صبر سے برداشت کیا۔ تمام انبیاء کرام عیوب سے پاک تھے۔ ان کے ہاں کسی غلطی کا احتمال نہ تھا اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے جو سختیاں اور مصیبتیں جھیلیں ان کی مثال کہیں نہیں ملتی چہ جائیکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی نہ صرف عیوب سے پاک تھی بلکہ صبر و استقامت کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ بڑے بڑے حادثات اور پریشانیوں میں آپ ﷺ نے صبر کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ کفار مکہ نے کیا کیا ظلم اور زیادتی نہیں کی۔ قتل کرنے کی دھمکیاں تک دی گئیں۔ آپ ﷺ کو اسلام کی تبلیغ سے دور رکھنے کی حتی المقدور کوشش کی گئی حتیٰ کہ مقاطعہ کا معاہدہ عمل میں لایا گیا جس کے تحت قبیلہ بنو ہاشم سے میل جول اور معاملات ختم کر دیئے گئے۔ معاہدہ کی رو سے بنو ہاشم کے ساتھ نہ تو شادی بیاہ کی اجازت تھی اور ان سے کسی چیز کے خریدنے اور نہ ہی فروخت کرنے کی اجازت تھی۔ معاہدہ میں یہ بھی درج تھا کہ ان کے ساتھ نہ صلح کی کوشش کی جائے اور نہ ہی کسی قسم کی نرمی برتی جائے۔

اس مقاطعہ کے بعد بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ اس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ ﷺ کے جانثار ساتھی تین سال تک تنگی و ترشی اور ظلم و زیادتی کا شکار ہوتے رہے مگر آپ ﷺ کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔

صبر و استقامت کا ایک واقعہ ہمیں طائف کے مقام پر نظر آتا ہے حضور نبی کریم ﷺ تبلیغ دین کے لیے حضرت زیدؓ بن حارث کے ساتھ تشریف لے گئے تو طائف کے باشندوں

Marfat.com

نے آپ ﷺ پر اس قدر پتھر برسائے کہ آپ ﷺ لہولہان ہو گئے اور بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے جو دعا مانگی وہ بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

''اے اللہ! میں نے اپنے ضعف، بے بسی اور لوگوں کی نظروں میں اپنی تحقیر اور بے سروسامانی کی فریاد تجھ ہی سے کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین اے درماندہ ناتوانوں کے مالک تو ہی میرا رب ہے۔ اے میرے آقا! تو مجھے کس کے سپرد کرتا ہے۔ بیگانوں کے جو ترش رو ہوں گیا دشمن کے جو میرے نیک و بد پر قابو رکھے گا۔ لیکن جب تو مجھ سے ناخوش نہیں ہے تو مجھے اس کی کچھ پروا نہیں، کیونکہ تیری عافیت اور بخشش میرے لیے زیادہ وسیع ہے۔ میں تیری ذات پاک کے نور کی پناہ چاہتا ہوں جس سے آسمان روشن ہوئے اور جس سے تاریکیاں دور ہوئیں اور دنیا و آخرت کے کام ٹھیک ہوئے۔ تجھ سے اس بات کی پناہ چاہتا ہوں کہ مجھ پر غضب نازل کرے یا تیری ناخوشی مجھ پر وارد ہو اور تجھ کو منانا ہے حتیٰ کہ تو راضی ہو جائے اور تیری مدد اور تائید کے بغیر کسی کو کوئی قدرت نہیں''۔ (تاریخ طبری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقعہ پر یہ بھی فرمایا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں ان لوگوں کی تباہی کے لیے کیوں دعا کروں اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا۔ امید ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں ضرور اللہ واحد پر ایمان لانے والی ہونگی۔ (صحیح مسلم)

ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ: ''پس تو اپنے رب کے حکم پر قائم رہ اور ان میں سے کسی گناہگار یا ناشکرے کا کہا نہ مان اور اپنے رب کے نام کا صبح و شام ذکر کیا کر اور رات کے وقت اس کے سامنے سجدے کر اور بہت رات تک اس کی تسبیح کیا کر۔ (سورۂ دہر، آیت ۲۴ تا ۲۶)

رب العزت اپنے پیارے حبیب ﷺ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میری راہ میں صبر و سہار سے کام لو، میری قضا و قدر پر صابر و شاکر رہو۔ دیکھو تو سہی کہ میں اپنی حسن تدبیر سے تمہیں کہاں سے کہاں پہنچاتا ہوں۔ ان کافروں منافقوں کی باتوں میں نہ آنا گو یہ تبلیغ سے روکیں، لیکن تم نہ رکنا۔ بلا رو و رعایت بغیر مایوسی اور تکان کے ہر وقت وعظ و نصیحت، ارشاد و تلقین سے غرض رکھو۔ میری ذات پر بھروسہ رکھو۔ میں تمہیں لوگوں کی ایذا سے بچاؤں گا۔ تمہاری عصمت کا ذمہ دار میں ہوں۔

Marfat.com

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا! کہ میں اللہ کے راستہ میں اس وقت خوف دلایا گیا ہوں جس وقت کوئی بھی نہیں ڈرایا گیا اور اس قدر ستایا گیا ہوں کہ کوئی شخص بھی نہیں ستایا گیا۔ مجھے تیس شب و روز ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلالؓ کے کھانے کے لیے کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے بجز اس تھوڑی سی مقدار کے جو بلالؓ کے بغل میں چھپی ہوئی تھی۔ (شمائل ترمذی)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر صبر کرنے والا اور کون تھا۔ آپ ﷺ کے آگے مصیبتوں کے پہاڑ آئے مگر آپ ﷺ ان کو بخیر و خوبی عبور کرتے رہے۔ قریش مکہ کو ڈر تھا کہ کہیں ان کا آبائی مذہب ختم نہ ہو جائے اور لوگ بتوں کی پوجا کرنے کی بجائے دین حق کی پیروی کرنے لگیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دین اسلام کا راستہ روکنے کے لیے آپ ﷺ پر مصیبتوں اور تشدد کی انتہا کر دی مگر آپ ﷺ خدائی حکم کی پیروی میں دن رات کوشاں رہے اور ظلم و تشدد اور بھوک کی شدت بھی آپ ﷺ کو اس عظیم کام سے روک نہ سکی۔ آخر کار غلبہ اسلام کو ہی ہوا۔

صبر اور شکر احادیث کی روشنی میں

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیزیں نہ بتلاؤں جن سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتا ہے اور درجوں کو بڑھاتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ضرور بتلایئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ ﷺ نے فرمایا وضو کامل کرنا، ناگواری کی حالت میں (کہ کسی وجہ سے وضو کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے مگر پھر ہمت کرتا ہے) اور بہت سے قدم ڈالنا مسجدوں کی طرف (یعنی دور سے آنا یا بار بار آنا) اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ (مسلم و ترمذی)

ایسے وقت وضو کرنا صبر کی ایک مثال ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کسی بندہ کا بچہ مر جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا تم نے میرے بندہ کے بچہ کی جان لے لی، وہ کہتے ہاں۔ پھر فرماتا ہے میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں آپ کی حمد (و ثنا) کی اور انا للہ و انا الیہ راجعون کہا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کے لیے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔ (احمد و ترمذی، حیوۃ المسلمین)

Marfat.com

خلاصہ: کوئی وقت خالی نہیں کہ انسان پر کوئی نہ کوئی حالت نہ ہوتی ہو، خواہ طبیعت کے موافق، خواہ طبیعت کے مخالف، اول حالت پر شکر کا حکم ہے دوسری حالت میں صبر کا حکم ہے تو صبر و شکر ہر وقت کرنے کے کام ہوئے۔ (حیوۃ المسلمین)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص صبر کرنے کی کوشش کرے گا خدا اس کو صبر بخشے گا اور صبر سے بہتر اور بہت سی بھلائیوں کو سمیٹنے والی بخشش اور کوئی نہیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جب تم میں سے کوئی ایسے شخص کو دیکھے جو مال و دولت اور جسمانی بناوٹ یعنی شکل و صورت میں اس سے بڑھا ہوا ہے (اور اس کی وجہ سے اس کے دل میں حرص اور طمع اور شکایت پیدا ہو) تو اس کو چاہئے کہ کسی ایسے بندہ کو دیکھے جو ان چیزوں میں اس سے بھی کمتر ہو (تاکہ بجائے حرص و طمع کے اور شکایت کے صبر و شکر پیدا ہو) (بخاری و مسلم۔ معارف الحدیث)

حضرت صہیبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بندۂ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر معاملہ اور ہر حال میں اس کے لیے خیر ہی خیر ہے۔ اگر اس کو خوشی، راحت اور آرام پہنچے تو وہ اپنے رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے لیے خیر ہی خیر ہے اور اگر اسے کوئی دکھ اور رنج پہنچتا ہے تو وہ (اس کو بھی اپنے حکیم و کریم رب کا فیصلہ سمجھتے اور اس کی مشیت پر یقین کرتے ہوئے) اس پر صبر کرتا ہے اور یہ صبر بھی اس کے لیے سراسر خیر اور موجب برکت ہوتا ہے۔ (مسلم، معارف الحدیث)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ کسی جانی یا مالی مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ کسی سے اس کا اظہار نہ کرے اور نہ لوگوں سے شکوہ و شکایت کرے، تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے۔ (معارف الحدیث)

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب نے آنحضور ﷺ کے پاس کہلا بھیجا کہ میرے بچے کا آخری دم ہے اور چل چلاؤ کا وقت ہے لہٰذا آپ ﷺ اس وقت تشریف لے آئیں۔ آپ ﷺ نے اس کے جواب میں کہلا کے بھیجا اور پیام دیا کہ بیٹی! اللہ تعالیٰ کسی سے جو کچھ لے وہ بھی اسی کا ہے، اور کسی کو جو کچھ دے وہ بھی اسی کا ہے، اور کسی کو جو کچھ دے وہ بھی اسی کا ہے، الغرض ہر چیز ہر حال میں اسی کی ہے۔ (اگر کسی کو دیتا ہے تو اپنی چیز دیتا ہے، اور کسی سے لیتا ہے تو اپنی چیز لیتا ہے)

Marfat.com

اور ہر چیز کے لیے اس کی طرف سے ایک مدت اور وقت مقرر ہے (اور اس وقت کے آ جانے پر وہ اس دنیا سے اٹھالی جاتی ہے) پس چاہیے کہ تم صبر کرو، اور اللہ تعالیٰ سے اس صدمہ کے اجر و ثواب کی طالب بنو۔ صاحبزادی صاحبہ نے پھر آپ ﷺ کے پاس پیام بھیجا اور قسم دی کہ اس وقت حضور ﷺ ضرور ہی تشریف لے آئیں۔ پس آپ ﷺ اٹھ کر چل دیئے اور آپ ﷺ کے اصحاب میں سے سعد بن عبادہؓ، معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ اور بعض اور لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہوئے۔ پس وہ بچہ اٹھا کر آپ ﷺ کی گود میں دیا گیا اور اس کا سانس اکھڑ رہا تھا۔ اس کے اس حال کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس پر سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا حضرت ﷺ یہ کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رحمت کے اس جذبے کا اثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے اور اللہ کی رحمت انہی بندوں پر ہوگی جن کے دلوں میں رحمت کا یہ جذبہ ہو اور جن کے دل سخت اور رحمت کے جذبے سے خالی ہوں گے وہ خدا کی رحمت کے مستحق نہ ہوں گے۔ (بخاری و مسلم۔ معارف الحدیث)

Marfat.com

میانہ روی

حدیث مبارکہ ہے جو میانہ روی اختیار کرتا ہے وہ مفلس نہیں ہوتا۔ ایک اور حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ بہترین کام وہ ہے جو اعتدال سے کیا جائے۔ قریب ہے کہ محتاجی کفر تک پہنچا دے۔

قرآن مجید میں دو طبقوں کا ذکر کیا گیا ہے ایک وہ جو بخل کرتے ہیں اور بخیل کہلاتے ہیں۔ دولت اکٹھی کرتے رہتے ہیں اور خرچ کرنے سے اجتناب کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو فضول خرچی کرتے ہیں اور اسراف کے زمرے میں آتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنی دولت فضول خرچی کی نذر کر دیتے ہیں اور نوبت فاقوں تک پہنچ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں طبقوں کو ناپسند کرتا ہے بلکہ ان دونوں کے درمیانی راستہ یعنی میانہ روی کو پسند کرتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سادہ زندگی گزاری اور اپنی امت کو بھی سادگی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ مقصد یہ تھا کہ لوگ عیش و عشرت میں پڑ کر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت کو ضائع نہ کر دیں۔ حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سادہ زندگی گزارنا ایمان سے ہے۔ (ابوداؤد، حیوۃ المسلمین)

اسراف کرنے والوں کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ: رشتے داروں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور اسراف اور بے جا خرچ سے بچو۔ بے جا اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۲۶۔۲۷)

ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ ہی اسے بالکل ہی کھول دیا کر کہ پھر ملامت کیا ہوا اور پچھتاتا ہوا بیٹھ جائے۔ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۲۹)

اپنا ہاتھ گردن سے باندھنے کے معنی بخل کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید بخل سے بچنے کی تاکید کرتا ہے اور میانہ وری کا راستہ اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نہ تو بخل سے کام لو اور نہ ہی اسراف کی عادت ڈالو بلکہ میانہ وری اختیار کرو۔

Marfat.com

صحیحین میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے فرمایا، ادھر ادھر خدا کی راہ خرچ کرتی رہ، جمع نہ رکھا کر ورنہ اللہ بھی روک لے گا۔ بند باندھ کر روک نہ لیا کرو ورنہ پھر خدا بھی سر بند کر لے گا۔ (صحیح مسلم وصحیح بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا کہ تو راہِ خدا میں خرچ کیا کہ اللہ تجھے دیتا رہے گا۔ (صحیح مسلم شریف)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر صبح دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں۔ ایک دعا کرتا ہے کہ خدایا! سخی کو بدلہ دے اور دوسرا دعا کرتا ہے کہ بخیل کا مال تلف کر۔ (بخاری اور مسلم)

صحیح مسلم شریف میں ہے صدقے خیرات سے کسی کا مال نہیں گھٹتا اور ہر سخاوت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ذی عزت کر دیتا ہے اور جو شخص اللہ کے حکم کی وجہ سے دوسروں سے عاجزانہ برتاؤ کرے اللہ اسے بلند درجے کا کر دیتا ہے۔

حدیث مبارکہ ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سخی اللہ سے قریب ہے، بندوں سے قریب ہے اور جنت سے قریب ہے اور دوزخ سے دور ہے اور بخیل اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے اور دوزخ سے قریب ہے۔ خدا کے نزدیک جاہل سخی عبادت گزار بخیل سے بہتر ہے۔ (ترمذی از حضرت ابو ہریرہؓ)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

کثرتِ مال کی مذمت

ارشاد خداوندی ہے۔ ترجمہ: اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذابوں کی خبر پہنچا دے، جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائیگا۔ پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور بہلو اور کمریں داغ دی جائیں گی، یہ ہے جسے تم اپنے لیے خزانہ بنا رہے تھے۔ پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔ (سورۂ توبہ، آیت ۳۴۔۳۵)

تفسیر ابن کثیر سے نقل ہے۔ مسند عبدالرزاق میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سونے چاندی والوں کے لیے ہلاکت ہے۔ تین مرتبہ آپ ﷺ کا یہی فرمان سن کر صحابہؓ پر شاق گزرا اور انہوں نے سوال کیا کہ پھر ہم کس قسم کا مال رکھیں۔ حضرت عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حالت بیان کر کے یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

Marfat.com

ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور دین کے کاموں میں مدد دینے والی بیوی۔

مسند احمد میں ہے کہ سونے چاندی کی مذمت کی یہ آیت جب اتری اور صحابہؓ نے آپس میں چرچا کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا لو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کر آتا ہوں، اپنی سواری تیز کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملے اور روایت میں ہے کہ صحابہؓ نے کہا پھر ہم اپنی اولادوں کے لیے کیا چھوڑ جائیں روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کے پیچھے ہی پیچھے حضرت ثوبانؓ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے سوال پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اسی لیے مقرر فرمائی ہے کہ بعد کا مال پاک ہو جائے۔ میراث کا مقرر کرنا بتلا رہا ہے کہ جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

ایک حدیث مبارکہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''اگر جب لوگ سونا چاندی جمع کرنے لگیں تو ان کلمات کو بکثرت کہا کرو۔ ترجمہ: یا اللہ! میں تجھ سے کام کی ثابت قدمی اور بھلائیوں کی پختگی اور تیری نعمتوں کا شکریہ اور تیری عبادتوں کی اچھائی اور سلامتی والا دل اور سچی زبان اور تیرے علم میں جو بھلائی ہے وہ اور تیرے علم میں جو برائی ہے اس سے پناہ اور جن کی برائیوں کو تو جانتا ہے ان سے استغفار طلب کرتا ہوں میں مانتا ہوں کہ تو تمام غیب کا جاننے والا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایسے مالداروں کے جسم اتنے لمبے چوڑے کر دیئے جائیں گے کہ ایک ایک دینار و درہم اس پر آجائے پھر کل مال آگ جیسا بنا کر علیحدہ علیحدہ کر کے سارے جسم پر پھیلا دیا جائے گا یہ نہیں کہ ایک کے بعد ایک داغ لگے، بلکہ ایک ساتھ سب کے سب۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جو اپنے بعد خزانہ چھوڑ جائے اس کا وہ خزانہ قیامت کے دن زہریلا اژدہا بن کر جس کی آنکھوں پر نقطے ہوں گے اس کے پیچھے لگے گا یہ بھاگتا ہوا پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ وہ کہے گا تیرا جمع کردہ اور مرنے کے بعد چھوڑا ہوا خزانہ۔ آخر اسے پکڑ لے گا اور اس کا ہاتھ چبا جائے گا پھر باقی جسم بھی۔

صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے اس کا مال قیامت کے دن آگ کی تختیوں جیسا بنا دیا جائے گا اور اس سے اس کی پیشانی پہلو اور کمر داغی جائے گی۔ پچاس ہزار سال تک لوگوں کے فیصلے ہو جانے تک تو اس کا یہی حال رہے گا۔ پھر اسے اس کی منزل کی

Marfat.com

راہ دکھا دی جائے گی۔ جنت کی طرف یا جہنم کی طرف۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس اگر احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ تین دن گزرنے کے بعد میرے پاس اس میں سے کچھ بھی بچا ہوا رہے۔ ہاں اگر قرض کی ادائیگی کے لیے میں کچھ رکھ لوں تو اور بات ہے۔

روایت میں ہے کہ ایک اہل صفہ میں سے ایک صحابی کے انتقال کے بعد ان کے تہہ کی آنٹی میں سے ایک دینار نکلا آپ ﷺ نے فرمایا ایک داغ آگ کا۔ پھر دوسرے کا انتقال ہوا اُن کے پاس سے دو دینار برآمد ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا دو داغ آگ کے۔ فرماتے ہیں جو لوگ سرخ و سفید یعنی سونا چاندی چھوڑ کر مرے ایک ایک قیراط کے بدلے ایک ایک تختی آگ کی بنائی جائے گی اور اس کے قدم سے لے کر ٹھوڑی تک اس کے جسم میں اس آگ سے داغ کیے جائیں گے۔

اسراف کی ممانعت

ارشاد خداوندی ہے۔ ''اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل راہ ہوتی ہے''۔ (سورۂ فرقان، آیت ۶۷)

اللہ تعالیٰ اسراف سے منع کرتا ہے بلکہ معتدل راہ (میانہ روی) کی ہدایت کرتا ہے۔ جو بہترین راستہ ہے۔ مسند احمد میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ اپنی گزران میں میانہ روی اختیار کرنا انسان کی سمجھداری کی دلیل ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے جو افراط و تفریط سے بچتا ہے وہ کبھی فقیر و محتاج نہیں ہوتا۔ بزار کی حدیث میں ہے کہ امیری میں، فقیری میں، عبادت میں میانہ روی بڑی ہی بہتر اور احسن چیز ہے۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ راہ خدا میں کتنا ہی چاہو دو اس کا نام اسراف نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ترجمہ ''اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو۔ بے شک اللہ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو''۔ (سورۂ اعراف، آیت ۳۱)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جو چاہو کھاؤ جو چاہو پہنو میں تم پر کوئی الزام نہیں رکھتا۔ لیکن دو خصلتیں بری ہیں ایک تو اسراف دوسرے غرور اور اکڑنا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کھاؤ پیو، پہنو دوسروں کو دو، لیکن اسراف نہ ہونے پائے اور شان و غرور کے لیے نہ

Marfat.com

ہو۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر اس کی نعمتوں کا اثر نمایاں ہو۔ جہاں تک کھانے کا تعلق ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس برتن سے زیادہ منحوس کوئی برتن نہیں جس کو بھرا ہوا پیٹ کہا جائے۔ انسان کے لیے تو چند لقمے بھی کافی ہیں جو اس کو اپنی حالت پر قائم رکھ سکیں اور اگر اور کچھ کھانا ہی چاہتا ہے تو ایک تہائی پیٹ غذا کھالے اور ایک تہائی پانی پی لے اور ایک تہائی بہ آسانی سانس لینے کے لیے چھوڑ دے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اسراف یہ ہے کہ جو جی میں آیا انسان کھالیا کرے۔

لب لباب یہ ہے کہ انسان نہ تو بخل سے کام لے کہ وہ اپنی اور اپنے عزیز و اقارب کی ضروریات پوری نہ کر سکے اور نہ ہی اتنا خرچ کرے کہ اپنی ساری دولت فضول خرچی میں ضائع کر دے کہ نوبت فاقوں تک آ جائے اور اس کے بال بچے مصیبت و پریشانی میں مبتلا ہو جائیں۔ بلکہ میانہ روی کو اپنا شعار بنائے۔

حلال کو حرام کر لینے کی ممانعت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی دو حصوں میں تقسیم تھی۔ ان میں سے ایک بیرونی زندگی تھی یعنی گھر سے باہر کی زندگی، جس میں صحابہ کرامؓ شامل تھے۔ صبح و شام صحابہ کرامؓ کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، اکٹھے نماز پڑھنا، تبلیغ دین اور غزوات میں شرکت وغیرہ شامل تھی۔ دوسری خانگی زندگی تھی جس میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات شامل تھیں۔ جس طرح بیرونی زندگی کے بارے میں صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی زندگی کے ہر پہلو کو بڑے واضح اور مفصل انداز میں بیان کیا ہے بعینہ آپ ﷺ کی خانگی زندگی کو ازواج مطہراتؓ نے بیان فرمایا ہے جس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ازواج مطہرات کے ساتھ اخلاق اور روزمرہ معاملات و معمولات ہمارے سامنے آتے ہیں اور یہ کہ آپ ﷺ کے ازدواجی تعلقات اور حسن معاشرت کی جھلک بھی ان واقعات میں نظر آتی ہے۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خانگی زندگی کا یہ روشن پہلو جو شرافت انسانیت کا اعلیٰ نمونہ ہے ہمارے سامنے ہے۔ آپ ﷺ نے ازواج مطہراتؓ کے حقوق، مساوات و عدل کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ادا فرمائے۔ آپ ﷺ جب کسی سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے جس کے نام قرعہ نکلتا وہی ساتھ جاتیں۔ نماز عصر کے بعد آپ ﷺ روزانہ ازواج مطہراتؓ کے گھروں میں تشریف لے جاتے۔ ان کے پاس بیٹھتے، ان کے حالات معلوم کرتے۔ حضور

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باری باری ہر زوجہ مطہرہ کے گھر رات بسر فرماتے۔ کھانے پینے میں ازواج مطہراتؓ کو کوئی روک ٹوک نہ تھی جو چاہتیں کھاتیں جو چاہتیں پہنتیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق بھی دی لیکن پھر رجوع فرمالیا اور ازواج مطہراتؓ سے ایلا بھی کیا تھا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خانگی زندگی کا ایک مشہور واقعہ جسے قرآن نے بیان کیا ہے درج ذیل ہے۔

ترجمہ: اے نبی جس چیز کو اللہ نے تیرے لیے حلال کر دیا ہے اسے تو کیوں حرام کرتا ہے۔ کیا تو اپنی بیویوں کی رضا مندی حاصل کرنا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (سورۂ تحریم، آیت ۱)

سورۂ تحریم کی یہ آیت مبارکہ اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہد کو اپنے اوپر حرام فرمالیا تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ ام المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش کے ہاں ٹھہر کر شہد تناول فرمایا کرتے تھے تو میں نے اور ام المومنین حضرت حفصہؓ نے باہم مشورہ کیا کہ ہم دونوں میں سے جس کے گھر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں تو وہ آپ ﷺ سے عرض کرے کہ آپ ﷺ سے مغافیر کی بو آرہی ہے، کیا آپ ﷺ نے مغافیر کھایا ہے؟ چنانچہ جب آپ ﷺ ان دونوں میں سے ایک کے پاس تشریف لائے تو اس نے یہی بات کہی، آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! میں نے زینب بن جحشؓ کے پاس شہد پیا تھا اور اب کبھی نہیں پیوں گا اس موقع پر یہ آئمہ کریمہ نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری)

اس سلسلے میں صحیح بخاری میں اس واقعہ کی ایک اور حدیث تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد اور شیرینی بہت مرغوب تھی اور آپ ﷺ کا معمول تھا کہ نماز عصر سے فارغ ہو کر ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جایا کرتے اور ان میں سے کسی ایک سے قربت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ ام المومنین حضرت حفصہؓ کے ہاں تشریف لے گئے اور وہاں معمول سے زیادہ دیر ٹھہرے، جس کی وجہ سے مجھے رشک آیا، پھر میں نے اس کی وجہ سے دریافت کی تو

Marfat.com

معلوم ہوا کہ حضرت حفصہؓ کو ان کے قبیلہ کی کسی عورت نے شہد کی ایک کپی بطور تحفہ بھیجی تھی تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس میں سے کچھ شہد پلایا تھا۔ چنانچہ میں نے خود سے طے کیا کہ میں اس سلسلہ میں ضرور کوئی حیلہ کروں گی (کہ آپ ﷺ آئندہ یہ شہد نوش نہ فرمائیں) چنانچہ میں نے ام المومنین حضرت سودہ بنتؓ زمعہؓ سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آپ ﷺ کے پاس تشریف لائیں۔ اور آپ کے قریب آئیں تو آپ کہیے گا: کیا آپ ﷺ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ ﷺ یقیناً فرمائیں گے ''نہیں''، تو آپ کہیے گا: پھر یہ بو کیسی ہے۔ جو مجھے آپ ﷺ سے آرہی ہے؟ آپ ﷺ یقیناً فرمائیں گے کہ مجھے حضرت حفصہؓ نے تھوڑا سا شہد پلایا تھا۔ اس پر کہیے گا: غالباً مکھی شہد لینے کے لیے درخت عرفط (جس کا گوند مغافیر کہلاتا ہے) بیٹھی ہوگی اور یہی بات میں کہوں گی اور اے صفیہؓ آپ بھی یہی کہیے گا! حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت سودہؓ نے (بعدازاں مجھ سے کہا) کہ بخدا! پھر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دروازے پر تشریف لائے تو میں نے تمہارے ڈر سے فوراً یہ بات آپ ﷺ سے کہنا چاہی جو تم نے مجھ سے کہی تھی۔ بہرحال جب آپ ﷺ حضرت سودہؓ سے قریب ہوئے تو حضرت سودہؓ نے آپ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں''! حضرت سودہؓ نے کہا: پھر یہ بو کیسی ہے جو مجھے آپ ﷺ سے آرہی ہے؟ فرمایا: (حضرت) حفصہؓ نے مجھے قدرے شہد پلایا تھا۔ حضرت سودہؓ نے کہا: ہوسکتا ہے مکھی نے ''عرفط'' چوس لیا ہو، بعدازاں جب آپ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو میں نے بھی آپ ﷺ سے یہی کچھ کہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب آپ ﷺ حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں شہد پیش خدمت کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں!

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ حضرت سودہؓ نے (بعدازاں) مجھ سے کہا: بخدا! ہم نے آپ ﷺ کو شہد سے محروم کردیا ہے تو میں نے ان سے کہا: چپ رہو۔ (صحیح بخاری)

طلاق لینے یا نہ لینے کا اختیار

روایت ہے کہ ایک بار تمام ازواج مطہراتؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئیں کہ ان کا نان ونفقہ بڑھایا جائے جسے آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ جس پر یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔

Marfat.com

ترجمہ: اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تمہاری مراد زندگانی دنیا اور زینت دنیا ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا دوں اور تمہیں اچھائی کے ساتھ چھوڑ دوں اور اگر تمہاری مراد خدا تعالیٰ اور رسولِ خدا ﷺ اور آخرت کا گھر ہے تو یقین مانو کہ تم سے نیک کام کرنے والیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت زبردست اجر چھوڑ رکھے ہیں۔ (سورۂ احزاب، آیت ۲۸۔۲۹)

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ اپنی بیویوں کو دو باتوں میں سے ایک کی قبولیت کا اختیار دیں۔ اگر تم دنیا اور اس کی رونق پر ریجھی ہوئی ہو تو آؤ میں تمہیں اپنے نکاح سے الگ کر دیتا ہوں اور اگر تم تنگی ترشی پر یہاں صبر کر کے خدا کی خوشی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی چاہتی ہو اور آخرت کی رونق پسند ہے تو صبر و سہار سے میرے ساتھ زندگی گزارو، اللہ تعالیٰ تمہیں وہاں کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا کہ اپنی ازواج مطہراتؓ کو اختیار دیں کہ وہ دنیا اور آخرت میں کسی ایک کو منتخب کر لیں تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے مجھ سے بات کی اور فرمایا: میں تم سے ایک معاملہ کا ذکر کرتا ہوں لیکن تم اس سلسلہ میں جلد بازی سے کام نہ لینا اور جب تک اپنے والدین سے مشورہ نہ کر لو کچھ نہ کہنا! حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آپ ﷺ کو اس بات کا یقین تھا کہ میرے والدین مجھے کسی صورت میں آپ ﷺ سے علیحدہ ہونے کا مشورہ نہ دیں گے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ یہ ہدایت دینے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے ترجمہ: ''اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں سے کہو، اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر بھلے طریقے سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور دارِ آخرت کی طلب گار ہو تو جان لو کہ تم میں سے جو نیکوکار ہیں اللہ نے ان کے لیے بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں! میں نے عرض کیا کہ آخر اس میں کون سی ایسی بات ہے جس کے سلسلہ میں میں اپنے والدین سے مشورہ لوں؟ میں تو اللہ، رسول اللہ ﷺ اور دارِ آخرت کی طالب ہوں۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد تمام ازواج مطہراتؓ نے وہی جواب دیا جو میں نے دیا تھا۔ (صحیح بخاری)

ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں (طلاق لینے یا نہ لینے) کا اختیار دیا تھا تو ہم نے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا انتخاب کیا تھا اور

Marfat.com

اس اختیار دینے کو آپ ﷺ نے ہمارے حق میں کچھ بھی (یعنی طلاق وغیرہ) خیال نہیں کیا تھا۔ (صحیح بخاری)

مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا۔ لوگ آپ ﷺ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ اندر تشریف فرما تھے۔ اجازت نہیں ملی۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بھی آ گئے اجازت چاہی لیکن انہیں بھی اجازت نہ ملی۔ تھوڑی دیر میں دونوں کو یاد فرمایا گیا، دیکھا کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ آپ ﷺ کے پاس بیٹھی ہیں اور آپ ﷺ خاموش ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا دیکھو میں خدا کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہنسا دیتا ہوں۔ پھر کہنے لگے یا رسول اللہ! کاش کہ آپ ﷺ دیکھتے میری بیوی نے آج مجھ سے روپیہ پیسہ مانگا میرے پاس تھا نہیں جب زیادہ ضد کرنے لگیں تو میں نے اٹھ کر گردن ناپی۔ یہ سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے اور فرمانے لگے یہاں بھی یہی قصہ ہے۔ دیکھو یہ سب بیٹھی ہوئی مجھ سے مال طلب کر رہی ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ حضرت عائشہؓ کی طرف لپکے اور حضرت عمرؓ حضرت حفصہؓ کی طرف، اور فرمانے لگے افسوس تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ مانگتی ہو جو آپ ﷺ کے پاس نہیں۔ وہ تو کہیے خیر گزری جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں روک لیا ورنہ عجب نہیں دونوں بزرگ اپنی اپنی صاحبزادیوں کو مارتے۔ اب تو سب بیویاں کہنے لگیں کہ اچھا قصور ہوا۔ اب ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہرگز اس طرح تنگ نہ کریں گے۔

صلی اللہ علی حبیبہ محمد و آلہ وسلم۔

Marfat.com

کل کائنات کے نبی ﷺ

حسینوں میں حسیں ایسے کہ محبوبِ خدا ٹھہرے
وہ نبیوں میں نبی ایسے کہ فخر الانبیاءؑ ٹھہرے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبین اور رحمۃ اللعالمین کے عظیم القاب سے نوازے گئے۔ آپ ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد تمام آسمانی کتابیں، صحیفے اور شریعت منسوخ ہو گئی۔ اب صرف قرآن مجید اور شریعت محمدی جاری وساری ہے اور قیامت تک اس پر عمل ہوگا۔ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ آخر میں جب حضرت عیسیٰؑ آسمان سے تشریف لائیں گے تو وہ بھی شریعت محمدی کی پیروی کریں گے۔

خدائے بزرگ و برتر نے زمین کو انسانیت کی آماجگاہ بنایا اور تخلیق کائنات کا عمل کن، فیکون کے امر سے عالم وجود میں آیا۔ عالم کائنات کو مختلف النوع مخلوق سے آباد کیا اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔

افضل الانبیاء

انسانوں کی اخلاقی تربیت کے لیے انبیاء مبعوث ہوتے رہے جو اپنے اپنے ادوار میں انسانوں کی بھلائی اور خدا بزرگ و برتر کی وحدانیت کی تعلیم دیتے رہے اور آخر میں حضور نبی کریم تشریف لائے اور رب العزت نے آپ ﷺ کو سابقہ تمام انبیاء کرام سے درجہ اور مرتبہ میں افضل قرار دیا۔ چنانچہ حدیث مبارکہ ہے۔

''ابو سفیان خدریؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ باتیں بلا فخر کہتا ہوں کہ قیامت کے روز میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور لواء حمد بھی میرے ہاتھ میں ہوگا اور تمام انبیاء میرے ہی علم کے نیچے ہوں گیا ورسب سے پہلے میری ہی قبر کھلے گی اور سب سے پہلے میں ہی شفاعت کروں گا اور میری شفاعت قبول ہوگی۔

(ترمذی، کتاب المناقبت)

بعض روایتوں میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب نبیوں کا امام اور ان کا خطیب اور شفاعت کرنے والا میں ہی ہوں گا۔

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے انبیاء پر چھ چیزوں میں فضیلت ہے اول یہ کہ مجھے جوامع الکلم عطا ہوئے ہیں۔ دوسرے مخالفین کے دلوں میں میرا رعب بیٹھ کر میری امداد ہو جاتی ہے، تیسرے میرے لیے غنیمت کا مال حلال کر دیا گیا ہے، چوتھے تمام زمین میرے اور میری امت کے لیے مسجد اور پاک کرنے والی کر دی گئی ہے، پانچویں یہ کہ میں تمام مخلوق کے لیے پیغمبر ہوں، چھٹے مجھ پر نبیوں کا آنا ختم ہو گیا ہے۔ (صحیح مسلم)

سابقہ انبیاء

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی خاص قوم یا ملک کے لیے نبی بن کر نہیں آئے بلکہ کل کائنات کے نبی بن کر تشریف لائے جب کہ سابقہ انبیاء خاص خاص زمانوں، خاص خاص مقامات اور خاص خاص اقوام کے لیے مبعوث ہوئے جس کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ: ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں مجھ کو تمہارے لیے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ ان کی قوم کے آبرودار لوگوں نے کہا کہ ہم تم کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں تو ذرا بھی غلطی نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا رسول ہوں۔ تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں خدا کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں۔

(سورۂ اعراف، آیت ۵۹ تا ۶۲)

ترجمہ: اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا! اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں، سو کیا تم نہیں ڈرتے۔ ان کی قوم میں جو آبرودار لوگ تھے انہوں نے کہا ہم تم کو کم غلطی میں دیکھتے ہیں اور ہم بیشک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں ذرا کم عقلی نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔ اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آ گئی تا کہ

Marfat.com

وہ شخص تم کو ڈراوے اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قوم نوحؑ کے بعد آباد کیا اور ڈیل ڈول میں تم کو پھیلاؤ زیادہ دیا سو خدا کی نعمتوں کو یاد کرو۔ تا کہ تم کو فلاح ہو۔

(سورۂ اعراف، آیت ۶۵ تا ۶۹)

ترجمہ: اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل آ چکی ہے۔ یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لیے دلیل ہے سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو دردناک عذاب آ پکڑے۔ اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ نے تم کو عاد کے بعد آباد کیا اور تم کو زمین پر رہنے کو ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر ان میں گھر بناتے ہو۔ سو خدا کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔ ان کی قوم میں جو منکر سردار تھے انہوں نے غریب لوگوں سے جو کہ ان میں سے ایمان لائے تھے پوچھا کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالحؑ اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بیشک ہم تو اس پر پورا یقین رکھتے ہیں جو ان کو دے کر بھیجا گیا ہے۔ وہ منکر لوگ کہنے لگے کہ تم جس بات پر یقین لائے ہو ہم تو اس کے منکر ہیں۔ غرض اس اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ اے صالحؑ! جس کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اس کو منگوایئے اگر آپ پیغمبر ہیں۔ پس آ پکڑا ان کو زلزلہ نے سو اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔

اس وقت صالحؑ ان سے منہ موڑ کر چلے، اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم! میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔

(سورۂ اعراف، آیت ۷۳ تا ۷۹)

ترجمہ: اور ہم نے لوط کو بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہاں والوں میں سے نہیں کیا۔ تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم حد ہی سے گزر گئے۔ اور ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔ سو ہم نے لوط کو اور ان کے متعلقین کو بچا لیا بجز ان کی بیوی کے کہ وہ ان ہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے۔ اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا

Marfat.com

سو دیکھو تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔ (سورۂ اعراف، آیت ۸۰ تا ۸۴)

ترجمہ: اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا۔ اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آ چکی ہے تو تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو۔ اور لوگوں کا ان چیزوں میں نقصان مت کیا کرو۔ اور روئے زمین میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کر دی گئی۔ فساد مت پھیلاؤ یہ تمہارے لیے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو۔ (سورۂ اعراف، آیت ۸۵)

جس طرح حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ اور حضرت لوطؑ کی قوموں کو نافرمانی کی بنا پر عذاب میں مبتلا کر دیا گیا اور یہ قومیں صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔ تاریخ میں صرف ان کا نام اور ذکر باقی رہ گیا ہے اسی طرح حضرت شعیبؑ کی قوم پر بھی عذاب ہوا جس کا ذکر قرآن مجید اس طرح بیان کرتا ہے۔

ترجمہ: پس ان کو زلزلے نے آ پکڑا۔ سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔ جنہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی ان کی یہ حالت ہوگئی جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ جنہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی وہی خسارے میں پڑ گئے۔

(سورۂ اعراف، آیت ۹۱۔۹۲)

سورہ اعراف میں حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے ذکر میں ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ: پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا سو ان لوگوں نے ان کا بالکل حق ادا نہ کیا۔ سو دیکھئے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا۔

(سورۂ اعراف، آیت ۱۰۳)

سابقہ قوموں کی طرح فرعون اور اس کے پیروکاروں پر بھی عذاب الٰہی نازل ہوا جس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح بیان ہوا ہے۔

ترجمہ: پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون کہ یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے۔ سو وہ تکبر کرتے رہے اور وہ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ۔

(سورۂ اعراف، آیت ۱۳۳)

ترجمہ: پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا یعنی ان کو دریا میں غرق کر دیا اس سبب سے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان سے بالکل ہی بے توجہی کرتے تھے۔ اور ہم نے ان لوگوں

Marfat.com

کو جو بالکل کمزور شمار کیے جاتے تھے۔اس سرزمین کے پورب پچھم کا مالک بنادیا جس میں ہم نے برکت رکھی اور آپ کے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہو گیا اور ہم نے فرعون کے اور اس کی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنواتے تھے سب کو درہم برہم کر دیا۔ (سورۂ اعراف، آیت ۱۳۶۔۱۳۷)

غرضیکہ مختلف ادوار اور زبانوں میں انبیاء مبعوث ہوئے جنہوں نے خالق کائنات کے ابدی پیغام کو اپنی اپنی امتوں تک پہنچایا۔مگر اکثر نے اس کی نفی کی اور عذاب کے مرتکب ہوئے جب کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل دنیا، بلکہ تمام جہانوں اور تمام مخلوقات کے لیے ان کے وجود و نمود سے بہت پہلے سے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہر زمان اور ہر مکان کے لیے بھیجے گئے ہیں۔جس کا ثبوت قرآن مجید اور احادیث سے ملتا ہے۔

نبوت قبلِ عالم

سورۂ احزاب میں اس میثاق کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے انہیں دنیا میں بھیجنے سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق عالم ارواح میں لیا اور اس عہد کا گواہ خود حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے کو بنایا ''و اذا اخذا للہ میثا ق النبیین''۔

ترجمہ: جب کہ ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا بالخصوص تجھ سے اور نوحؑ سے اور ابراہیمؑ سے اور موسیٰ سے اور مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ سے اور عہد بھی ہم نے ان سے پکا اور پختہ لیا تا کہ آخر کار خدا سچوں سے ان کی سچائی دریافت فرمائے، نہ ماننے والوں کے لیے ہم نے المناک عذاب تیار کر رکھے ہیں۔ (سورہ احزاب، آیت ۷۔۸)

باری تعالیٰ نے مبعوث ہونے والے انبیاء کی ارواح کو اکٹھا کر کے عہد لیا تھا کہ ایک دوسرے کی تصدیق کریں اور اس بات کی بھی تصدیق کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اعلان کی بھی تصدیق کریں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔یہ بات پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت خلقِ عالم کے قبل سے ثابت ہے اور یہ کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

روح کی حقیقت

سورۂ احزاب کی آیات ۷۔۸ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کے ساتھ ہی تمام انسانوں، جمادات، نباتات اور حیوانات کی روحیں بنادی تھیں۔انسانی جسم

Marfat.com

گوشت پوست اور ہڈیوں کا مرکب ہے مگر جب تک اس میں روح نہ ہو تو یہ جسم بے کار ہے۔مردہ ہے۔روح عالم امر کی چیز ہے اور خدا تعالیٰ کے حکم سے جس پر فائز ہوتی ہے۔یہ حقیقت ہے کہ روح باقی ہے،جسم فانی ہے۔جسم کی بقا روح سے ہے اگر روح نہ ہو تو جسم بے کار ہے نہ جسم میں حرکت ہوگی نہ نشو ونما۔ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ:''لوگ آپ سے روح کی نسبت سوال کرتے ہیں۔آپ ﷺ فرما دیجئے کہ روح میرے اللہ کے امر سے ہے اور تمہیں تھوڑا علم دیا گیا ہے۔انسان کی پیدائش اور اس میں روح کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا!

ترجمہ:اور جس نے جو چیز بنائی اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔پھر اس کو درست کیا اور پھر اس میں روح پھونکی اور تمہارے کان اور آنکھ اور دل بنائے۔ (سورہ سجدہ)

سب سے پہلی روح

سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمام روحوں میں سب سے پہلی روح کون سی پیدا کی گئی؟ یعنی سب سے پہلے نبوت کا عہدہ کس پاک روح کو عطا ہوا؟ اس کا جواب اس حدیث مبارکہ سے ملتا ہے۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں! مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور (روح مبارک) اپنے نور کے فیض سے پیدا کیا۔پھر وہ نور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جہاں جہاں منظور ہوا سیر کرتا رہا۔اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم،نہ بہشت تھی نہ دوزخ،نہ فرشتے نہ آسمان،نہ زمین،نہ سورج،نہ چاند،نہ جن وانسان تھے۔(آگے حدیث لمبی ہے۔المواہب الدنیہ)

حدیث بالا کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ سب سے اول حضور نبی کریم ﷺ کی روح مبارک پیدا ہوئی۔ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

حضرت عرباضؓ بن ستاریہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''میں حق تعالیٰ کے یہاں خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ابھی خمیر ہی میں تھے''۔ یعنی ان کا پتلا بھی تیار نہ ہوا تھا۔ (مشکوٰۃ،امام احمد،امام بیہقی)

Marfat.com

ابن سعد نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:
''یا رسول اللہ! آپ ﷺ کب نبی بنائے گئے؟'' فرمایا'' آدمؑ اس وقت روح اور جسم کے درمیان میں تھے، جب کہ مجھ سے عہد لیا گیا تھا۔ (جس کا ذکر سورۂ الاحزاب میں ہے) اور حضرت امام زین العابدینؓ اپنے والد امام حسینؓ کے واسطے سے اپنے دادا حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!'' میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے سے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور (روح) تھا۔
(المواہب الدنیہ)

کل انسانوں کے لیے نبی

کائنات ومخلوقات کی چھ قسمیں ہیں۔ جمادات، نباتات، حیوانات، جنات، فرشتے، انسان عوام وخواص یعنی انبیاء تک حضور نبی کریم ان سب کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ:'' اور ہم نے تو آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے، لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے''۔ (سورہ سبا، آیت ۲۸)

یہاں باری تعالیٰ اپنے بندے اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرما رہا ہے کہ ہم نے تجھے تمام کائنات کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ایک اور جگہ فرمان خداوندی ہے۔ ترجمہ:''یعنی اعلان کر دو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں''۔
(سورہ الاعراف، آیت ۱۵۸)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمان والوں پر اور نبیوں پر سب پر فضیلت دی ہے۔ لوگوں نے اس کی دلیل دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو قرآن فرماتا ہے کہ ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ کھلم کھلا تبلیغ کر دے اور آنحضرت ﷺ کی نسبت فرمایا کہ ہم نے تجھے عام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:'' مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ ایک مہینے کی مسافت تک رعب کی مدد مجھ کو عطا فرمائی گئی ہے۔ اور کل زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور

Marfat.com

پاکیزہ بنادی گئی۔ سو میری امت کا ہر آدمی جہاں نماز کا وقت آجائے وہیں پڑھ لے۔ اور میرے لیے مال غنیمت حلال کردیا گیا، جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کیا گیا۔ اور مجھے شفاعت کا مرتبہ دیا گیا ہے۔ اور ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں''۔

مسلم شریف کی ایک اور حدیث میں یوں ہے کہ ''میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور مجھ سے نبیوں کو ختم کردیا گیا۔

خیال رہے کہ تمام لوگوں اور تمام انسانوں میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کرتا قیامت آنے والے سب شامل ہیں۔ ان سب انسانوں کے لیے حضور نبی کریم ﷺ کو پیغمبر بنایا گیا ہے۔

ایمان لانے کا عہد

باری تعالیٰ نے ایک عہد تو مبعوث ہونے والے انبیاء سے لیا جس کا ذکر سورۂ احزاب میں آیا ہے اور پچھلے صفحات میں بھی اس کا ذکر دیا گیا ہے اس کے علاوہ باری تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کی ارواح مبارک سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے بارے میں بھی عہد لیا۔

ترجمہ: ''اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا انبیاء سے کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں، پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے، جو مصداق ہو اس علامت کا جو تمہارے پاس ہے، تو تم ضرور اس رسول پر اعتقاد بھی رکھنا اور اس کی مدد بھی کرنا، فرمایا! آیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد قبول کیا؟ بولے: ہم نے اقرار کیا۔ ارشاد فرمایا: تو گواہ رہنا اور میں اس پر تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ (سورہ آل عمران، آیت ۸۱)

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک کے تمام انبیاء کرام سے وعدہ لیا کہ جب کبھی ان میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کتاب وحکمت دے اور وہ بڑے مرتبے تک پہنچ جائے پھر اس کے بعد اسی کے زمانے میں رسول ﷺ آجائے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی نصرت وامداد کرنا اس کا فرض ہوگا۔ یہ نہیں کہ اپنے علم ونبوت کی بنا پر اپنے آنے والے نبی کی اتباع اور امداد سے رک جائے۔ ان انبیاء کرام سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو۔ سب نے اقرار کیا۔ تو فرمایا گواہ رہو اور میں خود بھی گواہ ہوں۔

Marfat.com

حضرت ابن جریر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت بیان کی ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور ان کے بعد والے نبیوں میں کوئی نبی نہیں بھیجا، مگر اس سے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں یہ عہد لیا کہ اگر وہ ان کی زندگی میں بھیجے گئے تو یہ ان پر ایمان لائیں گے اور ان کی مدد کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو یہ حکم بھی دیتے تھے کہ وہ اپنی قوم سے اس کا عہد لیں۔

امام رازی لکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارے پاس پاک صاف شریعت لایا ہوں۔ خدا کی قسم اگر موسیٰؑ بن عمران زندہ ہوتے تو ان کے لیے بھی میرے اتباع کے سوا کوئی گنجائش نہ رہتی۔ (تفسیر کبیر) بعض حدیثوں میں ہے کہ اگر حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔

احادیث میں ہے کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور وہ حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی پیروی کریں گے۔ حدیث کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انبیاء سے عہد لینے کا مقصد یہ ہے کہ تمام انبیاء جان لیں کہ آپ ﷺ ان سب سے بڑھ کر ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء اور امام اعظم ہیں اسی لیے آخرت میں سب آپ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ہونگے۔ معراج کا واقعہ اس کا بین ثبوت ہے کہ تمام انبیاء نے بیت المقدس میں آپ ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی۔ اسی طرح میدان حشر میں خدا تعالیٰ کے فیصلوں میں آپ ﷺ شفیع ہونگے۔ یہی وہ مقام محمود ہے جو آپ ﷺ کے سوا اور کسی کے لائق نہیں۔

علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتوں کی طرف بھی مبعوث ہیں بلکہ اس پر یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام اور تمام قدیم امتوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ''میں سب انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں'' اس لیے آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک تمام انسانوں حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام ان کی امتوں اور دوسرے انسانوں، فرشتوں، جمادات، نباتات، حیوانات سب کے لیے حضور ﷺ نبی ہیں اور سب پر حضور ﷺ کی پیروی فرض ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام انسانوں کے لیے نبی ہونے کی دلیل

Marfat.com

قرآن مجید کی اس آیت سے ملتی ہے۔

ترجمہ: ''اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے، سب کو ڈراؤں۔ (سورۂ الانعام، آیت ۱۹)

قرآن مجید جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ایک عظیم معجزہ ہے اور یہ رہتی دنیا تک رہے گا لہٰذا قرآن مجید کے نازل ہونے سے لے کر ابد تک جن جن کو قرآن مجید پہنچے ان سب پر حضور ﷺ کی نبوت ثابت ہوئی خواہ انسان ہوں یا جن ہوں یا فرشتے ہوں۔ آپ ﷺ سب کے لیے نبی ہیں۔

اعلیٰ کمالات و درجات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات، اعلیٰ صفات، اخلاق و خصائل اور صفات جمال کا احاطہ کرنا اور بیان کرنا انسان کے بس میں نہیں۔ اس لیے بھی کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے سے اپنے پروردگار میں ایک نور (روح) تھا'' یہ اعلیٰ صفات و کمالات کسی دوسرے پیغمبر کے حصے میں نہیں آئیں ماسوائے اللہ تعالیٰ کے ''فَلِلّٰهِ الحَمدُ رَبِ العٰلَمِین'' (اللہ تعالیٰ ہی کے لیے تمام خوبیاں ہیں)۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصی امتیاز کے بارے میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تہذیب'' میں رقم طراز ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اخلاق و عادات کی تمام خوبیاں اور کمالات اور اعلیٰ صفات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی میں جمع فرما دیں تھیں آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین کے علوم سے جو آپ ﷺ کے شایان شان تھے بہرہ ور فرمایا تھا حالانکہ آپ ﷺ امی تھے۔ کچھ لکھ پڑھ نہ سکتے تھے۔ نہ انسانوں میں سے کوئی آپ ﷺ کا معلم تھا۔ اس کے باوجود آپ ﷺ کو ایسے علوم عطا فرمائے گئے جو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات میں کسی اور کو نہیں دیئے۔ آپ ﷺ کو کائنات ارضی (زمین کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں مگر آپ ﷺ نے دنیوی مال و متاع کے بدلے ہمیشہ آخرت کو ترجیح دی۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حسین، بہادر اور فیاض تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ تمام

Marfat.com

انسانوں میں سب سے اشرف تھے اور آپ ﷺ کے مزاج میں سب سے زیادہ اعتدال تھا اور جس میں یہ اوصاف ہوں تو اس کا ہر فعل بہترین افعال کا نمونہ ہوگا۔ وہ تمام لوگوں میں حسین ترین صورت والا ہوگا اور اس کا خلق اعلیٰ ترین اخلاق کا نمونہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جملہ جسمانی اور روحانی کمالات کے جامع اور خوبصورتی اور نیک سیرتی کے حامل تھے اور سب سے زیادہ کریم، سب سے بڑھ کر سخی اور سب سے بڑھ کر جود وسخا والے تھے۔

تمام جہانوں کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ: بڑی عالی شان ذات ہے جس نے یہ فیصلے کی کتاب یعنی قرآن اپنے خاص بندے پر نازل فرمائی تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔ (سورۂ فرقان، آیت ۱)

مفسرین کے مطابق اس آیت میں ڈرانے کا مفہوم منکروں کو عذاب سے ڈرانا ہے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں کے باشندوں کو انکار کے عذاب سے ڈرانے والے اور سب کے لیے نبی ہیں۔

مسلم شریف کی حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں سے فضیلت دی گئی ہے۔ (۱) مجھ کو کلمات جامعات عطا فرمائے گئے۔ (۲) رعب سے میری مدد فرمائی گئی ہے۔ (۳) میرے لیے غنیمتیں حلال کر دی گئی ہیں۔ (۴) میرے لیے تمام روئے زمین کو سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی چیز بنا دیا گیا۔ (۵) میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ (۶) اور مجھ سے تمام نبیوں کو ختم کر دیا گیا۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ عالمین میں تمام مخلوقات شامل ہے۔ جس میں جنات، انسان یا ملائکہ سبھی شامل ہیں۔ مخلوق میں اعراض وجواہر، جمادات، نباتات، حیوانات، جن وانس وملائک سب داخل ہیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے۔ "قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا" ۝ اے نبی کہہ دو (دنیا جہاں کے) لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا پیغمبر ہوں۔ (الاعراف، آیت ۱۵۸)

اس آیت مبارکہ میں باری تعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہے کہ آپ ﷺ تمام انسانوں کے پیغمبر ہیں۔ قابل غور بات یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے ایمان والوں کی بجائے انسانوں کا ذکر کیا ہے جس میں مسلم وغیر مسلم، سرخ وسفید، کالے گورے سبھی

Marfat.com

شامل ہیں۔ جو بھی آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہے آپ ﷺ کی رسالت ان سب کے لیے ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان مبارک کہ ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا لیکن میں تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور یہ کہ میں تمام سرخ وسفید انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں مطلب یہ کہ آپ ﷺ تمام جہانوں کے نبی ہیں۔

جمادات کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق آپ ﷺ تمام مخلوقات کی طرف رسول ﷺ بنا کر بھیجے گئے ہیں اس مخلوق میں انسان و جنات، ملائکہ وغیرہ کے علاوہ جمادات بھی شامل ہیں۔

قاضی عیاض اندلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ''کتاب الشفاء'' میں رقم طراز ہیں کہ نبی کریم ﷺ تمام جمادات میں بھی تصرف فرماتے تھے۔ اس سلسلے میں چند روایات اس کا بین ثبوت ہیں۔

کنکریوں کا کلمہ پڑھنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کون ومکاں نے ایک مٹھی بھر کنکریاں اپنے دست اقدس میں لیں تو انہوں نے آپ ﷺ کے ہاتھوں میں تسبیح پڑھنا شروع کر دی اور ہم نے خود اپنے کانوں سے ان کا تسبیح پڑھنا سنا۔ پھر آپ ﷺ نے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پکڑا دیں، تو تب بھی وہ تسبیح پڑھتی رہیں پھر ہمارے ہاتھوں میں دے دیں تب بھی وہ تسبیح پڑھتی رہیں۔

اسی طرح حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے ان کی روایت میں ہے کہ اسی طرح کنکریوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں میں بھی تسبیح پڑھی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ہم مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ تو آپ ﷺ ایک جانب تشریف لے گئے۔ پس جو درخت اور پہاڑ آپ ﷺ کے سامنے آتا وہی سلام عرض کرتا کہ السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ

Marfat.com

نے فرمایا جب جبرئیل علیہ السلام میرے پاس پیغام رسالت لائے اسی وقت سے یہ حالت ہے کہ میں جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتا ہوں وہی یوں سلام عرض کرتا ہے السلام علیک یارسول اللہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جس پتھر اور درخت سے گزرتے وہی آپ ﷺ کے لیے سجدہ کرتا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور میری اولاد کو ایک چادر میں چھپایا اور بارگاہ خداوندی میں التجا کی اے اللہ! انہیں دوزخ کی آگ سے اس طرح چھپالینا جیسے میں نے انہیں کپڑے میں چھپالیا ہے اس پر گھر کے درودیوار سے آمین۔ آمین کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

پہاڑ کا کانپنا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حبیب پروردگار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد پہاڑ پر جلوہ افروز ہوئے اور آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ پہاڑ مارے ہیبت کے تھرتھر کانپنے لگا۔ سرور کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے پہاڑ! قرار پکڑ کیونکہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

کعبہ کے بتوں کا گرنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کہ خانہ کعبہ کے اندر تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ جس سال مکہ مکرمہ فتح ہوا اور سرور کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے اندر داخل ہوئے تو آپ ﷺ ایک چھڑی کے ساتھ اشارہ فرماتے تھے جو آپ ﷺ کے دست اقدس میں تھی اور کسی بت کو مطلقاً ہاتھ نہ لگایا اور اس آیت کریمہ کی تلاوت فرماتے جاتے تھے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

تو جس بت کے آپ ﷺ چہرے کی جانب اشارہ فرماتے وہ پیچھے کی جانب گر جاتا اور جس کی پیٹھ کی طرف اشارہ فرماتے وہ منہ کے بل زمین پر آگرتا۔ یہاں تک کہ ایک بت بھی اپنی جگہ کھڑا نہ رہ سکا۔

Marfat.com

شام کا سفر اور راہب

یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے چچا جناب ابو طالب کے ہمراہ شام کی جانب بغرض تجارت جا رہے تھے کہ راستے میں ایک جگہ درخت کے نیچے قیام فرمایا۔ وہاں ایک راہب رہتا تھا جس کے بارے مشہور تھا کہ وہ کسی سے نہیں ملتا۔ قافلے کو وہاں قیام کرتے دیکھ کر وہ راہب وہاں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست اقدس پکڑ کر کہنے لگا یہ کائنات کے سردار ہیں، انہیں رحمت دو عالم بنا کر مبعوث فرمایا جائے گا۔ قافلے والوں نے دریافت کیا کہ آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ اس راہب نے جواب دیا کہ کوئی درخت اور کوئی پتھر ایسا نہیں جو ان کے لیے سجدہ نہ کرتا ہو، اور نبی کے سوا کسی دوسرے کی اس درجہ تعظیم نہیں کی جاتی۔

راوی نے یہ بیان بھی فرمایا ہے کہ راہب نے کہا کہ میں انہیں مہر نبوت کے باعث پہچانتا ہوں جو آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان سیب کی طرح ہے پھر وہ لوٹ گیا اور کھانا لے کر دوبارہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ اونٹ چرانے کے لیے گئے ہوئے تھے۔ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو بادلوں نے آپ ﷺ کے اوپر سایہ کیا ہوا تھا راوی کا بیان ہے کہ قافلے والے درخت کے سایے میں بیٹھے ہوئے تھے مگر جب آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے تو درخت کا سایہ آپ ﷺ کی طرف ہو گیا۔

حیوانات کے نبی ﷺ

حیوانات کے بارے متعدد احادیث اور روایات موجود ہیں کہ جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان جنات اور جمادات کے علاوہ حیوانات کے بھی نبی ﷺ تھے۔ اور آپ ﷺ کا تصرف تھا۔ اس سلسلے کی چند احادیث درج ذیل ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ہم نے ایک بکری پال رکھی تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف فرما ہوتے تو آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر ملحوظ رکھتے ہوئے بکری چپ چاپ کھڑی رہتی اور اتنی دیر ادھر ادھر حرکت نہیں کرتی تھی۔ جب آپ ﷺ تشریف لے جاتے تب کوئی حرکت کرتی۔

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک روز سرورِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان جلوہ افروز تھے کہ ایک اعرابی آ گیا جس نے گوہ پکڑی ہوئی تھی۔ اس نے

Marfat.com

(شمع محفل) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں۔لوگوں نے جواب دیا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں۔اس نے کہالات وعزیٰ کی قسم میں ان پر ہرگز ایمان نہیں لاؤں گا جب تک یہ گوہ ایمان نہ لائے۔ یہ کہہ کر اس نے گوہ آپ ﷺ کے سامنے پھینک دی۔ آپ ﷺ نے گوہ کو مخاطب کیا تو اس نے فصیح زبان میں جواب دیا۔اے قیامت کے جانب جانے والوں کی زیب وزینت! میں حاضر ہوں میں فرمانبردار ہوں۔تمام حاضرین یہ سن رہے تھے۔آپ ﷺ نے دریافت فرمایا تو کس کو پوجتی ہے؟ گوہ نے جواب دیا۔میں اس ذات کو پوجتی ہوں جس کا عرش آسمان میں ہے جس کی سلطنت زمین میں ہے جس کا راستہ سمندر میں ہے جس کی رحمت جنت میں ہے اور جس کا عذاب دوزخ میں ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا۔ بتا میں کون ہوں۔گوہ نے جواب دیا کہ آپ ﷺ پروردگار عالم کے رسول اور سب میں آخری نبی ہیں۔ یقیناً وہ فائدے میں ہے جس نے آپ ﷺ کی تصدیق کی اور وہ ضرور خسارے میں ہے جس نے آپ ﷺ کی تکذیب کی۔اعرابی یہ گفتگو سن کر مسلمان ہو گیا۔

یہ واقعہ فتح خیبر کے وقت پیش آیا۔اس کے راوی حضرت جابر بن عبداللہؓ ہیں اور اس واقعہ کا ذکر ابن اسحاق نے بھی کیا ہے۔شہداءِ خیبر میں ایک صحابی اسود راعی نامی بھی تھے، یہ گلہ بانی کرتے تھے۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ مجھے مسلمان کرلیں۔آپ ﷺ نے انہیں مشرف بہ اسلام کیا تو عرض گزار ہوئے کہ میں اجرت پر یہودیوں کی بکریاں چراتا ہوں۔ یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ یہ اپنے مالکوں کے پاس پہنچ جائیں۔آپ ﷺ نے فرمایا، اٹھو اور ایک مٹھی ریت یا مٹی لے کر ان بکریوں پر پھینک دو وہ خود اپنے مالکوں کے پاس پہنچ جائیں گی۔جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا تمام بکریاں اپنے اپنے مالکوں کے پاس خود بخود چلی گئیں۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں رونق افروز ہوئے اور آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور ایک انصاری بھی تھے۔باغ میں ایک بکری بھی تھی، جس نے سرورِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہی آپ ﷺ کے لیے سجدہ کیا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ عرض گزار ہوئے کہ بکری کی نسبت سجدہ کرنے کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔

Marfat.com

ہرنی کا واقعہ

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک روز جنگل میں تشریف فرما تھے کہ ایک ہرنی نے آپ ﷺ کو مدد کے لیے پکارا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے عرض کی کہ مجھے اس اعرابی نے شکار کرلیا ہے حالانکہ اس پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں اگر آپ ﷺ مجھے تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیں تو میں انہیں دودھ پلا کر واپس لوٹ آؤں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا! کیا تو ضرور ایسا ہی کرے گی؟ ہرنی نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ ﷺ نے ہرنی کو چھوڑ دیا اور وہ چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس لوٹ آئی اور آپ ﷺ نے اسے حسب سابق باندھ دیا۔ اتنے میں وہ اعرابی بیدار ہو گیا اور عرض گزار ہوا۔ یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ کسی حاجت کے تحت یہاں جلوہ افروز ہیں۔ جواب دیا۔ ہاں۔ اس ہرنی کو چھوڑ دے۔ اعرابی نے ہرنی چھوڑ دی۔ تو میدان میں دوڑتی جارہی تھی اور بلند آواز سے کہہ رہی تھی اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد انک رسول اللہ۔ یعنی میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کے لائق اور کوئی نہیں ہے اور میں یہ گواہی دیتی ہوں کہ آپ ﷺ ضرور اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

یوں تو احادیث کی مستند کتابوں میں حیوانات کے بارے میں متعدد احادیث ملتی ہیں کہ حیوانات نے بھی آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کیا ان میں سے چند مشہور احادیث کا ذکر اوپر کردیا گیا ہے تاکہ جاننے والے جان سکیں۔ اس کے علاوہ ایسی احادیث بھی ملتی ہیں کہ درختوں نے بھی آپ ﷺ کا حکم مانا اور آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دی۔ قاضی عیاض اندلسی نے کتاب الشفاء میں ان واقعات اور روایات کا ذکر کیا ہے۔

درختوں کا گواہی دینا اور حکم بجالانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ طلب کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس درخت سے جا کر کہہ دو کہ تجھے اللہ کا رسول بلاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ درخت یہ حکم سنتے ہی آگے پیچھے اور دائیں بائیں کو جھکا جس سے اس کی جڑ اکھڑ گئی پھر وہ زمین کو چیرتا اپنی جڑیں گھسیٹتا اور مٹی اڑاتا بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گیا اور عرض گزار ہوا السلام علیک یا رسول اللہ۔ اعرابی نے

Marfat.com

کہا کہ آپ ﷺ اس درخت کو اپنی اصلی جگہ پر لوٹ جانے کو حکم دیجئے۔ چنانچہ درخت اپنی جگہ لوٹ گیا، جڑیں جم گئیں اور وہ بالکل سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اعرابی عرض گزار ہوا کہ مجھے اپنے لیے سجدہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مخلوق میں سے کسی کے لیے سجدہ کرنے کا میں حکم دیتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کیا کریں۔ اس کے بعد اعرابی نے التجا کی کہ مجھے اپنے دونوں ہاتھوں اور پیروں کو چومنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے چنانچہ اس امر کی اجازت دے دی گئی۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قضائے حاجت کی ضرورت محسوس ہوئی لیکن قریب کوئی درخت نہ تھا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک درخت میدان کے اس کنارے پر ہے اور دوسرا اس کنارے پر۔ آپ ﷺ ایک درخت کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی ایک ٹہنی کو پکڑ کر فرمایا۔ اللہ کے رسول کا حکم مان۔ چنانچہ وہ درخت اس طرح آپ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کرنے لگا جس طرح اونٹ کو نکیل ڈال کر حکم ماننے پر مجبور کر لیا جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ دوسرے درخت کے پاس تشریف لے گئے اور اسے بھی اسی طرح لے آئے یہاں تک کہ دونوں درخت میدان کے وسط میں پہنچ گئے۔ اب آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ خدا کے حکم سے مل جاؤ۔ پس وہ دونوں درخت مل گئے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تمہیں کوئی ایسی جگہ نظر آتی ہے جہاں اللہ کا رسول قضائے حاجت کے لیے بیٹھ سکے؟ میں عرض گزار ہوا، یا رسول اللہ ﷺ ایسی تو کوئی جگہ دکھائی نہیں دیتی۔ فرمایا، کیا کوئی درخت یا پتھر نظر آتا ہے؟ عرض کی، ہاں چند کھجوریں تو تھوڑے فاصلے پر نظر آ رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان سے جا کر یہ کہہ دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں اپنی قضائے حاجت کے لیے طلب کرتے ہیں اور اسی طرح جو پتھر نظر آئے اسے بھی کہہ دینا۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے جا کر ایسا ہی کہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ میں نے ان درختوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کے قریب ہونے لگے یہاں تک کہ آپس میں مل گئے اور پتھر بھی آپس میں اکٹھے ہونے لگے اور کھجوروں کے پیچھے ان کا ڈھیر لگ گیا۔ جب آپ ﷺ قضائے حاجت سے

Marfat.com

فارغ ہوگئے تو مجھے حکم دیا کہ ان سے اپنی اپنی جگہ چلے جانے کے لیے کہہ دو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں نے کھجوروں کو دیکھا کہ ہر درخت ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ پر چلا گیا اور اسی طرح سارے پتھر بھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس رات جنات نے آپ ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہو کر قرآن کریم سننے کی اجازت حاصل کی تھی۔ اسی رات ایک درخت بھی حاضر بارگاہ اقدس ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث جو امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے طریق سے ہے کہ جنات نے بارگاہ رسالت میں یہ عرض کی تھی کہ یا رسول اللہ! آپ ﷺ کی صداقت پر کون گواہ ہے؟ سرورِ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ درخت۔ پھر اس درخت کو حاضر ہونے کا اشارہ فرمایا تو وہ اپنی جڑیں گھسیٹتا ہوا بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گیا اور اس کے اس طرح آتے وقت کافی آواز پیدا ہو رہی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا اگر میں فلاں درخت کو اپنے پاس بلا لوں تو کیا تم مجھے سچا رسول مان لو گے؟ اس نے جواب دیا ضرور مان لوں گا۔ آپ ﷺ نے درخت کو بلایا تو وہ تیزی سے آپ ﷺ کی بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گیا۔ یہاں تک کہ انتہائی قرب کا شرف حاصل کیا اور جب آپ ﷺ نے واپس لوٹنے کی اجازت مرحمت فرمائی تو واپس لوٹ گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی میں ستون کا رونا

گزشتہ صفحات میں درختوں کا آپ ﷺ کا حکم ماننے کے بارے میں چند واقعات کا ذکر کیا گیا۔ آخر میں اس واقعہ کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ مسجد نبوی میں لکڑی کا ستون بھی آپ ﷺ کی جدائی میں رونے لگا تھا۔ اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وامام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا اور اس واقعہ کے متعدد صحابہ کرامؓ راوی ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مسجد نبوی ﷺ پر کھجور کی لکڑیوں کی چھت ڈالی ہوئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سوکھی لکڑی کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ جب منبر تیار کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو ہم نے اس ستون کی اس طرح گریہ زاری سنی جیسے بچہ جننے والی اونٹنی واویلا کرتی ہے۔

حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر شریف پر

Marfat.com

جلوہ افروز ہوئے تو ستون بیل کی طرح چلانے لگا یہاں تک کہ اس کی آواز سے مسجد گونج اٹھی۔
حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت ہے کہ ستون کے رونے کی آواز سن کر تمام حاضرین بھی رونے لگے اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ شفقت اس پر رکھا تو خاموش ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اس ستون کو منبر شریف کے نیچے دفن کر دیا گیا۔

فرشتوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قرآن مجید انسانوں کے علاوہ ملائکہ اور جنات پر بھی نازل ہوا اور اس میں انسانوں کے علاوہ فرشتوں اور جنات کو بھی متعدد بار مخاطب کیا گیا۔ اس رو سے قرآن مجید کا حکم ہر ایک کے لیے ہے اور جو اس حکم میں آتے ہیں صاحبِ قرآن ان سب کے لیے بھی پیغمبر ہیں۔

قرآن مجید میں لفظ عالمین آیا جو سب جہانوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔ سب جہانوں میں زمین اور آسمان اور ان میں بسنے والی مخلوقات شامل ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ: ''اور میں نے جن اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری ہی خاص عبادت کیا کریں''۔ (سورۃ الذاریات، آیت ۵۶)

عالمین کے ساتھ لفظ ''من بلغ'' بھی آیا ہے جس کے معنی ہیں جس جس کو قرآن مجید پہنچے۔ صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید انسانوں اور جنات کے علاوہ فرشتوں کو بھی پہنچا ہے لہٰذا وہ بھی نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماننے اور ان پر ایمان لانے والوں میں شامل ہیں۔

فرشتوں کی مدد

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ساتھ آپ ﷺ کی مدد فرمائی۔ جنگ بدر میں فرشتوں کی امداد کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے۔

ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو سلسلہ وار چلے آئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس کے لیے کی کہ بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جائے اور نصرت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست حکمت والے ہیں۔

(سورہ انفال، آیت ۹-۱۰)

ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ ﷺ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں سو تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ۔ میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا

Marfat.com

ہوں۔ سو تم گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو۔ (سورۂ انفال، آیت ۱۲)

سورۂ آل عمران میں بھی جنگ بدر میں فرشتوں کی مدد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

ترجمہ: واقعہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جنگ بدر میں تمہاری اس وقت مدد فرمائی جب تم بے سروسامان تھے سو اللہ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تمہیں شکر گزاری کی توفیق ہوا ے محمد ﷺ! اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ مومنوں سے فرما رہے تھے کہ کیا تمہارے لیے یہ بات کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتے آسمان سے نازل کر کے ان سے تمہاری مدد فرمائے۔ ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر واستقامت اور تقویٰ اختیار کرو گے تو وہ ابھی ابھی تمہارے پاس آئیں گے۔ بلکہ تمہارا رب پانچ ہزار علامتی نشان والے فرشتے بھیج کر تمہاری مدد فرمائے گا۔ یہ محض اس لیے کہ تمہیں فتح وغلبہ کی خوشخبری ملے اور تمہارے دلوں کو سکون وقرار میسر ہو۔ درحقیقت حقیقی فتح ونصرت تو صرف خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے جو بہت غلبہ والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

طائف کا یہ واقعہ بھلائے نہیں بھولتا کہ حضرت جبرئیلؑ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! ملک الجبال (پہاڑوں کا فرشتہ) حاضر خدمت ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور اسے آپ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ کہ اگر آپ ﷺ اجازت دیں تو طائف کے دونوں طرف جو پہاڑ ہیں ان کو آپس میں ٹکرا کر اہل طائف کا کچومر نکال دے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی الانبیاء ہیں اور ان سب کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور اس پر قرآن و حدیث کی بہت دلیلیں قائم ہیں کہ حضرات انبیاء علیہ السلام فرشتوں سے افضل ہیں تو نتیجہ صاف لازم آ گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتوں کے لیے بھی رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، اور تمام فرشتے بہ طریق اولیٰ حضور ﷺ کے پیروکاروں میں ہوئے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار وزیر مذکور ہیں۔ دو آسمان والوں میں سے اور دو زمین والوں میں سے۔ آسمان والوں میں سے جبرئیلؑ و میکائیلؑ اور زمین والوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمرؓ۔ وزیر تو بادشاہ کا بالکل ہی تابع ہوتا ہے اور پھر جبرئیلؑ و میکائیلؑ علیہ السلام اپنے ہم مشرب تمام فرشتوں کے سردار ہیں جیسے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ تمام مسلمانوں کے سردار ہیں۔

Marfat.com

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کعبؓ سے روایت کیا ہے کہ قبر مبارک پر ہر روز ستر (۷۰) ہزار فرشتے حاضر ہوتے ہیں، پر بچھاتے ہیں، استغفار کرتے ہیں، درود شریف شام تک پڑھتے رہتے ہیں، شام کو آسمان پر چڑھ جاتے ہیں اور دوسرے ستر (۷۰) ہزار فرشتے اسی طرح صبح تک رہتے ہیں۔ تا قیامت یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا۔ جب قیامت کا دن ہو گا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ستر (۷۰) ہزار فرشتوں کے جلو میں باہر تشریف لائیں گے۔

ابن مسعودؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو (زمین میں) پھرتے رہتے ہیں اور میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔

حضرت عمار بن یاسرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرما رکھی ہے پس جو شخص بھی مجھ پر قیامت تک درود بھیجتا رہے گا وہ فرشتہ مجھ کو اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا ہے کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا ہے۔

اس حدیث کو متعدد صحابہ کرامؓ نے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ عرش پر اور ہر آسمان اور جنت کے ہر دروازے اور سب پتوں پر لکھا ہوا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہونا اور دوسرے نبیوں کا نام نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ سب فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول ہونے کے دل سے گواہ رہیں، یعنی ایمان رکھیں۔

جنات کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونا

کہا جاتا ہے کہ انسانوں کی طرح جنات بھی مختلف مذاہب میں بٹے ہوئے ہیں جو اپنے مذاہب کی بنا پر عبادت کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد جنات کی ایک بڑی تعداد حاضر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی جس کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔

ترجمہ: ''اور جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیجا جو قرآن سننے لگے۔ غرض جب وہ لوگ قرآن کے پاس آ پہنچے تو کہنے لگے کہ خاموش ہو جاؤ۔ پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ لوگ (ایمان لا کر) اپنی قوم کے پاس خبر پہنچانے کے لیے واپس گئے۔ کہنے لگے اے بھائیو! ہم ایک عجیب کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد نازل کی

Marfat.com

گئی ہے، جو اپنی پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ حق اور راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے بھائیو! تم اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو اور اس پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دیں گے اور تم کو دردناک عذاب سے محفوظ رکھیں گے۔

(سورۂ الاحقاف، آیت ۲۹ تا ۳۱)

ان آیات کے حوالے سے مختلف روایات ملتی ہیں۔ مسند امام احمد میں حضرت زبیرؓ سے روایت ہے کہ یہ واقعہ نخلہ کا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت نماز عشاء ادا کر رہے تھے۔ یہ سب جنات سمٹ کر آپ ﷺ کے اردگرد بھیڑ کی شکل میں کھڑے ہو گئے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ یہ جنات نصیبین کے تھے اور ان کی تعداد سات تھی۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ جنات تعداد میں سات تھے اور نصیبین کے تھے۔ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین کو اہل حران سے کہا اور چار کو اہل نصیبین سے۔ جب کہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ یہ تعداد میں نو (۹) تھے، ان میں سے ایک کا نام زوبعہ تھا۔

غرضیکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنات کو قرآن مجید کی تعلیم دی اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دی اس طرح فتح مکہ کے بعد انسانوں کے ساتھ ساتھ جنوں کی ایک بڑی تعداد دینِ خدا میں داخل ہو گئی۔

جنات بھی ایک مخلوق ہے اور انہیں بھی انسانوں کی طرح مخاطب کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ جن میں ہے۔

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) تم کہہ دو کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن سنا اور کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے۔ جو راہِ راست سمجھاتا ہے ہم تو اس پر ایمان لا چکے، اب ہم ہرگز کسی کو بھی اپنے رب کا شریک نہ بنائیں گے۔ بے شک ہمارے رب کی بڑی شان بلند ہے۔ نہ اس کی بیوی ہے نہ اولاد۔ یقیناً ہم میں سے بیوقوفوں نے خدا کے ذمہ جھوٹی باتیں لگا دی ہیں۔ اور ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ ناممکن ہے کہ انسان اور جنات خدا پر جھوٹی باتیں لگائیں۔ بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔ اور انسانوں نے بھی تم جنوں کی طرح گمان کر لیا تھا کہ خدا کسی کو نہ بھیجے گا (یا کسی کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا)۔ (سورہ جن، آیت ۱ تا ۷)

Marfat.com

سورۂ جن کا یہ مضمون اس سے پہلے سورۂ الاحقاف میں بھی آ چکا ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن کریم سنا، اسے سچا جانا اور اس پر ایمان لائے۔

قرآن مجید میں جس طرح انسانوں کو مخاطب کر کے کہا گیا کہ اس جیسی کوئی سورت لے کر آئیں اسی طرح یہ چیلنج جنوں کے لیے بھی ہے کہ وہ قرآن مجید کے مقابل کوئی سورت لائیں جس کی دلیل یہ ہے کہ جن بھی ایسے ہی مکلف ہیں جیسے انسان۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ: آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے۔ گو وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۸۸)

قرآن مجید کی بزرگی ایک یہ بھی ہے کہ تمام مخلوق اس کے مقابلہ سے عاجز ہے جس طرح اللہ تعالیٰ بے مثل اور بے نظیر ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اسی طرح اس کا کلام بھی بے مثل اور پاک ہے۔ مسلم، ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ کی متعدد حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنات کے پاس تشریف لے جاتے اور تبلیغ دین کرتے اور حضرت ابن مسعودؓ آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے۔ ابن ابی حاتم نے حضرت عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ بارہ ہزار جنات مشرف بہ اسلام ہوئے۔ امام رازی کہتے ہیں کہ سورۂ بنی اسرائیل کی روشنی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنوں کی طرف بھی ایسے ہی رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں جیسے انسانوں کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ محدثین اور مفسرین کے مطابق جیسے تمام انسانوں کے لیے نبی کو نہ ماننا کفر ہے، جنوں کے لیے نہ ماننا بھی کفر ہے اور یہ کہ حضور ﷺ سے پہلے کوئی نبی جن وانس دونوں کی طرف نہیں بھیجا گیا۔

جنات کا سلسلہ میں چند روایات درج ذیل ہیں۔

بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جب کہ وہ مکہ مکرمہ جا رہے تھے، ایک سانپ مرا ہوا دیکھا۔ انہوں نے ایک کپڑے میں اس کو کفن دے کر دفن کر دیا تو غیب سے کسی کہنے والے کی آواز سنی: ''اے سرق! اللہ تعالیٰ تجھ پر رحمت فرمائے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، فرمایا تھا کہ اسے سرق تم ایک خالی میدان میں وفات پاؤ گے پھر تم کو میری امت کا بہترین شخص دفن کرے گا''۔ حضرت عمر بن

Marfat.com

عبدالعزیز نے اس سے پوچھا: ''تم کون ہو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے؟'' عرض کیا میں جنوں میں ایک شخص ہوں، اور یہ سرق ہے اور جنات میں سے جن جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ ان میں سے میرے اور اس کے سوا کوئی باقی نہیں رہا تھا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، فرمایا تھا کہ اے سرق تم ایک خالی میدان میں وفات پاؤ گے اور تم کو میری امت کا بہترین آدمی دفن کرے گا''۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ سفر میں تھے، ایک سانپ قتل ہوا پایا۔ کسی صاحب نے اپنی چادر کے ٹکڑے میں اس کو کفن دیا اور دفن کر دیا۔ جب رات ہوئی تو چار عورتیں اس کو پوچھتی ہوئی آئیں اور انہوں نے ان کو بتایا کہ کافر جنوں نے مسلمان جنوں کے ساتھ جنگ کی تھی اور اس کو قتل کر دیا تھا اور یہ شخص اس جماعت میں سے تھا۔ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن شریف سنا تھا۔ پھر اپنی قوم کو تبلیغ کرنے کے لیے گیا تھا۔

مشہور حدیث ہے کہ ابلیس کا پڑپوتا ہامہ بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ ﷺ مع صحابہؓ کے تہامہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر تشریف فرما تھے۔ اس نے بتایا کہ جن دنوں قابیل نے ہابیل کو قتل کیا، وہ بچہ تھا اور یہ کہ وہ اور لوگوں کی طرح حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لایا تھا۔ ہامہ حضرت ہود علیہ السلام پر بھی ایمان لایا تھا غرضیکہ اس نے حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کی بھی زیارت کی تھی۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ملا اور انہوں نے اس کو توریت کی تعلیم دی۔ جب حضرت عیسیٰؑ بن مریم تشریف لائے تو ان سے ملاقات کی۔ حضرت عیسیٰ بن مریم نے ہامہ سے کہا کہ جب تمہاری ملاقات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو تو میرا اسلام پہنچا دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عیسیٰؑ بن مریم کا پیغام سن کر آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا ''عیسیٰؑ پر بھی سلام جب تک دنیا باقی ہے اور اے ہامہ تجھ پر بھی ادائے امانت کے لیے سلام''۔ پھر ہامہ نے درخواست کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو کچھ قرآن شریف سکھلا دیں جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو توریت سکھلائی تھی۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو سورۂ واقعہ سورۂ المرسلات، سورۂ انبیاء اور سورۂ کوثر کے علاوہ سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ الناس سکھلا دی۔ اور فرمایا ''اے ہامہ تم کو

Marfat.com

کوئی حاجت ہو تو ہم کو مطلع کرنا اور زیارت کرنا نہ چھوڑنا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ وہ جنت میں ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ)

آیات مبارکہ اور احادیث کی روشنی میں یہ بات پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے کہ حضور ﷺ کی نبوت و رسالت ہر مخلوق اور ہر زمانے اور ہر ہر جگہ کے لیے ہے اور اس کا ختم ہو جانے کا ذکر نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت نہ صرف آپ ﷺ کی وفات کے بعد بلکہ رہتی دنیا تک ہے۔ حکم خداوندی ہے "خالدین فیھا" سے یہی مطلب ہے کہ مسلمان جنت میں اور کافر دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے تو حضور ﷺ کی نبوت و رسالت بھی ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے گی اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔

ایک مغالطہ

بعض کافر اور بے دین اس مغالطے میں مبتلا ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف عرب کے نبی تھے اور یہ کہ آپ ﷺ کی نبوت عرب تک محدود تھی۔ اس غلط پراپیگنڈہ میں یہودی پیش پیش ہیں۔ ان کا مقصد اسلام کو ختم کرنا یا نقصان پہنچانا ہے۔ وہ اپنے اس مغالطے اور غلط پراپیگنڈہ کو تقویت دینے کے لیے قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کو جواز بناتے ہیں۔

ترجمہ: "وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں (عرب) میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے، اور ان کو کتاب و دانش مندی سکھاتے ہیں اور یہ لوگ پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے اور دوسروں کے لیے بھی جو ان میں سے ہونے والے ہیں لیکن ہنوز ان میں شامل نہیں ہوئے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔
(سورۃ الجمعہ، آیت ۲۔۳)

اس آیت مبارکہ میں کافر اور بے دین لوگوں کے اس مغالطے کا جواب بھی موجود ہے۔ آیت مبارکہ میں لفظ اُمیینا آیا ہے۔ امی کے معنے ان پڑھ کے علاوہ امت والے بھی ہے۔ اس لیے تمام امتی اس میں داخل ہیں ارشاد خداوندی ہے۔ ترجمہ: اور دوسروں کے لیے بھی انہی میں سے جو اب تک ان سے نہیں ملے۔ (سورہ جمعہ، آیت ۲)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ پر سورۂ جمعہ نازل ہوئی۔ جب آپ ﷺ نے اس بات کی تلاوت فرمائی لوگوں نے پوچھا کہ "آخرین منھم"

Marfat.com

سے کیا مراد ہے؟

تین مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال ہوا تب آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسیؓ کے سر پر رکھا اور فرمایا! اگر ایمان ثریا کے ستارے کے پاس ہوتا تو بھی ان لوگوں میں سے ایک یا کئی ایک پا لیتے۔ خیال رہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ امتی تھے اور ان کی پوری بھی امتی ہوئی۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیغمبری تمام دنیا والوں کی طرف ہے صرف عرب کے لیے ہی مخصوص نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔

لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

قرآن مجید میں متعدد ایسی آیات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت تمام روئے زمین کی طرف تھی۔ کل مخلوق کے لیے آپ ﷺ پیغمبر تھے، ہر سرخ و سیاہ کی طرف آپ ﷺ نبی بنا کر بھیجے گئے۔

جہاں تک ان پڑھ یعنی عرب میں اپنا رسول بھیجنے کا تعلق ہے تو یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دُعا کا ثمر ہے کہ آپ نے اہل مکہ کے لیے دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک رسول ان ہی میں سے بھیج جو انہیں اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائے، انہیں پاکیزگی سکھائے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دُعا قبول فرماتے ہوئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرب میں مبعوث فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: ''اور ہم نے تمام پیغمبروں کو انہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تا کہ ان سے بیان کر دیں''۔ (سورہ ابراہیم، آیت ۴)

اس آیت مبارکہ میں یہودیوں کے اعتراض کا جواب موجود ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب میں اس لیے مبعوث ہوئے کہ آپ ﷺ کی زبان عربی تھی اس لیے قرآن مجید بھی عربی میں نازل ہوا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ عربوں کو انہی کی زبان میں تبلیغ دین کر سکیں۔ جو ان کے لیے سمجھنا آسان ہو۔

اللھم صل علیٰ النبی الامی الکریم و علیٰ آلہ و سلم تسلیماً

Marfat.com

کتب حوالہ

نام کتاب	مصنف
۱۔ تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابن کثیر
۲۔ کتاب الشفاء	قاضی عیاض اندلسی رحمۃ اللہ علیہ
۳۔ الرحیق المختوم	مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری
۴۔ سیرت الرسول من القرآن	سید محمد رضوان اللہ وانتظام اللہ شہابی
۵۔ اسوہ رسول اکرم ﷺ	ڈاکٹر محمد عبدالحی
۶۔ رحمۃ اللعالمین	قاضی محمد سلیمان سلمان پوری
۷۔ سیارہ ڈائجسٹ	رسول نمبر
۸۔ کائنات کی تخلیق	ہارون یحییٰ ترجمہ علیم احمد
۹۔ محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	شیخ محمد رضا قاہرہ مصر۔ ترجمہ مولوی محمد عادل قدوسی
۱۰۔ سیرت رسول پاک ﷺ	ابن اسحاق
۱۱۔ آب کوثر	مفتی محمد امین
۱۲۔ فضائل درود وسلام	نذیر نقشبندی
۱۳۔ صل علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	علامہ حبیب البشر خیری
۱۴۔ فضائل درود شریف	مولانا محمد زکریا کاندھلوی
۱۵۔ العطور المجموعہ فی ذکر النبی الحبیب	مولانا اشرف علی تھانوی۔ مولف محمد اقبال
۱۶۔ نور مبین	ڈاکٹر حامد حسن بلگرامی
۱۷۔ سیرت النبی ﷺ	علامہ شبلی نعمانی
۱۸۔ سیرت رسول عربی ﷺ	پروفیسر علامہ نور بخش توکلی
۱۹۔ سید الوریٰ	قاضی عبدالدائم دائم
۲۰۔ حیات محمد ﷺ	محمد حسین ہیکل ترجمہ ابو یحییٰ امام خان
۲۱۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا	سید قاسم محمود

Marfat.com